مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کی
۱۹۲۵ سے ۱۹۸۶ تک کی تحریریں

۱۹۰۹-۱۹۸۷

آثارِ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ

جلد دوم

علمی مقالات

www.KitaboSunnat.com

ترتیب: احمد شاکر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال اللہ تعالیٰ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ صدق اللہ العظیم

آثارِ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ

۱۹۰۹
۱۹۸۷

مولانا محمد عطا اللہ حنیف بھوجیانی کی ۱۹۲۵ سے ۱۹۸۶ تک کی تحریریں

www.KitaboSunnat.com

جلد دوم

علمی مقالات

مقدمہ : مولانا محمد خالد سیف حفظہ اللہ

ترتیب: احمد شاکر

المکتبۃ السلفیۃ شیش محل روڈ لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

طبع اوّل ـــــ محرم الحرام ۱۴۳۹ھ، اکتوبر ۲۰۱۷

المکتبۃ الرحمانیۃ
۹۹ ۔ جے ماڈل ٹاؤن ۔ لاہور
نمبر ....

اہتمام ـــــــــــ احمد شاکر
مطبع ـــــــــــ روشن پریس لاہور

شیش محل روڈ، لاہور 54000 پاکستان
فون: 042-37237184, 37230271
hammadshakir@gmail.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

مقالاتِ علمیہ

◆ مولانا بھوجیانی رحمہ اللہ کا علمی و تحقیقی اسلوبِ نگارش -- 9
◆ حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہ پر اہل بدع کا افتراء و اتہام 25
◆ دیوبندیوں کی مذاہب دانی، مقلدین احناف کی نیرنگیاں 29
◆ حقیت اور امام شافعی رحمہ اللہ ---------- 33
◆ حقیقت ''نسخ شریعت'' ---------- 40
◆ حضراتِ فقہاء اور عدم تقلید ---------- 53
◆ حضرات محدثین اور عدم تقلید ---------- 61
❖ انتساب واجتہاد ---------- 61
❖ تقسیم مجتہدین ---------- 62
❖ اجتہاد المحدثین ---------- 64
◆ حضرات محدثین اور عدم تقلید ---------- 68
◆ فقہاء اور فقہ مروّجہ پر علماء محققین کی بے لاگ آراء 76
❖ اعتقادی حیثیت ---------- 77
❖ اعتباری حالت ---------- 78
◆ مسئلہ استواء اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ ------ 81
◆ مذاکرۂ علمیہ در سماع علقمہ ---------- 83
◆ تنقید تقلید ---------- 87
❖ کیا مقلدین امام مہدی کے دشمن ہوں گے؟ --- 89
❖ صوفیہ کرام کے ارشادات ---------- 90
◆ کیا محدثین مقلد تھے....؟ ---------- 93
❖ تعریف اجتہاد ---------- 94
◆ کیا محدثین مقلد تھے؟ ہرگز نہیں، بلکہ مجتہد تھے -- 99
❖ منشاء غلطی ---------- 100
◆ اربابِ کمالات کے متعلق بزرگانِ احناف کے خیالات 106
◆ علماء احناف توجہ فرمائیں ---------- 111
◆ تحذیر الناس عن شهود الاعراس ----- 114
◆ ارمغان جیلان ---------- 122
◆ فلسفہ صلوٰۃ ---------- 126
❖ درس اتحاد ---------- 127
❖ مساوات ---------- 128
◆ تلاش سند صحیح ---------- 130
◆ حضرت مولانا منصور الرحمٰن تلمیذ امام شوکانی رحمہ اللہ 131
◆ مزید معلومات (بسلسلہ سند قاضی شوکانی) ---- 133
◆ حضرت مولانا ولایت علی ---------- 135
◆ لقاء قاضی شوکانی اور مولانا ولایت علی ------- 137
◆ حضرت مولانا منصور الرحمٰن صاحب کے تلمذ کی بحث 138
◆ حضرت مولانا منصور الرحمٰن ڈھاکوی کا امام شوکانی رحمہ اللہ سے تلمذ ---------- 140
◆ ماہِ شعبان اور شب برات ---------- 142
❖ افراط و تفریط ---------- 142
❖ (۱) شعبان میں نفلی روزے ---------- 142
❖ (۲) بارگاہ الٰہی میں اعمال کی پیشی ---------- 143

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❖ (۳) شب برات میں دعا کی قبولیت ------- 143
❖ (۴) آسمان اول پر نزول باری تعالیٰ اور عفو عام 143
❖ اور اس عفو عام سے محروم لوگ ------------ 143
❖ (۵) صحابہ کا عمل ------------------- 144
❖ (۶) شعبان، رمضان کا پیش خیمہ --------- 144
❖ (۷) شعبان بحیثیت سنن رواتب--------- 145
❖ ایک غلط فہمی کا ازالہ ----------------- 145
❖ شب برات میں کرنے کے کام---------- 145
❖ اس رات کوئی خصوصی نماز نہیں --------- 146
❖ حافظ ابن رجب کا فیصلہ ------------- 146
❖ پندرہویں تاریخ کا روزہ -------------- 147
❖ بدعات و رسوم ------------------- 147
❖ ایک مشہور گپ------------------- 147
❖ ''چراغاں'' کی وبا ------------------ 148
◆ قربانی کی شرعی حیثیت اور منکرین حدیث کا دجل 149
❖ فرار کی راہ--------------------------- 150
❖ ہم دونوں میں بنیادی فرق --------------- 150
❖ اسلام کا نقطہ نظر مادی نہیں......! ----------- 150
❖ بنیادی مغالطہ ---------------------- 151
❖ قربانی کا ذکر قرآن حکیم میں ------------- 151
❖ احادیث نبویہ سے قربانی کا ثبوت ---------- 154
❖ قربانی کے متعلق آنحضرت ﷺ کے فرامین مقدسہ 154
❖ آنحضرت ﷺ کا اپنا دس سالہ عمل مبارک - 157
❖ صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثبوت --------------- 159
❖ عہد نبوی ﷺ میں قربانی کا عام رواج ---- 160
❖ اضحیہ -------------------------- 160
❖ عید الاضحیٰ------------------------ 160
❖ قربانی فرض ہے یا مال؟----------------- 160
◆ مختصر احکام و مسائل قربانی و ایام قربانی ------ 161
◆ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور ان کے نظریات 163
❖ امام کے معترضین کے متعلق شاہ صاحب کی رائے 164
◆ حدیث قرطاس کے متعلق --------------- 168
◆ مسند اعظم امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ---------- 173
❖ دوسرے اعتبار سے مسند احمد کا تجزیہ --------- 179
❖ محدثین کی معتدل اور محتاط روش----------- 179
❖ تحفظ کتب حدیث کی تازہ شہادت --------- 179
❖ حافظ ابوبکر الشافعی رحمہ اللہ --------------- 183
❖ حافظ ابوبکر کی غیرت ایمانی -------------- 184
❖ تمنا صاحب کی خیانت------------------ 184
❖ دیگر تشکیکات یا تلبیسات --------------- 186
❖ روایت مسند میں عبداللہ منفرد نہیں --------- 187
❖ ۲۷۴ھ سے قبل مسند کی شہرت ------------ 188
❖ مسند احمد کی کیا صرف ایک ہی سند ہے؟ ----- 189
❖ امام عبداللہ سے روایت کرنے والے ------- 190
❖ کیا پانچویں صدی سے پہلے مسند موجود نہیں تھی؟ 191
❖ ابوبکر قطیعی سے راوی ----------------- 192
❖ منہ مانگی مراد--------------------------- 192
❖ ابن المذہب سے مسند کے راوی اور تمنا صاحب کی خیانت ------------------------------ 192
❖ ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن الحصین سے مسند کی روایت 193
❖ دلچسپ جہالت --------------------- 194
❖ کیا ابن حصین اور حنبل ''مجہول'' ہیں؟ ------- 194
❖ ابوالقاسم ہبۃ اللہ (المتوفی ۵۲۵ھ) --------- 195
❖ حنبل بن عبداللہ (المتوفی ۶۰۴ھ) -------- 195
❖ حافظ ابن البخاری رحمہ اللہ ----------------- 196
❖ حافظ قطیعی اور ابن المذہب پر مزعومہ جرحوں کی حقیقت 196

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❖ ظلم کی حد ہو گئی ---------- 199
❖ اصل حقیقت ---------- 199
❖ ''قابلیت'' کا کرشمہ ---------- 200
❖ حافظ ابن حجر کی شہادت اور تمنا صاحب کی خیانت 202
❖ دھاندلی ---------- 202
❖ ابن المذہب ---------- 202
❖ ہنرش نیز بگو ---------- 208
◆ احکام و فضائل رمضان المبارک ---------- 209
❖ روزہ فرض ہے اور اس کا ترک کفر ---------- 209
❖ رحمت کا فیضانِ عام ---------- 209
❖ گناہ کی معافی کا مہینا ---------- 210
❖ جود و سخا کا مہینا ---------- 210
❖ ہمدردی کا خاص مہینا ---------- 211
❖ نیکیوں پر زیادہ ثواب حاصل ہونے کا موسم -- 211
❖ جذبات پر قابو پانے کا مہینا ---------- 211
❖ نیکیوں میں کوشش ---------- 212
❖ تلاوتِ رمضان ---------- 212
❖ کثرتِ تلاوت ---------- 212
❖ قیامِ رمضان ---------- 212
❖ قیام مسنون ---------- 213
❖ مستحب نوافل ---------- 213
❖ تراویح با جماعت ---------- 213
❖ روزے کے پرہیز ---------- 214
❖ سحری اور قیلولہ ---------- 214
❖ سحری میں تاخیر ---------- 215
❖ نیت روزہ ---------- 215
❖ روزے میں بھول ---------- 215
❖ روزہ توڑنے سے کفارہ ---------- 215
❖ افطاری کا وقت اور اس میں جلدی کا حکم ----- 215
❖ افطاری کی دعا ---------- 216
❖ قبولیت دعا کا وقت ---------- 217
❖ افطاری کی چیزیں ---------- 217
❖ افطار کرانے کا ثواب ---------- 217
❖ مفسداتِ روزہ ---------- 218
❖ جن چیزوں سے روزہ فاسد نہیں ہوتا ---------- 218
◆ قیام رمضان المبارک ---------- 219
❖ تلاوت قرآن کی کثرت ---------- 220
❖ قیام رمضان ---------- 220
❖ تراویح کی وجہ تسمیہ ---------- 221
❖ رکعاتِ تراویح کے اثنا میں ذکر ---------- 221
❖ مسنون تراویح آٹھ رکعت ہے ---------- 221
❖ بیس تراویح کی روایت کمزور ہے ---------- 223
❖ آثار صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ ---------- 223
❖ ایک سوال ---------- 224
❖ (الف) گیارہ رکعت کا فاروقی حکم ---------- 224
❖ (ب) سائب رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت ---------- 225
❖ (ج) سائب رضی اللہ عنہ کی تیسری روایت ---------- 225
❖ (د) سائب کی چوتھی روایت ---------- 225
❖ اختلاف کا حل ---------- 225
❖ امام محمد بن اسحاق کا فیصلہ ---------- 226
❖ (ھ) یزید بن رومان کا اثر ---------- 227
❖ (و) یحییٰ بن سعید کا اثر ---------- 227
❖ (ز) عبدالعزیز کا اثر ---------- 227
❖ ایک قابل توجہ نکتہ ---------- 227
❖ ایک توجیہ ---------- 228
❖ چند دیگر آثار ---------- 228

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❖ ائمہ کے مسالک ---------- 229
❖ ابوبکر ابن العربی المالکی کا فیصلہ ---------- 230
❖ علامہ ابن الہمام رحمہ اللہ وغیرہ حنفیہ کا فیصلہ ---- 230
◆ چند سوال اور ان کے جواب ---------- 231
❖ ابن کثیر کی تحقیق ---------- 236
❖ رفع تعارض ---------- 237
❖ اہم مبحث متعلقہ احادیث صحیحین ---------- 240
◆ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں تھا..... ایک تحقیق! 251
◆ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے اخلاق و عادات اور معمولات ---------- 255
❖ میل جول ---------- 255
❖ عیادت اور مشایعت جنازہ ---------- 255
❖ جود و سخا ---------- 255
❖ تواضع و فروتنی ---------- 256
❖ استغناء ---------- 257
❖ زہد و قناعت ---------- 258
❖ بیماری میں شغل مطالعہ ---------- 259
❖ سرعت تصنیف ---------- 260
❖ معمولات ---------- 260
◆ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور مسئلہ نزولِ باری تعالیٰ 263
❖ سنا سنایا افسانہ ---------- 265
❖ سب اہل سنت والجماعت کا یہی مسلک ہے - 269
◆ کیا فقہ حنفی اسلام کی کامل اور صحیح تعبیر ہے؟--- 270
❖ فروع میں اختلاف کی نوعیت ---------- 271
❖ تنابز بالالقاب ---------- 272
❖ ایک فقیہ محترم کا ارشادِ تازہ ---------- 272
❖ اکثریت کہاں؟ ---------- 275
❖ فقہ حنفی اور حکومتیں ---------- 276
❖ متوازن مشورہ ---------- 277
❖ فقہ حکومتوں کے سہارے پر ---------- 277
❖ مطالبہ کیا ہونا چاہیے؟ ---------- 280
❖ نصوص قرآن و حدیث کی وسعت ---------- 280
❖ قدیم فقہ کی بے چارگی ---------- 281
❖ سرکاری حیثیت اور اس کے اثرات ---------- 281
❖ امام مالک رحمہ اللہ کا مثالی طرز عمل ---------- 282
❖ حکومتوں کا مزاج ---------- 283
❖ فقہ حنفی کا ایک سرسری جائزہ ---------- 283
❖ فقہ حنفیہ میں استدلالی توازن ---------- 286
❖ حدیث مصراۃ ---------- 287
❖ پھلوں کا اندازہ ---------- 288
❖ وتر ایک رکعت ---------- 288
❖ رفع الیدین ---------- 288
❖ جمعہ کی فرضیت ---------- 289
❖ قیام رمضان ---------- 289
❖ اپنی روایات پر اعتماد ---------- 290
❖ باہم متصادم فقہی آراء ---------- 290
❖ شاہ ولی اللہ کا اصول تحقیق ---------- 291
◆ شیعہ سنی اتحاد کی اساس..... جہاد اور مرزائیت 293
❖ اُلٹی گنگا؟ ---------- 294
❖ آلِ علی پر ناوک فگنی ---------- 295
◆ معجزہ اور معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ---------- 296
❖ واقعہ معراج ---------- 299
◆ اسراء و معراج ---------- 305
❖ ملاحظات ---------- 311
❖ شب معراج کے عطیے ---------- 311
❖ نماز کی تعلیم کا اہتمام ---------- 311

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

◆ حج اور عمرہ کے فضائل میں چالیس احادیث نبویہ 312
❖ اربعون حدیثاً فی فضائل الحج والعمرۃ ------- 313
◆ نصوص قرآن و حدیث میں تبدیلی، اسلام سے انحراف ہے ------------------ 329
❖ سوچنے کی ایک ضروری بات ---------- 330
❖ متجددین کا حدودِ اربعہ ---------------- 331
❖ ا۔ روٹی، کپڑا اور مکان ----------------- 331
❖ ۲۔ دولت کی ناہمواری تقسیم ------------ 332
❖ آیت قُلِ الْعَفْوَ سے غلط استدلال ------- 333
❖ آیت کا صحیح مفہوم ------------------- 333
❖ ایک نہایت غلط استدلال ------------- 334
❖ زکوۃ شرعاً عبادت ہے ٹیکس نہیں! ---------- 335
❖ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور گھوڑوں کی زکوۃ کا مسئلہ - 336
❖ شام کے واقعہ کی حقیقت --------------- 338
❖ روایت کا متن ----------------------- 338
❖ گھوڑوں پر عائد شدہ صدقہ کی اصل حیثیت - 339
❖ علمائے احناف کی توجیہات ------------- 342
❖ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور مالِ تجارت پر زکوۃ ---- 343
❖ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب قول سے عجیب و غریب استدلال ---------------------- 345
❖ اور یہ نتائج......!! ------------------ 345
❖ حضرت اقبال رحمۃ اللہ علیہ پر نوازش --------------- 346
❖ چوری کی سزا ''قطع ید'' میں تحریف و تبدیلی --- 348
❖ ''ہدایہ'' میں مستثنیات اور اُن کی حقیقت --- 351
❖ ''قطع ید'' کے مفہوم میں تحریف ----------- 353
❖ احکامِ قرآنی میں تبدیلی کا کسی کو حق نہیں ----- 356
❖ قرآنی احکام میں تبدیلی درست نہیں ------ 357
❖ تبدیلی تکذیب کے مترادف ہے ---------- 358
◆ دعا کی اہمیت اور آداب و شرائط ---------- 359
❖ قبولیت دعاء ------------------------- 359
❖ شرائطِ قبولیت ------------------------ 360
❖ (۱) ایمان باللہ ----------------------- 360
❖ (۲) خلوصِ نیت ----------------------- 360
❖ (۳) حضورِ قلب ----------------------- 360
❖ (۴) ادائے فرائض و ترکِ محرمات --------- 361
❖ آدابِ دعا ---------------------------- 362
❖ ادعیہ ماثورہ -------------------------- 363
◆ آخری عشرہ رمضان ------------------- 364
❖ اعتکاف ----------------------------- 365
❖ ثوابِ اعتکاف ------------------------ 365
❖ مسائل اعتکاف ----------------------- 366
❖ لیلۃ القدر --------------------------- 366
❖ چار قسم کے مجرموں کی محرومی ----------- 368
❖ شبِ قدر میں مروجہ وعظ اور تقریریں ------- 368
❖ شبِ قدر کی خاص دعاء ----------------- 369
◆ شبِ قدر! ---------------------------- 370
◆ نمازِ عید کی تکبیرات کا مسئلہ ------------ 373
❖ پہلا مسلک بارہ (۱۲) تکبیریں ----------- 373
❖ دوسرا مسلک مرجوح ------------------ 376
◆ قیامِ رمضان (تراویح) اور اس کے متعلقہ مسائل 377
❖ قیامِ رمضان -------------------------- 377
❖ تراویح کی وجہ تسمیہ -------------------- 377
❖ قیامِ مسنون --------------------------- 378
❖ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا ------------------------ 378
❖ حدیث جابر رضی اللہ عنہ ------------------------ 378
❖ حدیث جابر رضی اللہ عنہ ------------------------ 379

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❖ گیارہ رکعت کا فاروقی حکم ---------- 379
❖ ائمہ کے مسالک ---------- 379
❖ ابوبکر ابن العربی المالکی رحمہ اللہ کا فیصلہ ---------- 380
❖ علامہ ابن الہمام رحمہ اللہ اور دوسرے فقہائے حنفیہ 381
❖ تراویح با جماعت ---------- 381
❖ رکعاتِ تراویح کے اثناء میں ذکر ---------- 381
◆ رمضان المبارک کی طاق راتوں میں شب بیداری اور عبادت کا مسنون طریقہ ---------- 383
❖ جماعت اہل حدیث میں بعض غلط رجحان --- 383
◆ مسنون رکعاتِ تراویح ---------- 385
❖ فاروقی رضی اللہ عنہ حکم ---------- 387
❖ امام مالک رحمہ اللہ کا عمل ---------- 388
❖ علمائے احناف کی تصریحات ---------- 388
❖ ۲۰ رکعات والی روایت بالاتفاق ضعیف ہے - 389
◆ ماہ محرم کی بدعات ---------- 391
◆ شرک ---------- 394
◆ احادیث صحیحین کی صحت پر اُمت کا اجماع ہے 402
◆ مُسِنّہ (دودانتا) اور جذعہ (بھیڑ، دنبہ) کی تحقیق 406
❖ جذعہ ---------- 408
◆ کربلا کی کہانی حضرت ابوجعفر باقر رحمہ اللہ کی زبانی 410
❖ روایت حضرت ابوجعفر باقر رحمہ اللہ ---------- 412
❖ آغاز ---------- 412
❖ حضرت مسلم کی کوفہ کو روانگی ---------- 412
❖ ابن زیاد کوفے میں اور افشائے راز ---------- 413
❖ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی روانگی کوفہ ---------- 415
❖ ملاحظات ---------- 418
◆ اسلام اور قبروں کے عرس مسلمان عوام کے غور و فکر کے لیے ---------- 420
❖ پیش لفظ ---------- 420
❖ قبروں کو مزار بنانے کے مفاسد ---------- 421
❖ بت پرستی، قبر پرستی کی بنیاد ---------- 421
❖ قبر پرستی، یہود و نصاریٰ کا شیوا ---------- 421
❖ عرس اور میلے قبر پرستی کی جڑ ہیں ---------- 422
❖ ہندوؤں کی تقلید ---------- 423
❖ امت کو انتباہ ---------- 423
❖ آنحضرت کی دعا اور اس کی قبولیت ---------- 424
❖ قبروں کی زیارت کے لیے سفر ناجائز ہے ---- 426
❖ حنفیہ اور صوفیائے کرام رحمہم اللہ کے فتویٰ ---------- 428
❖ قاضی ثناء اللہ حنفی رحمہ اللہ کے ارشادات ---------- 428
❖ مرزا مظہر جان جاناں ---------- 429
❖ شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ ---------- 429
❖ مولانا شاہ محمد اسحاق ---------- 429
❖ آخری گزارش ---------- 430

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا بھوجیانی رحمہ اللہ کا علمی و تحقیقی اسلوبِ نگارش

محمد خالد سیف حفظہ اللہ

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ ایک مجتمع الصفات شخصیت کے مالک تھے، وہ فلکِ علم و فضل کے آفتابِ درخشندہ، بزمِ انس و قدس کی شمعِ فروزاں، درجِ ورع و تقویٰ کے گوہرِ شب چراغ، شریعت و طریقت کے محرمِ رموز و اسرار، جبلِ عزیمت و استقامت، پیکرِ عجز و انکسار اور عالمِ اسلام کے نہایت جید اور ممتاز عالم تھے، علم و فضل کی رفعتوں کے ساتھ ساتھ سادگی، تواضع اور انکسار کا یہ عالم کہ جسے پہلے سے تعارف نہ ہو تو وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ یہ ہیں مولانا محمد عطاء اللہ حنیف، اندرون و بیرونِ ملک جن کے علم و تحقیق کا ڈنکہ بج رہا ہے۔ مولانا مرحوم کو دیکھ کر محسوس یوں ہوتا تھا کہ شاید عہدِ صحابہ کا کوئی شخص قافلے سے پیچھے رہ گیا تھا، جس کا اللہ تعالیٰ نے ایک بار پھر اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ کا منظر دکھانے کے لیے اس آخری دور میں ظہور فرما دیا۔

آپ نے حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کی وفات (۲۰ ذوالقعدہ ۱۳۸۷ھ، ۲۰ فروری ۱۹۶۸ء) پر ان کے بارے میں اپنے دردانگیز مضمون میں لکھا تھا:

> ''مولانا محمد اسماعیل رحمہ اللہ واقعۃً مجتمع الصفات تھے، ماضی قریب کے اکثر اکابر کی آنکھیں دیکھے ہوئے تھے، ذہن اخاذ پایا تھا، مولانا غازی پوری رحمہ اللہ کا ورع و تقویٰ، مولانا مبارک پوری رحمہ اللہ کا شغف حدیث، حافظ عبدالمنان رحمہ اللہ کا شوق تدریس، شاہ محمد شریف گھڑیالوی رحمہ اللہ کی تواضع و مسکنت، مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ کا ذوقِ قرآن فہمی، مولانا رحیم آبادی رحمہ اللہ کی انگریز دشمنی، مولانا امرتسری رحمہ اللہ کا ذوق تالیف، مولانا سیالکوٹی رحمہ اللہ کا جوہر خطابت، مولانا عبدالوہاب دہلوی رحمہ اللہ کی شیفتگی سنت، مولانا بٹالوی رحمہ اللہ کا وسعت علم، مولانا عبدالقادر قصوری رحمہ اللہ کی متانت اور عمیق فکر، مولانا حافظ عبداللہ روپڑی رحمہ اللہ کی خصوصیت افتاء، مولانا آزاد رحمہ اللہ کا جذبہ حریت اور مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ کی معاملہ فہمی اور وسعت قلبی، یہ صفات ایک مولانا محمد اسماعیل رحمہ اللہ کی ذات میں موجود تھیں۔''

ہم آپ ہی کے یہ الفاظ مستعار لیتے ہوئے کہتے ہیں کہ بلاشبہ یہ تمام صفات آپ کی ذات میں بھی بدرجۂ اتم موجود تھیں، جب کہ آپ کا سب سے نمایاں وصف آپ کا ذوق تحقیق و تدقیق تھا۔ اللہ خالق و مالک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کائنات نے آپ کو ذوقِ تحقیق و تدقیق کے جس ''حظ وافر'' سے سرفراز فرما رکھا تھا، اس کا اندازہ اس سے لگائیں کہ آپ کے وہ مقالات و مضامین بھی، جو عہد شباب کی یادگار ہیں، خالص اور ٹھوس علمی اسلوب کے حامل اور تحقیق و تدقیق کا شاہکار ہیں، مثلاً ''حضرات فقہاء اور عدم تقلید'' کے زیرِ عنوان آپ کا مضمون ''اخبار محمدی'' کی جلد ۳ کے شمارہ ۱۷ میں ۱۹۲۶ء میں اس وقت طبع ہوا تھا، جب آپ نے عمر عزیز کی صرف سولہ یا سترہ بہاریں دیکھی تھیں، اپنے اس مضمون میں آپ نے مقلدین کے اس پروپیگنڈے کا جائزہ لیا ہے کہ امام بخاری اور دیگر محدثین (معاذ اللہ) مقلد تھے۔ اس دور میں شہر میرٹھ کے احناف کی طرف سے ایک اشتہار شائع ہوا تھا، جس میں حضرات محدثین کرام پر تقلید کا اتہام لگایا گیا، آپ نے بہت علمی و تحقیقی اسلوب و انداز میں اس کا جواب دیا کہ محدثین کرام پر تقلید کا اتہام تو بہت ہی مضحکہ خیز ہے، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ان کے فقہاء بھی مقلد نہ تھے، بلکہ دنیا میں کوئی مقلد ہے ہی نہیں اور تقلیدی خیال تو محض ایک حسن ظن اور اوہام پرستی پر مبنی ہے۔

اس میں آپ نے سب سے پہلے حنفی اصول فقہ کی کتب کے حوالہ سے بتایا ہے کہ تقلید بغیر دلیل کے کسی کے قول پر عمل کرنے کا نام ہے اور پھر فقیہ ابو اللیث کی بستان العارفین (۸/۱) سے ان کا قول نقل کیا ہے کہ ایک روز میں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے چار شاگرد بیٹھے تھے کہ ہم سب نے اتفاق کیا کہ جب تک کسی کو ہمارے فتوے کی دلیل معلوم نہ ہو، اسے ہمارے قول کے مطابق فتویٰ دینا حلال نہیں ہے۔ پھر آپ نے ''ہدایہ'' کی شرح ''فتح القدیر'' سے ابن الہمام کا یہ قول نقل کیا ہے کہ کسی بھی معین اور مخصوص مجتہد کی اتباع کے وجوب کی کوئی دلیل نہیں اور اگر دلیل ہے تو وہ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (الانبیاء: ۷) ''پس اگر تم خود نہیں جانتے تو اہل ذکر سے پوچھ لو۔'' کی روشنی میں یہ ہے کہ بوقت ضرورت کسی بھی عالم سے مسئلہ پوچھا جا سکتا ہے، جیسا کہ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کا عمل تھا، پھر آپ نے حافظ ابن حزم رحمہ اللہ اور شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ تقلید تو چوتھی صدی کی ایجاد ہے۔

آپ نے ''شرح مسلّم الثبوت'' سے بحر العلوم لکھنوی کا قول ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ائمہ میں سے کسی بھی شخص کے مذہب کی پابندی کو واجب قرار نہیں دیا، جبکہ اسے واجب قرار دینا تو ایک نئی شریعت ایجاد کرنے کے مترادف ہے۔ اسی لیے علامہ شعرانی نے ''کشف الغمۃ'' میں ایسا کرنے والے کو کبیرہ گناہ کا مرتکب قرار دیا ہے، جبکہ علامہ شیخ محمد حیات سندھی حنفی نے تو ایسے شخص کو واشگاف الفاظ میں گمراہ، جاہل اور کافر قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ ایسے شخص سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا اور اگر وہ توبہ نہ کرے تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ لیکن یاد رہے ایسے جرم پر قتل کی سزا اسلامی حکومت ہی دے سکتی ہے۔ بہرحال علامہ شعرانی نے ایسے شخص کے کفر کی دلیل یہ دی ہے کہ جو شخص ائمہ کرام میں سے کسی ایک امام کی اتباع کو لوگوں کے لیے واجب قرار دیتا ہے، وہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے اس امام کو گویا نبی ﷺ کے مقام و مرتبہ پر فائز کرتا ہے اور یہ کفر ہے۔

آپ نے اپنے اس مختصر مقالہ میں دلائل کا انبار لگا دیا ہے، شعرانی کے حوالہ سے یہ واضح کیا کہ کسی ایک فقہی مذہب کی پابندی اس لیے نہیں کی جا سکتی کہ ان میں کوئی ایک مذہب تمام مسائل شرعیہ کو حاوی نہیں تو سیوطی کے حوالے سے یہ بھی طشت از بام کر دیا کہ حضرات ائمہ مالک، ابوحنیفہ اور شافعی رحمہم اللہ نے بھی اسے جائز قرار نہیں دیا بلکہ انہوں نے اس سے روکا اور کسی کی بھی تقلید سے نہایت سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے، اسی طرح "ردّ المحتار" سے آپ نے علامہ ابن عابدین حنفی کا یہ قول بھی نقل فرمایا ہے کہ "حنفی دوستو! تقلید کے ظلمات سے نکل کر چراغ تحقیق ہاتھ میں لے کر تحقیق و تفتیش کا راستہ ڈھونڈو" اور پھر اس مضمون کے آخر میں آپ نے "ایضاح الحق الصریح" کے حوالہ سے حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کا بھی یہ فرمان ذکر فرمایا ہے کہ عام مسلمان کے لیے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ جب کوئی مسئلہ درپیش ہو تو کسی بھی عالم سے دریافت کر لے نہ یہ کہ ان کی تقلید کو ایمان بالانبیاء کی طرح ارکانِ دین سے شمار کرے۔ الغرض آپ نے اپنے اس مقالہ میں اپنی طرف سے کچھ کہنے کے بجائے اکابر حنفی فقہاء و صوفیاء کے حوالہ سے ثابت فرمایا کہ تقلید ضلالت، کفر و شرک اور مانع معرفت الٰہی ہے اور جب تقلید کے بارے میں فقہاء کے یہ ارشادات ہیں تو حضرات محدثین کرام رحمہم اللہ جن کا مذہب ہی اتباع کتاب و سنت تھا، وہ تقلید کو کیسے اختیار فرما سکتے تھے؟

اسی سلسلہ کو آگے بڑھاتے ہوئے اس مضمون کی دوسری قسط میں بھی آپ نے ٹھوس اور ناقابل تردید دلائل سے ثابت کیا ہے کہ حضرات محدثین کرام جو کئی کئی ہزار احادیث نبویہ کے حفاظ تھے۔ جنہیں قوتِ استنباط، استخراج مسائل، ضبط مشکلات، حل لغات، کتاب و سنت کے خاص و عام، ناسخ و منسوخ اور مجمل و مبین میں مہارت تامہ کی وجہ سے فقہاء پر بدرجہا فضیلت حاصل تھی، وہ بھلا اپنے گلے میں تقلید کا پٹہ کیسے ڈال سکتے اور نبی کو چھوڑ کر کسی غیر نبی کی غلامی کیسے گوارا کر سکتے تھے؟ دلائل کے ضمن میں آپ نے امام ابن حزم رحمہ اللہ کا قول پیش کیا ہے:

"لَيْسَ مِنْهُمْ اَحَدٌ قَلَّدَ رَجُلًا." [1]

"محدثین میں کوئی ایسا نہیں تھا جو کسی کی تقلید کرتا ہو۔"

پھر آپ نے حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی "حجۃ اللہ البالغۃ" کے حوالہ سے لکھا ہے کہ محدثین میں تو مستقل اجتہاد کے شروط موجود تھے اور اگر وہ مجتہد تھے تو انہیں شافعی کیوں کہا جاتا تھا؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ اہل حدیث جس مذہب سے زیادہ موافق ہوا کرتے تھے، اسی مذہب کی طرف منسوب کر

---

[1] هداية السائل، ص: ٥٣٣.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیے جاتے تھے، جیسا کہ امام نسائی رحمہ اللہ اور امام بیہقی رحمہ اللہ امام شافعی رحمہ اللہ کی طرف منسوب کیے جاتے تھے۔

مولانا مرحوم کے بلند پایہ معیارِ تحقیق کا اندازہ اس سے لگائیں کہ جناب میرٹھی نے اپنے مذکورہ بالا اشتہار میں اپنی طرف سے پیش کردہ مقلد محدثین کی فہرست میں امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ کا نام بھی لکھا تھا جب کہ ہمارے مولانا نے اس کے جواب میں امام طحاوی رحمہ اللہ ہی کا یہ قول پیش فرما دیا ہے:

"اَوَ كُلَّمَا قَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ اَقُوْلُ بِهٖ، وَ هَلْ يُقَلِّدُ اِلَّا عَصَبِيٌّ." ❶

''کیا جو ابوحنیفہ کہیں گے میں وہی کہوں گا، تقلید کا مرتکب تو متعصب ہی ہوتا ہے۔''

آپ مزید دلائل پیش فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: مولانا عبدالحی مرحوم نے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ مختصر طحاوی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مذہب حنفی کے مقلد نہیں تھے، کیونکہ انہیں جب حنفی مذہب کے خلاف قوی دلائل مل جاتے تو وہ حنفی مذہب کی مخالفت کر دیتے تھے، اس لیے کہ وہ مجتہد مطلق منتسب تھے۔ مولانا نے ضربِ کاری لگاتے ہوئے لکھا ہے کہ شرح معانی الآثار کا مطالعہ کرنے والے سے یہ بات مخفی نہیں کہ امام طحاوی تو بعض اوقات یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ ''امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے جو کہا ہے وہ باطل ہے۔'' مولانا نے اپنے موقف کو نہایت مدلل طور پر پیش فرما دیا ہے کہ جن فقہاء کا یہ طرزِ عمل ہو کیا انہیں مقلد قرار دیا جا سکتا ہے؟ جب یہ فقہاء بھی مقلد نہیں ہیں، تو حضرات محدثین کرام کو مقلد قرار دینا تو بہتان طرازی کی بدترین مثال ہے۔

اسی طرح محدثین کرام میں سے امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کا قول آپ نے پیش فرمایا ہے کہ ''میں جب سے دس سال کا ہوا ہوں، کبھی تقلید نہیں کی۔'' ❷

مولانا نے اس سلسلۂ مضامین کو آگے بڑھاتے ہوئے تفصیل کے ساتھ ناقابلِ تردید دلائل سے ثابت فرمایا کہ حضرات محدثین کرام امام بخاری، مسلم، ابوداود، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ اور دیگر محدثین رحمہم اللہ میں سے کوئی بھی مقلد نہ تھا بلکہ وہ سب مجتہد تھے اور مجتہد کو کسی دوسرے مجتہد کی تقلید کی کیا ضرورت ہے؟ حیرت ہے کہ مولانا نے یہ علمی و تحقیقی اسلوب نگارش اس وقت اختیار فرمایا جب آپ نے عمر شریف کی صرف سولہ یا سترہ بہاریں ہی دیکھی تھیں، جب کہ اس طرح کا بلند پایہ معیارِ تحقیق تو ان اہلِ علم کے ہاں بھی نظر نہیں آتا جو عرصۂ دراز سے اس وادیِ پرخار میں سرگرداں ہیں۔

فقہاء اور فقہ مروجہ پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہوئے مولانا نے چند اصولی اور بنیادی باتوں کی طرف

---

❶ لسان الميزان، بحواله اشاعة السنة: ٦/ ٦٧، نمبر ٩.

❷ التعليقات السنية، ص: ٤٠١.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشارہ فرمایا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے فقہ کی کوئی کتاب منقول نہیں ہے، جس پر فقہ حنفی کی بنیاد پڑ سکے۔ مروّجہ کتب فقہ حنفی میں امام صاحب کی طرف چند مسائل منسوب ہیں، جب کہ ان میں سے اکثر صاحبین کی طرف اور بہت سے مسائل دیگر علمائے متقدمین کی طرف منسوب ہیں اور ان میں سے بے شمار مسائل ایسے بھی ہیں جو متاخرین کی محنت شاقہ کا نتیجہ ہیں، جنھیں انہوں نے خود جائز و ناجائز قرار دیا ہے۔ جب کہ آج کل فقہ کی کل جزئیات واجب العمل سمجھی جاتی ہیں، یعنی مروّجہ فقہ حنفی کا بہت ہی تھوڑا سا حصہ ایسا ہے جسے حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے۔

دوسری بات جس کی طرف آپ نے جلیل القدر علماء احناف کے حوالے سے یہ توجہ دلائی ہے کہ صاحب ہدایہ (علامہ مرغینانی) اور صاحب احیاء (امام غزالی) فقہ و تصوف میں بلند پایہ رکھنے کے باوجود محدث نہیں ہیں۔ ❶ ملا علی قاری حنفی شارح مشکاۃ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ''ہدایہ میں بہت اوہام ہیں۔'' ❷ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے بھی لکھا ہے کہ حنفیہ کا قدیم و جدید ہر دور میں حدیث سے تعلق بہت کم رہا ہے۔ ❸ اس بحث کو آپ نے علامہ کردی حنفی کی مسلسلات (ص ۵) کے حوالے سے اس بات پر ختم فرمایا ہے کہ ''فقہاء جب علم حدیث میں کورے ہیں تو ان کو یہ درجہ (محدثیت کا) کہاں نصیب! ان کا تو انبیاء کے ساتھ نہیں بلکہ عام لوگوں کے ساتھ حشر ہوگا، یہ لوگ علماء نہیں ہو سکتے، عالم اور امام تو درحقیقت ''اہل حدیث'' ہی ہو سکتے ہیں۔''

''قربانی کی شرعی حیثیت اور منکرین حدیث کا دجل'' کے زیرعنوان آپ کا مقالہ ''الاعتصام'' کی ۷ ستمبر ۱۹۵۱ء کی اشاعت میں طبع ہوا تھا، اس میں آپ نے قربانی سے متعلق پرویز پارٹی کے شکوک و شبہات کا پوسٹ مارٹم کرتے ہوئے لکھا کہ اس ''تحقیق زدہ'' طبقے کے ہاں دلائل کا افلاس اور معقولیت کی کمی ہے۔ بس چند مغالطے ہیں جن کو شیطان کی آنت کی طرح بڑھاتے چلے جاتے ہیں، جن کو پرفریب الفاظ سے کتنا ہی خوش نما کیوں نہ بنالیا جائے، تجزیہ کرنے کے بعد ان کی حیثیت سراب سے زیادہ نہیں رہتی۔ پھر آپ نے ان کے نقطہ نظر کی مزید وضاحت فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ پارٹی اسلام کے سارے احکام کو مادی نقطہ نظر سے دیکھتی ہے، روحانیت، اللہ تعالیٰ سے تعلق و محبت اور اخلاقیات ان کے ہاں اولاً تو کوئی چیز ہی نہیں یا انہیں کوئی اہمیت حاصل نہیں ہے، جن لوگوں کی نظر سے پرویز پارٹی کا آرگن ''طلوعِ اسلام'' گزرتا ہے...... وہ جانتے ہیں کہ وہاں ہر چیز کی ریسرچ مادی عینک لگا کر کی جاتی ہے، اسی طرح یہ لوگ حج اور قربانی کو بھی مادی نقطہ نظر سے

❶ ظفر الامانی، ص: ۱۹۰، النافع الکبیر، ص: ۱۲، عمدۃ الرعایۃ، ص: ۱۳.

❷ الفوائد البہیۃ، ص: ۱۲.

❸ الانصاف، ص: ۵۸.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیکھتے ہیں حالانکہ یہ بنیاد ہی سرے سے غلط ہے کیونکہ قربانی تو ایک روحانی چیز ہے اور اگر اس میں کوئی مادی فائدہ ہے بھی تو اس کی حیثیت ضمنی سی ہے۔ پھر آپ نے کتاب وسنت کی روشنی میں قربانی کی حیثیت اور اس کی ضرورت واہمیت بیان کرتے ہوئے اختصار کے ساتھ قربانی کے ضروری احکام ومسائل بھی بیان فرما دیے ہیں۔

مشہور منکر حدیث علامہ تمنا عمادی کا مسند امام احمد کے بارے میں ایک مضمون جب ''طلوع اسلام'' کے دو نمبروں (۶ اور ۱۶/ اگست ۱۹۵۵ء) میں شائع ہوا، جس میں اس نے یہ ''انکشاف'' فرمایا کہ یہ مسند امام احمد رحمہ اللہ کی اپنی تدوین فرمودہ نہیں ہے بلکہ یہ شیعوں نے سازش کر کے بنالی ہے، آپ نے اس بے ہودہ اور فرسودہ ''انکشاف'' کا جائزہ لینے سے قبل حدیث کے اس عظیم الشان انسائیکلو پیڈیا کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کتاب کی خاص خوبی یہ ہے کہ اس میں احادیث کو صرف علمی وفنی نقطہ نظر سے مرتب کیا گیا ہے تاکہ ایک ہی جگہ قابل ذکر مواد جمع ہو جائے اور تحقیق وتنقید اور اس کا ردّ وقبول بآسانی ہو سکے۔ کتاب کے اسی وصف کی وجہ سے امت کے ہر طبقہ میں اسے یکساں احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا اور مستند تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس کی استنادی حیثیت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ جیسے بے باک نقاد نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

''اس کی اکثر وبیشتر احادیث جید اور قابل استدلال ہیں اور یہ سنن ابی داؤد کی بہت سی احادیث سے زیادہ بہتر ہیں۔''[1]

مولانا فرماتے ہیں کہ ائمہ فن حدیث نے دو، چار، دس، بیس سال تک نہیں پوری نو صدیوں تک اپنے علم وتحقیق کی روشنی میں اس رفیع الشان مسند کے ہر ہر نام، ہر ہر متن، ہر ہر سطر بلکہ ہر حرف کو کھنگالا، دیکھا، پرکھا، اس پر نفیاً واثباتاً بحثیں کیں حتی کہ محدثین کے مخالفین نے بھی مخالفت کے مختلف النوع طریقے اختیار کیے لیکن کسی صاحب تحقیق عالم ومخالف پر وہ بہت نہ کھل سکی، جو ''طلوع اسلام'' کے مضمون نگار کو سوجھی، فرماتے ہیں (اور یہی ان کے سارے مضمون کا خلاصہ ہے):

''درحقیقت بورقی اور کدیمی کی تیار کردہ ایک پوشیدہ پارٹی تھی، جو ایک گہری سازش کے تحت باہم تقسیم اسماء صحابہ واکابر تابعین کر کے ان ناموں سے موضوعات کا انبار لگا رہی تھی اور اس کے لیے (ایک شخص) ابوبکر شافعی تیار کیے گئے تھے کہ یہ عبداللہ کے پاس آیا جایا کریں۔''[2]

---

[1] منہاج، ص: ۶۱۔

[2] طلوع اسلام۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا نے اس کے جواب میں بجا طور پر لکھا ہے کہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ کو اس ''پوشیدہ اور گہری سازش'' کا پتا کیسے چل گیا جب کہ وہ پوشیدہ بھی تھی اور گہری بھی، ان سازش کرنے والوں کے معاصر تو اس پر مطلع نہ ہو سکے اور پھر یہ انبار لگانے کی بھی خوب کہی، یہ لکھتے وقت اتنا خیال نہ آیا کہ مسند کی احادیث کا ذخیرہ جب صحاح ستہ اور دوسری مسانید میں اہل علم دیکھیں گے تو آپ کے متعلق کیا کہیں گے۔ ''جہالت'' یا ''عناد'' کے علاوہ آپ ہی فرمایے کوئی دوسری رائے قائم ہو سکتی ہے۔ اس طرح کے الزامی جوابات کے بعد آپ نے تمنا عمادی کی دسیسہ کاریوں کا پردہ چاک کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ انہیں شیعہ رجال کی کتابوں میں کہیں ایک نام ''ابوبکر شافعی'' نظر آیا، جس سے انہوں نے یہ نتیجہ نکال لیا کہ بس ہو نہ ہو یہ وہی ابوبکر شافعی ہے، جو امام عبداللہ بن امام احمد کا شاگرد ہے، حالانکہ ''مسند احمد'' کے روایت کرنے، پڑھنے یا اس کے کسی بھی سلسلے میں ابوبکر شافعی کا نام تک کسی کتاب میں نہیں آیا، بڑی لاحاصل بحث کے باوجود عمادی صاحب یہ ثابت نہیں کر سکے کہ ''تذکرۃ الحفاظ'' میں امام عبداللہ کے شاگرد جس حافظ ابوبکر شافعی کا نام آیا ہے، وہ شیعہ ہے اور نہ شیعہ ابوبکر کے بارے میں یہ ثابت کر سکے کہ وہ امام عبداللہ کا شاگرد تھا۔ پھر آپ نے اس تحقیقی بحث میں ایک اصولی سوال یہ بھی اٹھایا ہے کہ اگر شیعہ ہی نے (معاذ اللہ) یہ کتاب گھڑی تھی تو اس میں بکثرت ایسی احادیث کیوں ہیں، جن کی زد براہ راست شیعہ کے افکار و نظریات پر پڑتی ہے، جب کہ حافظ ابوبکر شافعی کی ایمانی غیرت کا تو یہ عالم تھا کہ جب دیلمیوں نے (جو رافضی شیعہ تھے) لوگوں کو صحابہ کرام کے فضائل بیان کرنے سے روک دیا تھا تو اسلام کا یہ غیور فرزند بغداد کی جامع مسجد پر فضائل صحابہ لکھا کرتا تھا، نیز اپنے محلہ کی مسجد جو شامی دروازے پر واقع تھی، اس پر ایسا جرأت مندانہ کام محض تقربِ الٰہی کے حصول کے لیے سرانجام دیا کرتا تھا۔ ❶

اسی طرح آپ نے تمنا عمادی کی اس تلبیس کا بھی خوب جائزہ لیا ہے کہ ''امام احمد کی زندگی میں مسند احمد کی تدوین نہیں ہوئی تھی۔'' آپ نے تاریخی دلائل سے ثابت کیا کہ حضرت امام نے اپنی وفات سے ۴۱ سال قبل یعنی ۲۰۰ھ میں مسند کی تدوین شروع فرما دی تھی، آپ نے مسند کو خاص اہتمام سے تصنیف فرمایا، سالہا سال تک اسے شاگردوں کو پڑھایا، آپ کے صاحبزادوں عبداللہ، صالح اور چچازاد بھائی حنبل نے بھی حضرت امام سے اسے پڑھا اور صاحبزادوں کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگوں نے اسے پڑھا۔

مولانا نے ''دلچسپ جہالت'' کے زیر عنوان تمنا صاحب کا یہ اعتراض ذکر کیا ہے:

''مسند احمد کے تمام قدیم و جدید قلمی و مطبوعہ نسخوں کو دیکھ لیجیے، بسم اللہ کے بعد ہی آغاز "اخبرنا" سے ہوتا ہے، یہ "اخبرنا" کہنے والے کون ہیں؟ اللہ ہی کو معلوم ہے۔'' ❷

❶ تاریخ بغداد: ٤٥٨/٥. ❷ طلوع اسلام، ٦ اگست ١٩٥٥ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ

''حدیث کا ایک مبتدی طالب علم بھی جانتا ہے کہ حدیث کی کتابوں میں جو اس قسم کی عبارتیں ہوتی ہیں، ان میں عموماً سند کو درمیانی حصہ سے شروع کیا ہوا ہوتا ہے، اساتذہ اسناد کتب کی کتابوں کی روشنی میں سند کا سلسلہ ملا دیتے اور ''اخبــرنــا'' کا قائل بتا دیا کرتے ہیں، یہاں بھی ایسا ہی ہے، ''اخبرنا'' کہنے والے حافظ حنبل رحمانی ہیں، اور جمع ''نا'' کا صیغہ اس لیے لائے ہیں کہ ان کے ساتھ مسند کو حافظ ابوالقاسم ہبۃ اللہ سے حاصل کرنے والی اکابر علماء کی ایک جماعت ہے۔ تمنا صاحب نے حدیث کے استاد سے کتابیں پڑھی ہوتیں تو ایسا نہ لکھتے۔''

الغرض مولانا نے ''مسند احمد بن حنبل'' سے متعلق تمنا صاحب کے تمام شکوک وشبہات اور اعتراضات کا اس طرح مدلل اور تحقیقی جواب دیا ہے کہ حق ادا کر دیا ہے اور بحث کا کوئی گوشہ تشنہ نہیں رہنے دیا۔ آپ کا یہ مضمون آپ کے علمی اسلوب تحقیق کا شاہکار ہے، ہم نوآموز علماء اور محققین خصوصاً حدیث کے طلبہ سے اس مضمون کے بغور مطالعہ کی سفارش کریں گے تاکہ وہ بھی اسی طرح کے علمی وتحقیقی اسلوب نگارش کو اپنے لیے راہنما بنا سکیں۔

مسئلہ فدک سے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے مولانا لکھتے ہیں کہ حضرات شیعہ کا اس مسئلے سے متعلق جو نقطہ نظر ہے وہ صدیوں پرانا ہے، ساتویں صدی ہجری تک کی تاریخ تو ہمیں بھی معلوم ہے، جب سے اب تک علمائے اہل سنت اس کے متعلق شیعوں کے مزعومات کی تردید کرتے آئے ہیں، مگر کسی ذی علم نے نہ حضرت امام زہری رحمہ اللہ کو شیعہ کہا، نہ اس روایت ہی کی تضعیف کی، بات یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مطالبہ کے جواب میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کر کے معذوری ظاہر کر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ''ہم انبیاء کا ورثہ تقسیم نہیں ہوتا، وہ صدقہ ہی رہے گا''، بلاشبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے اس بیان میں صادق اور ''ان اموال'' کے تقسیم نہ کرنے میں حق بجانب تھے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی بھی صحابی حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بلکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تغلیط نہیں کی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا وقتی طور پر ملول خاطر ضرور ہوئیں لیکن یہ انسانی کمزوری تھی جس کی وجہ سے آپ سے غصہ کا صدور ہو گیا جیسا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''حضرت زہرا بنا بر حکم بشریت در غضب آمدہ باشد''

حضرت شاہ صاحب کے حوالے سے آپ نے مزید لکھا کہ اگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا یہ ''غضب'' حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے موجب تنقیص ہو سکتا ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعض اوقات کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اغصاب'' کے متعلق کیا کہا جائے گا۔ اگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ناراضگی والی روایت صحیح بخاری میں ہے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ناراضگی (غضب) والی روایت بھی صحیح بخاری میں ہے اور پھر آپ نے بہت ہی تفصیل کے ساتھ نہایت تحقیقی انداز میں اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں کو منقح کر دیا ہے۔

اسی طرح صحیحین کی احادیث سے متعلق سوال کے جواب میں آپ نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ فن حدیث کے ماہرین کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ صحیحین کے سب ہی اصول و متون قطعاً صحیح ہیں اور اس میں کوئی اختلاف نہیں، اگر کچھ اختلاف ہے تو روایات کی سندوں اور راویوں کے اعتبار سے ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے صحیح بخاری کے بارے میں ابوجعفر عقیلی کا قول نقل کیا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "الصحیح" کو تصنیف فرمانے کے بعد جب اسے جلیل القدر اور عظیم المرتبت محدثین مثلاً امام علی بن مدینی، امام احمد بن حنبل، امام یحییٰ بن معین اور دیگر ائمہ محدثین کے سامنے پیش کیا تو سب نے اس کی تحسین فرمائی اور چار کے سوا "الجامع الصحیح" کی تمام احادیث کی صحت کی شہادت دی، لیکن امام ابوجعفر عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان چار کے بارے میں بھی امام بخاری رحمہ اللہ کا قول ہی صحیح ہے کیونکہ یہ چار احادیث بھی صحیح ہیں۔ ❶

اسی طرح امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی اپنی "الصحیح" کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ میں نے اس میں صرف ان احادیث کو درج کیا ہے، جن کی صحت پر محدثین کا اجماع ہے۔ ❷ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے اپنی کتاب کو امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے جس روایت کے بارے میں بھی کسی علت کا اشارہ فرمایا، میں نے اسے ترک کر دیا اور جس روایت کو انہوں نے صحیح قرار دیا تو اسے میں نے اپنی کتاب میں درج کر دیا ہے۔ ❸

مولانا فرماتے ہیں کہ ان دونوں مبارک کتابوں کی تدوین کے بعد سیکڑوں محدثین کی نظریں ان ہی کی خدمت پر مرکوز ہوگئیں، ان کے معیارِ صحت، اصولِ تحقیق، ایک ایک سند، ہر سند کے راویوں کی ہر طرح تفتیش، راویوں کے طریق ادائے روایت، ایک ایک متن، ہر متن کے سب الفاظ کی ٹھیک ٹھیک تعیین، روایت بالمعنی پر کڑی نگرانی وغیرہ امور پر اجتماعاً و انفراداً بحثیں کیں، جانچا، پرکھا اور علی وجہ البصیرت تصحیح احادیث میں ان دونوں جلیل القدر مصنفوں کی سب نے تصدیق کر دی، لہٰذا یہ بات غلط ہے کہ محدثین نے صحیحین کی اتنی اور اتنی حدیثوں کو ضعیف کہا ہے۔ پھر آپ نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ، حافظ ابن حجر، حافظ ابن الصلاح، علامہ محمد بن

---

❶ مقدمة الفتح: ٢/٢٠٣.

❷ صحیح مسلم: ١/١٧٤.

❸ مقدمة شرح مسلم نووی، ص: ١٣.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

2 براہیم الوزیر، ملا محمد معین سندھی اور دیگر جہابذہ فن کے اقوال کی روشنی میں صحیحین کی احادیث کی صحت اور ان میں سے بعض احادیث پر امام دارقطنی رحمہ اللہ کی تنقید کی وضاحت فرمائی ہے۔ جزاہ اللّٰہ احسن الجزاء ۔

قربانی کے جانور کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ وہ "مسنة" (دو دانتا) ہو، "مسنہ" سے کیا مراد ہے؟ اس بارے میں علماء میں اختلاف ہے، مولانا نے اپنے ایک تحقیقی مضمون میں جو ۱۶ اور ۲۳ ستمبر ۱۹۸۳ء کے "الاعتصام" کے دو شماروں میں طبع ہوا، اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں کا تحقیقی جائزہ لیتے ہوئے لکھا کہ یہ خالص لغت کا معاملہ ہے، لغت اور اپنے عرف میں اس کے معنی سے اس مسئلہ کو حل کرنا چاہیے، ہمارے بعض شارحین اور عام مفتی اصحاب اس کو فقہی طور پر حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ ان کی مسامحت اور افشاء نزاع و غلط فہمی ہے۔ اصل حقیقت یہی ہے کہ نئے دانت نکلنے سے پہلے بکرا، گائے وغیرہ کو "مسنہ" نہیں کہا جا سکتا اور نہ ہی اس کی قربانی درست ہوگی۔

میلاد خوانی کے سلسلہ میں واعظ حضرات عام طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و مناقب بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ کا سایہ نہیں تھا اور اس بارے میں وہ "نوادر الاصول" اور "خصائص کبری" جیسی پایۂ ثقاہت سے ساقط کتب کی ناقابل استدلال روایات بھی پیش کرتے ہیں۔ مولانا نے اس بارے میں ایک استفسار کے جواب میں ایک مختصر مگر جامع تحقیقی مضمون لکھا جو "الاعتصام" کے ۱۶ فروری ۱۹۸۴ء کے شمارے میں طبع ہوا تھا، مولانا نے اس مضمون میں پہلے تمہیدی طور پر یہ اصولی بات لکھی کہ سرور دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی و امی) کی عظمت و فضیلت کے لیے قرآن عزیز اور احادیث صحیحہ و صریحہ کے نصوص بہت کافی و وافی ہیں، علمائے حدیث و سیرت نے اس پر بہت سے دفتر لکھ دیے ہیں، ان کی موجودگی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت ایسی باتوں کی محتاج نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ تھا یا نہیں، جب ادلۂ شرعیہ قطعیہ اور عقل صحیح سے ثابت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بشر تھے، انسان تھے، حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد، جناب عبداللہ اور جناب آمنہ کے بیٹے تھے تو اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ دوسرے عام انسانی و بشری اوصاف کی طرح اس انسانی وصف سے بھی آپ موصوف تھے۔ پھر آپ نے باقاعدہ دو حدیثیں بیان فرمائی ہیں، جن میں آپ کے سایہ کی صراحت موجود ہے اور پھر میلاد خوانی حضرات کی طرف سے جو حدیثیں پیش کی جاتی ہیں، آپ نے ان کا علمی و تحقیقی جائزہ لیا ہے۔

"نوادر الاصول" کوئی مستند کتاب نہیں، اس کے مصنف محمد بن علی الحکیم الترمذی نے خود تصریح کی ہے کہ انہوں نے اپنی کتابیں بطور تفریح طبع تصنیف کی ہیں، اسی لیے انہوں نے اپنی مصنفات سے استدلال سے روک دیا ہے، دوسری بات یہ کہ یہ روایت مرسل ہے اور مرسل حجت نہیں ہوتی، اس کے علاوہ اس کی سند سخت مخدوش

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور پھر آپ نے سند پر بحث کرتے ہوئے اسے اور اس سلسلے کی دیگر روایات کو علم و تحقیق کے میزان میں ناشائستہ اعتماد قرار دیا ہے۔

ماہ محرم میں کربلا کے واقعہ کو بہت بڑھا چڑھا کر رنگ آمیزی کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے، کئی لوگوں نے اس موضوع پر مستقل کتابیں بھی لکھی ہیں، جن میں رطب و یابس اور صحیح و سقیم ہر طرح کا مواد بھر دیا گیا ہے، مولانا نے اس واقعہ کو صحیح صحیح بیان کرنے کے لیے ایک منفرد اسلوب اختیار فرمایا ہے اور وہ یہ کہ اس بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے ''تہذیب التہذیب'' میں حضرت ابوجعفر باقر رحمہ اللہ کی زبانی اس واقعہ سے متعلق جو روایت درج فرمائی ہے، مولانا نے اس کا سلیس اور شگفتہ ترجمہ کر دیا ہے اور پھر قارئین کرام کے غور و فکر کے لیے درج ذیل ملاحظات پیش فرمائے ہیں:

۱۔ گورنر مدینہ منورہ ولید بن عقبہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے یزید کی حکومت کو تسلیم کرنے کا کہا لیکن کوئی دباؤ ڈالنے کی کوشش نہیں کی تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ سوچنے کی مہلت لے کر مکہ معظمہ کیوں تشریف لے گئے؟

۲۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اگر واقعی دینی اعتبار سے یزید کے خلاف تھے تو کوفہ کے قریب پہنچ کر مسلم کی شہادت کی خبر ملنے پر کیوں واپس ہونے پر آمادہ ہو گئے؟ کیا جس فرض سے عہدہ برآ ہونے کے لیے آپ مکہ معظمہ سے نکلے تھے، مسلم کے حادثہ قتل کی اطلاع سے وہ ساقط ہو گیا تھا؟

۳۔ ان شرائط مصالحت سے معلوم ہوتا ہے جو آپ نے عمر بن سعد کے سامنے رکھی تھیں کہ آپ ہر قسم کے ارادوں سے دست بردار ہو گئے تھے بلکہ یزید کی حکومت تک تسلیم کرنے پر آمادگی ظاہر کر دی تھی؟

۴۔ اگر یزید مسلمان نہیں تھا یا آپ اس کو لعنتی اور فاسق و فاجر گردانتے تھے یا اس کو حکومت کا اہل نہیں سمجھتے تھے، تو اس کے پاس جا کر اس کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کے لیے کیوں تیار ہو گئے تھے؟

ان ملاحظات کے بعد مولانا فیصلہ کن انداز میں تحریر فرماتے ہیں کہ ابن زیاد کی ساری فوج کوفہ کی تھی اور یہی فوج اس ساری کارروائی کی ذمہ دار تھی، ان ظالموں نے عمر بن سعد کی مساعی مفاہمت کو ناکام بنا دیا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ایک نہ سنی، جس کے نتیجے میں یہ المناک حادثہ پیش آیا۔

محرم میں واقعہ کربلا کو نہ صرف بہت ملمع سازی اور رنگ آمیزی کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے بلکہ اس مہینے میں بہت ساری بدعات کا ارتکاب بھی کیا جاتا ہے، ہمارے مولانا نے نہ صرف واقعہ کربلا کو حضرت ابوجعفر باقر رحمہ اللہ کی زبانی صحیح صحیح بلا کم و کاست بیان فرمایا بلکہ عامۃ المسلمین کو ان بدعات سے بھی متنبہ فرمایا جن کا اس مہینے میں ارتکاب کیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں ''تنبیہ العوام'' کے نام سے ایک علمی و تحقیقی رسالہ آپ کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یادگار ہے، جس میں آپ نے پہلے عاشوراء کی تعریف و تحسین اور اس کے تاریخی پس منظر کو بیان کیا ہے۔ دسویں محرم کے روزے کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ دن تاریخی اعتبار سے بڑی اہمیت کا حامل ہے، لیکن سنت سے اس کے بارے میں صرف اسی قدر ثابت ہے کہ اس دن یہودیوں کی مشابہت سے بچتے ہوئے روزہ رکھا جائے اور پھر آپ نے ان احادیث کو ذکر فرمایا ہے، جن سے اس دن کے روزے کی فضیلت ثابت ہے اور پھر آپ نے عاشوراء کے دن کی بدعات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ تمام علماء محققین کا اتفاق ہے کہ اس دن میں خاص نماز یا کوئی خاص ذکر کرنا بدعت ہے، اسی طرح اس دن میں اہتمام سے غسل کرنا، خوشبو، سرمہ، مہندی وغیرہ کا اہتمام یا کوئی مخصوص کھانے پکانا...... یا اس کے برخلاف اپنے آپ کو پیاسا رکھنا، غم واندوہ کا اظہار کرنا...... یا نئے سال کی پہلی یا آخری رات میں اہتمام وخصوصیت سے دعائیں کرنا وغیرہ سب خرافات اور ناپسندیدہ و مذموم بدعات ہیں۔ پھر آپ نے نہایت وضاحت اور تحقیق سے لکھا ہے کہ ان امور سے متعلق بیان کی جانے والی تمام روایات سراسر جھوٹی اور خود ساختہ ہیں، ان کے گھڑنے والے یا تو اہل بیت نبوی کے مخالف اور دشمن (یعنی نواصب) ہیں، یا روافض جو ان حضرات کی محبت میں خالی خولی دعوے دار اور غلو کرنے والے ہیں، یا پھر جاہل صوفیہ و عابدین اور قصہ گو واعظین ہیں۔

اس سلسلے میں عاشوراء کے دن اہل وعیال کے لیے کھانے پینے میں وسعت کرنے کے بارے میں جو روایات پیش کی جاتی ہیں، آپ نے نہایت علمی و تحقیقی انداز میں ان کا جائزہ لیتے ہوئے انہیں بے اصل، موضوع اور من گھڑت ثابت کیا ہے اور بجا طور پر لکھا ہے کہ درحقیقت یہ ایک ایسی بدعت ہے جسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے دشمنوں نے ایجاد کیا ہے۔ جیسا کہ ان کے حمایتیوں اور مددگاروں نے غم واندوہ کے اظہار کو اپنا معمول بنا لیا ہے، بہرحال ان روایات کے جائزہ اور تنقید و تبصرہ میں جس علمی معیار اور تحقیقی اسلوب کو اختیار فرمایا ہے، وہ ہمارے محققین خصوصاً حدیث کے طلبہ کے لیے مشعل راہ ہے۔

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ قافلہ علم و تحقیق اور کاروان علماء حدیث کے سرخیل تھے، عمر عزیز کا ابتدائی دور زیادہ تر درس و تدریس میں گزارا، آخری دور میں تصنیف و تالیف اور تنقید و تحقیق کے میدان میں سرگرم عمل رہے، آپ کی تمام تحریریں ٹھوس معلومات کا خزانہ، علمی و تحقیقی اسلوب کی حامل اور ایجاز و اختصار مگر جامعیت کی شان لیے ہوئے ہیں، یوں سمجھیے کہ مولانا نے جو لکھ دیا گویا حرف آخر ہے۔ علمی و تحقیقی تحریروں پر عموماً یبوست کا رنگ غالب ہوتا ہے، لیکن مولانا کا اسلوبِ نگارش پرکشش اور جاذب نظر ہے، نپے تلے الفاظ، بے ساختہ خوب صورت جملے، مربوط اور مرتب نکات، نگینوں کی طرح جڑے ہوئے اقتباسات اور پھر ہر بات مدلل۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے دماغ میں اچھا خاصا کتب خانہ اتار رکھا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا۔ آپ کی بعض تحریریں ادبی اعتبار سے بھی نہایت بلند پایہ بلکہ ادبیات عالیہ میں شمار ہونے کے لائق ہیں مثلاً ''رحیق'' میں مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا حسین احمد مدنی کی وفات پر آپ کے مضامین، جن کے بارے میں ایک مرتبہ میں نے آپ سے پوچھا کہ اتنی خوب صورت ادبی تحریریں آپ نے کہاں بیٹھ کر لکھی تھیں؟ مولانا مسکرائے اور فرمانے لگے کہ یہ اسی جگہ ہی لکھی تھیں، اس وقت ہم آپ کی سابقہ لائبریری میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اگر میں تناسخ کا قائل ہوتا تو کہہ دیتا کہ یہ تحریریں لکھتے وقت آپ میں ابوالکلام کی روح حلول کر گئی تھی، مگر میں ایسا کیوں کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے فضل و کرم سے علم و تحقیق سے بہرہ وافر اور اسلوب نگارش کی رعنائیوں اور زیبائیوں سے خوب خوب سرفراز فرما رکھا تھا۔ رحمہ اللہ رحمة واسعة.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقالاتِ علمیہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہ پر اہل بدع کا افتراء و اتہام

(بابت) زیارتِ مرقد مطہر نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام

قارئین کرام! منکرین حق کی عادتِ قدیمہ ہے کہ اہل حق کی دلائل قاطعہ و براہین ساطعہ سے عاجز آ کر سب و شتم و لعن و طعن پر اُتر آتے ہیں۔ چنانچہ سوانحات انبیاء کرام و حالات اولیاء عظام اس امر کی تائید کرتے ہیں۔ علاوہ اس کے اُن پر طرح طرح کے جھوٹے الزامات لگا کر قسم قسم کے افترا باندھ کر عوام الناس کو قعرِ ضلالت میں ڈالتے ہیں۔

چنانچہ حضرت امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ علیہ اور ان کے متبعین پر جو جو جھوٹے افترا باندھ کر لوگوں کو گمراہ کیا جاتا ہے وہ اخبار بیں حضرات و مطالعہ پسند اصحاب پر مخفی نہیں۔ حالانکہ انہوں نے اپنی پوزیشن متعدد کتب و رسائل میں صاف کر دی ہے۔

اسی طرح شیخ الاسلام ابو العباس احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ الحرانی رحمہ اللہ کہ جن کی خدمت اسلام کے موافقین کیا مخالفین بھی مقر ہیں (چنانچہ ہم آگے چل کر بیان کریں گے) ان پر جہاں اور ہزار ہا جھوٹ تھوپے جاتے ہیں وہاں ایک یہ بھی پروپیگنڈا اُن کے متعلق پھیلایا جاتا ہے کہ شیخ الاسلام زیارت مرقد مطہر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو حرام و ممنوع جانتے ہیں۔

حالانکہ یہ ایک صریح امام ہمام پر بہتان ہے۔ کوئی بدعتی امام والا مقام کی کسی تصنیف سے یہ امر ثابت نہیں کر سکتا۔ میں یہاں عوام اہل اسلام کی خیر خواہی کے لیے اصل مسلک اس مسئلہ میں شیخ الاسلام کا انہی کی تصانیف سے بیان کرتا ہوں۔ تاکہ اہل اسلام نیم ملاؤں کے اغواء سے بچ کر "سباب المسلم فسوق" کے مرتکب نہ ہوں۔ آپ اپنے رسالہ "مناسك حج، ص: ۸۵" میں فرماتے ہیں:

((بل اظهر قولى العلماء انه لا يسافر احد لزيارة قبر من القبور ولكن تزار القبور بالزيارة الشرعية قريبًا ومن اجتاز بها. انتهى.))

"یعنی کسی کے لیے کسی قبر کی طرف سفر کر کے زیارت کرنا جائز نہیں۔ ہاں زیارت شرعیہ (جس میں شرک نہ کیا جائے) قریب کی قبر کی یا جس شخص کو راستہ میں موقع پڑ جائے جائز ہے۔ اور اظہر قول علماء کا بھی یہی ہے۔"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد امام ہمام نے حضور سرورﷺ کے مرقد مبارک کی زیارت کے مناسک ذکر کیے ہیں جن کو آئندہ بالفاظ نقل کیا جائے گا جس کو اہل بصیرت و انصاف پسند اصحاب سمجھ سکتے ہیں کہ شیخ الاسلام رحمہ اللہ کے نزدیک ''نفس زیارت مرقد نبوی ﷺ تو مستحسن امر ہے لیکن اُس کی طرف اُسی کی زیارت کی نیت سے جانا جائز نہیں۔''

کیونکہ اگر امام رحمہ اللہ کے نزدیک زیارت حرام ہوتی تو مناسک کیوں ذکر کرتے۔ چنانچہ دین الخالص، ص: ۳۲۸، ج: ۲ میں لکھا ہے

((وقد ذكر شيخ الاسلام في منسكه اداب زيارة قبر النبي ﷺ فلو كان منكرا الها لما ذكرها و لكنه انما ينكر السفر و شد الرحل لها وهو في هذا على الصواب فانه لم يدل دليل عليه قط ومن كان عنده في ذلك دليل صحيح صريح مرفوع متصل به ﷺ فليتفضل به علينا، انتهى.))

اور وہ اس بات میں حق پر ہیں۔ کیونکہ اُن کے مخالف کے پاس کوئی دلیل نہیں اگر کسی کے پاس کوئی دلیل صحیح صریح متصل مرفوع ہو تو ہمیں بتلا کر ممنون و مشکور کرے۔

اور جو کچھ ادلہ ہیں ان کا حال شیخ الاسلام اپنی کتاب اقتضاء الصراط المستقیم، ص: ۱۹۱ بر حاشیہ جلد ثانی دین الخالص میں بایں طور بیان فرماتے ہیں:

((ولم يثبت عن النبي ﷺ حديث واحد في زيارة قبر مخصوص ولا روى ذلك شيئا لا اهل الصحيح ولا السنن ولا الائمة المصنفون في المسند كالامام احمد وغيره انما روى ذلك من جمع الموضوع وغيره و اجل حديث روى ذلك ما رواه الدار قطني وهو ضعيف باتفاق اهل العلم بل الاحاديث المروية في زيارة قبره كقوله من زارني وزار ابي ابراهيم الخليل في عام واحد ضمنت له على الله الجنة ومن زارني بعد مماتي فكانما زارني في حياتي ومن حج ولم يزرني فقد جفاني ونحو هٰذه الاحاديث كلها مكذوبة موضوعة لكن النبي ﷺ رخص في زيارة القبور مطلقاً۔ انتهى.))

حاصل یہ کہ کسی مخصوص قبر کی زیارت کرنا آنحضرت ﷺ سے ثابت نہیں۔ بلکہ آپ کی قبر کی زیارت کے بارے میں جتنی احادیث مروی ہیں وہ سب کی سب بناوٹی و موضوع ہیں۔ ہاں آپ نے حکم مطلق زیارت قبر کا فرمایا ہے۔ جس کے ماتحت یہ بھی داخل ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب بفرضِ محال صحت احادیث تسلیم کر کے تطبیق بین الادلہ محققین سے نقل کی جاتی ہے تاکہ یہ آشکارا ہو جائے کہ ہر صورت میں حق شیخ الاسلام ہی کی طرف ثابت و محقق ہے۔ اور یہی مذہب صحیح و راجح و دیگر مرجوح و ضعیف ہے۔ چنانچہ ہدایۃ السائل الی ادلۃ المسائل میں ہے:

''وجمع میان مختلفات بایں طریق ممکن ست کہ شد رحال بہ نیت مسجد نبوی کند وچوں آنجا برسد زیارت قبر نماید۔ زیرا کہ نفس زیارت بدون اختیار سفر برائے قبورا سوات نزد ہیچ کس ممنوع و ناجائز نیست بلکہ مشروع یا مسنون ست و احادیث واردہ در شریعت زیارت محمول است برآں و بایں وجہ نجات از مضائق تاویل ومزالق تحریف کلام نبوی حاصل شود۔''

پس یہ امر ثابت و محقق ہو گیا کہ جو کچھ بھی شیخ الاسلام کے متعلق کہا جاتا ہے یہ سب کچھ جھوٹ وافترا ہے۔ اصل وہی ہے جو انہوں نے تحریر فرمایا ہے اور اصل مسئلہ بھی اُسی طرح ہے۔ علاوہ ازیں اس مسئلہ میں وہ منفرد بھی نہیں ہیں بلکہ اور بھی اکثر علماء اسی طرف ہیں۔ پھر خاص اُنہی پر لعن وطعن کی لب کشائی وسب وشتم کی دریدہ دہنی ایک دوسرا گناہ اپنے پر لینا ہے۔ چنانچہ دین الخالص، ص: ۳۲۷، ج: ۲ میں ہے۔

((ولـه شك في ان ما ذهب اليه شيخ الاسلام ومن تبعه فيه ليس هو مذهبه خاصة بل قال به قبله وبعده جماعة من اهل العلم فالطعن عليه خاصة في هـذه المسئلة وما في معناها طعن لا يصيب الاصاحبه وسبٌ لا يرجع الا الـى قـائـلـه وكيف يجوز هذا في شانه و ان هذا لا يجوز في حق احد من المسلمين كما قال ﷺ سباب المسلم فسوق و قتاله كفر و من قال لاخيه كـافـرًا فـقـد بـاء به ان لم يكن كذلك فالحذر الحذر من سب المسلم اى مسـلـم كان لا سيما المسلم الذي هو اتقىٰ لله من كثير من عباده واعلمهم به سبحانه واعقلهم لمدارك الشرع من اكثر الخلق فسب مثل ذلك الرجل وتـكـفـيره وتضليله خروج بالمرة عن دائرة الاسلام لانه ليس بيد مخالفه حـجة مـن الـحديث ولا برهان من القراٰن واما فهو مجتهد معه ادلة على دعـواه مـن السـنة الصحيحة ولو فرض انه اخطاء في هذه المسئلة أو في غيرهـا مـن الـمسائل التي كفروه لاجلها وضللوه لسببها فانه ماجور في خـطـائه هذا بلاشك اجرا واحدا وليس عليه وزر في ذلك انما الوزر على الـذي اسـاء الادب في حقه لاجل هذه المسائل التي له سلف فيها وليس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

للمسئی دلیل علیها فاتق اللّٰہ یا ھذا ولا تقع فی ائمۃ المسلمین .))

بمطابق فرمان نبوی ﷺ جب کسی کو بھی کافر کہنا گالی گلوچ دینا ناجائز ہے تو ایسے عالم متقی عارف باللہ کی تکفیر و تضلیل کرنا ایک دفعہ اسلام سے خارج ہونا ہے۔ علاوہ ازیں اُن کے مخالف کے پاس کوئی دلیل قرآن و حدیث سے نہیں۔ وہ مجتہد ہے اور اُس کے ساتھ براہین قاطعہ از کتاب و سنت بھی ہیں۔ اگر وہ بالفرض جن مسائل کی وجہ سے اُن کے مخالفین اُن کی تکفیر و تضلیل کرتے ہیں وہ اُس میں ناحق پر بھی ہوں تو وہ اُس میں ماجور ہیں کیونکہ وہ مجتہد ہیں۔ پس اس کا گناہ اُن پر کچھ نہیں بلکہ اُن کی بے ادبی کرنے والوں پر ہے۔ فافھم وتدبر کیف انصف صاحب دین الخالص جزاہ اللّٰہ خیرًا .

واٰخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین ، والصلٰوۃ والسلام علی رسولہ محمد واٰلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین الی یوم الدین ، اٰمین . و السلام!

خادم بزرگان دین ابوالطیب محمد عطاء اللّٰہ عفی عنہ

طالب العلم البھوجیانوی الامرتسری

نزیل مدرسہ حمیدیہ صدر بازار بلدۃ دھلی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۵ جون ۱۹۲۵ء)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیوبندیوں کی مذاہب دانی ...... مقلدین احناف کی نیرنگیاں

ہمارے اکثر برادران ...... کا خیال ہے کہ دیوبندی اور تو جو کچھ ہوں، ہوں، لیکن تہذیب، ادب بزرگاں، احترام مشائخ، اختلافی مسائل میں وسیع نظری، انصاف پسندی، وغیرہ اوصاف میں عدیم النظیر ہیں اوران باتوں کو دیوبندی تلامذہ بھی فخراً پیش کیا کرتے ہیں۔ بلکہ دیوبندی جماعت اپنے بریلوی بھائیوں کو بے ادبی، بزرگان کے حق میں سب وشتم، تکفیر وتضلیل کا الزام لگایا کرتی ہے اور بریلی کو ''دارالتکفیر'' سے نامزد کرتی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ تفسیق وتضلیل کے نغمہ ڈھالنے میں دیوبند بھی کچھ پیچھے نہیں، ہماری اس تحریر سے دیوبندیوں کی مذاہب دانی کا نمونہ اور تہذیب کا کرشمہ اور ہمارے مبہم دعویٰ کی دلیل واضح وآشکارا ہو جائے گی۔ تفسیق وتضلیل کا ایک ثبوت تو دیوبند کے اُس فتوے سے جس میں انہوں نے اہل حدیث کو درپردہ فاسق اور محمدیت کو مرزائیت قرار دیا ہے۔ جس کا جواب جناب ''فخر اہل حدیث'' مولانا محمد صاحب دامت برکاتہم مدیر اخبار ''محمدی'' نے ایسا دندان شکن دیا ہے کہ جس کا جواب (جس کو جواب کہا جائے) ہونا غیر ممکن ہے اور مذاہب دانی کی حقیقت کا انکشاف ناظرین کے سامنے ہے، جس سے تفسیق وتضلیل کا ثبوت بھی ہو سکے گا۔

سنیے! کون نہیں جانتا کہ جناب مولوی حبیب الرحمان صاحب بالقابہ کی ہستی علمائے دیوبند میں ایک ممتاز ومسلّم ہستی ہے، یہاں تک کہ نظام مدرسہ کا شرف بھی آپ کو حاصل ہے۔ آپ حاشیہ تفسیر جلالین میں تحریر فرماتے ہیں ''درتفسیر آیت ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ قوله فان طلقها اى طلقة ثلاثة سواء وقع الاثنتان فى مرة او مرتين و المعنى فان ثبت طلاقا ثلاثا فى مرة او مرات فلاتحل الخ كما إذا قال لها أنت طالق ثلاثا أو البتة و هذا هو المجمع عليه و أما القول بأن الطلاق الثلاث في مرة واحدة لا يقع إلا طلقة فلم يعرف إلا لابن تيمية من الحنابلة و قد رد عليه ائمة مذهبه حتى قال العلماء انه الضال المضل انتهى.

''خلاصہ یہ کہ اگرچہ طلاق ثلاثہ ایک دفعہ ہو یا تین طہروں میں۔ تین ہی واقع ہوں گی۔ ایک دفعہ طلاق ثلاثہ بولنے پر ایک ہی واقع ہونا صرف ابن تیمیہ کا مذہب ہے اور کسی کا مذہب نہیں، بلکہ ابن تیمیہ نے خلاف اجماع کیا ہے۔ خود حنبلیوں ہی نے اس کا ردّ کیا ہے۔ یہاں تک کہ علماء نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کو گمراہ و گمراہ کنندہ کہا ہے۔"

ناظرین مفصل تبصرہ تو اس عبارت پر دوسری کسی جگہ پر چھوڑ کر یہاں صرف یہی عرض کرتا ہوں کہ مولوی صاحب نے یہاں تین دعوے کیے ہیں: ایک طلاق ثلاثہ بفم واحد کا تین واقع ہونے پر اجماع کا دعویٰ، دوسرے طلاق ثلاثہ کے ایک ہونے پر تفرد ابن تیمیہ کا دعویٰ، اس کے متعلق سنیے: عون المعبود (ص ۲۲۸، ج ۲) میں بعد ذکر حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کے جس کے الفاظ یہ ہیں: كان الطلاق على عهد رسول الله ﷺ و ابی بکر و سنتين خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة الحديث مختصرا .)

ترجمہ حضور ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں طلاق ثلاثہ ایک ہی رہی، یوں رقم طراز ہیں:

"و هذا الحديث الصحيح يدل على أن الطلاق الثلاث إذا وقعت مجموعة وقعت واحدة قال الحافظ في الفتح ، و هو منقول عن علي و ابن مسعود و عبدالرحمن بن عوف و الزبير نقل ذلك ابن مغيث في كتاب الوثائق له و عزاه لمحمد بن وضاح و نقل الغنوي ذلك عن جماعة من مشائخ قرطبة كمحمد بن تقي بن مخلد و محمد بن عبدالسلام الخشني وغيرهما و نقله ابن المنذر عن أصحاب ابن عباس كعطاء و طاؤس و عمرو بن دينار . انتهى"

یعنی حدیث صحیح صریح دال ہے کہ طلاق ثلاثہ ایک ہی واقع ہوتی ہے۔ اسی طرح حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت زبیر رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔ چنانچہ کتاب الوثائق میں محمد بن وضاح سے نقل کیا ہے اور غنوی نے تو اکثر مشائخ قرطبہ محمد بن تقی و محمد بن عبدالسلام وغیرہ سے بھی نقل کیا ہے۔

تلامذہ ابن عباس رضی اللہ عنہما میں سے عطاء، طاؤس، عمرو بن دینار سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

خیر! اب آگے چلیے اور حافظ ابن حجر کی وہ کلام بھی سن لیجیے جس سے آپ کی "اجماع" کی حقیقت منکشف ہوتی ہے۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں:

"و يتعجب من ابن التين حيث جزم بأن لزوم الثلاث لا اختلاف فيه و إنما الإختلاف في التحريم مع ثبوت الاختلاف كما ترى ، انتهى ."

یعنی ابن تین پر تعجب ہے کہ اس نے کیسے طلاق ثلاثہ کے تین ہونے پر اجماع کہہ دیا، حالانکہ اس میں اختلاف موجود ہے۔

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے تو طلاق ثلاثہ کے ایک ہونے پر اجماع قدیم نقل کیا ہے۔ کیونکہ جب عہد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبوی، عہد صدیق، عہد فاروق رضی اللہ عنہما کے بھی دو سال میں یہ عمل در آمد رہا اور صحابہ سب کے سب موجود تھے۔ کسی کا انکار کرنا مروی نہیں تو اصل اجماع قدیمی تو یہی ہے۔

”و لم تجتمع الأمة و لله الحمد علی خلافه بل لم یزل فیهم من یفتی به قرنا بعد قرن انتهی. ❶

یعنی اس کے خلاف پر اجماع نہیں ہوا بلکہ ہر زمانہ میں اس پر عمل در آمد کرنے والے موجود رہے۔ آگے تبع تابعین کا ذکر کرتے ہیں کہ محمد بن اسحاق، خلاص بن عمرو، حارث عکلی وغیرہ۔ ائمہ میں سے داؤد بن علی، بعض اصحاب مالک، بعض حنفیہ، بعض حنبلیہ بھی اسی طرف ہیں۔ انتهی کلامه رحمہ اللہ.

کہیے جناب مولوی صاحب! اجماع کہاں گیا؟ ابن تیمیہ کا متفرد نہ ہونا تو روزِ روشن کی طرح ظاہر ہو گیا۔ کاش! آپ اگر حاشیہ لکھتے وقت فتح الباری پر بھی نظر ڈال لیتے تو اتنی ڈبل غلطی نہ کھاتے۔ فافهم

اب رہا ضلالت ابن تیمیہ کے دعوے کے متعلق۔ اس میں ہمیں تطویل لاطائل کی ضرورت نہیں، صرف علامہ عینی رحمہ اللہ کے کلام کا پیش کرنا کافی سمجھتے ہیں، کیونکہ آپ کی ہستی مقلدین احناف کے اندر ایڈوکیٹ کی حیثیت رکھتی ہے، چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

”فمن قال إنه کافر فهو کافر حقیق و من نسبه إلی الزندقة فهو زندیق، و کیف ذلك و قد صارت تصانیفه الی الآفاق و لیس فیها شيء مما یدل علی الزیغ و الشقاق.“

یعنی ”جس نے امام ابن تیمیہ کو کافر کہا وہ خود پکا کافر ہے۔ جس نے انہیں زندیق کہا وہ خود زندیق ہے۔ اس کی تصانیف جہاں میں مشہور ہو چکی ہیں، ان میں کوئی ایسی بات ضلالت و شقاق والی نہیں ہے۔“

یہ مضمون علامہ عینی رحمہ اللہ کی ایک طویل تقریر سے اخذ کیا ہے، جس میں پورے طور پر انکشاف حقیقت ہے۔ جس کو علامہ سید صفی الدین حنفی بخاری نے اپنے رسالہ ”القول الجلي في ترجمة الشيخ ابن تیمیة الحنبلي“ (ص ۱۱۱، ج:۱) حاشیہ جلاء العینین میں نقل کیا ہے۔ ان شئت التفصیل فراجعه!

تعجب: مقلدین احناف کی روش واقعی قابل تحسین ہے کہ جہاں ان کو مطلب ہوتا ہے وہاں اپنے دشمن کی مدح سرائی بھی کرنے لگ جاتے ہیں۔ چنانچہ مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی حنفی مرحوم نے یہ سمجھ کر کہ سورۃ فاتحہ کے بارے میں شیخ الاسلام کا ہماری (حنفیہ کی) طرف رجحان ہے۔ امام ابن تیمیہ کو ”شیخ المحقق تقی الدین“

---

❶ اعلام الموقعین، ص: ۲۶، ج: ۳.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے یاد فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو حاشیہ شرح نخبہ (ص ۸۱)۔ الحمد للہ الفضل ما شھدت بہ الاعداء۔

اصل بات یہ ہے کہ تقلید کی پٹی ہر وقت آنکھوں پر چسپاں رہتی ہے، تعصبی پردہ دل پر چھایا ہوا ہے، حمایت مذہبی ادرگرد نظر تک نہیں کرنے دیتی۔ تحقیق تو رہی درکنار، یہی تقلید ہے، جس نے قرآن مجید میں زیادتی کرنے پر جرأت دلائی۔ یہی تعصب ہے کہ جس نے کتب احادیث میں ازدیاد ابواب پر آمادہ کیا۔ یہی حمایت مذہبی ہے کہ جس نے اسناد احادیث میں زیادتی حرف پر مجبور کیا۔

ابو الطیب محمد عطاء اللہ عفی عنہ بھوجیانوی الامرتسری

(اخبار محمدی، جلد نمبر ۲ شمارہ نمبر ۲۲ یکم اگست ۱۹۲۵ء)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حنفیّت اور امام شافعی رحمہ اللہ

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ۔ یہ تو عموماً قاعدہ ہے کہ معتقدین تو ہمیشہ سے اپنے پیشواؤں اور متبعین کی مدح سرائی میں برطبق پیراں نمی پرند مریداں می پرانند، اطراء و افراط کیا ہی کرتے ہیں۔ چنانچہ ہر مذہب کے بعض مقلدین جامدین نے اپنے اپنے امام کے مناقب میں یہاں تک غلو کیا ہے کہ کسی نے تو انہیں عملاً نبوت کا ہی درجہ دے دیا ہے۔ کسی نے انہیں زہد و ریاضت میں فرشتوں کا بھی گویا استاد بنا دیا ہے۔ غرض تقلید نے ان حضرات کو ایسا کچھ ازخود رفتہ بنایا ہوا ہے کہ وہ ہر وقت اور ہر طرح اپنے ہی مذہب کو محیط کل تصور کرتے ہیں۔ ان کے خلاف اگرچہ آیات قرآنی یا حدیث نبوی صریح صحیح ہی کیوں نہ پیش کی جائے وہ تقلید کے لیے ان کی تاویل کر کے اسے ٹال دیتے ہیں۔ گویا کہ ان کے نزدیک کتاب و سنت کی کچھ وقعت ہی نہیں، لیکن جو غلو کہ بعض حضرات حنفیہ نے اپنے مقتداؤں اور اپنے مذہب کی کتب کی بڑھی چڑھی تعریفوں میں کیا اس سے تو ناظرین "محمدی" باخبر ہوں گے۔ غضب خدا کا یہاں تک تو کہہ دیا کہ امم سابقہ میں بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی "بعثت" کی پیش گوئی تھی۔ [1] اور فقہ کے متعلق تو کیا ہی کہنا، اس کے تعلیم و تعلم کو تو بعض عبادات بدنیہ سے بھی افضل بتا دیا ہے۔ چنانچہ یہ مضامین بالتفصیل حضرت مولانا محمد صاحب مدظلہ العالی کی قلم توحید رقم سے نکل چکے ہیں۔

علاوہ ازیں ایک بہت بڑا مغالطہ جو عوام کو دیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ "حضرت امام شافعی رحمہ اللہ امام محمد رحمہ اللہ کے شاگرد بلاواسطہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے تلمیذ بالواسطہ ہیں۔ اور امام ممدوح نے فرمایا ہے کہ لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہی کے خوشہ چین ہیں اور جس کو فقہ حاصل کرنی ہو تو وہ تلامذہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے استفادہ کرے اور کہ امام ممدوح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے امام محمد رحمہ اللہ کے علم سے بہت مدد ملی ہے اور کہ میں نے امام محمد رحمہ اللہ کے علم سے بہت حظ اٹھایا ہے۔" وغیرہ وغیرہ تو اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرات حنفیہ اپنے اس قول میں کہاں تک سچے ہیں۔ ہاں یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ حضرات حنفیہ کا یہ دعویٰ کہ "حق ائمہ اربعہ ہی میں منحصر ہے" اگر صحیح ہے تو کیا فقہ حنفیہ کے بارے میں جو امام شافعی رحمہ اللہ نے فیصلہ دیا ہے اسے تسلیم کریں گے؟ اور کیا پھر بھی کبھی اقوال رجال کو عطر اسلام کہا کریں گے؟ ہم اس بارے میں کچھ نہیں کہتے، صرف اندرونی شہادت مقلد بھائی سے ایک مناظرہ جو مابین امام محمد رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ ہوا ہے اسے اردو ترجمہ کر کے ہدیہ

---

[1] اخبار محمدی یکم اگست و یکم اکتوبر ۱۹۲۵ء۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناظرین کرتے ہیں۔ مگر یہ بھی یاد رہے کہ یہ مناظرہ قصصِ بے سروپا کی طرح بے سند نہیں ہے، بلکہ صاحب طبقات کبریٰ سبکی نے جہاں سے نقل کیا ہے اس نے امام شافعی رحمہ اللہ تک اس کی سند بھی پہنچائی ہے۔ ان لم تیقنوا فراجعوا إلی الطبقات الکبری للسبکي رحمہ اللہ ۔

خیر بہر کیف وہ یہ ہے ''امام شافعی رحمہ اللہ کے یمن جانے کی وجہ سے (کچھ عمل حدیث کا چرچہ ہوتا ہے تو) مطرف نامی ایک حاکم یمن نے (جو ہارون رشید رحمہ اللہ کی طرف سے مقرر تھا) ہارون رشید کو لکھا کہ اگر یمن کو فساد سے بچا کر امن بحال رکھنا ہے تو امام شافعی رحمہ اللہ دیگر طلاب علم (حدیث) کو فوراً یہاں سے نکلوا دو۔ چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ بحکم ہارون رشید رحمہ اللہ لوہے کی زنجیروں میں باندھ کر دربار شاہی (جو رقہ شہر میں تھا) میں لائے گئے۔

اُن دنوں (امام) محمد رحمہ اللہ بھی شہر رقہ میں موجود تھے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے پچاس دینار کی کتابیں فقہ حنفیہ کی خرید کیں۔ پس میں نے حنفیہ اور ان کی کتابوں کی مثال اس طرح پائی جس طرح ہمارے یہاں ایک تیلی فروخ نامی رہتا تھا۔ وہ ایک مشکیزے میں (کہ جس کے کئی ایک دھانہ تھے) تیل بھر کر لایا کرتا تھا۔ لوگ دریافت کرتے: فروخ! تیرے پاس فرشنان ہے؟ (ایک قسم کا تیل ہے) کہتا ہاں! اگر دریافت کیا جائے کہ چنبیلی ہے؟ پھر بھی کہتا کہ ہاں۔ اگر کہا جائے کہ خری ہے؟ (ایک قسم کا تیل ہے) پھر بھی ہاں۔ پھر اگر دکھانے کو کہا جاتا تو باوجود ایک ہی تیل ہونے کے مشکیزے کے ہر ایک دہانے سے فرداً فرداً ہر ایک تیل نکال دیتا۔ اسی طرح (امام) ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی کتابیں ہیں کہ دعویٰ تو ان کا یہ ہے کہ یہ کتب قرآن و حدیث کے موافق ہیں لیکن (درحقیقت) یہ سراسر کتاب و سنت کے مخالف ہیں۔ اس کے بعد امام ممدوح فرماتے ہیں کہ میں نے (امام) محمد بن حسن رحمہ اللہ سے کہتے سنا کہ (لوگو!) اگر (امام) محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ تمہارا تابع ہو گیا۔ تو پھر تمہیں کسی حجازی سے تکلیف نہ ہو گی۔ خیر (امام) شافعی رحمہ اللہ (امام) محمد رحمہ اللہ کے پاس خلیفہ (رشید رحمہ اللہ) کے غصہ اور خرچ کے فقدان کی وجہ سے غمگین بیٹھے تھے تو (امام) محمد نے اہل مدینہ پر طعن و تشنیع شروع کر دی۔ اس پر امام ممدوح رحمہ اللہ چونک کر بولے۔ کس پر طعن کر رہے ہو؟ شہر (مدینہ) پر یا شہر والوں پر۔ اگر اہل شہر پر ہے تو گویا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما و دیگر مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم پر طعن کر رہے ہو۔ اگر شہر پر ہے تو یہ وہ (مبارک) شہر ہے کہ جس کے ماپ و تول کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے برکت کی دعا فرمائی ہے اور اسے ویسا ہی حرم بنا دیا ہے جس طرح کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ معظمہ کو حرم بنایا ہے۔ پھر بتاؤ کہ طعن کس پر ہے؟ (امام) محمد رحمہ اللہ: معاذ اللہ مجھے کسی پر بھی طعن مقصود نہیں ہے، صرف ان کے حکم پر طعن ہے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(امام) شافعی رحمۃ اللہ علیہ: وہ کیا؟

(امام) محمد رحمۃ اللہ علیہ: جس صورت میں کہ مدعی کے پاس دو گواہ نہ ہوں تو) وہ (اہل مدینہ) ایک گواہ اور (دوسرے کے بجائے) مدعی سے قسم لے کر (مدعی کے حق میں) فیصلہ کر دیتے ہیں۔''

(امام) شافعی رحمۃ اللہ علیہ: تو طعن کی کیا بات ہے؟

(امام) محمد رحمۃ اللہ علیہ: (ان کا یہ فیصلہ) کتاب اللہ کے خلاف ہے۔

(امام) شافعی رحمۃ اللہ علیہ: تو کیا جہاں بھی تم کتاب اللہ کے مخالف حدیث کو (بظاہر) مخالف پاؤ گے؟ اسے ساقط العمل قرار دے دو گے؟

(امام) محمد رحمۃ اللہ علیہ: ہاں اسی طرح ❶ واجب ہے۔

(امام) شافعی رحمۃ اللہ علیہ: تو پھر والدین کے لیے وصیت کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟

(امام) محمد رحمۃ اللہ علیہ: ناجائز ہے۔

(امام) شافعی رحمۃ اللہ علیہ: وجہ عدم جواز؟

(امام) محمد رحمۃ اللہ علیہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فرمایا ہے۔

(مترجم) کہتا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا الزام امام محمد پر پورا ہوا کہ انہوں نے عدم وصیت والدین والی حدیث کو جو (بظاہر) مخالف قرآن ہے، مان لیا۔ مگر شاہد مع الیمین والی حدیث کو نہ مانا۔

اس کے بعد پھر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اچھا تو بتلاؤ مدعی کو دو گواہ ہی پیش کرنے (ہر صورت میں) فرض ہیں؟ کہ (اس کا خلاف موجوب عتاب ہے)؟

(امام) محمد رحمۃ اللہ علیہ: اس سے آپ کی غرض کیا ہے؟

(امام) شافعی رحمۃ اللہ علیہ: (میری غرض یہ ہے) کہ اگر تم اس حکم کو واجب کہو گے تو جب زانی کے زنا پر دو شاہد گواہی دے دیں اسے بصورت متزوج رجم ورنہ کوڑے لگانے چاہئیں۔

(امام) محمد رحمۃ اللہ علیہ: اگر میں ایسے غیر فرض بتلاؤں تو پھر کیا ہوگا؟

(امام) شافعی رحمۃ اللہ علیہ: اس صورت میں تمہیں ہر ایک حکم شرعی کو اس کی جگہ پر چھوڑ دینا ہوگا۔ مثلاً اگر زنا کا مقدمہ ہے تو اس میں چار ہی گواہوں پر فیصلہ کیا جائے اور بعض جگہ (قتل وغیرہ کے مقدمہ میں) دو گواہوں کو ہی کافی سمجھنا چاہیے۔ فكذلك كل حكم منزل حيث أنزله الله. (من جملہ ایک یہ بھی ہے کہ بصورت عدم موجودگی مرد ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت دو گواہوں کے بمنزلہ ہوگی۔ بالکل اسی طرح اگر

---

❶ فرقہ حنفیہ لو یہ بھی اس لحاظ سے تو اصولاً حنفی ٹھہرا؟

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک گواہ موجود ہے تو دوسرے کی بجائے مدعی سے قسم لے لی جائے۔ (کما بینہ السنۃ الصحیحۃ) علاوہ ازیں تم اپنے اس (مصنوعہ) قاعدہ کی مخالفت بہت جگہ کرتے ہو۔

(امام) محمد رحمہ اللہ: وہ کہاں؟

(امام) شافعی رحمہ اللہ: (بتلاؤ) مرد عورت میں اگر خانگی معاملات میں جھگڑا ہو جائے، تو کیا فیصلہ کیجیے گا؟

(امام) محمد رحمہ اللہ: ہمارا ❶ (حنفیہ کا) اس میں یہ فیصلہ ہے کہ جو چیز (عرف میں) مردوں کے لیے سمجھی جاتی ہے وہ مرد کو اور جو عورتوں کے لیے مخصوص ہے وہ عورت کو دلا دی جائے۔

(امام) شافعی رحمہ اللہ: یہ فیصلہ تم لوگوں نے کتاب اللہ سے دیا ہے یا سنت رسول اللہ سے؟

(امام) محمد رحمہ اللہ: (کوئی جواب نہیں)

پھر امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اچھا بتلاؤ: اگر دو آدمیوں کا دیوار کے متعلق جھگڑا ہو جائے؟ (تو کیا فیصلہ کیجیے گا)

(امام) محمد رحمہ اللہ: اگر ان ❷ کے درمیان کوئی گواہ نہ ہو تو فیصلہ قرائن و شواہد (بنائے عمارت، طریق وغیرہ) پر ہوگا۔

(امام) شافعی رحمہ اللہ: یہ فیصلہ کتاب اللہ کا ہے یا سنت رسول اللہ ﷺ کا۔

(امام) محمد رحمہ اللہ: (جواب ندارد)

(امام) شافعی رحمہ اللہ: اگر ایسی صورت پیش آ گئی ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان چھپر کے متعلق جھگڑا ہو گیا اور ان دونوں کے پاس گواہ نہیں ہیں، تو کیا فیصلہ دیجیے گا؟

(امام) محمد رحمہ اللہ: رسیوں کی گرہوں کو دیکھ کر جدھر کو ہوں گی اسی کے حق میں فیصلہ ہوگا۔

(امام) شافعی رحمہ اللہ: یہ حکم قرآن و حدیث سے ماخوذ ہے؟

(امام) محمد رحمہ اللہ: (خاموش ہیں)

(امام) شافعی رحمہ اللہ: کسی عورت پر دایہ شہادت دے خصوصاً جبکہ جننے کے وقت دایہ کے سوا کوئی اور اس کے پاس موجود بھی نہیں تھا، کیا اس اکیلی کی شہادت مقبول ہوگی؟

(امام) محمد رحمہ اللہ: ہاں میرے نزدیک مقبول ہوگی۔ ❸

---

❶ واقعی حنفی کا یہی مسلک ہے۔ ملاحظہ ہو میزان کبری، ص: ۲۲۱۔ شعرانی رحمہ اللہ، ابوالطیب (عفا اللہ عنہ)

❷ وهذا هو مذهب الحنفية كذا في شرح الوقاية، ص: ٢٧١، و الدر المختار، ص: ٥٥٩.

❸ هكذا في شرح الوقاية، ص: ٢٤٣۔ و الدر المختار، ص: ٥١٤.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(امام) شافعی رحمہ اللہ: یہ فیصلہ قرآن کا ہے یا حدیث کا۔

(امام) محمد رحمہ اللہ: (ساکت ہیں)

بالآخر جب امام محمد سے ان معارضات کا کچھ جواب ❶ نہ بن پڑا تو امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جو خود ایسے فیصلے (کتاب و سنت کے مخالف) کرے اسے دوسروں پر (قرآن و حدیث کی مخالفت کا) الزام نہیں لگانا چاہیے۔ اس کے بعد فرمایا کہ کیا تم ایسے حکم پر تعجب کرتے ہو جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ہے اور جس پر حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی رضی اللہ عنہم (کا عراق میں) و قاضی شریح رحمہ اللہ کا عمل درآمد ہے؟ یہ گفتگو ایک شخص نے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کی لاعلمی میں قلم بند کر کے ہارون الرشید کے پاس لے جا کر سنائی۔ خلیفہ ہارون جو پہلے ٹیک لگا کر بیٹھا تھا اچھی طرح بیٹھ گیا اور (توجہ سے) اس شخص (کاتب) سے کہا کہ ''پھر پڑھو'' (پڑھ کے سنانے پر) خلیفہ نے کہا کہ

''خدا اور اس کے رسول کا کلام بالکل سچ ہے۔ بے شک علم قریش ہی سے حاصل کرنا چاہیے۔ یہ لوگ مقتدا ہونے کے قابل ہیں۔ مقتدی ہونے کے نہیں۔ میں اس بات کا انکار نہیں کرتا کہ (امام) شافعی رحمہ اللہ (امام) محمد رحمہ اللہ سے بڑھ کر عالم ہیں۔''

غرض کہ ہارون رشید نے خوشی سے امام شافعی رحمہ اللہ کو پانچ سو دینار انعام عنایت فرمایا اور پانچ سو دینار ایک اور شخص (مصاحب ہارون رشید نے) امام ممدوح کو انعاماً دیا۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قبل ازیں میرے پاس کبھی ایک ہزار دینار جمع نہیں ہوئے تھے۔ انتہی مترجماً و مختصراً

ناظرین! اس گفتگو کے مطالعہ کے وقت ان مدعیان حنفیت کے توہین آمیز کلمات بھی سامنے رکھ لیجیے جو یہ ہیں، جس سے واضح ہو جائے گا کہ یہ حضرات بزرگان دین کو سب و شتم کرنے میں بھی کم نہیں ہیں۔

''كان الشافعي رحمة الله عليه بالعراق يصنف الكتب و أصحاب محمد رحمة الله عليه يكسرون عليه أقاويله و يضيعون أقواله و ضيقوا عليه و أصحاب الحديث ❷ أيضا لا يلتفتون إلى قوله و يرمونه بالاعتزال فلما لم يقم له بالعراق سوق خرج إلى مصر و لم يكن بها فقيه معلوم فقام بها سوقه . ❸

''(امام) شافعی رحمہ اللہ عراق میں کتابیں تصنیف کیا کرتے تو (امام) محمد رحمہ اللہ کے شاگردان کے

❶ شیخ الہند شاہ ولی اللہ صاحب نے اس مناظرہ کو نقل کر کے آخر میں فرمایا ہے: فانقطع محمد بن الحسن. محمد بن حسن لاجواب ہو گئے۔ کذا فی الانصاف و حجة الله البالغة.

❷ یہ بھی صریح کذب معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ باتیں اہل حدیث کی شان سے بعید ہیں۔

❸ اخبار ''محمدی''، بحریہ یکم اکتوبر ۱۹۲۵، منقول از کتاب مناقب الامام الاعظم رحمہ اللہ لکردی، ص: ۱۵۳، ج ۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلائل توڑ کر اور ان کے اقوال کا ضعف ثابت کر کے امام ممدوح کا ناطقہ بند کر دیتے تھے۔ یہاں تک کہ اہل حدیث بھی انہیں غیر معتبر گردانتے ہوئے ان کو معتزلی شمار کرتے تھے۔ ان وجوہ کی بنا پر امام شافعی کی یہاں کوئی بات نہ چل سکی۔ اس لیے وہ (شافعی) عراق سے اٹھ مصر چل دیے۔ چونکہ وہاں کوئی مشہور فقیہ موجود نہ تھا اس لیے وہاں ان کی خوب گرم بازاری ہوگئی۔''

حضرات! دیکھیے، کس قدر جرأت و جسارت ہے کہ امام شافعی جیسی جلیل القدر ہستی کو امام محمد کے شاگردوں سے مغلوب ہونا بتایا ہے۔ پھر معتزلی بھی بنا دیا۔ بالآخر بازاری ہونے کا داغ بھی لگا دیا۔ لیکن ہم تو یہی کہیں گے کہ حاشا و کلا جنابهم عن ذلك. خیر مندرجہ بالا سے ذیل کے نتائج پر بہت آسانی سے واقفیت حاصل ہو سکتی ہے۔ حنفیہ کا امام شافعی رحمہ اللہ کو امام محمد رحمہ اللہ وغیرہ کا شاگرد بتانا، ان کو مذہب حنفی کا خوشہ چین ظاہر کر کے عوام کو مغالطہ دینا اور انہیں (امام شافعی رحمہ اللہ) کو تلامذہ امام محمد رحمہ اللہ سے مغلوب ظاہر کرنا۔ بالکل سفید جھوٹ اور بے بنیاد افترا و اتہام ہے۔

اولاً: اس لیے کہ اگر امام شافعی امام ابوحنیفہ کے مذہب کے خوشہ چین ہوتے تو مذہب حنفیہ کو تدار تیلی کے ساتھ تشبیہ نہ دیتے۔ کیونکہ کوئی عقل مند اور فہیم انسان اپنے ماخوذ عنہ مذہب کو اس طرح نہیں کوسا کرتا۔

ثانیاً: اس لیے کہ اگر امام محمد رحمہ اللہ امام ممدوح رحمہ اللہ کے استاد ہوتے تو امام ممدوح رحمہ اللہ اپنے استاد کی مغلوبیت اس طرح طشت از بام نہ کرتے اور اپنے استاد کے سامنے ان کے مذہب کی اس قدر مخالفت نہ کرتے۔

ثالثاً: اس لیے کہ اگر امام محمد رحمہ اللہ استاد ہوتے تو اتنی جلدی لاجواب نہ ہوتے۔

رابعاً: اس لیے کہ بقول ہارون رشید امام شافعی امام محمد رحمہ اللہ سے بڑھ چڑھ کر عالم ہیں تو اعلم عالم کا شاگرد کس طرح تسلیم کیا جا سکتا ہے؟

خامساً: اگر امام محمد کے تلامذہ اتنے ہوشیار تھے تو استاد و امام محمد ساکت و لاجواب کیوں ہو جاتے؟

(۲) حنفیہ عموماً اپنے اصول کے حقیقتاً پابند نہیں ہیں۔ حتیٰ کہ خود ساختہ اصولوں کو بھی بہ حالت اضطراری ترک کر دیتے ہیں اور فرع کو اصل پر مقدم کرتے ہیں۔ چنانچہ علامہ رازی بھی اسی طرح فرماتے ہیں:

"فثبت هذا انهم تارة يقدمون القياس على الخبر و تارة يقدمون عمل بعض الصحابة على الكتاب و تارة يعكسون الامر فى هذا الأبواب، ذلك يدل على أن طريقتهم غير مبنية على قانون مستقيم." [1]

''اس سے ثابت ہوا کہ حنفیہ کبھی تو حدیث پر قیاس کو مقدم کر لیتے ہیں اور کبھی عمل بعض صحابہ کو

[1] اشاعۃ السنۃ: ۲/۵۲، نمبر ۲، مجریہ صفر ۱۲۹۶ھ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن پر ترجیح دیتے ہیں۔کبھی اس کے بالکل برعکس کرتے ہیں۔جس سے یہ حقیقت عالم آشکارا ہو جاتی ہے کہ یہ کسی اصول کے پابند نہیں ہیں۔“

خیر اس مضمون کو ان شاء اللہ پھر کبھی مدلل طور پر بیان کیا جائے گا۔وفقنی اللہ عربی دان حضرات اعلام الموقعین مولفہ حافظ ابن قیم اور الجنۃ مصنفہ نواب صاحب مرحوم، وغیرہ کا بنظر تحقیق ملاحظہ کریں ان شاء اللہ تشفی ہو جائے گی۔

(۳) علمائے سلف مدونات فقہیہ کو ایک غیر ضروری چیز شمار کرتے تھے۔

(۴) حنفیہ اتباع قرآن و حدیث کے دعوے میں غیر صادق ہیں۔کیونکہ ان کے دل میں کتاب وسنت کی اتباع کی وقعت ہوتی تو نصوص صریحہ صحیحہ کو جو اقوال امام کے خلاف ہیں کبھی رد نہ کرتے۔

(۵) بقول ہارون رشید امام شافعی رحمہ اللہ مقتدا ہیں انہیں ایک ایسے شخص کا تابع بتانا کہ جو ان کے مقابلہ کے نہ ہوں بہت بڑی بے ادبی اور گستاخی اور حد درجہ کا ظلم ہے۔

گزارش ضروری: یہ جو کچھ لکھا گیا ہے کتب شافعیہ میں صاف موجود ہے،ہم نے صرف اس کو مع ترجمہ کے نقل کر دیا ہے۔غصہ کرنا ہو تو شافعیہ پر کریں اہل حدیث تو ہر ایک امام کو درجہ بدرجہ عزت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور ہمارے دل میں جس قدر وقعت ائمہ سلف کی ہے وہ مقلدین جامدین کی وقعت سے کہیں زیادہ ہے۔

راقم عاجز

ابو الطیب محمد عطاء اللہ بن الحسین المرحوم

الامرتسری محمدی السلفی نزیل دہلی

(اخبار محمدی، جلد ۳، شمارہ ۷، ۱۵ دسمبر ۱۹۲۵ء)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حقیقت ''نسخ شریعت'' ❶

﴿اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ﴾ اخبار ''اہلحدیث'' مجریہ ۴ ستمبر ۱۹۲۵ء میں ایک مضمون بعنوان ''حقیقت نسخ شریعت'' نظر سے گذرا۔ چونکہ مضمون ہذا مذاکرہ علمیہ کے تحت میں چھپا ہے اور مضمون نگار صاحب نے بھی مشروط اجازت عنایت فرمائی ہے۔ لہٰذا میں بھی مضمون ہذا پر مختصر سا ریمارک کرتا ہوں جسے ان شاء اللہ تعالیٰ ناظرین شرط مذکورہ کے موافق پائیں گے۔

مضمون نگار صاحب کی خدمت سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند تمہیدات ذکر کی جائیں، تاکہ مضمون اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔ وباللّٰہ التوفیق وبیدہ ازمۃ التحقیق والتدقیق .

(۱) معنی نسخ، علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((فالنسخ فی اللغۃ عبارۃ عن ابطال شيء و اقامۃ آخر مقامہ . انتھٰی))

''یعنی ایک شئے کو باطل کر کے دوسری کو اس کے قائم مقام کرنے کا نام نسخ ہے۔'' ❷

آگے چل کر فرماتے ہیں:

((ثم ان النسخ فی اللغۃ موضوع بازاء معنیین احدھما الزوال علٰی جھۃ الانعدام . انتھٰی مختصرًا))

''یعنی نسخ لغت میں دو معنی کے لیے موضوع ہے ایک تو (کسی شئی کو) زائل کر دینا ایسی صورت میں کہ وہ (شئی) معدوم ہو جائے۔'' ❸

اصطلاحی معنی:

((ھو رفع الحکم الشرعی بدلیل شرعی))

''یعنی ایک حکم شرعی کو دوسرے حکم متاخر کی دلیل سے اُٹھا لینے کا نام نسخ ہے۔'' ❹

---

❶ یہ مضمون پہلے اخبار محمدی، دہلی میں ۱۵ نومبر ۱۹۲۵ء اور دوسری قسط یکم دسمبر ۱۹۲۵ء کو شائع ہوا۔ اس کے بعد ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر میں ۱۹-۲۶ فروری ۱۹۲۶ء کو شائع ہوا۔

❷ رسالہ ناسخ منسوخ، ص: ۱۵۱ برحاشیہ جلالین ج: ۲، مطبوعہ مصر۔

❸ رسالہ مذکورہ ص: ۱۵۳۔

❹ تفسیر نیشاپوری ص: ۳۵۲، ج: ۱، برحاشیہ ابن جریر مصری۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲) قرآنی اصطلاح میں نسخ کے معنی:

((غیر ان المعروف من النسخ فی القرآن هو ابطال الحکم مع اثبات الخط. انتهیٰ))

''یعنی قرآنی اصطلاح میں ایک حکم کو عبارت کی موجودگی کے باوجود بھی باطل کرنے کا نام نسخ ہے۔'' ❶

مولانا سید احمد حسن صاحب مرحوم محدث دہلوی (مصنف احسن التفاسیر و تنقیح الرواۃ و حاشیہ بلوغ المرام) فرماتے ہیں:

''اگر ایک حکم کسی آیت کے ذریعہ سے نازل ہو کر دوسرا حکم ایسا نازل ہو جس سے پہلے حکم پر عمل موقوف ہو جائے تو ایسے دونوں حکموں کو ناسخ منسوخ کہتے ہیں۔ جس حکم پر عمل موقوف ہو گیا اس کو منسوخ کہتے ہیں اور جس حکم پر عمل جاری ہے اس کو ناسخ کہتے ہیں۔ ناسخ منسوخ کے یہ معنی جو اوپر بیان کیے گئے۔ صحابہ اور تابعین کے قولوں سے یہی معنی نکلتے ہیں۔'' ❷

مولانا رحمہ اللہ کی یہ تعریف کسی مزید تشریح کی محتاج نہیں۔

(۳) نسخ کی تعریف میں یہ داخل نہیں ہے کہ ایک شریعت اپنے سے پہلی شریعت کو بالکلیہ منسوخ کر دے یعنی اُس کے جملہ احکام اصول فروع پر عمل کو موقوف کر دے۔ کما قال الشوکانی فی ارشاد الفحول، ص: ۱۳٤.

((والمراد ان الشریعة المتأخرة قد تنسخ بعض احکام الشریعة المتقدمة اما کلها فلا، لان قواعد العقائد لم تنسخ. انتهیٰ))

''حاصل یہ ہے کہ شریعت متاخرہ شریعت متقدمہ کے بعض احکام (فروعی) کو ہی منسوخ کر سکتی ہے کیونکہ عقائد کا منسوخ ہونا ثابت نہیں۔''

حاشیہ ارشاد میں یوں وارد ہے:

((قال القرافی فی شرح التنقیح: واما نسخ شریعة بشریعة فذلك لم یقع الشرائع فی القواعد الکلیة ولا فی العقائد الکلیة بل فی بعض الفروع مع جوازه فی الجمیع عقلا غیر انه لم یقع، واذا قیل ان شریعتنا ناسخة لجمیع الشرائع فمعناه فی بعض الفروع خاصة. انتهیٰ)) [صفحہ: ۱۳٤]

❶ رسالہ ابن حزم، ص: ۱۵۳، ج: ۲، بر حاشیہ جلالین۔

❷ تفسیر آیات الاحکام، ص: ۱۱۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''یعنی نسخ شریعت بہ شریعت دیگر صرف بعض فروع میں ثابت ہے اگرچہ عقلاً سب میں ممکن ہے لیکن واقع میں نہیں ہے ہماری شریعت بھی گذشتہ شرائع کے بعض فروع کی ہی ناسخ ہے۔''

(۴) نسخ عقلاً جائز و شرعاً واقع ہے:

((قال الشوكاني رحمه الله: والحاصل ان النسخ جائز عقلاً واقع شرعا من غير فرق بين كونه في الكتاب او السنة ، وقد حكى جماعة من اهل العلم اتفاق اهل الشرائع عليه . انتهى)) ❶

''یعنی کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ہر دو میں نسخ واقع ہے اور بعض اہل علم نے جملہ شرائع کا اس پر اتفاق نقل کیا ہے اور عقلاً تو جائز ہے ہی۔''

علامہ شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''جواز و وقوع نسخ پر اہل اسلام کا اتفاق ہے، صرف ابو مسلم (معتزلی المذهب او معتزلی الهند) ہی مخالف ہے اور (اس کے اتباع)، ثم قال:

((واذا صح هٰذا عنه فهو دليل على انه جاهل بهٰذه الشريعة المحمديه جهلا فظيعا .)) (حوالہ مذکور)

''یعنی اگر یہ واقعی اس کا مذہب ہے تو اس کی یہ کھلم کھلا جہالت، عدم واقفیت کتاب و سنت پر مبنی ہے۔''

(۵) وقوع نسخ شرعاً ثابت ہے۔ با دلائل کثیرہ جن میں سے چند ایک دلیلیں یہاں مستقل ذکر کی جاتی ہیں۔

اول: قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (البقرة: ۱۰۶)

''جو موقوف ❷ کرتے ہیں ہم آیتوں سے یا بھلا دیتے ہیں ہم اُن کو، لاتے ہیں بہتر اس سے یا مانند اس کے۔ کیا نہ جانا تو نے یہ کہ اللہ تعالیٰ اوپر ہر چیز کے قادر ہے۔'' ❸

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((واستدلال بالآية المذكورة على وقوع النسخ خلافا لمن شذ فسعه

❶ ارشاد الفحول، ص: ۱۷۲، کذا في حصول المامول، ص: ۷۹، طبع ہند

❷ ما متضمن معنی شرط کو ہے، اسی لیے اس کے مدخول مضارع پر جزم ہے۔ اسی واسطے امام رازی نے لکھا ہے کہ آیت ہذا وقوع نسخ پر دلالت نہیں کرتی۔ (مدیر اخبار اہل حدیث)

❸ ترجمہ شاہ رفیع الدین رحمہ اللہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وتعقب بانها قضية شرطية لا تستلزم الوقوع واجيب بان السياق وسبب النزول كان في ذلك لانها نزلت جوابا لمن انكر ذلك. انتهى)) ❶

((اقول اشار (رحمه الله) بقوله (نزلت لمن انكر ذلك) الى ما روى انهم (اى اليهود) قالوا الا ترون الى محمد (ﷺ) يامر اصحابه بامر ثم ينهاهم عنه و يامرهم بخلافه و يقول اليوم قولا و يرجع عنه فنزلت.)) ❷

''یعنی جمہور نے آیت مذکورہ سے وقوع نسخ پر دلیل پکڑی ہے بعض مخالف ہیں بایں وجہ کہ آیۃ کریمہ میں قضیہ شرطیہ ہے جو دال بر وقوع نہیں ہے۔ لیکن یہ بعض کا قول ٹھیک نہیں ہے کیونکہ شان نزول اور سیاق آیت دال بر وقوع ہے۔ چنانچہ ذکر ہے کہ یہود نسخ کے منکر تھے اور کہتے تھے کہ محمد اچھا نبی ہے؟ کہ آج ایک کام کا حکم کرتا ہے کل اُس سے خود ہی منع کر دیتا ہے۔''

امام رازی نے اپنی تفسیر میں آیت مذکورہ کے وقوع نسخ پر دلیل ہونے پر یہی شبہ ظاہر کیا ہے جس کا حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بوجہ اتم رد فرما دیا ہے۔ وللہ درہ!

دوسری دلیل: قال تعالیٰ!

﴿وَ اِذَا بَدَّلْنَاۤ اٰیَةً مَّكَانَ اٰیَةٍ ۙ وَّ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا یُنَزِّلُ قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُفْتَرٍ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾ (النحل: ۱۰۱)

''اور جب بدل ڈالتے ہیں ہم ایک آیت کو جگہ ایک آیت کے اور اللہ خوب جانتا ہے اُس چیز کو کہ اُتارتا ہے۔ کہتے ہیں سوائے اس کے نہیں کہ تو (جھوٹ) باندھ لینے والا ہے بلکہ اکثر اُن کے نہیں جانتے۔'' (ترجمہ شاہ صاحب مرحوم)

اس آیت کا شان نزول بھی اُسی طرح لکھا ہے جس طرح دلیل اول میں مذکور ہوا۔ ❸

تیسری دلیل:

﴿یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَ یُثْبِتُ ۖۚ وَ عِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ﴾ (الرعد: ۳۹)

''مٹاتا ہے اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے اور ثابت کرتا ہے (جو چاہتا ہے) ❹ اور نزدیک اس کے ہے ام کتاب۔'' ❺

---

❶ فتح الباری، ص: ۱۱۷، پ: ۱۸.

❷ کذا فی التفسیر لنیشاپوری: ۱/ ۳۵۲.

❸ کذا فی حاشیۃ الجلالین، ص: ۲۲٤.

❹ قوسین والی عبارت اصل ترجمہ میں نہیں ہے۔ ❺ (ترجمہ شاہ صاحب)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قال فی الکمالین:

((ای یترك فیه باقیا ما یشاء بقاء ہ من الاحکام فینسخ بعضه فی وقت ویترك علی وجهه . انتھٰی)) ❶

''یعنی جب تک ایک حکم کو باقی رکھنا چاہتا ہے چھوڑ دیتا ہے، پھر منسوخ کر دیتا ہے اور جنہیں چاہتا ہے بحال رہنے دیتا ہے۔''

راقم کہتا ہے کہ اگر چہ عامہ مفسرین یہاں کتاب سے مراد لوح محفوظ محو و اثبات سے مراد ارزاق و آجال وغیرہ لیتے ہیں لیکن آیت کا سیاق سباق ان معنیٰ کا بھی انکار نہیں کرتا۔ کما لا یخفی واللہ اعلم!

چوتھی دلیل: اس بارہ میں ایک حدیث ہے جس کا صرف ترجمہ ہی نقل کیا جاتا ہے۔

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دو آدمی حضور اکرم سے ایک سورۃ سیکھ کر پڑھا کرتے تھے ایک رات کا واقعہ ہے کہ وہ دونوں اس سورت کو نماز میں قرأت کرنے کے وقت بھول گئے صبح آ کر آپ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

((انھا مما نسخ فانتھوا منھا .)) ❷

بے شک وہ سورت منسوخ ہو گئی ہے۔ اس کو بھلا دو''

ایک روایت کے الفاظ ایک اور قصہ کے بارہ میں اس طرح وارد ہیں کہ آپ نے فرمایا:

((تلك سورۃ رفعت بتلاوتھا و احکامھا .))

''اس سورہ کے احکام اور تلاوت دونوں منسوخ ہو گئے۔'' ❹

(۶) اقسام نسخ۔ اور وہ تین قسم ہے:

(الف)...... نسخ تلاوت حکم باقی

(ب)...... نسخ حکم تلاوت باقی

(ج)...... نسخ ہر دو

اول کی مثالیں: اوّل آیہ رجم کہ حکم اُس کا باقی ہے اور تلاوت منسوخ ہے۔ (صحیحین)

دوسری مثال: صحیح حدیث میں ہے۔

((لو کان لابن آدم وادیان من ذھب لتمنی لھا ثالثا لا یملأ جوف ابن آدم

---

❶ مختصرا کذا علی حاشیة الجلالین ص: ۲۰۳

❷ اتقان، ص: ۳۱۷

❹ معالم التنزیل، ص: ۲۴۔ طبع بمبئی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الا التراب ویتوب اللہ علی من تاب .)) ❶

محقق شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((فان ھذا کان قرآنا ثم نسخ رسمه . انتھٰی)) ❷

''پہلے یہ قرآنی آیت تھی بعد میں اس کی تلاوت منسوخ ہوگئی۔''

تیسری مثال: وثبت فی صحیح البخاری، ص: ۵۸، پ ۱۱ مع الفتح۔

((انه نزل فی القرآن حکایة من اھل بئر معونة انھم قالوا بلغو قومنا ان قد لقینا ربنا فرضی عنا وارضانا .)) ❸

دوسری قسم کی مثالیں:

(۱) وہ عورت جس کا خاوند فوت ہوگیا ہو۔ پہلے اُس کی عدت ایک سال تھی بعدہ یہ منسوخ ہوگئی اور اُس عورت کی عدت چار مہینے دس دن مقرر ہوئی۔ یہاں آیت منسوخ کی تلاوت موجود ہے۔ (سیقول)

(۲) پہلے حکم تھا کہ ایک ہزار کفار کا مقابلہ سو (۱۰۰) مسلمان کریں۔ ❹ پڑھو آیہ کریمہ ﴿ان یکن منکم عشرون صابرون﴾ بعدہ حکم ہوا کہ ایک ہزار مسلمان دو ہزار کفار کا مقابلہ کریں۔ پڑھو آیہ کریمہ ﴿الآن خفف اللہ عنکم﴾:

(۳)..... ((عن ابن عباس قال کان الوصیة للوالدین فنسخ من ذلك ما احب۔ اخرجه البخاری قال الحافظ رحمه اللہ وفیه رد علٰی من انکر النسخ ولم ینقل ذلك عن احد من المسلمین .)) ❺

''یعنی پہلے مال اولاد کے لیے تھا اور وصیت والدین کے لیے تھی، ازاں بعد جس کو خدا نے چاہا منسوخ کر دیا، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ منکرین نسخ کی تردید کرتا ہے اور اُس کا منکر سوائے ابومسلم معتزلی ❻ کے اور کوئی مسلمان نہیں ہے۔''

تیسری قسم کی مثالیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

''پہلے دس دفعہ دودھ پینے سے حرمت ثابت ہوتی تھی اور یہ حکم قرآن مجید میں موجود تھا اس کے

❶ اتقان، ص: ۲۱۷۔ ❷ ارشاد الفحول، ص: ۱۷۷۔

❸ کذا فی الارشاد، ص: ۱۷۷۔

❹ حکم نہ تھا خبر تھی وہ بشرط۔ (اڈیٹر)

❺ فتح الباری، ص: ۱۵۵، پ: ۱۸۔

❻ کیا ہندی معتزلی بھی باوجود ادعاء اہل حدیث کے منکر نہیں؟

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعد یہ (تلاوۃً وحکماً) منسوخ ہوگیا اور پانچ رضعہ سے ثبوت حرمت (حکماً) باقی رہ گیا۔'' ❶

اس مختصر تشریح سے واضح ہوگیا کہ قرآن مجید میں تینوں قسم کے نسخ موجود ہیں۔ اور یہی مذہب جمہور کا ہے۔ اب ناظرین ہماری اس مدلل تحریر کو اور فاضل مضمون نگار کی مہمل تقریر کو سامنے رکھ کر خود ہی فیصلہ کر لیں۔

(۷) حکم نسخ: حکمت اوّل، چونکہ انسان ایک کام ہمیشہ کرنے سے اُکتا جاتا ہے۔ لہٰذا خدا تعالیٰ ایک زمانہ کے بعد نئی شریعت جاری کرتا ہے تاکہ وہ احکام خداوندی کو بطوع قلب ادا کرے۔

حکمت دوسری: شریعت اسلام کو شرائع سابقہ کا ناسخ بنانے سے حضور اکرم خاتم النبیین ﷺ کی شرافت ومنقبت مقصود ہے۔

حکمت تیسری: لحاظ مصالح اوقات وغیرہ۔ ❷

ان تمہیدات کے ممہد ہونے کے بعد پہلے مولانا صاحب کے مضمون کا ماحصل ذکر کر کے جواب عرض کیا جاتا ہے۔ آپ کے مضمون کا ماحصل یہ ہے۔

(۱) خدا نے جملہ انبیا کو ایک ہی شریعت دے کر بھیجا۔

(۲) ان شریعتوں میں کچھ تضاد وتخالف نہ تھا۔

(۳) ہر نبی گذشتہ نبی کی تصدیق کرتا رہا۔ آنحضرت (ﷺ بھی) مصدق شرائع گذشتہ ہیں۔

(۴) تضاد وتخالف ہونا خدا تعالیٰ کے کمال علم پر دھبہ ہے۔

(۵) اختلاف بیان دلیل کذب ہے۔

(۶) کسی نبی نے خدا کی شریعت اولیٰ کو منسوخ وتبدیل نہیں کیا نہ خدا نے خود کوئی پہلی شریعت غلط کی۔

(۷) گذشتہ شرائع میں جو بعض احکام منسوخ پائے جاتے ہیں۔ وہ (منسوخ) دراصل راہبوں کے ساختہ پرداختہ تھے جنہیں خدا نے باطل کر دیا۔ ❸

اجوبہ:...... یہ مولوی صاحب کے مضمون کے ایک حصہ کا خلاصہ ہے۔ اب نمبروار جواب سنئے:

(۱) شرائع سابقہ بے شک ایک ہی تھیں۔ لیکن اصولاً نہ فروعاً۔ آپ کے عموم پر بہت سے استحالات لازم آئیں گے۔ کیونکہ قرآن مجید اور توریت سے تغیر وتبدل احکام ثابت ہے جسے آپ بھی دبی زبان سے تسلیم کرتے ہیں۔ حیث قلت ''احکام کا بلحاظ ضرورت مختلف ہونا امر دیگر ہے۔'' (بس جناب! اسی کا

---

❶ ارشاد الفحول، ص: ۱۷۶

❷ هذا كله في ارشاد الفحول، ص: ۱۷۳

❸ اہل حدیث مجریہ ۴ ستمبر ۲۵ء۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نام نسخ ہے پہلی شریعت کو بعد والی شریعت کا بالکلیہ منسوخ کرنے کا نام نسخ نہیں۔ اور نہ ہی میری نظر میں اس کا کوئی قائل ہے۔ کیونکہ اس کی نظیر ملنی محال ہے)۔

(۲) جب وقت مقررہ کے بعد ایک حکم کو منسوخ کر کے ناسخ پر عمل کو جاری کر دیا۔ تو تخالف و تضاد کیسا؟ تخالف و تناقض تو جب ہوتا جب دونوں حکموں پر عمل بحال رکھا جاتا۔ اب منسوخ پر جب عمل ہی نہیں تو تناقض کہنا اور سمجھنا کسی طرح بھی صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ فافهم فانه دقيق!

(۳) تصدیق سے عدم نسخ کلیۃ لازم نہیں آتا اور نہ ہی نسخ سے عدم تصدیق کلیۃ لازم ہے: كما هو الظاهر!

(۴) صورت نسخ میں تخالف و تضاد پایا ہی نہیں جاتا۔ كما مر!

(۵) اختلاف بیانی تو جب ہو جب اخبار میں ہو مثلاً: اب تو ایک خبر کا اثبات کیا۔ کچھ دیر کے بعد اس کی نفی کر دی۔ اسی بناء پر محققین علماء آیات اخبار میں نسخ کے قائل ہی نہیں۔ كما حققه العالم الاوحد المولانا السيد احمد حسن المرحوم الدهلوی والشاه ولی الله (رحمه الله) المحدث الدهلوی۔

(۶) قائلین نسخ اس کے منکر نہیں۔ ہاں یہ کہتے ہیں کہ کسی نبی نے خود بخود شریعت اولیٰ کو باطل نہیں کیا صرف حکم ایزدی سے شریعت اولیٰ کے بعض احکام فروعی منسوخ ہو گئے۔ تفسیر کبیر جلد اول میں ایک حکم توریت سے نقل کیا ہے جس کا حکم نوح علیہ السلام کے عہد میں تھا۔ توریت نے اُسے منسوخ کر دیا۔ نیز حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ (یا شریعت) میں بہن سے نکاح جائز تھا بعد والی شرائع میں یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ ❶

خداوند تعالیٰ کا ایک حکم کو مصالح اوقات کے لحاظ سے تغیر و تبدل یا بالفاظ دیگر منسوخ کرنے کو تغلیط خیال کرنا ہی غلط ہے۔ فمن ادعى فعليه البيان بالتفصيل والبنيان۔

(۷) ثانیۃً یہ بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض احکام بحکم خداوندی ہی شرائع سابقہ میں مروج تھے بعد میں اُن کو خدا نے ہی منسوخ کر دیا اور بعض اشیاء یہود پر حرام تھیں ہماری شریعت میں وہ حلال کی گئیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے کہ حَرَّمْنَا (ہم نے اُن پر حرام کر دی تھیں) یعنی بعض چربی اور ہر ناخن والے جانور یہود پر خدا کی طرف سے حرام تھے۔ ہماری شریعت اسلام میں وہ حلال ہیں۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت نے بھی شریعت موسوی کے بعض احکام کو منسوخ کر دیا۔ چنانچہ اللہ عزوجل حضرت عیسیٰ کا ذکر فرماتا ہے کہ اُنہوں نے (بحکم الٰہی) یہ کہا تھا۔

---

❶ کذا فی التفسیر الکبیر و التشابہ دی حاشیہ ابن جریر ص: ۳۵۲ ج: ۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ﴾ (آل عمران : ٥٠)
"میری نبوت اس لیے ہے کہ میں تم پر بعض وہ چیزیں حلال کر دوں جو قبل ازیں تم پر حرام تھیں۔"
((قال القاضی (البیضاوی ❶) هذا يدل على ان شرعه كان ناسخا شرع موسىٰ ولا يحل ذلك لكونه مصدقا للتورٰة كما لا يعود نسخ القراٰن بعضه ببعض عليه بتناقض وتكاذب. ❷
"(یعنی) حاصل یہ ہے کہ شریعت عیسوی شریعت موسوی کی ناسخ ہے۔ اور یہ تصدیق میں مخل نہیں ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جس طرح کہ قرآن مجید میں بعض آیات کا بعض کو منسوخ کرنے سے قرآن مجید پر تناقض تکاذب کا الزام نہیں عائد ہو سکتا۔"

اسی طرح امم سابقہ پر غنیمت کا مال ناجائز تھا۔ شریعت اسلام میں حلال ہے۔ علی هذا القياس! اور بھی بکثرت احکام ہیں جن کی اجازت شریعت اسلام میں ہے حالانکہ شرائع گذشتہ میں اُن کی ممانعت تھی۔

اب آپ کے مضمون کا دوسرا حصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے جس سے آپ کے استدراجی عروج پر اچھی طرح روشنی پڑ سکے گی۔

(۱) بعض الناس بعض متشابہات سے استدلال کرتے ہوئے اس امر کے قائل ہو گئے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے شرائع سابقہ کو منسوخ کر دیا۔
(۲) جب خدا کے نزدیک ماضی و مستقبل کی مثال زمانہ حال ہی کی سی ہے۔ تو اُس کو نسخ کی ضرورت ہی کیا ہے مستقبل سے ناواقف لوگ اپنی رائے کو تبدیل کر دیتے ہیں۔
(۳) آیت قرآنی کوئی منسوخ العمل ثابت نہیں ہوئی۔
(۴) نہ ہی کوئی آیت منسوخ التلاوت ہے جو ان چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ کے علاوہ ہو۔

ناظرین! یہ مولوی صاحب کی تقریر کا خلاصہ ہے اب جواب ملاحظہ فرما کر حق کی داد دیجیے۔

اجوبه:...... (۱) اس کے دو جواب ہیں:

اول یہ کہ آپ کا "بعض" کہنا غلط ہے۔ کیونکہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے شریعت اسلام کو شرائع سابقہ کی ناسخ ماننا اجماع کا مذہب بتایا ہے۔ ❸

---

❶ تفسیر بیضاوی، ص: ۱۳۹، ج: ۱، طبع نولکشور۔ ❷ حاشیہ تفسیر جلالین، ص: ۴۹، طبع مجتبائی۔
❸ فتح الباری، ص: ۱۰۸، پ: ۱۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے یہ کہ آپ نے متشابہات کا نام لے کر پھر اسے چھوڑ کیوں دیا۔ خیر جب آپ انہیں ذکر کریں گے بندہ بھی حاضر خدمت ہو جائے گا۔ سردست اتنا عرض کیے دیتا ہوں:

((وقد ثبت بالدلائل القاطعة والمعجزات الباهرة نبوة محمد ﷺ وصحة نبوة يلزم نسخ شرع من قبله .)) ❶

''حاصل یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ فداہ ابی و امی کی نبوت دلائل ظاہرہ سے ثابت ہے۔ اور آپ کی نبوت کا ثبوت شرائع سابقہ کے نسخ کو لازم ہے۔''

(۲) اس کا جواب ایک معتبر معقولی تفسیر سے نقل کیا جاتا ہے تا کہ بندگان عقل کو چون و چرا کی بالکل گنجائش نہ رہے۔

((والحاصل ان كل حكم فله غاية فى علم الله تعالىٰ ولكن قد يظن المكلف استمراره فى الاستقبال من قرائن الاحوال فاذا ورد ما يعين امده ونص له على زواله فذلك الوارد الناسخ والاول منسوخ و الورود نسخ وكل هٰذه التجددات بالنسبة المكلف واما بالاضافة الى الله تعالىٰ فكل من الحكمين موجود فى وقته الذى قدر له فيه الظهور متقدما احدهما ومتاخر الآخر . انتهىٰ)) ❷

''حاصل یہ ہے کہ ہر ایک حکم کے لیے خدا کے علم میں ایک انتہا مقرر ہے۔ لیکن انسان اُس کو صورت حالات کے لحاظ سے ہمیشہ تصور کر لیتا ہے۔ اور یہ کل تجدیدیں ہماری بہ نسبت ہیں۔ ورنہ خدا تعالیٰ کے علم میں دونوں کی یکساں حیثیت ہے۔ چونکہ دونوں حکموں کی میعادیں مقرر تھیں۔ لہٰذا ہر حکم اپنے مقررہ وقت پر ظاہر ہوتا رہا۔''

اس عبارت کے اوپر کی عبارت یہ ہے جو کہ اسی کے ہم معنیٰ ہے اس لیے اس کا ترجمہ چھوڑ دیا گیا ہے:

((فالظهور والخفاء والسابق واللاحق والاعدام والايجاد كلها بالنسبة الينا واما بالنسبة الى حضرت الواجب جل ذكره فقد جف القلم بما هو كائن الى يوم الدين۔ انتهىٰ))

(۳) آپ کا مطلب اس قول سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جب آیت پر سے عمل ہی متروک ہو گیا تو اُس کی

❶ النيشاپوری ص: ۳۲۳، ج: ۱.

❷ النيشاپوری ص: ۳۵٤، ج: ۱.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تلاوت کے باقی رکھنے کا فائدہ ہی کیا ہوا۔ علامہ شوکانی رحمہ اللہ اس شبہ کو بعض الناس سے نقل کر کے ارشاد فرماتے ہیں:

((وهذا قصور عن معرفة الشريعة وجهل كبير بالكتاب العزيز فان المنسوخ حكمه الباقية تلاوته فى الكتاب العزيز مما لا ينكره من له ادنىٰ قدم فى العلم۔ انتهىٰ)) ❶

''حاصل یہ ہے کہ اس قسم کے نسخ کا منکر قرآن مجید سے جاہل ہے اور ادنیٰ علم والا بھی اس کا انکار نہیں کرے گا۔''

(۴) اس کی چند مثالیں تمہید نمبر ۶ میں گذر چکی ہیں اور لیجیے:

ابی بن کعب پر نبی ﷺ نے سورہ ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوْا﴾ پڑھی تو یہ الفاظ بھی تلاوت فرمائے۔

((ان ذَاتَ الدِّيْنِ عِنْدَ اللّٰهِ الْحَنِيْفِيَّةُ لَا الْيَهُوْدِيَّةُ وَلَا النَّصْرَانِيَّةُ وَمَنْ يَّعْمَلْ خَيْرًا فَلَنْ يُّكْفَرَ .)) ❷

''سورہ احزاب سورہ بقرہ کے برابر تھی۔'' ❸

''یہ آیات منسوخ التلاوت ہیں۔'' ❹

چونکہ مولانا صاحب پر کچھ اعتراض ہوتے تھے اس لیے آپ لگے ہاتھ اُن کا جواب بھی عنایت فرماتے ہیں جو قابل دید وشنید ہے۔ آیت رجم کا جواب بدیں الفاظ بیان فرمایا ہے۔

(۱) یہ حکم کسی آیت قرآنی کی بنا پر نہ تھا بلکہ رسول اکرم ﷺ نے رجم کیا اور رجم کا حکم دیا تو بعض صحابہ کرام اس کو آیت سمجھنے لگ گئے۔ (الی قوله) حالانکہ وہ قرآن نہ تھا۔

(۲) آیت ﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ﴾ کا جواب تو نہایت تعجب انگیز ہے۔ ملاحظہ ہو۔

''آیت سے مراد قرآنی جملہ نہیں بلکہ لفظ آیت بمعنی نشان یا معجزہ مستعمل ہوا ہے۔''

جواب: ...... گستاخی معاف فرمائیے گا۔ اگر آپ اس حدیث کے جملہ طرق دیکھ لیتے تو ان شاء اللہ کبھی اس تاویل فاسد کی آپ کو جرأت نہ ہوتی۔ ہاں اگر آپ نے عبور کیا بھی ہے تو غور شریف

---

❶ ارشاد، ص: ۱۷۶.

❷ اخرجه الحاكم وصحح اسناده، ارشاد الفحول، ص: ۱۷۷.

❸ ارشاد، ص: ۱۷۷.

❹ كذا فى الارشاد، ص: ۱۷۷.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے کام نہیں لیا۔ خیر بہر حال میں اب اصل الفاظ حدیث کے نقل کرتا ہوں۔ تاکہ سعید ارواح اُس سے فیض یاب ہوسکیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ فرماتے ہوئے یہ بھی فرمایا:

((فكان مما انزل الله عليه آية الرجم قرأناها ووعيناها وعقلناها فرجم رسول الله ﷺ ورجمنا بعده فاخشى ان طال بالناس زمان ان يقول قائل ما نجد الرجم فى كتاب الله فيضلوا بترك فريضة انزل الله وان الرجم فى كتاب الله حق.)) ❶

''یعنی اللہ تعالیٰ نے آیت رجم بھی حضور ﷺ پر اتاری تھی چنانچہ ہم نے اُس کو اچھی طرح پڑھا، یاد کیا، سمجھا۔ پھر آپ ﷺ نے بھی رجم کیا۔ ازاں بعد ہم نے بھی رجم کیا۔ لیکن مجھے اب ڈر ہے کہ مدت دراز کے بعد لوگ کہیں گے کہ رجم کا مسئلہ کتاب اللہ میں سے نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں موجود نہیں ہے۔ اس کہنے سے یہ لوگ گمراہ ہو جائیں گے کیونکہ یہ مسئلہ قرآن مجید ہی کا ہے۔ انتہی ملخصاً ومترجماً''

ایک اور روایت میں یہ الفاظ بھی وارد ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((لا تشكوا فى الرجم فانه حق ولقد هممت ان اكتبه فى المصحف.)) ❷

''لوگو! رجم میں شک نہ کرو کیونکہ وہ حق ہے یہاں تک کہ میں نے اس کو قرآن میں لکھنے کا قصد بھی کر لیا تھا۔''

(آگے چل کر نہ لکھنے کی جو وجہ بتائی ہے یہاں اُسے کوئی مزید تعلق نہیں)

بہرکیف ان تصریحات کے سامنے ہوتے ہوئے تاویل مذکورہ کی بالکل گنجائش نہیں رہتی۔ امید کہ ہمارے نامہ نگار صاحب ان تصریحات کے ملاحظہ کے بعد کم ازکم اس تاویل سے تو ضرور ہی رجوع فرمائیں گے۔ واللہ الهادى الى الصواب۔

دوسرے یہ کہ آیت مذکورہ کو غیر منسوخ قرار دیتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کی یہ تاویل میرے خیال میں سلف صالحین میں سے کسی نے بھی نہیں کی۔ واللہ اعلم!

(۲) تفسیر کبیر میں ابو مسلم (معتزلی) کا آیت مذکورہ پر صرف یہی اعتراض نقل کیا ہے۔ کہ ''آیت سے مراد

---

❶ صحیح مسلم، ص: ۶۵، ج: ۲

❷ اتقان، ص: ۳۱۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوح محفوظ ہے۔'' معجزات کا انہوں نے نام تک نہیں لیا۔ پھر نہ معلوم نامہ نگار صاحب نے یہ تاویل کہاں سے اخذ کی ہے۔

پھر اس اعتراض کا جواب علامہ رازی رحمہ اللہ نے یہ دیا ہے کہ ''جملہ مفسرین کا اتفاق ہے کہ آیت مذکورہ میں ''آیۃ'' سے مراد قرآنی جملہ ہے۔''

آخر میں مودبانہ التماس ہے کہ اگر آپ کو اس مضمون کے متعلق کچھ تحریر فرمانا ہو تو از راہ کرم آیات قرآنیہ، احادیث صحیح صریحہ، آثار صحابہ، تفاسیر سلف سے اپنے دعوے کو ثابت کیجیے۔ اور یہ یاد رہے کہ عقل دین اسلام کے تابع ہے۔ اسلام عقل کے تابع نہیں۔ فافہم!

کتبہ

الاحقر ابوالطیب محمد

المدعو بعطاء اللہ محمدی السنی الامرتسری

عفی عنہ، وارد حال دہلی

(اخبار محمدی ۱۵ نومبر ۔ یکم دسمبر ۱۹۲۵ء)

(اخبار اہل حدیث امرتسر ۲۶-۱۹ فروری ۱۹۲۶ء)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضراتِ فقہاء اور عدمِ تقلید ❶

﴿اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ﴾

اکثر قارئین کو معلوم ہوگا کہ جب سے افقِ ہند پر آفتابِ سنت طلوع ہوا ہے جبھی سے اس کے سپرہ چشم اعداء نے اس کے مقابلے میں ہر ممکن ہتھیار سے کام لیا چونکہ ترویجِ سنت سے ایوانِ تقلیدی میں تزلزل کا اندیشہ تھا، وہ دیوار جس کی بنیاد انتہائی کمزور آبائی دین، امتیوں کے اقوال، افعال اور مادیات کے اخلاق و عادات پر تھی، اجرائے سنت سے اس کے انہدام کا خطرہ قوی تھا، اسی لیے اس بے بنیاد (تقلید) کو روحانیات (کتاب و سنت) سے مضبوط کرنا چاہا لیکن راہِ ہدیٰ اور تقلید ناسدید کے درمیان بون بعید ہے۔ کہاں وہ شے کہ جس کا تعلق علویات سے ہو اور کہاں وہ چیز جس کا مبداء سفلیات سے ہو، کہاں قرآن و حدیث، کہاں اقوالِ رجال، سرشارانِ تقلیدِ شخصی نے ضیاءِ سنت کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کی غرض سے (خاکش بدہن) بہت کچھ کوششیں کیں مگر سوائے خیب وخسران کے کچھ حاصل نہ ہوا۔ پھر آخر کار جب ہر طرف سے مایوسی ہوئی تو اتہامات پر کمر باندھی اور لگے اہلحدیث کو بدنام کرنے، کہیں (خاکش بدہن) امام بخاری رحمہ اللہ کو کوسا، کہیں دیگر محدثین پر تبرّا بازی کی۔ کہیں جعلی توبہ نامے شائع کرائے۔

جب یہ بازار بھی سرد ہوتا نظر آیا تو یہ کہہ کر عوام کو مغالطہ میں ڈالنا چاہا کہ امام بخاری اور دیگر محدثین (معاذ اللہ) مقلد تھے، جس سے یہ نتیجہ (بناء الفاسد علی الفاسد) نکالا کہ تقلید کی تردید کرنا گویا محدثین کرام کی ذات پر حملہ کرنا ہے؛ چنانچہ اسی مضمون کا اشتہار شہر میرٹھ سے نکلا ہے، جو اس وقت ہمارے پیش نظر ہے، جس پر ہم مجملاً اظہارِ خیالات کرتے ہیں لیکن قبل اس کے کہ ہم تقلید محدثین پر قلم اٹھائیں تقلید فقہاء پر ایک نظر ڈالنا چاہتے ہیں۔ اس لیے کہ ان کی نسبت احناف کا خیال ہے کہ وہ مقلد تھے اور تقلیدی مذہب عرصہ سے چلا آتا ہے پس جب ایسے بزرگوں کا مسلک معلوم ہو جائے گا۔ ان کے فقہاء بھی مقلد نہ تھے۔ بلکہ دنیا میں کوئی مقلد ہی نہیں۔ اور تقلیدی خیال محض ایک حسنِ ظن اور اوہام پرستی پر مبنی ہے۔

پس ناظرین! پہلے ہم حنفیہ کا مسلمہ اصول متعلقہ تقلید پیش کرتے ہیں، اسے ذہن میں رکھ کر تقلیدِ فقہاء پر نظر کیجیے گا۔ آگے چل کر جب تقلید محدثین پر گفتگو ہوگی تب اسی زریں اصول کو پیش نظر فرما کر تصریحات ائمہ کا

❶ اخبار محمدی دہلی، یکم اپریل ۱۹۲۶ء، جلد نمبر ۳، شمارہ ۱۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطالعہ فرمائیے گا:

((التقلید اَلْعَمَلُ بِقَوْلِ الغیر بِغَیْرِ حُجَّۃٍ .)) ❶

((اِعْلَمْ اَنَّ التَّقْلِیْدَ عِبَارَۃٌ عَنْ اِتِّبَاعِ اِنسَانٍ غَیْرَ فِیما یقوله او یفعله متقلداً لِلحقیقة من غیر نظرٍ وَّ تَأَمُّلٍ فِی الدَّلِیْلِ کَأَنَّ ھٰذَا الْمُتَّبِعَ جَعَلَ قَوْلَ الغَیْرِ اَوْ فِعْلَهٗ قِلَادَۃً فِی عُنُقِهٖ مِنْ غَیْرِ مُطَالِبَۃِ دَلِیْلٍ .)) ❷

قال ابن الھمام فی التحریر:

((التَّقْلِیْدُ الْعَمَلُ بِقَوْلِ مَنْ لَیْسَ قَوْلُهٗ اِحْدَی الْحُجَجِ بِلَا حُجَّۃٍ .)) ❸

''یعنی بغیر دلیل کے (کسی مسئلہ پر) عمل کرنے کا نام تقلید ہے۔ کسی انسان کی اس طور پر تابع داری کرنا کہ حقیقت میں (یہ مسئلہ) اسی طرح ہے۔ اور بے سمجھے بوجھے اس کا اعتقاد کرنا چونکہ غیر (نبی کے) قول و فعل کی گلے میں (خواہ مخواہ) رسی ڈال لینا ہے۔ اور یہی تقلید ہے کیونکہ اس شخص کے قول کو بے دلیل ماننا جس کا قول دلائلِ شرعیہ میں سے نہیں ہے، تقلید ہے۔''

((و روی عن عصام بن یوسف انه قال کنت فی مأتم فاجتمع فیه اربعة من اصحاب ابی حنیفة منهم زفر بن الهذیل و ابو یوسف و عافیة بن یزید و آخر و هو الحسن بن زیاد فکلهم اجمعوا انه لا یحل لاحد ان یفتی بقولنا ما لم یعلم من این قلنا و روی عن عصام بن یوسف انه قیل له انك تکثر الخلاف لابی حنیفة فقال ان ابا حنیفة قد اوتی من الفهم ما لم نؤت فادرك بالفهم ما لم ندرکه و لم نؤت من الفهم الا ما اوتینا و لا یسعنا ان نفتی بقوله ما لم نفهم من این قال و قال الفقیه ابو اللیث رحمه اللّٰه لا ینبغی لاحد ان یفتی الا ان یعرف اقاویل العلماء یعنی ابا حنیفة و صاحبیه و یعلم من این قالوا و یعرف معاملات الناس .)) ❹

'' حضرت عصام فرماتے ہیں کہ ایک روز میں اور امام ابوحنیفہ کے چار شاگرد بیٹھے تھے کہ ہم سب نے اتفاق کیا کہ جب تک کسی کو ہمارے فتوے کی دلیل معلوم نہ ہو اسے فتویٰ دینا حرام ہے۔ نیز

❶ مسلم الثبوت، ص: ۲۸۹.

❷ شرح مغنی در اصول فقہ قلمی

❸ الطریقة المثلی، ص: ۳۷.

❹ بستان العارفین: ۱/ ۸، للعلامہ الفقیہ ابو اللیث

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام عصام سے سوال ہوا کہ حضرت! آپ تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے بہت اختلاف کرتے ہیں۔ فرمایا کہ جو فہم حضرت امام کو دیا گیا تھا ہمیں کہاں نصیب اور جو انھیں ادراک حاصل ہوا۔ وہ ہمیں کہاں حاصل۔ جب ہمیں ہمارے مطابق سمجھ ملی تو ہمیں ہرگز جائز نہیں کہ ہم امام کے فتوے پر بغیر علم و دلیل کے فتویٰ دے دیں۔ فقیہ ابو اللیث فرماتے ہیں کہ کسی کو بغیر علم و دلیل اور بغیر وسعت نظر اور اقاویل ائمہ فتویٰ دینا جائز نہیں ہے۔''

اور لیجیے اسی کے ہم معنی حنفیہ کے اس امام کا قول جو ان کی معتبر کتاب ہدایہ کا شارح ہے:

((فلا دليل على وجوب اتباع المجتهد المعين بالزام نفسه قولاً و نية و شرعاً بل الدليل بقول المجتهدين في ما احتاج اليه بقوله تعالىٰ فاسئلوا أهل الذكر.)) ❶

تقلید کی قدامت پر بھی ایک نظر ڈال جائیے۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں:

'' تا انقراض دولت شام ہیچ کس خود را حنفی شافعی نمی گفت بلکہ ادلہ را بروفق مذاہب اصحاب خود تاویل میکروند۔ و در دولتِ عراق ہر کسے برائے خود نامے معین نمود۔'' ❷

''شام کی بادشاہت کے اختتام تک کوئی شخص حنفی شافعی نہیں کہلاتا تھا۔ بلکہ اپنے مذہب کے موافق دلائل پر عمل کر لیتا تھا (یہاں تک) کہ عراقیوں نے (یہ بدعت نکالی) کہ جدا جدا نام تجویز کر لیے۔''

((و قال ابن حزم في ابطال التقليد "انما حدث التقليد في القرن الرابع ... الخ".)) ❸

یعنی تقلید چوتھی صدی کی ایجاد ہے:

((و قال شاه ولي الله رحمه الله "لم يزل الناس يسألون من اتفق من العلماء من غير تقييد لمذهب و لا انكار على احد من السائلين الى ان ظهرت هٰذه المذاهب و متعصبوها من المقلدين فان احدهم يتبع امامه مع بعد مذهبه عن الادلة مقلدا له في ما قال كانه نبي أُرسل و هذا نأي عن الحق و بعد عن الصواب لا يرضى به احد من اولي الالباب و قال

---

❶ فتح القدير: ٢٤٧/٣ مطبع نولكشور

❷ [illegible] مطبع [illegible] ص: ١٥٠

❸ [illegible] فاروقی، ص: ١١٣٠

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابو شامة ينبغي لمن اشتغل بالفقه ان لا يقتصر على مذهب امام .)) ❶

(اس عبارت کا ماحصل بھی وہی ہے جو قبل اس کے ان کی کتاب سے گزر چکا ہے) صدر اوّل میں جو دلیل کی سُؤل کی جاتی تھی اور تقلید کا نام تک نہیں تھا تو کیوں؟ اس لیے کہ خدائے قدوس نے بنی نوع انسان پر اپنی اور اپنے حبیب کی اطاعت کے بغیر کچھ بھی واجب نہیں کیا۔ اور جو شخص خواہ مخواہ اپنے پر کسی کی تابع داری کو واجب کر لے اور مذہبی بن جائے (تو علاوہ مشقت کے) اس نے ایک نئی تشریع کی بنیاد ڈال دی۔

((قال بحر العلوم اللكنوى اذ لا واجب الا ما اوجب الله تعالىٰ والحكم له و لم يوجب على احد ان يتمذهب بمذهب رجل من الائمة فايجابه تشريع جديد .)) ❷

مذہب اہل حدیث کو جدید کہنے والے بھائی ذرا غور کریں۔ ہمارے مشتہر صاحب بھی کہ جنھوں نے اپنے رسالے ''الصاعقہ'' میں اہل حدیث مذہب کو نیا کہا ہے۔ ان عبارتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے جدت مذہبی کی خرابی بھی سنیں کہ مقلد کس حد تک موحد ہو سکتا ہے:

((قال الشعرانى "ان الشريعة المطهرة جاء ت عامة و ليس مذهب اولى من مذهب فمن ادعىٰ تخصيصها بما ذهب اليه امامه من المقلدين فقد اتى بابا من الكبائر .)) ❸

''شریعت عام ہے ایک مذہب دوسرے سے بڑھ چڑھ کر تو ہے نہیں پھر جو شخص باوجود اس کے ایک امام کی تخصیص کا ادعا بھی کرے تو مرتکب کبیرہ ہے۔''

((قال العلامة الشيخ محمد حيات السندهى الحنفى المدنى رحمه الله فمن يتعصب لواحد معين غير الرسول ﷺ و يرى ان قوله هو الصواب الذى يجب اتباعه دون الائمة الآخرين فهو ضال جاهل بل قد يكون كافرا يستتاب فان تاب و الا قتل۔ فانه متى اعتقد انه يجب على الناس اتباع اخذ بعينه من هذه الائمة رحمهم الله دون الآخرين۔ فقد جعله بمنزلة النبى ﷺ و ذلك كفر .)) ❹

((و قال ايضاً و من تعصب لواحد بعينه من الائمة دون الباقين فهو بمنزلة من يتعصب لواحد من الصحابة دون الباقين كالرافضى و الناصبى

❶ كذا فى حجة الله، ص: ٦٠ ❷ شرح مسلم الثبوت، ص: ٦٦٨.

❸ كشف الغمه، ص: ١١. ❹ تحفة الانام فى العمل بحديث سيد الانام، ص: ٩

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والخارجی فهذه طرق اهل البدع والاهواء .)) ❶

یعنی پس جو شخص سوائے اتباع حضور سرور کائنات ﷺ کے تقلید شخصی پر جمود کر بیٹھے۔ اپنے امام ہی کے قول و فعل کو واجب الاتباع جانے۔ وہ شخص گمراہ علم سے بے بہرہ ہے۔ بسا اوقات بوجہ کفر تک پہنچ جانے کی صورت عدم توبہ قابل قتل ہے۔ کیونکہ ایک انسان کی اتباع اپنے پر واجب کرنا اسے نبوت کا درجہ دینا ہے اور نبوت کا مرتبہ (قولاً ہو یا فعلاً) کسی کو دینا کفر ہے۔ اور اس کے گمراہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح رافضی اور ناصبی اور خارجی بعض صحابہ کو ترجیح دیتے ہوئے دوسرے صحابہ کی تحقیر کرتے ہیں، اسی طرح یہ شخص مقلد بھی ایک امام کی تقلید کرکے دوسروں کو عملاً قابل اتباع نہیں سمجھتا ہے پس یہ سب لوگ بدعتی ہیں۔ (اللهم لا تجعلنا منهم)

انبیاء علیہم السلام کو جب پروردگار عالم نے نور دے کر مبعوث فرمایا حسب الحکم جناب باری انھوں نے اس نور کو اپنی امت کے سامنے پیش کیا۔ کفار نے حیل تقلیدی ہی سے عاملین نور توحید (انبیاء) کا مقابلہ کیا۔ انبیاء دلائل پیش کرتے مقلدین تکذیب کرتے۔

((و هذا يدل على ان الجدال في تقرير الدلائل و ازالة الشبهات حرفة الانبياء و على ان التقليد والجهل حرفة الكفار .)) ❷

”یعنی دلائل سے دلچسپی سنت انبیاء ہے اور تقلید جہالت شیوہ کفار ہے۔ نعوذ باللہ منہ۔ یہی وجہ ہے کہ جمود تقلید منزل مقصود سے کوسوں دور رکھتا ہے۔“

((قال الامام الغزالي "والسد بين المريد اربعة۔ المال والجاه والتقليد والمعصية۔ الى قوله و انما يرتفع حجاب التقليد ان يترك التعصب للمذهب ان يصدق بمعنى قوله لا اله الا الله محمد رسول الله تصديق ايمان و يحرص في تحقيق صدقه۔ الى قوله فان غلب عليه التعصب لمعتقده و لم يبق في نفسه متسع لغيره صار ذلك قيداً له و حجاب اذ ليس من شرط المريد الانتهاء الى مذهب معين اصلاً .)) ❸

”طالب معرفت الٰہی اور معرفت الٰہی کے درمیان چار چیزیں حائل ہیں۔ تقلید۔ مال۔ جاہ۔ معصیت الٰہی۔ اگر تعصب مذہبی کو چھوڑ کر ((لا اله الا الله محمد رسول الله ﷺ .)) پر سچا پکا عامل ہو جائے اور تحقیق صدق میں کوشاں ہو تو تقلید خود بخود (رفو چکر) ہو جائے گی۔ اور

❶ تحفة الانام، ص: ۹۔ ❷ كذا في التفسير سراج المنير، ص: ۱۲۰۔ ❸ احياء العلوم ۳/ ۶۵ مصری۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس پر تعصب مذہبی غالب آ جائے، اس کے دل میں اپنے مقلد امام کے سوائے کسی کی وقعت ہی نہیں رہتی تو یہ شخص اسیر مذہب ہے، معرفت الٰہی اُسے نہیں حاصل ہو سکتی۔ کیونکہ مرید کے لیے کسی مذہب کی تقلید نہیں چاہیے۔ انتھی مترجما۔''

ناقل کہتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ امام شعرانی فرماتے ہیں کہ ایک مذہب جملہ مسائل شرعیہ کو حاوی نہیں ہو سکتا۔ ❶

((المذهب الواحد بلا شك لا يحتوى على كل احاديث الشريعة الا ان قال صاحبه اذا صح الحديث فهو مذهبى فيدخل فى مذهبه كل حديث استدل به مجتهد من المجتهدين ..... الخ .))

''جب ہر ایک صاحب مذہب نے یہ کہہ دیا کہ ہر صحیح حدیث میرا مذہب ہے تو ہر مذہب کی حدیث اس مجتہد کا مذہب ٹھہری۔ مگر وہ درس بصیرت اس کے لیے ہے جو مرض تعصب سے سلامت ہو۔ انتھی۔''

اس نکتہ کو مدنظر رکھتے ہوئے امام کردی فرماتے ہیں:

((ان طريقة المشائخ الصوفية عموماً و طريقة الاكابر النقشبندية خصوصاً اتباع السنة و عدم التقليد بمذهب معين و ليس التعصب لمذهب معين من آداب القوم و اخلاقهم .)) ❷

''مشائخ صوفیہ اور اکابر نقشبندیہ کا طریقہ اتباع سنت اور عدم تقلید ہے اور ایک مذہب معین کی تقلید وہ نہیں کرتے، کیونکہ تقلید شخصی ان کے آداب و اخلاق سے کوسوں دور ہے۔''

((قال السيوطى رحمہ اللہ "هل اباح مالك و ابو حنيفة و الشافعى قط تقليدهم حاشا لله من هذا بل انهم قد نهوا عن ذلك و منعوا منه ...... الخ .)) ❸

''کیا حضرات ائمہ (مالک، ابوحنیفہ، شافعی رحمہم اللہ) نے تقلید کو مباح کہا ہے؟ ہرگز نہیں! بلکہ انھوں نے اس سے سخت روکا ہے بلکہ اپنی اور غیر کی تقلید سے منع کیا ہے۔''

حضرات دیکھیے! یہ ان علماء کے اقوال ہیں جنھیں اکابر حنفیہ وصوفیہ شمار کیا جاتا ہے۔ جن کی مؤلفات

---

❶ كذا قال فى كشف الغمه، ص: ١٣

❷ فيض الفيوض، ص: ١١١، مطبوعه فاروقى.

❸ فيض الفيوض، ص: ١٠٣، مندرجه رسائل تسعه مطبعه فاروقى دهلى

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مفتیانِ مذہب حنفی کا مرجع اور مدعیانِ تصوف کی مایہ ناز ہیں، جب ایسے ایسے جلیل القدر فقہاء تقلید کو ضلالت، تعصب و تقلید مذہبی کو کفر و شرک اور مانع معرفت الٰہی خیال کرتے ہیں تو تقلید کہاں رہی اور حسب تصریح ائمہ مذکورین مقلدین جامدین کو کس فریق میں شمار کرنا چاہیے۔

اب ہم ایک بہت بڑے حنفی بزرگ کا قول نقل کرتے ہیں یعنی علامہ ابن عابدین حنفی فرماتے ہیں:

((فاخرج نفسك من ظلمة التقليد و حيرة الاوهام واستضيء بمصباح التحقيق في هذا المقام.)) ❶

''حنفی دوستو! تقلید کے ظلمات سے نکل کر چراغ تحقیق ہاتھ میں لے کر تحقیق و تفتیش کا راستہ ڈھونڈھو۔''

مشتہر صاحب! ہم کہاں تک تردید تقلید میں اقوالِ علماء سے آپ کو تعارف کرائیں۔ ان کے استقصار کے لیے تو ایک دفتر درکار ہے۔ یہ تو مشتے نمونہ از خروارے ہے۔ افسوس کہ آپ کو اگر اپنے ہی گھر کی خبر ہوتی تو محدثین کو مقلد ثابت کرنے کی بجائے، فقہاء کی تقلید ثابت کرتے، خیر حق شاگردی ادا کیجیے اور زیادہ تفصیل اعلام الموقعین اور معیار الحق میں دیکھیے۔ ان شاء اللہ حجاب تقلید رفع ہوتے ہی معرفت الٰہی حاصل ہو جائے گی۔

اب ہم اہل حدیث کا نظریہ پیش کرتے ہیں۔

حضرت مولانا اسماعیل شہید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بلکہ ہمیں قدر کافی است کہ وقتیکہ حاجتے پیش آید از کسے اندیشاں (علماء) استفسار کردہ شود نہ آنکہ ارادہ و تقلید ہم مثل ایمان بالانبیاء از ارکان دین شمردہ شود۔ ولقب حنفی و قادری بمشابہ لقب مسلمان و سنی اظہار کردہ شود و امتیاز از شافعیاں و چشتیاں مثل امتیاز از کفار در روافض از لوازم تدین شمردہ شود و انتقال را از مذہب بمذہبے یا طریقہ بطریقہ مثل ارتداد و ابتداع و بغی موجب قتل ہتک معدود کردہ شود۔ ❷

''عامی کو صرف اتنا کافی ہے کہ جب کوئی مسئلہ پیش آئے تو کسی عالم سے دریافت کرے۔ نہ یہ کہ ان کی تقلید کو ایمان بالانبیاء کی طرح ارکانِ دین سے شمار کرے۔ اور لقب حنفی قادری کو لقب مسلمان وسنی کی طرح ظاہر کرے۔ اور شافعیوں اور چشتیوں سے امتیاز مثل امتیاز از کفار و روافض لوازم دین سے خیال کرے اور ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف انتقال کو موجب قتل تصور کرے۔ یعنی جس طرح مرتد و باغی واجب القتل ہے اسی طرح اس پر بھی یہی حکم لگا دیا جائے۔''

---

❶ در المختار: [illegible]

❷ [illegible]

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

’’وعنوان و شعار خود محمدیہ خالصہ وتسنن قدیم باید داشت نہ تمذہب بمذہب خاص و انسلاک در طریقہ مخصوصہ بلکہ مذاہب وطرق را مثل دکاکین عطارین باید شمرد و خود را از منسلکان جند محمدی ۔۔۔الخ۔‘‘

’’اور اپنی وضع قطع اور نشان سنت قدیمہ اور محمدیت خالص کو مذہبی علامت جانے کسی خاص مذہب یا مشرب کا پابند نہ ہو۔ اور جملہ مذاہب کو مثل عطار کی دوکانوں کے جانے اور اپنے کو لشکر محمدی میں سے شمار کرے۔ اللھم ارزقنا۔‘‘

مولانا رحمہ اللہ کی یہ عبارت اپنے مطلب میں صاف ہے کہ کس طرح محمدیّت کی تعریف اور حنفیت سے نفرت دلائی ہے۔

اب ہم اس مضمون کو ختم کرتے ہیں چونکہ مشتہر صاحب نے تقلید محدثین کو ثابت کرکے فقہ حنفیہ کو کتب دینیہ ثابت کرنے کی بے سود کوشش کی ہے۔

ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ نمبروں میں اس کی حقیقت طشت ازبام کی جائے گی اور مولانا محمد صاحب کی تصدیق میں علمائے حنفیہ کی تحریرات پیش کی جائیں گی۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین.

والسلام

حررہ الاحقر ابو الطیب محمد عطاء اللہ بھوجیانی الامرتسری

متعلم مدرسہ حمیدیہ، صدر بازار دہلی

(اخبار محمدی، دہلی، جلد۳ شمارہ۱۴، یکم اپریل ۱۹۲۶)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرات محدثین اور عدم تقلید

انتساب واجتہاد:

ز تقلید اندیشہ بس واجب ست
تحقیق طلب کہ دین تقلید
کہ تقلید پابند ہر طالب ست
کفر است نزد اہل توحید
گر نہ بیند بر دو شپرہ چشم
چشمہ آفتاب راچہ گناہ

''محمدی'' (شمارہ نمبر۱۴، جلد۳) میں بدلائل قویہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ مدعیان تقلید کے معتمد علماء وفقہاء حنفیہ وغیرہ سب کے سب غیر مقلد تھے۔ یعنی تقلید کو شرک وکفر، ارتکاب تقلید کو اندھا پن قرار دے رہے ہیں۔ محدثین کرام کی شان تو مسلمہ طور پر فقہاء سے بدرجہا اعلیٰ وارفع ہے۔ جو کئی کئی ہزار احادیث نبویہ کے حفاظ تھے۔ جنھیں قوت استنباط، استخراج مسائل، ضبط مشکلات، حلِ لغات، کتاب وسنت کے خاص وعام، ناسخ و منسوخ، مجمل ومبین کے اندر کافی سے زیادہ ملکہ ہونے میں فقہاء سے کئی درجہ زیادہ فضیلت حاصل ہے۔ وہ بھلا کیوں ربقہ تقلید گلے میں ڈال کر غیر نبی کی غلامی کو مول لینے لگے۔ لیکن بفحوائے اَلْمَرْءُ یَقِیْسُ عَلٰی نَفْسِہٖ بقول شخص ''بلی کو چھیچھڑے کے خواب'' تقلید پرستوں کو ہر طرف اپنا ہی عکس نظر آتا ہے۔ پاک بازوں کو بھی اسی اندھی تقلید میں دیکھنا چاہتے ہیں، جس میں خود اندھے ہو رہے ہیں۔ چنانچہ میرٹھی رسالہ صاعقہ (علی اہل التقلید) میں اثبات تقلید کی سب سے بڑی دلیل یہ پیش کی ہے کہ محدثین کرام خصوصاً اصحاب صحاح علی الخصوص سید المحدثین حضرت امام بخاری رحمہ اللہ (خاکش بدہن) مقلد تھے۔ عاشق الصاعقہ کے پیش کردہ دلائل بالکل لچر اور پوچ ہیں۔ کیونکہ عبارات منقولہ میں لفظ (مَعدُودٌ) شمار کیا گیا۔ مُنتَسَب (نسبت کیا گیا) بصیغہ مجہول ہیں۔

جس سے ثابت ہوتا ہے کہ لوگوں نے محدثین کو (بقول تمہارے) مقلدین میں شمار کیا ہے۔ انھوں نے خود کسی امام کی طرف اپنی نسبت نہیں کی۔ ورنہ صیغہ معروف لایا جاتا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناظرین! آپ تعریف تقلید وغیرہ تو دیکھ چکے اب تعریف اجتہاد، شروط اجتہاد، تقسیم مجتہدین پر نظر ڈالیے اور تقلید اور مقلدین اور اجتہاد و مجتہدین کا مقابلہ کر کے حق کو داد دیجیے۔

پس سنیے! کسی شرعی حکم کو استنباط سے پہچاننا اپنی طاقت خرچ کر کے اس کا نام اصطلاح فقہاء میں ''اجتہاد'' ہے۔ [1]

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجتہد کی شروط یہ ہیں کہ کتاب و سنت متعلقہ احکام کا عالم، اقسام سنن، متواتر، متصل، مرسل، علم جرح تعدیل میں ماہر خاص و عام، مجمل وبین، ناسخ ومنسوخ کا واقف صحابہ و تابعین کے اجماعی واختلافی اقوال پر حاوی، قیاس کے جملہ اقسام ولغت عرب ونحو وغیرہ میں مہارت تامہ رکھتا ہو۔''

ایسا شخص مجتہد ہوتا ہے کذا نقل عنه المحدث الدهلوی رحمہ اللہ فی الانصاف. (ص: ۵۳، مطبوعہ جیون پرکاش دہلی) واضح رہے کہ حنفیہ نے جو شرط اجتہاد بیان کیے ہیں وہ اس سے کئی درجہ آسان ہیں، میں نے جو ایک منتسب الی الشافعی رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے تو محض اس لیے کہ باوجود سخت ہونے شروط اجتہاد اصول شافعیہ کے محدثین کے اندر پھر بھی یہ شروط بہت عمدہ طور پر پائے جاتے ہیں۔

تقسیم مجتہدین مستقل غیر مستقل:

مجتہد مستقل میں تین امتیازی شروط کا ہونا ضروری ہے۔

((قال المحدث الدهلوی رحمہ اللہ فی الانصاف احدها ان یتوقف فی الاصول والقواعد التی یستنبط منها الفقه و ثانیها ان یجمع الاحادیث والآثار فیحصل احکامها و یتنبه لمآخذ الفقه منها و یجمع مختلفها فیرجح بعضها علی بعض و یعیّنُ بعض محتملها و ثالثها ان یفرع التفاریع التی ترد علیه مما لم یسبق بالجواب فیه من القرون المشهود لها بالخیر انتهی ملخصاً.))

چونکہ ہمارے ترجمہ میں مختلف قسم کی چہ میگوئیاں کی جائیں گی۔ لہٰذا ہم اس عبارت کا ترجمہ مترجم کتاب سے نقل کر دیتے ہیں کیونکہ مصنف سیف [illegible] نے حجۃ اللہ کی ایک عبارت کا صحیح ترجمہ کیا تھا، اس پر عاشق صاعقہ بہت برہم ہوتے ہیں۔ ترجمہ ملاحظہ ہو۔

''ایک یہ کہ اصول اور قواعد میں تعریف کرے جس سے فقہ مستنبط ہے۔ دوسرے یہ کہ احادیث و آثار کو جمع کرے، اس کے احکام کو حاصل کرے اور اس سے ماخذ فقہ پر خبردار ہو جائے۔ بعض کو بعض پر ترجیح اور بعض محتمل کو معین کرے۔ تیسری یہ کہ جتنی تفریعیں اس پر کی جاتی ہیں جن کا

[1] ھدایۃ السائل، ص: ۴۲۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب قرون ثلاثہ میں نہیں ہوا ان سب کی بھی تفریع کرے۔'' انتھی ما فی الترجمۃ ❶

اور نواب صاحب مرحوم امام نووی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں:

''کہ مستقل آنست کہ معرفت احکام شرعیہ از کتاب وسنت واجماع وقیاس پیدا کند۔ ومقید بمذہبی نباشد یعنی منتسب نبود واز زماں طویل مفتی مستقل مفقود شدہ۔ انتھی مختصراً'' ❷

''مجتہد مستقل وہ ہے کہ جو احکام شرعیہ کو قرآن وحدیث اور اجماع وقیاس سے پیدا کرے۔ اور کسی مذہب کا مقید (مقلد) نہ ہو۔''

غیر مستقل کی کئی قسمیں ہیں ایک قسم مجتہد مطلق منتسب ہے جس کی تعریف انصاف کے (ص:۴۷) میں اس طرح ہے:

''مجتہد مطلق منتسب سے میری مراد وہ شخص ہے کہ جو ترجیح دے سکتا ہے اور جس امام کی طرف وہ منسوب ہے اس کے مذہب میں جو رائے غالب ورائج ہے اس کی مخالفت کر سکتا ہے۔''

شاہ صاحب مرحوم اقسام مستقل کے بعد ارشاد فرماتے ہیں:

((والمجتهد المطلق المنتسب هو المقتدی المسلم له فی الخصلة الاولى الجاری مجراه فی الخصلة الثانية انتهى .))

''منتسب وہ شخص ہے کہ پہلی خصلت میں مجتہد مستقل کی پیروی کرے اور دوسری میں اس کے قائم مقام ہو۔'' ❸

((و نقل المحدث الدهلوی رحمه الله من كتاب الانوار ما لفظه الثانی (من اصناف المنتسبين) البالغون الى رتبة الاجتهاد والمجتهد لا يقلد احدا و انما ينتسبون اليه لجريهم على طريقته فی الاجتهاد و استعمال الادلة و ترتيب بعضها على بعض انتهى ما فی "الانصاف" (ص: ٥١ ملخصاً))

و نقل السيد العلامة النواب رحمہ اللہ (و) رياست العلم عن العلامة النووی رحمه ما لفظه:

''(غیر مستقل منتسب) آنکہ مقلد امام خود نہ باشد نہ در مذاہب یعنی فروع نہ دارد ونسبت او بجہت سلوک طریق امام باشد در اجتہاد شاہ ابو اسحاق گفتہ این صفت اصحاب ما بود یعنی کبار ائمہ شافعیہ۔

انتهى ما فی "هداية السائل" (ص: ٣٢، ٢٥)" نقلاً عن شرح المهذب ملخصًا.

❶ ص: ٧٥، و ص: ٥٥.   ❷ هداية السائل ص: ٥٣٢.   ❸ انصاف ص:۵۵، مع ترجمہ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((و قال خاتمة المحقق الحنفية العلامة عبد الحی لكنوی رحمه الله، و هو ای المجتهد المطلق المنتسب ان ينتسب الى امام معين من الائمة المجتهدين لكن لا يقلد لا فی المذهب و لا فی الدليل لاتصافه بآلات الاجتهاد و انما انتسب اليه سلوكه طريقه الاجتهاد انتهى ما فی النافع الكبير ملخصًا .))

خلاصہ ان تمام عبارتوں کا یہ ہے کہ جو شخص شروط اجتہاد میں پورا ہو۔ لیکن اجتہاد کے اندر کسی ایک امام کی پیروی کرے۔ جس طرح اس امام نے اجتہاد کیا اسی طرح یہ بھی اجتہاد کرے تو وہ مجتہد ہوتا ہے۔ وہ کسی کی کسی بات میں بھی تقلید نہیں کرتا۔ کیونکہ مجتہد کو زیبا نہیں کہ وہ کسی کی تقلید کرے۔

اجتہادِ محدثین:

جناب مولانا عاشق "الصاعقه بالقابه رزقه الله تعالیٰ ایّاها" مشتہر میرٹھی جہاں کہیں "انتساب" وغیرہ کا لفظ پاتے ہیں کودنے لگتے ہیں پھولے نہیں سماتے۔ لیکن غریب کوچۂ تحقیق سے محض نابلد ہے۔ کیونکہ انتساب سے تقلید ہرگز ہرگز ثابت نہیں ہوسکتی۔ بلکہ یہ لفظ مبارک اثبات اجتہاد محدثین پر روشن دلیل ہے۔ مولانا مذکور یہ بالکل ثابت نہیں کر سکے۔ اور نہ ہی کسی معتبر مؤرخ کا قول یوں نقل کیا ہے کہ فلاں محدث فلاں امام کا مقلد تھا۔ اہلحدیث کا دعویٰ اور مبنی بر وثوق دعویٰ ہے کہ مقلدین ہرگز تقلید ثابت نہ کر سکیں گے۔ ((و لو كان بعضهم للبعض ظهيرا .))

لیکن اے صاعقہ پسندو! میں آپ کو بالتصریح دکھاؤں کہ محدثین مقلد نہ تھے۔

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((ليس مِنْهُمْ اَحَدٌ قَلَّدَ رَجُلًا .)) [1]

"محدثین میں کوئی ایسا نہیں گزرا جو تقلید کا مرتکب ہو۔"

حجۃ الہند شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں: جب محققین اہل حدیث نے فن روایت اور درجاتِ حدیث خوب مکمل کر لیے تو اس کے بعد ان کی توجہ فقہ کی طرف مائل ہوئی انھوں نے جب دیکھا کہ بہت سی احادیث اور آثار فقہاء ہر ایک مذہب کے مخالف ہیں۔ اسی واسطے متقدمین میں سے خاص کسی امام کی تقلید پر اتفاق نہیں کیا بلکہ انھوں نے احادیث نبوی، صحابہ، تابعین اور مجتہدین کے آثار کا تتبع کرنا شروع کیا، اوروں کے لیے انھوں نے ایسے قواعد کی بنا ڈالی جن کو اپنے ذہنوں میں انھوں نے

[1] هداية السائل، ص: ۵۳۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خوب راسخ کرلیا تھا۔'' انتہی مختصراً۔ ❶

شاہ صاحب مرحوم کی یہ عبارت بانگ دہل پکار رہی ہے کہ محدثین کے اندر استقلالی اجتہاد کے شروط موجود تھے اگر کہا جائے کہ اگر یہ لوگ مجتہد تھے تو انھیں شافعی وغیرہ کیوں کہا جاتا ہے؟ تو جواب اس کا یہ ہے کہ اہل حدیث جس مذہب سے زیادہ موافق ہوا کرتے تھے اسی مذہب سے منسوب کر دیے جاتے تھے۔ جیسے کہ نسائی اور بیہقی امام شافعی کی طرف منسوب کیے گئے۔ انتہی ❷

((کان اصحاب الحدیث ایضاً قد یُنسَبُ الی احد المذاهب لکثرة موافقة له کالنسائی والبیهقی ینسبان الی الشافعی انتهی.)) ❸

اگر بنظرِ انصاف دیکھا جائے تو امرِ واقع بھی یہی ہے کہ کیونکہ اگر وہ بزرگ مقلد ہوتے تو اپنے اپنے اماموں کی مخالفت نہ کرتے۔ ان کی مخالفت دلیل بر عدم تقلید ہے۔

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابن وہب واشہب اور ابن الماجشون وغیرہ مالکیہ، امام مالک رحمہ اللہ کے مقلد نہیں تھے اور نہ ہی امام ابو یوسف ومحمد وطحاوی وغیرہ حنفیہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مقلد تھے اور مزنی رحمہ اللہ وامام ابن خزیمہ وغیرہ شافعیہ بھی امام شافعی رحمہ اللہ کی تقلید سے کوسوں دور تھے کیونکہ ان میں سے ہر ایک نے ان ائمہ کی کئی مسائل میں مخالفت کی تھی۔ ❹

ہمارے مخاطب جناب میرٹھی عاشق الصاعقہ نے اپنے رسالہ میں جہاں محدثین کے مقلد ہونے کی فہرست دی ہے، ان میں اپنے پیشوا امام طحاوی رحمہ اللہ حنفی اور امام ابن حجر عسقلانی اور غالباً امام ابن خزیمہ کو بھی امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے مقلد بتلایا ہے۔

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ آپ غلبہ حب معشوقہ کی وجہ سے مصعُوق ہیں اور اسی عالم محویت میں جو جی میں آیا کہہ مارا ورنہ امام طحاوی کا یہ قول ضرور انھیں نظر آجاتا:

((او کلما قال ابو حنیفة اقول به و هل یقلد الا عصبی.)) ❺

''کیا جو ابوحنیفہ کہیں گے میں وہی کہوں گا تقلید کا مرتکب تو متعصب ہوتا ہے۔'' (کچھ شرم آئی کہ نہیں)

قاری صاحب! اگر قراءتِ وظیفہ تقلید سے فراغت نہیں تھی تو مولانا عبدالحیٔ مرحوم کا کلام ہی دیکھ لیتے

---

❶ آیات اللّٰہ الکاملہ ترجمہ حجۃ اللّٰہ البالغہ، مطبوعہ اسلامیہ لاہور، ص: ۲۲۷)

❷ آیات اللّٰہ الکاملہ، ص: ۲۳٤.

❸ حجة الله البالغه، ص: ۱۵۲ مطبوعہ مصر.

❹ انتہی حاصل الترجمہ من ھدایۃ السایل، ص: ۵۳٤.

❺ لسان المیزان، اشاعة السنة: ٦/٦٧ نمبر: ۹.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا ممدوح حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ محدث دہلوی سے نقل فرماتے ہیں:

((ان مختصر الطحاوی رحمہ اللہ یدل علی انہ کان یجتھد او لم یکن مقلدا للمذھب الحنفی تقلیداً محضا فانہ اختار فیہ اشیاء تخالف مذھب ابا حنیفۃ لما لاح لہ من الادلۃ القویۃ انتھی ملخصاً معربا .)) ❶

''طحاوی کی مختصر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مذہب حنفی کے مقلد نہیں تھے کیونکہ جہاں کہیں ادلہ قویہ حنفیہ کے مخالف انھیں ملیں، وہیں انھوں نے مخالفت کر دی ہے۔ بلکہ وہ مجتہد مطلق منتسب تھے۔''

محرر سطور کہتا ہے کہ امام طحاوی رحمہ اللہ یہ بھی کہہ دیتے ہیں:

((فما قال ابو حنیفۃ فھو باطل کما لا یخفی علی من طالع شرح معانی الآثار کذا قال العلامۃ الانبالوی .))

''جو ابو حنیفہ نے کہا ہے وہ باطل ہے۔ جیسا کہ اس پر مخفی نہیں جس نے شرح معانی الآثار کا مطالعہ کیا ہو۔ علامہ انبالوی نے ایسے ہی کیا ہے۔''

اب سنیے امام ابن خزیمہ فرماتے ہیں:

((ما قَلَّدت منذ بلغ سنی عَشَرَ سَنَۃٍ .)) ❷

''یعنی میں جب سے دس سال کا ہوا ہوں کبھی تقلید نہیں کی۔''

تعجب تو یہ ہے کہ محدثین کہتے ہیں کہ ہم تقلید نہیں کرتے اور وہ تقلید سے منع کیا کرتے تھے۔ لیکن تقلیدی ملا خواہ مخواہ انھیں تقلیدی رسی میں پرونا چاہتے ہیں۔ فیا للعجب!!!

باقی رہے مجتہد العصر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ صاحب فتح الباری؟ سو انھوں نے بھی تقلید کی خوب تردید کی ہے۔ ❸

اب ایک خفیف سا اشکال باقی رہتا ہے کہ یہ بزرگ ایک امام کے طریق استدلال کے پیچھے کیوں لگتے تھے، ان کا پیچھے لگنا دلیل تقلید ہے؟ اس اشکال کا رفع یہ ہے کہ بے دلیل پیچھے لگنے کا نام تقلید ہے جیسے گزر چکا ہے اور جب با دلیل تابعداری کی جائے، اس کا نام اتباع ہے جیسے کہ ظاہر ہے جس کسی بزرگ کو جس امام کا طریق اجتہاد اچھا لگا اور جس کا قول ارجح از روئے دلیل پایا اس کی اتباع اختیار کر لیتا تھا۔

"کما نقل السید العلامۃ المجدد البوفالی عن النووی رحمہ اللہ:

---

❶ التعلیقات السنیۃ، ص: ١٨.

❷ التعلیقات السنیۃ، ص: ٤٠١.

❸ ملاحظہ ہو: فتح الباری، ص: ٢٨٠٤١٨٠٤٥، (انصاری).

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وصحیح آنست کہ اصحاب ما میگویند کہ اتباع شافعی کردیم بجہت آنکہ طریق را در اجتہاد اصل طرق یافتیم واقوال اورا ارجح دیدم انتہی'' ❶

خیر میں ایک اٹل فیصلہ نقل کرکے رخصت ہوتا ہوں۔

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((لَمْ اَجِدْ اَحَدًا یوصف بِالعِلْمِ قَدِیْمًا وَ حَدِیْثًا یستجیز التقلید و لَا یَأْمُرُ به .)) ❷

''ہم نے کوئی ایسا اہل علم نہیں پایا جو تقلید کو جائز بھی کہتا ہو۔ اور نہ ہی کسی نے حکم کیا ہے۔''

قارئین کرام دیکھئے کیسی وضاحت ہے کہ کوئی اہل علم تقلید کو جائز نہیں کہتا۔ لیکن میرٹھی عاشق صاعقہ پھر بھی حب معشوقہ کی سرشاری میں تقلید محدثین کا وظیفہ رٹتا چلا جا رہا ہے۔

((هداه الله الى سبيل الرشاد نعوذ بالله من سوء الفهم .))

الغرض مذکورہ بالا براہین نیرّہ سے ثابت ہو گیا کہ محدثین میں کوئی مقلد نہ تھا، انتساب بوجہ غلبہ سلوک بطریق اجتہاد امام منتسب ہے نہ بوجہ تقلید کے، پس اشاعت مستقبلہ میں اجتہاد البخاری وارباب الصحاح وغیرہ پر بحث ہوگی۔ ان شاء اللہ ھذا والسلام .

کتبہ

الاحقر ابوالطیب محمد عطاء اللہ بن الحسین

از بھوجیاں ضلع امرتسر پنجاب

اخبار محمدی دہلی جلد ۳ شمارہ ۱۷-۱۸

۱۵ مئی، یکم جون ۱۹۲۶ء

---

❶ ما في هداية السائل ،ص : ٥٣٢، ملخصاً .

❷ هداية السائل ، ص : ٣٤_ ٥٠ .

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرات محدثین اور عدم تقلید

انتساب و اجتہاد

''آمدم برسرِ مطلب'' تقلید و انتساب و اجتہاد کے متعلق اصولی تحقیق کے بعد اب اجتہاد البخاری وغیرہ من ارباب الصحاح پر ایک تفریعی نظر کی جاتی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ و مولانا نواب سید محمد صدیق حسن خان صاحب کی جن عبارتوں سے ''ارباب صحاح'' کا منتسب'' ہونا مفہوم ہوتا ہے، صاحب صاعقہ انھیں دلیل میں لایا ہے، آج اس دلیل کی حقیقت پر غور کیا گیا ہے۔

تقلید ایک ایسی بلا ہے کہ انسان کو براہین نیرہ کی تردید پر آمادہ کر دیتی ہے۔ مصنفات مقلدین ائمہ پر نظر رکھنے والوں پر مخفی نہیں کہ وہ ایڑی سے چوٹی تک کا زور اپنے مذہب کی تائید، مخالف کی تردید میں صرف کر دیتے ہیں۔ اپنی ضعیف سے اضعف دلیل کو صحیح، حسن یا کم از کم مؤید از اجماع قرار دے کر غیر کی صحیح بلکہ اصح کو ضعیف، کمزور یا مخالف اجماع کہہ کر ٹال دیتے ہیں۔ باور نہ ہو تو کتب فقہیہ مذاہب اربعہ کو ایک نظر دیکھ لیا جائے۔ محدثین کرام ادخلهم الله في اعلى المقام کی مجتہدانہ نظریں، بھلا ان عامیانہ، مقلدانہ تنگ نظریوں کی کیسے قید ہو سکتی تھیں؟ انھوں نے اپنی مؤلفات میں ہر قسم کی احادیث کو جمع کیا ہے۔ کسی مذہب کی پاسداری کا خیال تک نہیں فرمایا۔ نقد و تبصرہ اس وسعت نظری سے فرماتے ہیں کہ مقلدین کو خواب میں بھی نصیب نہ ہو۔ ہر ایک امام کی کسی نہ کسی مسئلہ میں ضرور مخالفت کی ہے۔

سید المحدثین امام بخاری رحمہ اللہ نے بیسیوں جگہ ائمہ کا خلاف کیا ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ دسیوں مقام پر کسی امام کی پروا نہیں کرتے۔ غرض کتاب و سنت کے ہوتے ہوئے کسی کی نہیں سنتے غالباً بلکہ یقیناً یہی وجہ ہے کہ اربابِ صحاح کے انتساب میں اختلاف ہے۔ اگر ایک صاحب انھیں شافعی بتاتے ہیں تو دوسرے صاحب حنبلی بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی انصاف، ص: ۵۹، میں فرماتے ہیں:

((اما ابوداود و الترمذی فهما منتسبان الی احمد واسحاق و كذالك ابن ماجه والدارمی انتهى مختصراً .))

''ابوداؤد، ترمذی کا انتساب امام احمد و امام اسحاق کی طرف کیا گیا ہے۔ ابن ماجہ، دارمی بھی اسی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح ہیں۔"

مولانا انور شاہ صاحب صدر المدرسین دیوبند اپنی تقریرات "الطیب الشذی علی الجامع الترمذی" (ص:۵) میں لکھتے ہیں:

((اما مسلم فلا اعلم مذهبه، بالتحقيق و اما ابن ماجه فلعله شافعي والترمذي شافعيٌ و اما ابوداؤد والنسائي فالمشهور انهما شافعيان ولكن الحق انهما حنبليان انتهى مختصراً.))

"امام مسلم کا مذہب مجھے تحقیقاً معلوم نہیں ہے۔ امام ترمذی شافعی تھے، ابن ماجہ بھی شاید۔ امام ابوداؤد اور نسائی رحمہ اللہ کے متعلق مشہور تو یہ ہے کہ شافعی تھے لیکن امر محقق یہ ہے کہ حنبلی تھے۔"

دیکھیے صاحب! کتنا اختلاف ہے۔ ابوداود اور ترمذی کو اگر ایک طرف شافعی کہا جاتا ہے تو دوسری طرف انھیں حنبلی اور اسحاقی شمار کیا جاتا ہے۔

محدث دہلوی حجۃ اللہ، ص:۱۵۲ میں امام نسائی کو شافعی کہتے ہیں۔ شاہ انور انھیں حنبلی بتا رہے ہیں، اسی طرح امام بخاری کو بھی ہر چہار مذہب والوں نے اپنے میں شمار کیا ہے۔ ابن ماجہ کے متعلق کچھ یقین ہی نہیں۔ امام مسلم کا مذہب بھی وادی خفاء میں ہے۔ غرض عجب دھینگا مشتی اور کھینچا تانی ہو رہی ہے۔ کسے سچا کہو گے؟ جھوٹ کس کو بتاؤ گے؟

ناظرین! اب سنیے شاہ ولی اللہ صاحب کی معہودہ عبارت کا مطلب۔ حضرت شاہ صاحب نے پہلے کسی سے نقل کیا ہے کہ "علامہ ابن جریر طبری مجتہد مستقل تھے، بنابریں ان کو شافعی نہیں کہنا چاہیے۔

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ "امام ابن جریر رحمہ اللہ شافعیوں میں سے شمار کیے گئے ہیں۔ علامہ نووی رحمہ اللہ، ابو عاصم رحمہ اللہ نے ان کے شافعیہ میں سے ہونے کی دلیل شوافع سے ان کے استفادہ کو بتلایا ہے۔" پھر فرمایا ہے:

((و معنى انتسابه الى الشافعي انه جرى على طريقته في الاجتهاد و استقراء الادلة و ترتيب بعضها على بعض وافق اجتهاده اجتهاده و اذا خالف احيانا لم يبال بالمخالفة و لم يخرج عن طريقته الا في مسائل وذلك لا يقدح في دخوله في مذهب الشافعي ......الخ.))

"ابن جریر رحمہ اللہ کے منتسب الی الشافعی رحمہ اللہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ وہ امام شافعی کے طریقہ اجتہاد پر چلے ہیں اور طرز استدلال، استقراء ادلہ اور دلائل کے باہم ترتیب دینے میں بھی انہی کی روش اختیار کی ہے۔ بسا اوقات ان کا اجتہاد امام شافعی کے اجتہاد کے موافق پڑ جاتا ہے لیکن وہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام شافعی کی مخالفت کی پرواہ نہیں کرتے اور ان کے طریقہ (اجتہاد) سے سوائے چند مسائل کے خارج نہیں ہیں۔ امور مذکورہ ان کے دخول فی مذہب الشافعی ہونے میں قادح نہیں ہیں۔"

واضح ہو کہ یہ وہ علامہ ابن جریر ہیں جنھیں اکثر لوگوں نے مجتہد مستقل لکھا ہے۔ لیکن ان کو بھی اصحاب طبقات نے شافعی کہہ ڈالا ہے۔ وجہ اس کی بھی محض انتساب ہے نہ تقلید۔

خیر آگے چلیے۔ ارشاد ہوتا ہے:

((و من هذا القبيل محمد بن اسماعيل البخاري فانه معدود في طبقات الشافعية .))

امام بخاری رحمہ اللہ بھی اسی قبیل سے ہیں کیونکہ وہ بھی شافعیہ میں سے شمار کیے گئے ہیں (یعنی امور مذکورہ میں امام بخاری اور علامہ ابن جریر کی مساوی حیثیت ہے)۔

آگے چلیے:

((قال في الانصاف، ص:۵۹..... اما بخاري فانه و ان كان منتسباً الى الشافعي موافقاً له في كثير من الفقه فقد خالفه ايضاً في كثير و لذالك لايعد ما تفرد به من مذهب الشافعي انتهى .))

"اگرچہ امام بخاری شافعیؒ کی طرف منتسب ہیں کیونکہ اکثر مسائل فقہیہ میں امام بخاری شافعی کی طرف منتسب ہیں کیونکہ اکثر مسائل فقہیہ میں اُن کے موافق ہیں لیکن بہت مقامات پر شافعی رحمہ اللہ کی مخالفت بھی کی ہے۔ اسی لیے ان کے تفرد کی ذمہ داری شافعی مذہب پر نہیں ہے۔"

اس قدر طویل تمہید کے بعد اب اس عبارت کی حقیقت سنیے جو "تقلید البخاری" کے ثبوت میں پیش کی گئی ہے۔

مذکورہ بالا عبارت کے بعد شاہ صاحب ممدوح فرماتے ہیں:

((و ممن ذكره في طبقات الشافعية الشيخ تاج الدين السبكي و قال انه تفقه بالحميدي والحميدي تفقه على الشافعي انتهى .)) [1]

"سبکی رحمہ اللہ نے امام بخاری رحمہ اللہ کو طبقات شافعیہ میں داخل کیا ہے اور دلیل یہ بیان کی ہے کہ وہ امام حمیدی کے شاگرد تھے اور حمیدی شافعی کے شاگرد تھے۔"

میں کہتا ہوں کہ سبکی رحمہ اللہ نے یہ ابو عاصم سے نقل کیا ہے، اس کے آگے لکھا ہے:

[1] ما في 'الانصاف'، ص: ۵۰.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((و قال ابو عاصم، انه سمع من الكرابيسى و ابى ثور و الزعفرانى و تفقه على الحميدى و كلهم من اصحاب الشافعى.))

حاصل یہ ہے کہ امام بخاری امام شافعی کے بالواسطہ شاگرد ہونے کی وجہ سے شافعیہ میں سے شمار کیے گئے ہیں۔

جواب: امام بخاری رحمہ اللہ کو شافعی لکھنے والوں کا مرجع ''طبقات سبکی'' ہے، اس لیے اس کی حقیقت بتلا دینا ضروری ہے۔ سو واضح ہو کہ امام تاج الدین سبکی رحمہ اللہ نے ایک کتاب لکھی ہے۔ ''طبقات کبریٰ'' جو چھ جلدوں میں چھپ چکی ہے، اس میں انھوں نے صرف شوافع کے سوانح لکھے ہیں۔ ان میں امام بخاری کو بھی لکھا ہے بس لے دے کر یہی ایک دلیل امام بخاری کے شافعی المذہب ہونے کی ہے۔ لیکن اسے وہی پیش کر سکتے ہیں جنھوں نے طبقات کو کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھا۔

سنو! سبکی نے تو ان لوگوں کو بھی شافعیہ میں سے شمار کیا ہے، جو یقیناً کسی کے مقلد نہ تھے۔ چنانچہ داود ظاہری (امام اہل الظاہر) کو بھی شافعیہ میں سے شمار کر لیا ہے۔ ❶

مذاہب اربعہ کے چوتھے امام جن کا اسم گرامی احمد بن حنبل ہے، جو بالاتفاق مجتہد مستقل ہیں مگر سبکی نے انھیں بھی شافعی لکھ ڈالا ہے۔ ❷

کہو دوستو! امام احمد کو بھی امام شافعی کے مقلد کہو گے، اگر کہہ دو تو بہت اچھا ہو کہ چار مذہب کے تین ہی رہ جائیں ایک فرقہ تو مٹے، اتنی فرقہ بندی تو کم ہو۔

اصل بات یہ ہے کہ جس کا عدم فہم غلطی کا باعث ہو رہا ہے کہ مصنف طبقات نے ہر اس عالم کو جسے امام شافعی رحمہ اللہ سے نسبت تلمذ ہے، شافعی شمار کر لیا ہے۔ یہ اس کی اپنی اصطلاح ہے۔ چنانچہ پہلے طبقہ کی بابت یوں رقمطراز ہے:

((الطبقة الاولى فى الذين جالسوا الشافعىّ.))

''پہلا طبقہ شافعیہ کا وہ ہے جو امام شافعی سے ہم مجلس ہوئے۔''

جیسے کوئی آج کل شاہ عبدالعزیز صاحب کے طبقات لکھنے بیٹھے تو ہر اس شخص کو جس نے ذرا بھی اُن سے استفادہ کیا ہو اس میں لکھ دے، قطع نظر اس سے کہ وہ سنی ہو یا شیعہ، رافضی ہو خارجی، محمدی ہو یا حنفی۔

بس یہی ہے حقیقت طبقاتِ سبکی کی۔ وجہ یہ ہے کہ اس نے امام اہل السنۃ والجماعۃ جیسے مسلمہ مجتہد،

❶ صفات: ۲/ ۴۳ ❷ طفات: ۱/ ۱۹۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاحب مذہب مستقل ہستی کو بھی شافعیہ میں لکھ دیا ہے۔ علاوہ ازیں اگر صرف نسبت تلمذ ہی سے تقلید ثابت ہو سکتی ہے، تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بھی امام مالک رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں (سیرۃ النعمان) لہٰذا وہ بھی مقلد امام مالک رحمہ اللہ کے ہوئے۔ بنا بریں تقلید امام ابوحنیفہ رفو چکر ہوگئی اور سب حنفیہ مالکی ہو گئے اور امام شافعی بھی امام مالک کے شاگرد ہیں لہٰذا وہ بھی مالکی ہو گئے اور سب شافعیہ مالکیہ بن گئے۔ ایک امام احمد کا مذہب گیا ایک امام ابوحنیفہ کا گیا، ایک امام شافعی کا گیا۔ لے دے کے ایک ہی مذہب رہ گیا خدا کرے یہ بھی جاتا رہے اور سب مسلمان متفق ہوکر براہِ راست حبل اللہ قرآن وحدیث کومضبوط تھام لیں۔

برادران! ان تینوں مذاہب کا نہ ہونا، میں نے نہیں لکھا بلکہ یہ اس کتاب کی عبارت ہے جس سے آپ حضرات محدثین کی تقلید ثابت کرنے بیٹھے ہیں اور اسی اصل پر دوسری کتاب کی عبارت پیش کی گئی ہے۔

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر میں آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

دیگر امام احمد، امام شافعی کے شاگرد ہیں اور شافعی مالک کے تلمیذ۔ بس امام بخاری کو شافعی کہنا بھی غلط ہو گیا۔ کیونکہ اس لحاظ سے وہ مالکی ہوئے۔ مذاہب اربعہ تو درحقیقت ایک ہی مذہب رہا۔ یعنی مالکی اور امام مالک کا سلسلۂ تلمذ ختم ہوتا ہے رسالت پناہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر۔ پس اصل ایک ہی مذہب رہ گیا یعنی محمدی۔ سبحان اللہ! اس وقت کیا ہی اچھی بات میرے دل میں ڈالی گئی کہ چونکہ یہ سب بزرگان دین دراصل آفتابِ رسالت سے اقتباس حاصل کرنے والے تھے لہٰذا سب کے سب ''محمدی'' ٹھہرے اور تقلید 'صاعقہ' کی نذر ہوگئی۔ الحمد للہ۔

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے کیا چاک دامن ماہِ کنعاں کا

قارئین کرام! ان ہی ایرادات کومحسوس کر کے مولانا شاہ انور دیوبندی نے ''تقریرات ترمذی'' (ص:۵) میں اس انوکھی دلیل کی حقیقت واضح کر دی ہے:

((فقیل ان البخاری شافعی لانه تلمیذ الحمیدی و هو تلمیذ الشافعی، اقول۔ لو کان المدار علی هذا لقیل انه حنفی لانه تلمیذ اسحاق بن راهویه و اسحاق من خاصة تلامذة ابی حنیفة انتهی مختصراً۔))

''یعنی اگر تلمذ ہی پر مقلدیت کا دارومدار ہوتا تو بخاری کو حنفی کہنا چاہیے تھا کیونکہ وہ امام ابوحنیفہ کے بھی بالواسطہ شاگرد ہیں۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور لیجیے.....!! امام بخاری رحمہ اللہ کو خوش فہموں نے بوجہ نسبت تلمذ امام احمد کے حنبلی بھی کہا ہے کیونکہ امام بخاری کا فرمان ہے کہ ''میں بغداد میں آٹھ دفعہ گیا ہر دفعہ امام احمد کی صحبت سے فیض یاب ہوا'' چنانچہ علامہ عجلونی جو علامہ شامی صاحب در المختار کے استاذ الاستاذ ہیں اپنی قابل قدر کتاب الفوائد الدراری فی ترجمۃ البخاری قلمی میں فرماتے ہیں:

((قیل انه حنبلی ذکره ابو الحسن الوافی فی اصحاب الامام احمد بن حنبل و اسند عن البخاری انه قال دخلت بغداد ثمان مرات و فی کل یجالس احمد بن حنبل انتهی.))

علامہ سندھی حنفی فرماتے ہیں کہ ''بخاری کو ہر اک صاحب مذہب نے اپنی طرف کھینچا ہے۔ یعنی اپنے میں سے شمار کیا ہے۔'' [1]

علامہ عبدالوہاب شعرانی صاحب میزان نے لواقح الانوار میں امام بخاری کو سلسلہ صوفیہ میں داخل کردیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ سب امام بخاری و دیگر اصحابِ صحاح کے مقبول بین الانام ہونے کے شواہد ہیں۔ ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ ایسی بزرگ ہستیاں ہم ہی میں سے شمار ہوں لیکن کج فہم اس سے بھی اپنی کور باطنی کا ثبوت سمجھ رہے ہیں کیوں نہ ہو:

شور بختیاں بآرزو خواہند مقبلاں را زوال نعمت و جاہ

خیر یہ تو تھی دلیل ادعا مقلدیت کی حقیقت۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ امام بخاری مجتہد مطلق و مستقل تھے۔ ہمیں اس بات کی تفصیل بیان کرنے کی ضرورت نہیں کہ امام ممدوح میں شرائط اجتہاد بدرجہ اکمل موجود ہیں کیونکہ یہ تو اظہر من الشمس ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے لیکن ہاں چند محققین کی شہادات پیش کی جاتی ہیں:

(۱) فوائد دراری میں ہے:

((کان مجتهدًا مطلقًا اختاره السخاوی.))

(۲) مولانا انور شاہ صاحب فرماتے ہیں:

((ولکن الحق ان البخاری مجتهد.))

(۳) رسالہ تسعہ مولانا ولایت علی مرحوم میں ہے:

''و مثل محمد بن اسماعیل البخاری کہ صاحب مذہب مستقل بود چنانچہ رملی او را مجتہد مستقل

[1] سندھی حاشیہ بخاری، مصری۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نوشتہ۔'' ❶

(۴) حضرت مولانا علامہ عبدالحی مرحوم فرماتے ہیں:

((فقد وجد بعدهم ايضا ارباب الاجتهاد المستقل كابى ثور البغدادى و داود الظاهرى و محمد بن اسماعيل البخارى و غيرهم على ما لا يخفى على من طالع الطبقات انتهى .)) ❷

''خلاصہ یہ ہے کہ امام بخاری مجتہد مستقل تھے چنانچہ رملی نے اسی طرح لکھا ہے۔ امام سخاوی صاحب فتح المغیث بھی اسی کو پسند فرماتے ہیں۔ طبقات پر نظر رکھنے والوں پر مخفی نہیں۔''

جب بخاری کا مجتہد مستقل ہونا ثابت ہوگیا، تو اب سنیے محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((اما من بلغ رتبة الاجتهاد المستقل فانه يخرج عن كونه شافعيا .)) ❸

''مجتہد مستقل شافعی نہیں ہوسکتا۔''

((والمجتهد لا يقلد مجتهداً .)) ❹

''مجتہد کسی کی تقلید نہیں کرتا۔''

دوسرے یہ کہ ظاہر بات ہے کہ جتنا شارح مصنف کتاب کے حالات پر آگاہی رکھتا ہے اور کوئی نہیں، کتب صحاح کے شراح نے اصحاب صحاح کو شافعی کا مقلد نہیں کہا، بلکہ علامہ قسطلانی و حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی بخوبی تردید فرما کر ہماری تائید کی ہے۔ چنانچہ علامہ قسطلانی فرماتے ہیں:

((والبخارى رحمه الله لم يتحر مذهب امام بعينه بل اعتمد على ماصح من الحديث ثم ايده بالآثار .)) ❺

''یعنی امام بخاری نے کسی مذہب کا قصد نہیں کیا بلکہ وہ صرف احادیث صحیحہ پر اعتماد کرکے آثار سے اس کی تائید کردیتے ہیں۔''

حافظ صاحب فرماتے ہیں:

((فللبخارى اسوة بالائمة الذين سلك طريقهم كالشافعى و ابى ثور

---

❶ فیض الفیوض مندرجہ رسائل تسعہ، ص: ۱۲۸، مطبوعہ فاروقی۔

❷ النافع الکبیر: ٦۔

❸ الانصاف، ص: ۲۵۔

❹ انصاف، ص: ۵۱۔

❺ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری، ص: ۸/ ۲۵۸، مطبوعہ مصر۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والحمیدی و احمد و اسحاق انتھی .)) ❶

''امام بخاری ائمہ اسلاف مثلاً امام شافعی، ابوثور، حمیدی، احمد اور اسحاق رحمہ اللہ سب کے طریقہ (اجتہاد) پر چلے ہیں اور سب کی متابعت اختیار فرمائی ہے۔ (ایک کے پیچھے نہیں چلے) علامہ سندھی بھی امام بخاری کو مجتہد فرماتے ہیں۔'' (ملاحظہ ہو سندھی حاشیہ بخاری)

اب ہم نمبر ۲ کی طرح آج بھی اپنے مضمون کو علامہ ابن حزم کی کلام ہدایت القیام پر ختم کرتے ہیں:

((ثم اتی بعد هولاء البخاری و مسلم و ابوداود و النسائی (الی قوله) ما منهم احد أتی الی امام قبله فاخذ بقوله فقلّد به بل کل هؤلآءِ نهی عن ذلك و انکره انتهی مختصراً ❷))

''یعنی امام بخاری و مسلم و ابوداود (نسائی وغیرہ) و دیگر محدثین میں سے کوئی مقلد نہ تھا بلکہ وہ تقلید سے روکتے اور اس پر سخت انکار فرماتے تھے۔ پس جب محدثین مقلد نہیں تھے تو مجتہد تھے۔''

((والمجتهد لا یقلد مجتهداً .)) ❸

ناظرین! الحمد للہ کہ کشف حقیقت مکائد میرٹھی سے ہم فارغ ہوئے۔ اس قدر تفصیلی گفتگو کے بعد بھی اگر ہٹ دھرمی کرے تو.....

اس پر بھی جو نہ سمجھے
پھر اُس بت سے خدا سمجھے

لیکن میں تو اپنے غائبانہ کرم فرما سے یہی عرض کروں گا کہ:

ضد چھوڑیے برسرِ انصاف آیئے
انکار ہی رہے گا میری جان کب تلک

و صلی اللہ علی النبی و آلہ و سلم .

والسلام راقم احقر

ابوالطیب محمد عطاء اللہ حنیف امرتسری کان اللہ لہ

اخبار محمدی، دہلی جلد ۴ شمارہ ۸ یکم جنوری ۱۹۲۷ء

---

❶ فتح الباری، ص: ۲۸۰۴۵۶، الحصارى

❷ كذ في هداية المسائل، ص: ۳۴ه.

❸ الانصاف، ص: ۵۱.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقہاء اور فقہ مروّجہ پر علماء محققین کی بے لاگ آراء ❶

مولانا ابو محمد عبدالجبار صاحب کھنڈیلوی مدفیضہم نے اخبار اہلحدیث (جلد ۲۳، نمبر ۵۱) مجریہ ۲۲، اکتوبر ۲۶ء میں عنوان بالا کے ماتحت فقہ مروجہ کے متعلق جو کچھ تحریر فرمایا ہے اور عمومی حیثیت سے فقہاء وفقہ کا جو درجہ علماء ملت کے ہاں ہے، وہ بھی پورے حوالہ سے دکھلایا ہے۔ وہ صرف عمومی حیثیت سے ہے لیکن اولاً تو دیکھنا یہ ہے کہ آیا فقہ مروجہ کی کوئی کتاب حضرت امام ابوحنیفہ سے بھی مروی ہے؟ جو ان کے مقلدین کا ماخذ ہو سکے۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں۔ تو کیا یہی دلیل عدم اعتماد فقہ مروجہ کی کافی نہیں ہے؟ ثانیاً جو اقوال ائمہ فقہ مروجہ میں مذکور ہیں بوجہ نہ ہونے سند کے ناقابل قبول نہیں ہیں؟

(۸) رسالہ عمل بالحدیث ص ۲۱ میں ہے:

''بر واقفان کتب فقہ پوشیدہ نیست کہ از امام اعظم کتابے منقول نیست کہ برآں بنائے مذہب شان نمودہ آید۔ اما اقوال چند در کتب متعارفہ مثل کنز وہدایہ وعالمگیری وقاضیخان وغیر ذالک کہ مسائل خارج از شمار یافتہ میشوند ہمہ از امام اعظم منقول نیست۔ بلکہ مسائل چند بآں امام منسوب اند و اکثرے بصاحبین وبسیارے بعلماء متقدمین دیگر و بے شمارے بہ متاخرین مثل ہدایہ وفتاویٰ وذخیرہ کہ ایشاں از فراست خود درآں مسائل ''یجوز''۔ ''ولا یجوز'' مینویسند''

''یعنی جنہیں کتب فقہ (مروجہ) پر نظر ہے ان پر مخفی نہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے فقہ کی کوئی کتاب منقول نہیں جس پر مذہب حنفی کی بنیاد پڑ سکے۔ لیکن چند اقوال مندرجہ کتب مروجہ (مثلاً کنز ہدایہ وغیرہ) جن میں بے شمار مسائل ہیں، سب کے سب حضرت امام سے ثابت نہیں، بلکہ کچھ تھوڑے ہی ان مسائل میں سے ان کی طرف منسوب ہیں (جن کی صحت بھی مشتبہ ہے) اور اکثر صاحبین کی طرف اور بہت سارے دوسرے علماء متقدمین کی طرف منسوب ہیں اور بے شمار مسائل تو ایسے ہیں جو متاخرین مثلاً مصنف ہدایہ وفتاویٰ ذخیرہ کی محنت کا نتیجہ ہیں، جنہیں انہوں نے خود بخود جائز وناجائز بنایا ہوا ہے (حالانکہ آج کل فقہ کی کل جزئیات واجب العمل سمجھی جاتی ہیں)۔''

---

❶ **(نوٹ:** یہ مضمون کی دوسری قسط ہے، پہلی قسط تاحال ہمیں نہیں مل سکی۔ تحریر کا درمیان سے شروع کرنا اگرچہ عجیب محسوس ہوگا، تاہم جو دستیاب ہوا محفوظ کرنے کی غرض سے شامل کر دیا۔ امید ہے فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ ادارہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۹۔ قال الامام الشعرانی رحمہ اللہ فاذا وجدوا عن اصحاب امام مسئلة جعلوها مذهبا لذلك الامام فهو تهور فان الامر الذی فهموه من كلامه ولا یقول به لو عرضوه علیه فمعلوم ان من عزی الی الامام كل مافهم من كلامه فهو جاهل بحقیقة المذاهب كذا فی "المیزان" [ص ۷۳.]) ❶

''یعنی ان حضرات (فقہاء) کی تو یہ حالت ہے کہ اگر امام کے شاگردوں در شاگردوں کا قول بھی پاتے ہیں، اُسے بھی امام کا مذہب قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ بڑی جرأت ہے۔ اگر امام پر یہ مسئلہ پیش کیا جاتا تو وہ ہرگز اس کے قائل نہ ہوتے۔ پس معلوم ہوا کہ ایسا شخص حقیقت مذاہب سے ناواقف ہے۔''

۱۰۔ مولانا ولایت علی مرحوم خلیفہ حضرت مولانا سید احمد بریلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''احادیث مستند ہستند واقوال مجتہد غیر مستند یعنی تحقیق حال رواۃ وثقات واشتہار شاں از شرائط ذکر است واقوال مجتہدین کہ مذکور میکنند سند آں ذکر نمیکنند از ائمہ کرام شنید واز کدام روایت میکند واحوال راویاں چیست تا کہ سند قول موافق شرائط مذکور نہ گردد آں قول چہ اعتبار دارد چہ داند کس کہ ایں قول امام است یا کسے دیگر بستہ۔'' ❷

''یعنی جس طرح احادیث میں رواۃ پر ناقدانہ بحث کر کے کھرے کھوٹے کا امتیاز کیا جاتا ہے اور اسی وجہ سے وہ مقبول بھی ہیں اور قابل قبول بھی۔ کتب فقہ کی سرے سے سند ہی نہیں، تو ہم کیسے باور کر لیں کہ یہ امام صاحب کا قول ہے۔ ممکن ہے کسی نے من گھڑت امام کے ذمہ لگا دیا ہو۔''

اعتقادی حیثیت:

حضرات! یہ تو ہے ان کے عمل کا نمونہ۔ جب آپ یہ دیکھ چکے تو اب میں آپ کو چند کتب فقہ مروّجہ (مثلاً مبسوط، ہدایہ، درمختار، شرح کنز، شرح قدوری وغیرہ) کو بطورِ نمونہ علماء محققین حنفیہ وغیرہم کی شہادات کے ضمن میں دکھلاتا ہوں۔

حکیم الامت حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

((و وجدت بعضهم یزعم ان بناء المذاهب علیٰ هذه المحاورات الجدلیة المذكورة فی مبسوط السرخسی والهدایة و التبیین ونحو ذلك

❶ رسائل تسعہ۔ص: ۳۸، مطبوعہ فاروقی دہلی۔

❷ عمل بالحدیث۔ص: ۱۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولا يعلم ان اول من ظهر ذلك فيهم المعتزلة وليس عليه بناء مذهبهم .)) ❶

’’بعض لوگ مبسوط، سرخسی وہدایہ وتبیین کے مباحث جدلیہ پراپنے مذہب کا مدار سمجھتے ہیں حالانکہ ان (جدلیات مندرجہ کتب مذکورہ) کے موجد معتزلہ ہیں، اصل مذہب یہ نہیں (بلکہ کتاب وسنت ہے)۔‘‘

مولانا عبدالحی لکھتے ہیں:

((وبالجملة فالحنفية لها فروع باعتبار اختلاف العقيدة فمنهم الشيعة ومنهم المعتزلة ومنهم المرجئة۔ انتهىٰ .)) ❷

’’(اکثر نام کے) حنفی کہ عقیدہ کے لحاظ سے شیعہ ہیں اور بعض معتزلی اور بعض مرجئہ ہیں۔‘‘ (یہ تینوں اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں۔)

نیز مولانا مرحوم فرماتے ہیں:

((وكم من حنفى ، حنفى فى الفروع معتزلى عقيدة كالزمخشرى جار الله مؤلف الكشاف وغيره وكمؤلف القنية والمجتبى شرح القدورى نجم الدين الزاهدى .)) ❸

اعتباری حالت:

خیر یہ ہے اعتقادی حیثیت اب عام اعتبار کا حال ملاحظہ ہو:

((ومن المعلوم ان صاحب الهداية وغيره من اكابر الفقهاء ومؤلف احياء العلوم وغيره من اجلة العرفاء ليسوا من المحدثين۔ انتهى ملخصاً .))

’’صاحب ہدایہ وصاحب احیاء فقہ وتصوف میں بلند پایہ رکھنے کے باوجود محدث نہیں ہیں۔‘‘ یعنی حدیث میں کچھ ہی نہیں بلکہ طفلِ مکتب ہیں۔ ❹

ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ شارح مشکوٰۃ کا قول ہے:

((وفى طبقات القارى قد وقع فى كتاب الهداية اوهام كثيرة .)) ❺

❶ انصاف۔ص: ٦٤.

❷ الرفع والتكميل فى الجرح والتعديل ص ٢٧ ،مطبوعه انوار محمدى لكهنؤ ملحقه ميزان الاعتدال.

❸ الرفع والتكميل،ص: ٢٧.

❹ كذافى ظفر الامانى ص ١٩٠ والنافع الكبير ص ١٢،وعمدة الرعايه،ص ١٣ مولانا محمد عبدالحى ء

❺ الفوائد البهية، ص ٤٢.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''یعنی ہدایہ میں وہم بہت ہیں۔''

حضرت جناب مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

کتاب ہدایہ کہ در دیار مشہور و معتبر ترین کتابہاست نیز دریں وہم انداختہ چہ مصنف دے اکثر بناء کار بر دلیل معقول نہادہ و اگر حدیثے آوردہ نزد محدثین خالی از ضعفے نبود غالبًا اشتغال آں ..... در علم حدیث کمتر بود۔ ❶

ہو کیسے نہ! شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں:

((و اشتغالهم (أي الحنفية) بعلم الحديث قليل قديما و حديثا .)) ❷

''حنفیہ میں علم حدیث شروع ہی سے تھوڑا ہے۔''

''یعنی (فقہ مروجہ کی) مشہور ترین کتاب ہدایہ میں بہت سارے وہم ہیں کیونکہ اس کا مصنف ہر جگہ عقلی دلیل لانا چاہتا ہے۔ حدیث اگر کہیں لائے تو ضعف معلوم ہوتا ہے کیونکہ حدیث میں اس کو شغل کم تھا۔''

نتیجہ صحیحہ: مصنف دوستو ابشر غلطی سے مبرا نہیں اور ان شاء اللہ خاطی بشرط نیت صالحہ قابل عفو ہے، لیکن ان اغلاط کے تودوں کو بہمہ وجوہ قابل عمل سمجھ کر عاملین بالحدیث کو طعن و تشنیع سے یاد کرنا بھی کسی طرح درست نہیں بلکہ صریح ناانصافی ہوگی۔

مولانا ولایت علی رحمہ اللہ خلیفہ علامہ سید احمد شہید رحمہ اللہ بریلوی تحریر فرماتے ہیں:

''واز ہمیں اسباب تلامذہ و دیگر علماء در بعض مقام از مذہب ابی حنیفہ متخلف شدند۔ وایں مقلدان ہم درآں مقام جانب علماء دیگر اختیار کردہ اند و تقلید امام را گذاشتند۔ پس در بعض حنفی میشوند و بعض جا ابو یوسفی۔ و محمدی و جائے دیگر زفری و جائے ابو اللیثی۔ پس حنفیت ایشاں کے باقی ماندہ۔'' ❸

''یعنی شاگردان امام و دیگر علماء (حنفیہ) انہی وجوہ (مذکورہ بالا) سے امام کی تقلید کو خیر باد کہہ کر ابو یوسف، محمد، زفر، ابو اللیث (وغیرہ) کے قول مان کر اپنے ابو یوسفی، محمدی، زفری، ابو اللیثی ہونے کا ثبوت دیتے ہیں۔ پس ان کی حنفیت کہاں رہی۔''

اگر آج کوئی حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں ایسی فقہ کا کوئی مسئلہ چھوڑ دے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ

❶ شرح سفر السعادت ص ۴۳، مولانا عبدالحق دہلوی رحمہ اللہ.

❷ الانصاف ص ۵۸.

❸ عمل بالحدیث ص: ۳۷.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ بزرگانِ دین کا فعل ہے اس پر حرف گیری گویا بزرگوں پر حرف گیری ہے (نعوذ باللہ)۔

عمل بالحدیث، ص: ۲۲ میں ہے:

''پس اگر شخصے مسئلہ را از یں کتب مشہورہ بسبب ممانعت قرآن وحدیث یا استنباط ساقط از نظر نمودہ درحقیقت آن نقصانیت نہ'' ❶

قارئین کرام! فقہ کا اجمالی نقشہ آپ کے سامنے ہے۔اب انصاف آپ کے ہاتھ میں ہے اور ہدایت اللہ کے اختیار میں۔

((والفقهاء اذالم يكن لهم نصيب فى رواية الحديث فليس لهم هذه الدرجة ولا يحشرون مع الرسل بل يحشرون فى عامة الناس ولا يطلق اسم العلماء الاعلىٰ اهل الحديث وهم الائمة على الحقيقة .)) ❷

''یعنی فقہاء جب علم حدیث سے کورے ہیں تو ان کو یہ درجہ (محدثیت کا) کب نصیب! ان کا تو انبیاء کے ساتھ نہیں بلکہ عوام لوگوں کے ساتھ حشر ہوگا اور یہ لوگ امام نہیں ہوسکتے بلکہ عالم اور امام درحقیقت ''اہل حدیث'' ہی ہوسکتے ہیں۔''

﴿فاعتبروا یااولی الابصار﴾

اخبار اہل حدیث امرتسر، ۲۶ر نومبر ۱۹۲۶ء

---

❶ رسائل تسعة، ص: ۳۸.

❷ مسلسلات علامه كردى حنفى، ص: ۵.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسئلہ استواء اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ

حجۃ اللہ میں ''ایمان بالصفات'' کی بحث میں امام ترمذی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ امام مالک، حضرت سفیان، ابن عیینہ، ابن المبارک رحمہم اللہ وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ صفاتِ الٰہی، سمع، بصر، ید، وجہ، وغیرہ پر جس طرح سنت مطہرہ میں وارد ہے بلا کیف اسی طرح ایمان لانا چاہیے۔

قال الأئمة نومن كما جاء من غير أن يفسر أو يتوهم هكذا قال غير واحد من الأئمة منهم سفيان الثوري، و مالك بن أنس، و ابن عيينة و ابن المبارك، أنه تروى هذا الاشياء يؤمن بها و لا يقال كيف. "[1]

اور اپنی قابل قدر کتاب ''فوز الکبیر فی اصول التفسیر'' میں فرماتے ہیں:

"و ما يفعله المتكلمون من الغلو في تأويلات المتشابهات و بيان حقيقة الصفات فهو بعيد عن مذهبي فإن مذهبي مذهب مالك، و الثورى و ابن المبارك و سائر القدماء. "[2]

یعنی ''تاویلات، متشابہات و صفات باری کی حقیقت میں جو متکلمین نے غلو کیا ہے وہ میرے مذہب سے بہت دور ہے، میں امام مالک، سفیان، ابن مبارک و دیگر جملہ سلف کا پیرو ہوں۔''

ظاہر ہے کہ مذکورہ صدر عبارت میں جتنے مذاہب ذکر کیے ہیں۔ امام مالک، امام سفیان، امام ابن المبارک وغیرہ وہ سب مفوضین ہیں نہ موولین۔ پس حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ بھی مفوض ہوئے نہ کہ مؤوّل، اور جگہ شاہ صاحب لکھتے ہیں:

"و الحق في هذا المقام أن النبي ﷺ لم يتكلم فيه بشيء بل حجر أمة عن التكلم فيه و البحث عنه فليس لأحد أن يقدم على ما حجره. "[3]

''مسئلہ صفات (استواء وغیرہ) میں حق یہی ہے کہ جب حضور ﷺ سے کچھ ثابت ہی نہیں بلکہ

---

[1] حجۃ اللہ، ص: ۵۰۔

[2] فوز الکبیر، ص ۲۴، ملحقہ بہ تفسیر جامع البیان، دہلی۔

[3] حجۃ اللہ، ص: ۵۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس میں بحث وتمحیص کرنے سے بھی آپ نے امت کو منع فرمادیا ہے تو اب کسی کو زیبا نہیں کہ وہ رسول ﷺ سے پیش قدمی کرے۔''

اگرچہ جملہ صفاتِ باری میں عموماً اور مسئلہ استواء میں خصوصاً شاہ صاحب کا عندیہ بخوبی معلوم ہو گیا ہے لیکن شاہ صاحب نے اپنے فارسی ترجمہ قرآن میں باطل کو پاش پاش کردیا ہے۔ فرماتے ہیں ﴿ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾ (سورۃ الاعراف) باز مستقر شد برعرش (فتح الرحمٰن) پھر قرار پکڑا اوپر عرش کے (شاہ رفیع الدین صاحب رحمہ اللہ) ﴿الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ (طٰہ) برعرش قرار گرفت، (فتح) پھر اوپر عرش کے قرار پکڑا اس نے۔ (ترجمہ شاہ رفیع الدین)

''حسن العقیدۃ'' میں مسئلہ کو بالکل واضح فرمادیا ہے۔ و ھو فوق العرش کما وصف اللہ به نفسه . جس طرح خدا تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے وہ عرش پر ہے۔

قارئین کرام! و علمائے اعلام! یہ غیر مشتبہ تصریحات ومنصوصات بابانگ دہل پکار رہی ہیں کہ اللہ عزوجل عرش پر ہے (لیکن الاستواء معلوم و الکیف مجھول) اور یہ بھی روشن ہو گیا کہ حضرت حجۃ الہند محدث دہلوی رحمہ اللہ کا بھی یہی مسلک ہے، حضرت مولانا احمد حسن صاحب مرحوم مصنف احسن التفاسیر فرماتے ہیں:

''اسی طرح سوائے اس معنی کے جس قدر تاویلی معنی مفسرین متاخرین نے کیے ہیں وہ سب اہل سلف کے مخالف ہیں اور تفسیر قرآن میں جس قدر اہل سلف کی مخالفت مضر اور ان کی پیروی ضروری ہے وہ ہر مسلمان کو بخوبی معلوم ہے۔'' الی آخر ما قال [1]

بندۂ نحیف

حنیف بھوجیانی کان اللہ لہ

(اخبار محمدی، دہلی جلد ۴ شمارہ ۱۴، یکم اپریل ۱۹۲۷ء)

[1] احسن الفوائد، سورہ طہ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذاکرۂ علمیہ در سماع علقمہ

قابلِ توجہ اعیان اہلحدیث

اہل حدیث مجریہ ۲۰ مئی ۱۹۲۷ء میں سماع علقمہ کے متعلق مذاکرہ علمیہ جاری کیا گیا ہے۔ واقعی اس مذاکرہ میں علماء کرام کو ضرور توجہ سے حصہ لینا چاہئے۔ جس کے علاوہ ایک اصولی مسئلہ طے ہونے کے ساتھ کئی ایک احادیث کی تنقیح بھی ہو جائے گی۔ واللہ الموفق

اس میں زیر بحث و قابل غور امور ذیل ہیں:

۱۔ ثبوت سماع علقمہ از والد خود (وائل بن حجر رضی اللہ عنہ)

۲۔ الف۔ ایک طرف تو امام بخاری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ''علقمہ کا سماع اپنے والد سے ثابت نہیں کیونکہ علقمہ اپنے والد کی وفات کے چھ مہینے بعد پیدا ہوا ہے۔

((کما حکی عنہ الترمذی فی العلل علی ما نقلہ ابن الھمام وغیرہ .))

(ب) ''دوسری طرف علقمہ کہتے ہیں کہ میں اتنا چھوٹا تھا کہ اپنے والد کی نماز نہیں سمجھ سکتا تھا'' جس سے علقمہ کی پیدائش اپنے والد کی زندگی میں ہونا مفہوم ہوتا ہے۔

۳۔ ادھر ترمذی اپنی جامع میں بخاری سے عبدالجبار (علقمہ کے چھوٹے بھائی) کا عدم سماع اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں۔ وجہ اس کی بھی یہی ہے کہ عبدالجبار اپنے باپ کی وفات کے بعد پیدا ہوا ہے۔

۴۔ نسائی شریف میں علقمہ کی روایات جو اپنے والد سے ہیں، ان میں تصریح تحدیث ہے۔

کتاب القالہ باب النقود، وھو یدل علی سماعہ منہ .

۵۔ حافظ نے سلام والی حدیث کو (جس میں علقمہ ہے) بلوغ المرام میں صحیح کہا ہے۔

((و صنیعہ ھذا یدل علی ترجیح ثبوت سماع علقمۃ عن ابیہ عندہ .))

یہ وہ امور ہیں جن پر مضمون نگار خوب سوچ سمجھ کر قلم اٹھائے۔ حضرت مولانا محمد سعید صاحب مرحوم بنارسی نے اپنی قابل قدر کتاب ''صیانۃ المقتصدین'' کے صفحہ ۶۷ سے لے کر ص ۸۴ تک جو کچھ تحریر فرمایا ہے، خلاصہ اس کا ہدیۂ ناظرین کرام ہے۔ و ھو ھذا

''محققین محدثین اس طرف گئے ہیں کہ علقمہ نے اپنے والد سے نہیں سنا۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میزان الاعتدال میں ہے:

((علقمة بن وائل بن حجر صدوق الا أن يحيى بن معين يقول روايته عن ابيه مرسلة .)) علقمہ کی روایت اس کے والد سے مرسل ہے۔

تہذیب الاسماء واللغات (نووی) میں ہے:

((قال يحيى بن معين روايته ورواية اخيه عبدالجبار عن ابيهما مرسلة لم يدركاه .))

علقمہ اور عبدالجبار دونوں کی روایت اپنے والد سے مرسل ہے، کسی نے بھی باپ کو نہیں پایا۔

تہذیب التہذیب (ص ۲۸۰، ج ۷) میں ہے:

((حكى العسكرى عن ابن معين انه قال علقمة بن وائل عن ابيه مرسل .))

تقریب میں ہے:

((انه لم يسمع عن ابيه .))

ابن الہمام اور حافظ زیلعی رحمہ اللہ نے بھی علل کبیر میں ترمذی رحمہ اللہ سے عدم سماع نقل کیا ہے۔ (حاكيا عن البخاری رحمہ اللہ)

عبدالجبار کا سماع بھی اپنے والد سے نہیں، تقریب میں ہے:

((ثقة لكنه ارسل عن ابيه .))

تہذیب میں ابن حبان سے نقل کیا ہے:

((من زعم انه سمع اباه فقد وهم لانه مات وامه حاملة به .))

ابن سعد، ابوحاتم، ابن جریر، حربی، یعقوب بن سفیان، یعقوب بن شیبہ، دارقطنی، حاکم، ابن مدینی وغیرہ بھی اسی طرف ہیں۔

ان عبارات سے ثابت ہوتا ہے کہ عبدالجبار اور علقمہ دونوں نے اپنے والد سے نہیں سنا۔ ہاں ترمذی رحمہ اللہ بے شک سماعِ علقمہ کے قائل ہیں۔ كما صرحه فى جامعه كتاب الحدود .

سو جواب اس کا یہ ہے کہ پہلے امام ترمذی کی یہی تحقیق تھی لیکن جب اپنے استاذ امام بخاری رحمہ اللہ سے اس امر کو دریافت کیا تو ان کو معلوم ہوا کہ علقمہ نے بھی اپنے والد سے نہیں سنا۔ اسی لیے ''علل کبیر'' میں امام بخاری رحمہ اللہ سے عدم سماع علقمہ نقل کر کے اس پر سکوت کیا ہے اور بلوغ المرام میں جو علقمہ کی روایت کو صحیح کہا گیا ہے۔ سو اس کی وجہ یا تو ناسخ کی غلطی ہے یا حافظ کو علقمہ کا خیال نہیں رہا۔ یا کسی اور سند کے خیال سے صحیح

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہہ دیا ہے یا پہلے یہی تحقیق ہو بعد میں عدم سماع کے قائل ہو گئے ہوں کیونکہ تقریب حافظ کی آخری کتاب ہے اور اس میں عدم سماع تحریر فرمایا ہے۔ تأمل فيه .

رہا لفظ ''تحدیث'' کا، تو وہ سماع میں نص نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ تحدیث علقمہ نے اپنے والد سے واسطے سے کی ہو، جیسا کہ یہ مذہب خطیب اور بعض محدثین کا ہے۔ ((كما نقله السيوطي في تدريب الراوي .))

نیز یہ بھی احتمال ہے کہ کسی راوی نے وہم سے ''حدثنا'' کہہ دیا ہو۔ جیسے وہم سے کنت غلاماً لااعقل صلاة ابی کا قائل عبدالجبار کو بنا دیا گیا ہے۔

(باقی رہا علقمہ اور عبدالجبار کے بڑے چھوٹے ہونے یا والد کی وفات کے بعد پیدا ہونے کا سوال، تو) ممکن ہے علقمہ مثلاً ایک یا دو برس کے ہوں بوقتِ وفاتِ والد خود اور عبدالجبار حمل میں ہو۔ تو اس صورت میں علقمہ عبدالجبار سے بڑے بھی ہوئے اور ولادت عبدالجبار بھی بعد وفاتِ والد خود ہوگئی اور علقمہ کا عدمِ سماع بھی کیونکہ ایک دو برس کا لڑکا بے تمیز ہوتا ہے اور ایک احتمال یہ بھی کہ علقمہ اور عبدالجبار دونوں علاتی بھائی ہوں اور وقت وفات اپنے والد کے دونوں حمل میں ہوں اور علقمہ کا حمل کچھ پہلے ہو، عبدالجبار کے حمل سے تو اس صورت میں بھی تمام اقوال میں موافقت ہو جائے گی۔ کما لا يخفى على اللبيب

باقی رہی روایت ابوداؤد:

((كنت غلاماً لااعقل صلوٰة ابی .))

''بے شک کسی راوی کا وہم ہے جیسا کہ بزار کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔'' انتهى كلامه رحمه المجيد ...... ملخصاً .

اگر علقمہ کا سماع اس کے والد سے ثابت بھی ہو تو حدیث تحت السرۃ ابن ابی شیبہ کی ہے۔ محققین اہل حدیث واحناف کی رائے ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ کے صحیح نسخوں میں تحت السرۃ کی زیادتی نہیں۔ ناسخ کی غلطی ہے۔

صرف وضع يمينه على شماله فی الصلوٰۃ تک ہے، تحت السرۃ نہیں۔

((كما حققه العلامة المباركفوري مدظلهم العالی فی ابكار المنن .))

دلیل اس کی یہ ہے کہ متقدمین حنفیہ مثل طحاوی، ابن الہمام، حافظ زیلعی مخرج ہدایہ، ملا علی قاری حنفی ومحدثین کرام مثل بیہقی، نووی، ابن حجر، ابن جوزی وغیرہ رحمہم اللہ اس روایت کو مصنف کے حوالہ سے احتجاجاً

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ راویاً بالکل نہیں لائے۔ اگر اس میں ہوتی تو یہ لوگ معرض استدلال یا بطورِ جرح ضرور کہیں نہ کہیں اس کا ذکر کرتے۔ دوسرے انہی رواۃ سے یہی روایت دارقطنی میں ہے جس میں یہ زیادتی نہیں ہے جس سے اس لفظ کا ادراج ثابت ہوتا ہے۔ بخلاف سینہ پر ہاتھ باندھنے والی حدیث کے کہ اسے بہت سے لوگوں نے صحیح یا حسن کہا ہے۔ پس یہ حدیث اس کے معارض کسی صورت میں نہیں ہوسکتی۔ واللہ اعلم والتفصیل فی المطولات.

نوٹ: ......جمیع علماء کرام خصوصاً مولانا محمد شرف الدین صاحب دہلوی، مولانا ابوالمکارم صاحب مئوی، مولانا العلامۃ عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری، مولانا محمد ابوالقاسم صاحب بنارسی، مولانا حافظ عبداللہ صاحب روپڑی مدظلہم کی خدمت میں بصد ادب التماس ہے کہ ضرور اس اصولی مسئلہ میں محققانہ افادات سے مستفیدین کو مستفیض فرمائیں۔

جزاھم اللہ احسن الجزاء.

والسلام مع الإكرام

ابوالطیب محمد عطاء اللہ بھوجیانوی

طالب العلم ازلکھوکے ضلع فیروزپور)

اخبار اہل حدیث ۲۲/ جولائی ۱۹۲۷ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تنقید تقلید

تقلید فقہاء اعلام کی نظر میں، قابل توجہ جماعت عدلیہ

﴿اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی﴾

﴿اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ﴾

اشاعت توحید وسنت (ملک ہند) کے ابتدائی دور میں جس سے دیوان بدعی میں زلزلہ آ گیا۔ سرشاران بدعت نے ہر ممکن طاقت سے اس کی راہ میں روڑے اٹکائے اور متفقہ طور پر تقلید کو حقیقت اصلیہ بدلائل نقلیہ و عقلیہ ثابت کرنا چاہا۔ بایں خیال کہ تقلید سنت کی رَو کو روک لے۔ بالآخر جب اس میں ناکامی ہوئی تو فتوے ''اخراج'' کے ذریعہ سے اس رَو کو روکنا چاہا مگر حسبِ وعدۂ ایزدی حق کو فتح ہوئی۔ حق پرست مقلدین نے بھی تقلید کو بے نقاب کردیا۔ جیسا کہ مولانا محمد حسن صاحب دیوبندی اور مولانا اشرف علی صاحب وغیرہ کے ارشادات ''اہلحدیث'' میں نقل ہو چکے ہیں۔

اب ایک تعلیم یافتہ جماعت اشاعت تقلید کا تہیہ کرکے اٹھی ہے۔ اثبات تقلید کے دلائل تو وہی فرسودہ ہیں مگر اس جماعت کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ پالیسی سے اپنی تاریخ ماضی کی یاد تازہ کی جائے یعنی فتاویٰ مردودہ کو ایک دفعہ پھر عملی جامہ پہنا کر حق وصداقت کی آواز کو دبایا جائے۔ واللہ متم نورہ.

آج میں جمیع اہل اسلام عموماً اور عملۂ ''العدل'' گوجرانوالہ خصوصاً علی الخصوص دیوبند کی مثبت تقلید پارٹی کے گوش گزار (چند عبارات فقہاء حنفیہ و ارشادات صوفیہ) وغیرہ کرنا چاہتا ہوں شاید حضرات مقلدین اپنے مضامین پر نظر ثانی فرمالیں اور کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے ؎

اے چشم اشک بار ذرا دیکھ تو سہی
ہوتا ہے جو خراب وہ تیرا ہی گھر نہ ہو

۱۔ علامہ محمد حیات سندھی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((لمن یتعصب لواحد معین غیر الرسول ﷺ و یری ان قوله هو الصواب الذی یجب اتباعه دون الائمة الآخرین فهو ضال جاهل۔ بل قد یکون کافرا یُستتابُ فان تاب و الا فقتل فانه شیءٌ اعتقد انه یجب علی الناس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اتباع احد بعينه من هٰذه الائمة رضی اللہ عنہم دون الآخرين فقد جعله بمنزلة النبى صلی اللہ علیہ وسلم و ذلك كفر .)) ❶

۲۔ نیز علامہ موصوف فرماتے ہیں:

((و من تعصب لواحد بعينه من الائمة دون الباقين فهو بمنزلة من يتعصب لواحد من الصحابة دون الباقين كالرافضى والناصبى والخارجى فهٰذه طرق اهل البدع والهواء .)) ❷

''یعنی جو شخص سوائے اتباع سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تقلید شخصی پر جمود کر بیٹھے اور ائمہ کو چھوڑ کر اپنے امام ہی کے قول (وفعل) کو واجب الاتباع جانے وہ شخص گمراہ جاہل بلکہ بسا اوقات بوجہ کفر تک پہنچنے کے بصورت عدم توبہ قابل قتل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ایک انسان کا اتباع اپنے پر واجب کر لینا اُسے نبوت کا درجہ دینا ہے۔ اور نبوت کا مرتبہ (قولاً وفعلاً) کسی کو دینا کفر ہے۔ اور ایسے شخص کے گمراہ ہونے کی یہ وجہ بھی ہے کہ جس طرح رافضی، ناصبی، خارجی بعض صحابہ کو ترجیح دیتے ہوئے دوسرے صحابہ کی تحقیر کرتے ہیں۔ اسی طرح یہ شخص (مقلد بھی) ایک امام کی تقلید کر کے دوسرے ائمہ کو عملاً ناحق پر سمجھتا ہے اور ان کی تحقیر کرتا ہے اور یہ سب لوگ بدعتی اور گمراہ ہیں۔''

۳۔ شیخ شعرانی لکھتے ہیں:

((و ذلك ان تعلم يا اخى ان الشريعة المطهرة جاء ت عامة و ليس مذهب اولىٰ بها من مذهب فمن ادعى تخصيصها بما ذهب اليه امامه من المقلدين فقد اتى بابا من الكبائر .)) ❸

''یعنی شریعت مطہرہ عام ہے۔ ایک مذہب دوسرے سے بہتر نہیں۔ ایک ہی مذہب میں شریعت کے انحصار کا معتقد مرتکب کبیرہ گناہ از کبار ہے۔''

۴۔ علامہ طحاوی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((و هل يقلد الا عصبى .)) ❹

---

❶ تحفة الانام فى العمل بحديث سيد الانام، ص: ۹.

❷ تحفة الانام، ص: ۹.

❸ كشف الغمه، ص: ۷.

❹ لسان الميزان: ۱/ ۲۸۰.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''تقلید متعصب شخص کرتا ہے۔''

۵۔ علامہ ابن الہمام رحمہ اللہ کا ارشاد ہے:

((فلا دليل على وجوب تقليد المجتهد المعين بالزام نفسه قولًا و نية و شرعاً .)) ❶

''یعنی وجوب تقلید شخصی معین پر کوئی دلیل (ہی) نہیں ہے۔''

(آج کل کے مشتبو! غور کرو۔)

کیا مقلدین امام مہدی کے دشمن ہوں گے؟:

۶۔ علامہ شعرانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

((و يعاديه مقلدة العلماء الموجودين فى زمنه حين يرونه يذهب خلاف ما ذهب اليه ائمتهم لاعتقادهم ان الله تعالٰى لا يوجد بعد أئمتهم احدا يعلوهم فى العلم و لكنهم يدخلون تحت طاعته خوفا من سطوته و رغبة فيما لديه من المال فانه هو والسيف اخوان فلا ينازعه احد الا الاخذل و فى الحديث انه يقفُ عليه السلام اثر رسول الله ﷺ لا يخطئ فلا يحكم فى تحليل او تحريم الا بما كان يحكم به رسول الله ﷺ لو كان حيًّا۔ انتهى .)) ❷

''یعنی مقلدین زمانہ امام مہدی کے دشمن ہوں گے۔ کیونکہ حضرت امام کا عمل مقلدین کے اعمال کے خلاف حدیث نبوی پر ہوگا۔ بوجہ اپنے اس عقیدے کے کہ اُن کے امام کے بعد اُس سے اعلم کسی کو خدا پیدا ہی نہیں کرے گا۔ لیکن وہ بوجہ سطوت اور طمع مال، حرص زر، حضرت امام کے ماتحت رہیں گے جو حضرت امام کی مخالفت کرے گا مخذول ہوگا۔''

ہمارے ناظرین کو شاید معلوم ہوگا کہ ''ظفر المبین'' کے جواب میں مقلدین نے فتح المبین نامی کتاب شائع کرائی تھی، جس پر چار سو کے قریب حنفی علماء فضلاء کی تصدیقی مواہیر ہیں۔ اس کتاب میں تقلید شخصی کے اثبات میں ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگایا ہے۔ مگر قدرت نے اُن کے قلم سے بھی حق نکلوا ہی دیا۔

۷۔ اوّل یہ کہ بجز متعصب علماء کے ایک امام کی تقلید کو واجب تو کیا مباح تک بھی کوئی نہیں کہتا۔'' ❸

---

❶ فتح القدير شرح هداية حنفى مطبوعه نو لكشورى: ۲۴۷/۳۔

❷ كشف الغمه، مصرى،ص: ۶

❸ فتح المبين،ص: ۳۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸۔ جو مسائل صریح قرآن و حدیث سے ماخوذ ہوتے ہیں ان میں تقلید محض بے اصل اور لغو ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جو شخص واقف سنت ہو اس کو حنفی شافعی بننا کچھ ضرور نہیں۔'' ❶

۹۔ حاصل کلام یہ ہے کہ حنفی تقلید شخصی کو علی الاطلاق واجب نہیں جانتے ہیں۔'' ❷

۱۰۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا خیال ہے:

((من اوجب تقليد امام بعينه استتيب فان تاب و الا فقتل .)) ❸

''یعنی وجوب تقلید شخصی کا قائل اگر توبہ نہ کرے تو قابل قتل ہے۔'' (تلک عشرۃ کاملۃ)

علماء ملت حنفیہ وغیرہ کی یہ چند تحریرات رد تقلید میں مشتے نمونہ از خروارے ہیں۔ ورنہ تردید سے تو کتابیں اٹی پڑی ہیں۔ شائق۔ ''معیار الحق'' اُردو ''اعلام الموقعین'' عربی کا مطالعہ کرے۔

صوفیہ کرام کے ارشادات:

۱۔ امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

طالب اور حق کے درمیان چار چیزیں حائل ہیں۔ مال۔ جاہ۔ تقلید۔ معصیت

((فان غلب عليه التعصب لمعتقده و لم يبق في نفسه و متبع لغيره صار ذلك قيداً له و حجابا اذ ليس من شرط المريد الانتهاء الى مذهب معين اصلاً .)) ❹

''یعنی اگر تعصب مذہبی کسی پر غالب ہو جائے تنگ نظر اور ضیق القلب ہو، اُسے معرفت الٰہی حاصل نہیں ہو سکتی، کیونکہ مرید مقلد مذہب نہیں ہونا چاہیے۔''

۲۔ علامہ موصوف نے احیاء العلوم ❺ میں کافی طور سے تقلید کی تغلیط کو واضح فرمایا ہے جزاہ اللہ۔ یہی وجہ ہے کہ نقشبندی صوفیہ تقلید سے بیزار ہیں۔

۳۔ علامہ کردی فرماتے ہیں:

((ان طريقة المشائخ الصوفية عموماً و طريقة الاكابر النقشبندية خصوصاً اتباع السنة وعدم التقليد بمذهب معين و ليس التعصب لمذهب معين من آداب القوم و اخلاقهم .)) ❻

---

❶ فتح المبین، ص: ۳۵۷۔ ❷ ص: ۳۷۔

❸ كتاب الاختيارات العلمية مطبوعه، مصر، ص: ۱۹۸۔ ❹ احياء العلوم، مصرى: ۶۵/۳۔

❺ احیاء العلوم: ۱/ ۲۵۵ اور ۱/ ۳۱۔

❻ رسائل تسعه مطبوعه فاروقى دهلى، ص: ۱۱۱، و فيض الفيوض مطبوعه علوم دهلى، ص: ۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

’’یعنی جمیع صوفیہ کا عموماً اور نقشبندی اکابر کا خصوصاً طریقہ اتباعِ سنت اور غیر مقلدی ہے اور ایک مذہب پر جمود قوم کے آداب واخلاق سے نہیں۔‘‘

حضرات! دیکھیے یہ اُن علماء کے اقوال ہیں جنھیں اکابر حنفیہ وصوفیہ شمار کیا جاتا ہے۔ جن کی مصنفات مقلدین اور مدعیانِ تصوف کی مایہ ناز ہیں۔ ایک طرف تو ایسے ایسے جلیل القدر فقہاء تقلید کو ضلالت، تعصب مذہبی کو شرک وکفر، تقلید مذہب امام کو مانع معرفت الٰہی خیال کرتے ہیں اور دوسری طرف آج کل اُن کے ناخلف عدمِ تقلید کو گمراہی، بے دینی، شیطانیت سے تعبیر کرتے ہیں۔ کسے سچا کہیں اور جھوٹا کسے جانیں؟

فیصلہ تم ہی کرو راست میں کس کو مانوں
مژدہ قتل کو ! یا وصل کی تیاری کو؟

چونکہ العدل پارٹی اہل حدیث کے نظریہ کو مسخ شدہ صورت میں پیش کر کے عوام کو مغالطہ دینا چاہتی ہے۔ اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اپنے عندیہ کو حضرت مولانا شہید قدس سرہ کے کلام میں بیان کر دیں:

’’ہمیں قدر کافی است کہ وقتیکہ حاجتے پیش آید از کسے از ایشاں (علماء) استفسار کردہ شود نہ آنکہ ارادۂ تقلید مثل ایمان بالانبیاء از ارکان دین شمردہ شود ولقب حنفی وقادری بمشابہ لقب مسلمان وسنی اظہار کردہ شود، وامتیاز از شافعیان وچشتیان مثل امتیاز از کفار وروافض از لوازم تدین شمردہ شود۔ وانتقال را از مذہبے بمذہبے یا طریقہ بطریقہ مثل ارتداد وابتداع وبغی موجب قتل وہتک معدود کردہ شود۔‘‘ ❶

’’عنوان وشعار خود محمدیہ خالصہ وتسنن قدیم باید داشت نہ تمذہب بمذہب خاص وانسلاک در طریقہ مخصوصہ بلکہ مذاہب وطرق را مثل دکانین عطارین باید شمرد وخود را از منسلکانِ جند محمدی۔ الخ۔‘‘ ❷

خلاصہ: یہ ہے کہ عامی کو صرف اس قدر کافی ہے جب ضرورت پڑے کسی عالم سے مسئلہ (بادلیل) دریافت کر لے مگر تقلید کو ایمان بالانبیاء کی طرح دین کا رکن نہ خیال کر بیٹھے کہ پھر حنفی قادری مثل مسلمان اور سنی کہلوانے لگ جائے اور اپنے (مخالفین) شافعیوں اور چشتیوں سے امتیاز کو اس طرح جانے جیسے کفار اور روافض سے (اجتناب) کیا جاتا ہے۔ اور انتقالِ مذہب کو موجب قتل سمجھ کر جس طرح مرتد باغی کے قتل کا حکم ہے اُسی طرح اُسے (منتقل المذاہب کو) بھی واجب القتل تصور کر لے۔

---

❶ ایضاح الحق الصریح،ص: ۷۶.

❷ ایضاح الحق لمولانا اسمٰعیل الشہید الدھلوی،ص: ۷۷.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اپنا عنوان اور شعار محمدیت خالص اور قدیمی روش (طریق سلف) رکھے۔ ایک مذہب کا مقلد اور طریقہ خاص کا مرید نہ ہو بلکہ (ان) مذہبوں کو ڈکانداری سمجھے۔ اور خود جیش محمدی میں منسلک ہونے کو طغرائے امتیاز جانے۔

((فافهم فأخرج نفسك من ظلمة التقليد و حيرة الاوهام و استضئ بمصباح التحقيق فى هذا المقام كما قال الشامى فى در المختار ، ج:١/ ٣٧٦))

((وصلى الله على محمد و آله و صحبه و اتباعه و سلم .))

(اخبار اہل حدیث ۱۲؍ اگست ۱۹۲۷ء)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا محدثین مقلد تھے......؟

انسان کچھ فطرۃً ہی ایسا واقع ہوا ہے کہ جس بات پر اڑ بیٹھے، بلکہ اُسے فروغ دینا چاہے تو اس کے لیے من گھڑت قواعد اختراع کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ آخر میں اگر چہ اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے اور عقل و نقل متفقہ طور پر اسے مضحکہ خیز قرار دیں، مگر وہ اپنی فطرت سے مجبور ہو کر اسی پر زور دیتا ہے۔

حسبِ تصریحِ محققین (مثلاً علامہ ذہبی رحمہ اللہ تذکرہ الحفاظ ص ۲۰۲، ج ۲، وحضرت شاہ ولی اللہ صاحب وغیرہ) تقلید تیسری صدی کی ایجاد ہے۔

یعنی ۲۷۵ھ تک اس بدعت کا نام تک نہ تھا۔ جب یہ ایجاد ہوئی تو یاروں نے چاہا اگر تقلید کو عالمگیر مذہب بنانا ہے تو پہلے اجتہاد کا دروازہ بند کیا جائے، چنانچہ اس حقیقت کا اعتراف مولانا محمد اعزاز علی صاحب دیوبندی بھی "تمہید النمارق لمن طالع كنز الدقائق" (ص ۸) مطبوعہ قاسمی دیوبند میں تحریر فرماتے ہیں:

((واما الاجتهاد المطلق فقد اختتم بالائمة الاربعة وفرع عليه وجوب تقليد واحدمنهم على الامة .))

"اجتہاد ائمہ اربعہ پر ختم ہو گیا۔ اس لیے تمام امت پر ان میں سے ایک کی تقلید ضروری ہے۔"

یعنی جب یہ بات لوگوں کے دلوں میں خوب اچھی طرح جاگزیں ہو جائے گی کہ (جس طرح بابِ نبوت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ختم ہو چکا اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی آ ہی نہیں سکتا۔ اسی طرح) ائمہ اربعہ پر بابِ اجتہاد (بھی) مسدود ہو چکا، اب (ان کے بعد) ہر ایک کو ان کا مقلد بنے بغیر چارہ نہیں۔ ہاں مجتہد بھی انہی کی ماتحتی میں ہو سکتا ہے تو اشاعتِ تقلید میں کوئی دقت نہیں ہو گی۔"

اسی اصل فاسد کا نتیجہ تھا کہ بعد میں آنے والے محدثین کے تذکرہ نویسوں نے قریباً ہر محدث کے سوانح حالات لکھتے وقت اُسے کسی نہ کسی امام کی طرف نسبت کر دیا اور اپنے زعم میں ان کو کسی نہ کسی مسلک مبتدعہ میں منسلک کر کے ہی چھوڑا۔ کتاب وسنت کے لحاظ سے تو اس اصل کا فساد وبطلان اس دعویٰ کا ظاہر بلکہ اظہر ہے کیونکہ اجتہاد ایک نعمت ایزدی ہے اور خدائے تعالیٰ کی کسی ایسی نعمت کو ایک زمانہ معینہ میں منحصر کرنا جہالت ہے اور قرآن وحدیث متفقہ طور پر اس کی تردید کرتی ہیں۔ كما لا يخفى على الجهابذه .

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن ان کے مخترعہ اصول کے لحاظ سے ہی اگر دیکھا جائے تو ان کے اس بے بنیاد ادعا کا پول کھل جاتا ہے۔ وجہ یہ کہ جو شرائط اجتہاد کے اصولیوں نے مقرر کیے ہیں، ان کی رو سے متأخرین میں اجتہاد کا وجود ممنوع نہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ بعد میں آنے والے محدثین کو تو مقلد کہا جائے اور پہلوں کو مجتہد، آج میں چاہتا ہوں کہ اس پر لطف بحث کو اپنے ناظرین تک بھی پہنچا دوں۔ واللہ الموفق وھو الھادی الی الصدق والصواب.

تعریف اجتہاد:

”ھو فی اللغة استفراغ الوسع فی تحصیل الشیء (تمھید النمارق ص ۵) وفی الاصطلاح ھو بذل الفقیه طاقته فی استخراج الحکم الشرعی النظری (قمر الاقمار حاشیه نور الانوار ص ۲۱۰) وحقیقة الاجتھاد علی مایفھم من کلام العلماء استفراغ الجھد فی ادراك الاحکام الشرعیة الفرعیة عن ادلتھا التفصیلیة الراجعة کلیاتھا الی اربعة اقسام الکتاب والسنة و الاجماع والقیاس ، انتھی ملخصاً (عقد الجید) .“

خلاصہ یہ ہے۔ بقدر طاقت تام کسی ایک شرعی مسئلہ کو کتاب وسنت، اجماع وقیاس سے استنباط کرنے کا نام اجتہاد ہے۔

اجتہاد کے جو شرائط اصولی بیان کیا کرتے ہیں اور جن کو مولوی اعزاز علی نے (تمہید النمارق، ص ۵) شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی تصنیفات (انصاف، عقد الجید وغیرہ) میں ذکر کیا ہے، خلاصہ ان کا یہ ہے۔

۱۔ قرآن مجید متعلقہ آیات احکام کا علم بمع معانی واسباب نزول وغیرہ جو بمقدار ۵۰۰ آیات کے ہے۔
۲۔ علم احادیث نبوی متعلقہ احکام بمع معانی وجرح تعدیل، جن کا اندازہ [1] ۳۰۰۰ تک لگایا گیا ہے۔
۳۔ عالم، عام خاص، مطلق مقید، احکام اقوال وافعال مجمل مبین، نص ظاہر وغیرہ متعلقہ احکام خصوصاً حکم مسئلہ مجتہد۔
۴۔ معرفت ناسخ منسوخ۔

---

[1] ناظرین! ایک بات اور سنتے جایئے! امام مالک رحمہ اللہ کی کل ایک ہزار احادیث تھیں اور امام محمد رحمہ اللہ خود اعتراف کرتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی احادیث کم تھیں۔ (تاریخ ابن خلکان) اور مولانا محمد عبدالحی رحمہ اللہ نے بھی زیادہ سے زیادہ کچھ اوپر ایک ہزار والا قول ہی نقل کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: مقدمہ عمدة الرعایة) اور یہ کل احادیث کی تعداد ہے جن میں قصص، ذکر معاد، معجزات، پیشگوئیاں بھی یقیناً ہوں گی۔ تا باحادیث احکام چہ رسد۔ مولانا شبلی رحمہ اللہ بھی لکھتے ہیں: ”اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ وہ (امام صاحب) محدث کے لفظ سے مشہور نہیں۔“ (سیرۃ النعمان)
اب اہل علم ان میں اس شرط کے وجود پر خود ہی غور فرمالیں۔ بخلاف محدثین کہ جن کو کئی کئی ہزار احادیث یاد تھیں، کما یجیء۔ پھر محدثین کو تو مقلد کہا جائے اور ان کو مجتہد؟ تلك اذا قسمة ضیزی و قس علیه شروطا أخری فافھم و تدبر و للتفصیل موضع اخر ان شاء الله الاکبر . (ابو الطیب)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۔ معرفت علوم عربیہ، صرف، نحو، ادب وغیرہ۔

۶۔ قیاس مع انواع خود پر حاوی ہے۔

۷۔ عالم، اقوال علماء وصحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین وغیرہ اجماعاً واختلافاً در مسئلہ مجتہد فیہ۔

۸۔ امور بالا میں ایسی مہارت ہو کہ ان کے بل بوتے پر استنباط احکام کر سکے۔ ❶

((و اما ما اشترط صاحب التمهيد "و لابد بعد هذه الملكة من تأسيسه قواعد يخرج عليها استنباطاته و تفريعه." فما لا دليل عليه فلا يسفى اليه و لم يذكره احد من المحققين و منشاء ه الامر الذى اشرنا اليه و استشهدنا من كلامه عليه سابقا فاندفع ما كاد يرد على ان هذه الملكة يوجد ايضا فى بعض المحدثين المتأخرين كما لا يخفى على من طالع مصنفا تهم.))

ناظرین! ان شرائط کو سامنے رکھ کر محدثین کرام کے سوانحات پر نظر کیجئے۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری کو چھ لاکھ احادیث سے منتخب کیا ہے (مقدمہ فتح الباری) اور صحیح بخاری میں جملہ علوم متعلقہ اجتہاد وغیرہ موجود ہیں۔ جس کی نظر صحیح بخاری پر منصفانہ ہے، وہ اس سے کبھی انکار نہیں کر سکتا۔

امام ابوداؤد نے پانچ لاکھ احادیث سے سنن ابوداؤد کو منتخب کیا ہے جس کے متعلق کہا گیا کہ "مجتہد کے لیے کافی ہے۔" ❷

علیٰ ہذا القیاس دیگر محدثین کی کتب پر بھی نظر کرنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کا درجہ اجتہاد مستقل کا تھا۔ ان کا استخراج مسائل، تبویب، ترتیب، تفسیر تو ایک منصف کو خواہ مخواہ ان کے اجتہاد کا قائل بنا لیتی ہیں۔ چنانچہ خود حنفیہ بھی اصولاً دبی زبان سے تسلیم کرتے ہیں۔ مولانا بحر العلوم لکھنوی رحمہ اللہ شرح مسلم الثبوت مصری جلد ۲، ص ۳۹۹ میں لکھتے ہیں:

((اعلم ان بعض المتعصبين قالوا اختتم الاجتهاد المطلق على الائمة الاربعة ولم يوجد مطلق بعدهم فان سئل من اين علمتم هذا لايقدرون على دليل ابداً اصلاً ثم هى تحكم على قدرة الله تعالىٰ فمن اين يحصل علم ان لايوجد الى يوم القيامة احد يفضل الله عليه بمقام الاجتهاد فاجتنب عن مثل هذه التعصبات. انتهى))

---

❶ تمہید النمارق: ۱/ ۵۔

❷ بستان المحدثین۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس عبارت کو نقل کر کے مولانا محمد عبدالحی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((فقد وجد بعدهم(ای الائمة الاربعة)ایضاارباب الاجتهاد المستقل كأبي ثورالبغدادي وداؤد الظاهري ومحمدبن اسماعيل البخاري وغيرهم على مالا يخفى على طالع الطبقات انتهى ما فى النافع الكبير .)) ❶

''یعنی بالکل باطل ہے اور متعصب لوگوں کا قول ہے کہ اجتہادِ مطلق ائمہ اربعہ پر ختم ہو گیا۔ یہ خداتعالیٰ کی قدرت پر تحکم محض ہے اور اس پر کوئی دلیل (عقلی یا نقلی) نہیں ہے کہ آئندہ اللہ تعالیٰ کسی پر یہ انعام نہیں فرمائے گا۔ باوجودیکہ ان کے بعد بھی مجتہد مستقل ہوئے ہیں، جیسے داؤد ظاہری، ابوثور اور بخاری (ابن جریر رحمہ اللہ) وغیرہ۔''

خیر یہ تو تھا اجتہادِ مستقل، مگر اس کے علاوہ بھی ایک اصولی دلیل ہے کہ محدثین مقلد نہیں تھے۔

سنیے! حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ ''انصاف وعقد الجید'' میں اور مولانا عبدالحی رحمہ اللہ نے مجتہدین کی تین قسمیں کی ہیں: (۱) مجتہد مطلق مستقل، (۲) مجتہد مطلق منتسب، (۳) مجتہد فی المذہب۔ پہلے دونوں تو مقلد نہیں ہوتے اور نہ انہیں تقلید زیبا ہے اور محدثین کل کے کل انہی میں سے ہیں۔ ہاں تیسری قسم بے شک ان کی اصطلاح میں مقلد کہلاتی ہے۔ مولانا محمد عبدالحی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

((ان المجتهد على ثلاثة اقسام، احدها المجتهد المطلق المستقل (ثم ذكر رحمة الله عليه شروطه المذكورة ثم قال) وثانيها المجتهد المطلق المنتسب وهو ان ينتسب الى امام معين من الائمة المجتهدين لكن لايقلده لافى المذهب ولافى الدليل لا تصافه بآلات الاجتهاد وانما انتسب اليه لسلوكه طريقته الاجتهاد۔انتهى ملخصاً .)) ❷ .

''یعنی مجتہد مطلق منتسب وہ ہوتا ہے جو کسی نہ کسی امام کی طرف اس لیے نسبت کیا جائے کہ وہ امام (جس کی طرف نسبت کیا گیا ہے اس) کے طریقہ اجتہاد پر چلا ہے اور وہ اس امام کی کسی بات میں تقلید نہیں کرتا۔ کیونکہ اس میں خود آلات (شروط اجتہاد) جمع ہوتے ہیں۔''

اس سے معلوم ہوا کہ مجتہد منتسب مقلد نہیں ہوتا۔ اگرچہ کسی خاص امام کے موافق اس کے مسائل کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ وہ جو کچھ کہتا ہے، سوچ سمجھ کر، دلیل پر غور کر کے کہتا ہے۔ مقلد کی طرح اندھادھند نہیں مانے

---

❶ النافع الکبیر ص: ٦.

❷ النافع الکبیر۔ص: ٥.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چلا جاتا۔ پس ایسے شخص کو مقلد سمجھنا یا کہنا باطل ہے۔ چنانچہ اس بات کو حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ان لفظوں میں ادا فرمایا ہے۔

((فما يظن في من كان موافقا لشيخه في اكثر المسائل لكنه يعرف لكل حكم دليلا ويطمئن قلبه بذلك الدليل وهو على بصيرة من امره انه ليس بمجتهد ظن فاسد وكذالك مايظن من ان المجتهد لايوجد في هذه الازمنة اعتمادا على الظن الاول بناء فاسد على فاسد۔ انتهىٰ مافي عقدالجيد ملخصاً.))

(ترجمہ وہی ہے جو گزرا)

میں کہتا ہوں کہ مولوی ارشاد حسین صاحب رامپوری نے تو اس حقیقت کو اور بھی کھول دیا ہے۔ اسے دیکھ کر کوئی حق پرست شخص محدثین کے متعلق تقلید کا گمان بھی نہیں کر سکتا۔ بلکہ تقلید شخصی کا وجود بھی دنیا میں عنقا نہیں تو کالعنقا ضرور ہی کہنا پڑتا ہے۔

آپ معیار الحق کے جواب انتصار الحق میں فرماتے ہیں:

''جس کو دلیل حکم کی بلاریب واضح ہو جائے، اور وہ نہیں ہے مگر مجتہد۔ غایۃ الامر یہ ہے کہ برتقدیر تجزی اجتہاد کے مجتہد فی بعض الاحکام ہوگا لیکن مقلد من حیث المقلد کو دلیل بلاریب نہیں کھلتی، ورنہ مقلد نہ رہے گا۔'' ❶

''راقم الحروف کہتا ہے کہ جس شخص کو تتبع احادیث اور اقوال مخالفہ اور موافقہ مجتہدین کا اس قدر علم ہو کہ حدیث منسوخ و معارض وغیرہ اور غیر منسوخ وغیرہ میں تمیز تام کرلے اور معانی نصوص مع شرائط معتبرہ معرفت (پانچ سو آیتیں احکام اور تین ہزار احادیث متعلقہ احکام وغیرہ یا کچھ اور؟) بخوبی پہچانے، تو وہ شخص بھی زمرۂ مجتہدین میں ہے۔ اگرچہ مجتہد مطلق (مستقل) نہ ہو۔ اس لیے کہ مجتہد فی بعض المسائل کو جاننا، متعلقات اس مسئلہ کا جس میں یہ مجتہد قرار پائے، واسطے تحقیق اجتہاد کے کافی ہے اور جامع ہونا جمیع شرائط کا ضروری نہیں۔'' انتہیٰ ❷

حضرت محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((والمجتهد لايقلد مجتهداً.)) ❸

---

❶ انتصار الحق۔ ص: ۱۰۴.
❷ انتصار الحق ص ۱۳۵، حاشیہ الارشاد، ص ۲۰۳.
❸ انصاف ص ۵۱.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''مجتہد (عام اس سے کہ وہ مطلق مستقل ہو یا مطلق منتسب دوسرے) کسی مجتہد کی تقلید نہیں کرتا۔''

اب دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو اتنے محققین کی تحقیق پر پانی پھیر کر اور محدثین کے علم و فضل اور علمی کارناموں کو نظر انداز کر کے انہیں اس نعمت سے محروم کہا جائے (جو بالبداہت باطل ہے) یا ان کو مجتہد تسلیم کیا جاتا ہے تو ان کی نسبت دعویٰ تقلید باطل ہو گیا۔ وھو المدعیٰ

ناظرین! غور کیجیے۔ ایک طرف ان بزرگوں کے ارشادات، دوسری طرف ہمارے ہم عصر بھائیوں کی اثبات تقلید محدثین میں کاوشیں۔ ((انی ھذا من ذالك .))

ہاں! اپنے اصول کو بھی جو شخص جواب دے کر محدثین کو مقلد ہی کہے تو اس کے حق میں یہی موزوں ہے ؎

آنکھ والا ترے جوبن کا تماشہ دیکھے
دیدۂ کور کیا آئے نظر کیا دیکھے

راقم خادم اہل اللہ

ابو الطیب محمد عطاء اللہ عفا اللہ عنہ

ماجناہ بھوجیانوی نزیل لکھو کے ضلع فیروز پور

(اخبار اہل حدیث، ۲ دسمبر ۱۹۲۷ء)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا محدثین مقلد تھے؟ ہرگز نہیں، بلکہ مجتہد تھے

یا رب!

﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾

تعصب ایک بلا ہے کہ انسان کو براہین نیرہ کی تردید پر آمادہ کر دیتی ہے۔ مصنفات مقلدین ائمہ پر جن کی نظر ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ لوگ کس طرح اپنی ضعیف بلکہ اضعف دلیل کو صحیح یا کم از کم مؤید از اجماع کہہ کر اپنے مخالف کی صحیح بلکہ اصح برہان کو مخالفت قیاس کے بہانہ سے ٹال دیتے ہیں۔ حمیت مذہبی کے جوش و جنوں میں افتراء تک سے بھی دریغ نہیں کرتے، اپنی تائید اور مخالف کی تردید میں ایڑی چوٹی کا زور صرف کر دیتے ہیں۔

محدثین کرام ادخلھم اللہ فی اعلی المقام ایسی مقدس ہستیاں، اور ان کی مجتہدانہ نظریں، بھلا ان عامیانہ تنگ نظریوں کی کیسے مقید ہو سکتی تھیں؟ انہوں نے اپنی اپنی کتابوں میں ہر قسم کی احادیث کو جمع فرمایا ہے۔ مذہب کی پاسداری کا خیال تک نہ فرمایا۔ نقد و تبصرہ اس وسعت نظری اور فراخ دلی سے فرماتے ہیں کہ متعصب مقلدین کو خواب میں بھی نصیب نہ ہو۔ حدیث نبوی کے مقابلہ میں کسی مذہب کی مخالفت کی انہیں کچھ پرواہ نہیں۔

سید المحدثین امام بخاری رحمہ اللہ بیسیوں جگہ ائمہ کو جواب دے گئے ہیں۔ ترمذی رحمہ اللہ نے دسیوں مقام پر ائمہ کا خلاف کیا ہے۔ غالباً بلکہ یقیناً یہی وجہ ہے کہ ارباب صحاح کے انتساب میں اختلاف ہے۔ اگر ایک صاحب انہیں شافعی بناتے ہیں تو دوسرے ان کو حنبلی بنانے کی کوشش میں ہیں۔ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ انصاف ص ۵۹ میں فرماتے ہیں:

((اما ابوداؤد والترمذی فهما منتسبان الى احمد واسحق وكذلك ابن ماجة والدارمی انتهىٰ مختصراً .))

''ابوداؤد، ترمذی کا انتساب امام احمد و امام اسحٰق کی طرف کیا گیا ہے۔ ابن ماجہ، دارمی بھی اسی طرح ہیں۔''

ادھر مولانا انور شاہ صاحب سابق صدر مدرس مدرسہ دیوبند فرماتے ہیں:

((امامسلم فلا اعلم مذهبه بالتحقيق واما ابن ماجة فلعله شافعی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والترمذی شافعی واما ابوداؤد والنسائی فالمشهور انهما شافعیان ولکن الحق انهما حنبلیان۔انتهی مختصراً .)) ❶

''امام مسلم کا مذہب مجھے تحقیقاً معلوم نہیں ہے۔ امام ترمذی ،شافعی تھے۔ ابن ماجہ بھی شائد،امام ابوداؤد اور نسائی کے متعلق مشہور تو یہ ہے کہ شافعی تھے لیکن امر محقق یہ ہے کہ حنبلی تھے۔''

اب سنیے امام بخاری رحمہ اللہ کے متعلق خوش فہموں کے خیال اور اختلاف آراء۔ علامہ عجلونی کسی سے نقل کرتے ہیں کہ:

بخاری حنبلی تھے (اہل حدیث مجریہ ۲۷،ستمبر ۱۹۱۸ء) آج کل کے لوگ آپ کو شافعی سمجھ رہے ہیں۔

علامہ سندھی حنفی فرماتے ہیں کہ ''امام بخاری رحمہ اللہ کو ہر ایک صاحب مذہب نے اپنے میں سے شمار کیا ہے۔'' ❷

علامہ شعرانی نے لواقح الانوار میں امام بخاری رحمہ اللہ کو سلسلہ صوفیہ میں داخل کر دیا ہے۔

دیکھیے صاحب! کس قدر اختلاف ہے۔ ابوداؤد، ترمذی اور بخاری کو اگر ایک طرف شافعی کہا جاتا ہے تو دوسری طرف انہیں حنبلی اور اسحاقی شمار کیا جاتا ہے۔ محدث دہلوی رحمہ اللہ حجۃ اللہ ص ۱۵۲ میں امام نسائی کو شافعی کہتے ہیں۔ شاہ انور انہیں حنبلی بتا رہے ہیں۔ رئیس المحدثین کو ہر ایک اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ ابن ماجہ کے متعلق کچھ یقین ہی نہیں۔ امام مسلم کا مذہب وادیٔ خفاء میں ہے۔ غرض عجب دھینگا مشتی اور کھینچا تانی ہو رہی ہے۔ مقلد دوستو! العدل کے ممبرو! بولو! کسے سچا کہو گے، جھوٹا کس کو بتاؤ گے؟

منشاءِ غلطی:

جو لوگ ائمہ محدثین کو مقلد سمجھ رہے ہیں، ان کو غلطی یہ لگی ہے کہ اصحاب طبقات نے کسی نہ کسی مذہب کی طرف ہر محدث کا انتساب کیا ہے۔ یعنی جس محدث کا اجتہاد کسی امام کے اجتہاد کے ساتھ زیادہ مناسبت رکھے، اسی کی طرف اس کی نسبت کر دی۔ انتساب کے معنی ہیں محض نسبت کر دینا۔ اگرچہ بوجہ طریقہ اجتہاد و استدلال ہی کیوں نہ ہو تقلیداً نہیں۔ ورنہ مقلد میں استدلال کا مادہ کہاں؟ یہ میرے گھر کی بات نہیں۔ حضرت محدث دہلوی کی حجۃ اللہ طبع مصر ص ۱۵۲ میں ہے۔

((کان اصحاب الحدیث ایضا قد ینسبون الی احد المذاهب لکثرة موافقته له کالنسائی والبیهقی ینسبان الی الشافعی .))

---

❶ العرف الشذی۔ص ٥.

❷ حاشیه سندهی علی صحیح البخاری.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''یعنی اہل حدیث کثرت موافقت (اجتہاد) کی وجہ سے کسی نہ کسی امام کی طرف منسوب کیے جاتے تھے۔''

یہی وجہ ہے کہ علامہ ابن جریر رحمہ اللہ ، داؤد ظاہری رحمہ اللہ ایسے مسلم مجتہدوں کو بھی بوجہ موافقت اجتہاد شافعی لکھ ڈالا ہے، حالانکہ وہ ہرگز مقلد نہیں۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اس حقیقت کو بھی بے نقاب کر دیا ہے:

((ومعنى انتساب الى الشافعى انه جرى على طريقته فى الاجتهاد واستقراء الادلة وترتيب بعضها على بعض وافق اجتهاده اجتهاده واذا خالف احيانا لم يبال بالمخالفة۔ انتهى مختصراً .)) ❶

''علامہ ابن جریر رحمہ اللہ کے منتسب الی الشافعی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ امام شافعی رحمہ اللہ کے طریقۂ اجتہاد پر چلے ہیں۔ طرزِ استدلال، استقراء ادلہ اور دلائل کے باہم ترتیب دینے میں بھی انہی کی روش اختیار کی ہے۔ بسا اوقات ان کا اجتہاد امام شافعی رحمہ اللہ کے اجتہاد کے موافق پڑ جاتا ہے لیکن وہ شافعی رحمہ اللہ کی مخالفت کی (بالکل) پرواہ نہیں کرتے۔''

امام بخاری کے متعلق فرماتے ہیں:

((والبخارى فانه وان كان منتسبا الى الشافعى موافقا له فى كثير من الفقه فقد خالفه ايضافى كثير ولذلك لا يعد ما تفرد به من مذهب الشافعى .)) ❷

''یعنی کثرت موافقت کی وجہ سے بخاری اگرچہ انتساباً شافعی ہیں، مگر اکثر مقامات پر شافعی کی مخالفت سے بھی نہیں ٹلتے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے تفرد کی ذمہ داری شافعی مذہب پر نہیں ہے۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ، امام بخاری رحمہ اللہ کے متعلق لکھتے ہیں:

((فللبخارى رحمہ اللہ اسوة بالائمة الذين سلك طريقهم كالشافعى وابى ثور و الحميدى و احمد و اسحق .)) ❸

''یعنی امام بخاری رحمہ اللہ (مقلد نہیں ہیں بلکہ اپنے سے پہلے اماموں مثل) امام شافعی، ابوثور، امام حمیدی، امام احمد اور امام اسحق رحمہ اللہ (کے طریقہ واجتہاد پر چلے ہیں اور راہ اجتہاد میں انہی) کے پیرو ہیں۔'' ❹

❶ انصاف: ص ٥۔ ❷ انتهىٰ مافى الانصاف: ص ٥٩۔

❸ وهكذا فى ارشاد السارى مطبوعه مصر جلد ٨، ص ٢٥٨، للعلامة القسطلانى رحمہ اللہ۔

❹ فتح البارى دهلوى: پ ٢٦، ص ٤٥٦۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہی نہیں بلکہ اکثر ائمہ کا یہی حال ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ عقد الجید میں فرماتے ہیں:

((وفی الانوار ایضا المنتسبون الی مذهب الشافعی وابی حنیفة و مالك و احمد اصناف احدها العوام والثانی البالغون الی رتبة الاجتهاد والمجتهد لا یقلد مجتهدا و انما ینتسبون الیه لجریهم علی طریقته فی الاجتهاد واستعمال الادلة و ترتیب بعضها علی بعض۔انتهی ملخصاً.))

''یعنی ائمہ اربعہ کی طرف جن لوگوں کا انتساب ہے وہ کئی قسم ہیں۔ایک تو عوام، دوسرے وہ (بزرگ علماء) جو درجہ اجتہاد پر پہنچے تو ہیں مگر جس امام کے طریقہ اجتہاد و استعمال دلائل پر کوئی چلا وہ اسی کی طرف نسبت کر دیا گیا (تقلیداً نہیں کیونکہ) مجتہد (دوسرے) مجتہد کی تقلید نہیں کرتا۔''

حتی کہ بعض علماء نے اس روشن حقیقت کو خود بخود اور بھی واضح فرمادیا ہے۔ علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ ''النافع الکبیر'' میں لکھتے ہیں:

((وقد نقل عن ابی بکر القفال وابی علی والقاضی حسین من الشافعیة انهم قالوا لسنا مقلدین للشافعی بل وافق رأینا رأیه وهو الظاهر من حال الامام ابی جعفر الطحاوی فی اخذه بمذهب ابی حنیفة.)) [انتهی]

''قفال، قاضی حسین، ابوعلی سے نقل کیا گیا ہے، فرماتے ہیں ہم امام شافعی رحمہ اللہ کے مقلد نہیں۔ بلکہ ہماری رائے (اجتہاد) ان کی رائے (اجتہاد) سے موافق پڑگئی (جو کہ ہمیں شافعی کہا جاتا ہے، مولانا خود فرماتے ہیں) کہ یہی حال طحاوی کا ہے۔''

یعنی امام طحاوی بھی امام ابوحنیفہ کے مقلد نہیں تھے بلکہ ان سے فضل ابوعبید نے ایک مسئلہ پوچھا تو انہوں نے جواب دیا۔ فضل نے کہا امام ابوحنیفہ کا تو یہ قول نہیں ہے۔ فرمایا ''او کل ما قال ابو حنیفه اقول به'' کیا جو ابوحنیفہ کہیں گے میں وہی کہوں گا؟ اس نے کہا میرا تو خیال تھا کہ آپ مقلد ہوں گے۔ فرمایا ''و هل یقلد الا عصبی.'' تقلید تو متعصب اور ضدی کیا کرتے ہیں۔'' اس قصہ کو حافظ ابن حجر نے لسان المیزان ج ۱، ص ۲۸۰ میں نقل کیا ہے۔

ناظرین! انہی علامہ طحاوی رحمہ اللہ کے متعلق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((و کان یذهب مذهب ابی حنیفة و کان شدید العصبیة فیه و لا یری حقا فی خلافه.)) (لسان المیزان مطبوعه دکن ج ۱ ص ۲۷۶)

''طحاوی رحمہ اللہ حنفی مذہب میں یہاں تک متعصب تھا کہ اس کے خلاف میں حق نہیں سمجھتا تھا۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مگر باوجود اس کے تقلید سے پھر بھی متنفر ہیں۔ مقلد دوستو! کیا اب بھی طحاوی کو مقلد کہو گے؟
علامہ طحاوی حنفی رحمہ اللہ کے متعلق مولانا عبدالحی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((فالحق انه من المجتهدين المنتسبين الذين ينتسبون الى امام معين من المجتهدين لكن لا يقلدونه لافي الفروع ولافي الاصول لكونهم متصفين بالات الاجتهاد و انما انتسبوااليه لسلوكهم طريقة الاجتهاد(الى قوله)وماحسن كلام المولى عبدالعزيز المحدث الدهلوى فى كتاب بستان المحدثين حيث قال مامعربه ان مختصرالطحاوى يدل على انه كان مجتهداولم يكن مقلداً للمذهب الحنفي تقليداً محضافانه اختارفيه اشياء تخالف مذهب ابى حنيفة لما لاح له من الادلة القوية انتهٰى ملخصاً .)) ❶

''یعنی امام طحاوی بھی مجتہد منتسب تھے اور مجتہدین منتسبین میں سے تھے جو کسی امام کی تقلید نہ کرتے تھے، نہ اصول نہ فروع میں اور ان کا سلوک بوجہ توافق طریقہ اجتہاد ہوتا ہے اور شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ نے کیا عمدہ فرمایا ہے کہ طحاوی مقلد حنفی نہیں بلکہ مجتہد (منتسب) تھے کیونکہ وہ حضرت امام ابوحنیفہ کی کئی جگہ مخالفت کر جاتے ہیں۔'' ❷

بعض دیگر ائمہ کے اقوال تو ہمیں ایسے ملتے ہیں، جن میں انہوں نے علانیہ تقلید سے بیزاری ظاہر کی ہے۔ چنانچہ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ متوفی ۳۱۱ھ فرماتے ہیں۔

((ماقلدت منذبلغ سنى عشر سنة . ❸

''یعنی میں جب سے سن تمیز (دس سال) کو پہنچا ہوں تقلید نہیں کی۔''

محدث ابن شاہین متوفی ۳۸۵ھ کے سامنے مذاہب کا ذکر ہوتا بلکہ آپ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کا مذہب کیا ہے؟ تو فرماتے: ((انا محمدى المذهب .)) ❹

((سئل ايش مذهبك؟ فقال: محمدى .)) ❺

''جب ان سے مذہب پوچھا جاتا تو کہتے کہ میں تو محمدی ہوں۔''

---

❶ التعليقات السنية على الفوائد البهية، ص : ١٨.

❷ میں کہتا ہوں کہ امام طحاوی تو ایسے آزاد ہیں کہ جہاں کہیں قول امام خلاف سنت دیکھتے ہیں فوراً کہہ اٹھتے ہیں "فما قال ابو حنيفة باطل" (یعنی ابوحنیفہ کا قول باطل ہے) ملاحظہ ہو شرح معانی الآثار (منقول از اشاعة السنة ج ٦ ص ٢٥)

❸ التعليقات السنية الفوائد البهية لمولنا محمدعبدالحى، ص ١٠١.

❹ تذکرۃ الحفاظ: ۳/۱۹۶۔ ❺ فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ قدس سرہ ۲/۲۸۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح شیخ شہاب الدین بن محمد منزلاوی متوفی ۹۵۱ھ کے متعلق لکھا ہے کہ ''محمدی'' تھے۔ ❶ بلکہ شعرانی رحمہ اللہ نے تو مذاہب کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے کہ وہ کسی مذہب کے مقلد نہیں تھے۔ حضرت شاہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((ثم نقل (الشعرانی) عن جماعة عظیمة من علماء المذاهب انهم کانوا یعملون ویفتون المذاهب من غیر التزام مذهب معین عن اصحاب المذاهب الی زمانه انتهیٰ.)) ❷

ناظرین! یہ مشتے نمونہ ازخروارے ہے۔ ورنہ جن کی کتب طبقات پر نظر ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ محدثین کرام میں ایک فرد بھی مقلد نہیں تھا۔

لیکن آہ! جس بزرگ ہستی کی بابت آج کہا جاتا ہے کہ وہ بھی مقلد تھے وہ حسب تصریحات محققین مجتہد منتسب ہی نہیں بلکہ مجتہد مطلق مستقل تھے۔

۱۔ فوائد دراری میں ہے:

((کان (البخاری) مجتهدا مطلقا اختاره السخاوی.)) ❸

۲۔ مولانا انور شاہ صاحب فرماتے ہیں:

((ولکن الحق ان البخاری مجتهد.)) ❹

۳۔ مولانا ولایت علی قدس سرہ فرماتے ہیں: ''مثل محمد بن اسماعیل کہ صاحب مذہب مستقل بود چنانچہ رملی اورا مجتہد مستقل نوشتہ'' ❺

۴۔ مولانا عبدالحی بھی لکھتے ہیں کہ ''حضرت امام بخاری مجتہد مستقل تھے۔'' ❻

خلاصہ یہ ہے کہ امام بخاری مجتہد مستقل تھے۔ جب بخاری کا اجتہاد مستقل ثابت ہوگیا تو اب سنئے! حضرت محدث دہلوی فرماتے ہیں:

((واما من بلغ رتبة الاجتهاد المستقل فانه یخرج عن کونه شافعیاً انتهی ملخصا.)) ❼

---

❶ طبقات کبریٰ للشعرانی ص ۱۸۹۔ ❷ عقد الجید، ص: ۹۸۔
❸ اهلحدیث مجریه ۲۷، ستمبر ۱۹۱۸ء۔ ❹ العرف الشذی، ص ۵۔
❺ فیض الفیوض ص ۱۲۸، مندرجه رسائل تسعه مطبوعه فاروقی۔
❻ النافع الکبیر، ص ٦۔
❼ انصاف: ص ۵۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''یعنی مجتہد مستقل شافعی نہیں ہوسکتا۔''

باقی رہے دیگر اصحاب صحاح تو ان کی بابت علامہ ابن حزم اندلسی متوفی ۴۵٦ھ فرماتے ہیں:

((ثم اتى بعد هؤلاء البخاری وابوداؤد ومسلم (الی قوله) مامنهم احد اتی بامام قبله فاخذبقوله فتقلد به بل كل هؤلاء نهی عن ذلك وانكره الی اخر ماقال رحمة الله علیه .)) ❶

''امام بخاری ومسلم وابوداود ونسائی وغیرہ ودیگر محدثین میں سے کوئی مقلد نہیں تھا بلکہ وہ سب تقلید سے روکتے اوراس پر (سخت) انکار فرماتے تھے۔''

اس سے بھی ثابت ہوا کہ جملہ محدثین مجتہد تھے:

((والمجتهد لایقلد مجتهداً .)) ❷

قارئین کرام! اس قدر ارشادات فحول کے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی تقلید المحدثین رٹے چلا جائے تو اس کے سوا اور کیا کہا جائے گا ؎

شور بختاں بآرزو خواہند

مقبلاں را زوال نعمت وجاہ

والسلام وصلی الله علی النبی واله واصحبه واتباعه اجمعین .

(اخبار اہل حدیث، امرتسر ١٦ دسمبر ١٩٢٧ء)

---

❶ هداية السائل۔ ص: ٥٣٤.

❷ انصاف، ص: ٥١.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارباب کمالات کے متعلق بزرگانِ احناف کے خیالات

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا!

قاعدہ کی بات ہے کہ جن لوگوں کے پاس اپنے عندیہ یا نظریہ پر کوئی برہان و دلیل نہ ہو تو وہ اپنے مزعومی حریفوں سے بر جوڑ کر ان کے جرائم کا تجسس کر کے پبلک میں انہیں بدنام کر کے اپنے خیالات کی اشاعت چاہتے ہیں۔

اگر ان کے مزعومی حریف ذرہ سی دفاعی حرکت بھی کریں تو ہائے وائے مچا کر اپنے تئیں مظلوم ظاہر کرتے، اور ہر نا کردہ گناہ کو ان کے سر تھوپتے ہیں۔ آج کل کی اصطلاح میں اسے پروپیگنڈا کہا جاتا ہے۔ لوگ کہا کرتے ہیں کہ یورپ کو اس میں بڑا کمال ہے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ اس کی طرح ڈالنے کا جنہیں شرف حاصل ہے وہ اور ہی بابرکت ہستیاں ہیں۔

میری اس بات کو مبالغہ نہ سمجھا جائے اس کے شواہد و نظائر بہت ہیں۔ دور نہ جایئے۔ ہندوستان ہی کو لیجیے! ہمارے بھائیوں نے اہل حدیث کے خلاف کس قدر پروپیگنڈا سے کام لیا ہے۔ ہر اخلاقی خرابی ان کے ذمہ لگائی گئی اور ہر مذہبی بُرائی کی مرتکب گردانے گئے۔ بعض تو یہاں تک حد سے بڑھا ہوا بہتان ہوتا ہے جس کی جماعت اہل حدیث کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں ہوتی۔

مثال کے طور پر ایک اسی کو لیجیے کہ اہل حدیث بے ادب ہیں، گستاخ ہیں، بزرگوں کو برا کہتے ہیں، یہ کرتے ہیں، وہ کرتے ہیں۔

لئیمانہ طبائع سے تو اکثر ایسے امور بعید نہیں ہوتے کیونکہ وہ فطرتاً کمینہ و سفلہ ہوتے ہیں۔ تعجب تو یہ ہے کہ بڑے بڑے فیل بھی اس میدان میں چت گرے اور گر رہے ہیں۔ تقلید کے موجودہ مجدد جناب مولانا مرتضیٰ حسن صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''(اہلحدیث) ائمہ کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں۔'' [1]

[1] رسالہ تحقیق الکفر والایمان، ص: ٤٦.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک اور دیو بندی بزرگ درافشانی کرتے ہیں:

''(وہابیہ) ائمہ اربعہ اوران کے مقلدین کی شان میں الفاظ واہیہ استعمال کرتے ہیں۔'' ❶

اور تو اور العدل پارٹی کے واحد آرگن ''العدل'' کو تو ہر وقت رٹ ہی یہی ہے۔ دو سال کا فائل شاہد ہے۔ایک جگہ لکھتا ہے:

''ثابت ہو چکا ہے کہ سبِ سلف اور شتمِ مقلدین اس جماعت کا طرۂ امتیاز ہے۔'' ❷

اسی قسم کے پروپیگنڈے سے بزرگان احناف متاثر ہوئے اور اُنہوں نے ائمہ سلف کے حق میں اپنے غلط خیال جمائے رکھے۔ اس میں دراصل ان کا کوئی چنداں قصور ہم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس میں بھی اسی وسیع پروپیگنڈے کا ہاتھ ہے جو آج استعمال کیا جارہا ہے۔ چنانچہ میں عبارات علماء حنفیہ اس بارہ میں عرض کرتا ہوں تاکہ اہل حدیث کو بے ادب کہنے والے بھائی پہلے اپنے بزرگوں کے متعلق کوئی رائے قائم کرلیا کریں۔ تاکہ کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے ۔

شیشہ مئے بغل میں پنہاں ہے
پھر بھی دعویٰ ہے پارسائی کا

(۱) امام ترمذی رحمہ اللہ کے متعلق سب سے بڑے حضرت حنفی عبدالحق دہلوی رقمطراز ہیں:

((ولم يذكر الترمذي لان عادته ان لا يذكر مذهب ابي حنيفة واصحابه في كتابه تعصبًا.)) ❸

''یعنی امام ترمذی رحمہ اللہ اپنی کتاب (جامع) میں (امام) ابوحنیفہ اوران کے مقلدین کا مذہب نقل نہیں کرتے (کیونکہ) اسے (حنفی مذہب سے) تعصب ہے۔''

''العدل'' والو! خدارا ایمان سے کہنا کہ حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ نے واقعی سچ فرمایا ہے؟ پتہ نہ ہو تو اپنے نئے شارحین سے دریافت کرلینا کہ واقعۃً ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی ساری کتاب میں امام صاحب وغیرہ کا مذہب نقل نہیں کیا؟ کیا سچ مچ ترمذی متعصب ہے؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو اُس کی کتاب پر کیوں رنگا رنگ کے حاشیے چڑھائے جارہے ہیں؟ کیوں درس میں رکھ رکھی ہے؟ کیا تبرکؑ کے علاوہ تردید کی غرض تو نہیں؟ اگر تمہارے منہ سے خدا نکلوادے کہ حضرت امام ترمذی جیسا وسیع النظر، فراخ دل، محدث کبھی متعصب

❶ الشهاب الثاقب، ص: ۷۱.

❷ العدل مجریہ ۷ جنوری ۱۹۲۸ء، ص: ۷.

❸ فتح سر المنان قلمی، ص: ۲۴۲.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہوسکتا۔ تو حضرت شیخ صاحب قدس سرہ کا ایک بہت جلیل القدر محدث پر حکم تعصب ایسا حملہ نہیں جسے تمہارے رنگ میں لفظ ''واہی'' اور ''گستاخانہ'' کہا جاسکے۔

(۲) شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے حق میں مولانا عبدالحلیم صاحب لکھنوی مرحوم فرماتے ہیں:

((فانــــه [ابــن تيمية رحمـــه الـلّـه] تغوه بان للّـه يدا و رجلًا وصار من المجسمة ❶ حتى ان بعضا من العلماء قد كفروه .))

''(یعنی) ابن تیمیہ رحمہ اللہ یہ بکواس کر کے مجسمہ ہوگیا کہ خدا کے ہاتھ پاؤں ہیں۔ اسی وجہ سے بعض علماء نے اسے کافر کہہ دیا ہے۔''

(۳) حاشیہ جلالین پر (جو ایک دیو بندی فاضل کا تصدیق و تصحیح شدہ ہے) علامہ ممدوح کے حق میں یہ الفاظ نقل ہیں۔

((قال العماء انه الضال المضل .)) ❷

''یعنی ابن تیمیہ خود گمراہ اور (لوگوں کو) گمراہ کنندہ ہے۔''

حنفی دوستو! علامہ بدر الدین عینی حنفی رحمہ اللہ شارح صحیح بخاری کا مندرجہ ذیل فرمان پڑھ کر مکفرین و ناقلین کفر ابن تیمیہ پر جو چاہو رائے قائم کرو تمہیں اختیار ہے۔

((فمن قال انه (ابن تيميه) كافر فهو كافر حقيق ومن نسبه الى الزندقة فهو زنديق . انتهٰى ملخصا . ❸)) ❹

''یعنی جو ابن تیمیہ کو کافر کہے وہ خود کافر ہے اور جو اُسے زندیق (گمراہ) کہے وہ خود زندیق (گمراہ) ہے۔''

---

❶ مجسمہ ایک گمراہ فرقہ ہے جو کہتے ہیں کہ جیسے ہمارے ہاتھ پاؤں ہیں۔ خدائے تعالیٰ کے بھی (نعوذ باللہ) ویسے ہیں۔ گویا وہ خالق برتر کو خلق ابتر سے تشبیہ دیتے ہیں۔ جو خلاف عقل و نقل ہے۔ اکثر مخالفین بلکہ بسا ناواقف بھی شیخ الاسلام کے ذمہ یہی الزام لگاتے ہیں۔ ملا حسن وغیرہ معقول کی کتابوں کے حواشی پر بھی لکھا کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ سراسر بہتان ہے۔ علامہ رحمہ اللہ نے اپنی قابل قدر تصنیف منہاج السنۃ النبویہ میں متعدد مقامات پر ان کا رد کیا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی تنزیہ عن الخلق بادلہ قاطعہ ثابت کی ہے۔ (ملاحظہ ہو منہاج جلد اول صفحہ ۲۴۱، ۲۴۳ وغیرہ) (ابوالطیب) قابل نامہ نگار کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس قسم کے غلط الزامات آج بھی لگائے جاتے ہیں۔ کیا آپ کو معلوم نہیں اس خاکسار کو منکر حدیث کہا گیا ہے حالانکہ منکرین حدیث (چکڑالویہ) کی تردید اور اثبات حدیث میں اسی خادم حدیث کی تحریرات ہیں۔ ملزمین کی ایک سطر بھی نہیں۔ دنیا کا یہی دستور ہے جو متنبی نے کہا ہے۔

بالكد الدنيا منى انت مقصرٌ على الحرحتى لا يكون له ضدٌ

(مدیر: ہفت روزہ اہلحدیث)

❷ مجتبائی، ص: ۲۳. ❸ القول الجلي في ترجمة ابن تيمية الحنبلي. ❹ البيان المبدى، ص: ۷۸.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۴) علامہ محمد بن موصلی کے متعلق (جو علامہ ابن تیمیہ کے معاصر اور اجل علماء میں سے ہیں۔ اور جنہوں نے کتاب "سیف السنة الرفیعه فی قطع رقاب الجهمية والشيعه" اپنی بہترین یادگار چھوڑی ہے) مولانا عنایت علی حنفی ضمیمہ اُخر سے کتاب الابانہ صفحہ ۱۴۸، ۱۵۲، ۱۵۳ پر فرماتے ہیں۔

((المتشدد المتشدق والمتعصب المتعمق زهق اللسان.))

"یعنی تشدد کرنے والا۔ باچھیں پھاڑنے والا، ضدی بدزبان ہے۔"

(۵) امام ابوبکر ❶ احمد بن خطیب بغدادی رحمہ اللہ جیسے نقاد محدث کو انہی مولانا عنایت علی حنفی حیدر آبادی نے "المتعصب العنيد" (ضدی) تحریر فرمایا ہے۔

(۶) مولانا رشید احمد صاحب رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ ہدایۃ المعتدی، ص: ۳۳ میں امام بخاری رحمہ اللہ جیسے رئیس المحدثین ❷ منصف محدث کو متعصب قرار دیا ہے۔

(۷) صاحب شرح وقایہ نے مسئلہ قضاء بالیمین (کتاب الدعوے) میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ❸ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بدعتی قرار دیا ہے۔ ❹

(۸) نور الانوار، ص: ۲۵۴ مطبوعہ علوی لکھنؤ۔ امام شافعی کو دو دفعہ جاہل قرار دیا ہے۔

(۹) امام داؤد ❺ اصفہانی ظاہری کو بھی جاہل قرار دیا ہے۔

ہمارے ناظرین کو یہاں کسی قسم کا خدشہ نہ ہو ان باتوں کو صرف ہم نے سوء ادبی قرار نہیں دیا بلکہ صاحب

---

❶ امام خطیب رحمہ اللہ پانچویں صدی ہجری کے نامور محدث گذرے ہیں۔ علم حدیث سے انہیں خاص شغف تھا۔ ساری زندگی خدمت حدیث شریف میں بسر کی۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ آپ کے بعد میں آنے والے محدثین سب آپ کا عیال ہیں۔ (شرح نخبہ) آپ کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ اسناد حدیث کی تحقیق وتنقید، جرح وتعدیل رجال، متون احادیث کا مل نقد وتبصرہ ہے۔ علم رجال میں آپ کی متعدد تصانیف ہیں۔ ان کی تالیفات میں تاریخ بغداد کو خاص اہمیت حاصل ہے جو ۱۴ جلدوں میں تمام ہوئی ہے۔ جس میں تاریخ کو محدثانہ روش پر تحریر فرمایا ہے۔ مناقب ومثالب نہایت صفائی سے لکھے ہیں۔ اس کا کچھ حصہ مولانا محمد دہلوی نے چھپوایا ہے۔ آپ کی ایک تصنیف "شرف اصحاب الحدیث" بھی آج کل طبع ہو چکی ہے۔ آپ کے سوانح حالات نہایت دلچسپ ہیں۔ (ملاحظہ ہو "بستان المحدثین"، "اتحاف النبلاء، ص: ۳۱، ۱۸۵، ۱۲۔)

❷ عمدة الرعایه، ص: ٣٦.

❸ حدیث میں ہے اگر مدعی کے پاس دو گواہ نہ ہوں تو ایک گواہ کی بجائے حلف اٹھا لے۔ منجملہ دیگر اسلاف کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ امام مالک رضی اللہ عنہ کا بھی یہی خیال ہے۔ حنفیہ اس کے خلاف ہیں۔ بدیں وجہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بدعت کا مرتکب کہا گیا ہے۔

❹ شرح وقایه، ص: ٢٦١، مطبوعه افضل المطابع مع حاشیه چلپی.

❺ امام داؤد اصفہانی رحمہ اللہ فرقہ ظاہریہ کے امام مانے جاتے ہیں۔ مجتہد ہونے کی حیثیت سے ائمہ اربعہ رحمہ اللہ سے کسی طرح کم نہیں۔ جیسے ائمہ اربعہ رحمہ اللہ کے مقلدین ہیں ویسے ان کے بھی مقلد ہیں۔ ان کا فرقہ مستقل فرقہ ہے ان کا اصول ہے کہ ظاہر کتاب وسنت پر عمل چاہیے قیاس وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نور الانوار دبی زبان سے، اور صاحب قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار صراحۃً اسے بے ادبی اور گستاخی قرار دے رہے ہیں۔ صاحب نور الانوار فرماتے ہیں:

((وقد نقلنا کل هذا علی نحو ما قال اسلافنا وان کنا لم نجترء علیه قال فی قمر الاقمار، ص: ۲۵٤، لان فی البیان سوء الادب. انتهی))

''یعنی ہم نے تو (محض) اپنے بڑوں سے نقل کر کے کہہ دیا ہے۔ ورنہ ہم اس پر دلیری نہیں کر سکتے۔ کیونکہ (ائمہ سلف کو جاہل قرار دینا) بے ادبی اور گستاخی ہے۔''

سچ ہے: ؎

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانہ میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانہ میں

یہ تو تھی ''سب سلف'' کی حالت۔ اب سنئے ''شتم غیر مقلدین'' مولانا مرتضیٰ کس انوکھے لہجہ میں فرماتے ہیں:

(۱۰) ''ایسے (اہلحدیث) لوگوں کو ہم گمراہ، بد دین، اور اہل سنت والجماعت سے خارج، اور جن کے عقائد کفر کی حد تک پہنچ چکے ہیں اُن کو کافر سمجھتے ہیں۔'' [1]

فتلك عشرة کاملة. یہ تو مشتے نمونہ از خروارے ودانہ از انارے ہے ؎

اند کے با تو بگفتم و بدل ترسیدم
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیاراست

العدل کے فاضل مدیر! اب فرمایئے کہ سب سلف اور شتم غیر مقلدین کن کا طغرائے امتیاز ہے؟

تم الزام ہم کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا ؎

گوش حق نیوش سے سنئے! اسلاف کرام کی حقیقی عظمت، سچا وقار، اہل حدیث کا عین ایمان ہے وکفی باللہ شهیدا ؎

مجھ میں اک عیب بڑا ہے کہ وفادار ہوں میں

اللّٰهم وفقنا لما تحبه و ترضیٰ. (یار زندہ صحبت باقی)

مولوی ابو الطیب عطاء اللہ صاحب
لکھوکے، ضلع فیروز پور
اخبار اہل حدیث امرتسر، ۷ ستمبر ۱۹۲۸ء

---

[1] تحقیق الکفر والایمان، ص: ٤٦.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علماء احناف توجہ فرمائیں

خصوصاً فاضل مدیر العدل گوجرانوالہ

مجھے ان اسئلہ کی اجوبہ کی ضرورت ہے، کیا کوئی مقلد بزرگ اس طرف توجہ فرمائیں گے؟

(۱) اجتہاد کی کیا تعریف ہے؟ عند اہل الاصول۔

(۲) تقلید کی تعریف کیا ہے؟

(۳) اجتہاد و تقلید میں مابہ الامتیاز کیا چیز ہے؟

(۴) اجتہاد کے شرائط کیا ہیں؟

(۵) کیا ان شرائط میں احادیث نبویہ کا علم بمقدار ۳۰۰ احادیث احکام بمع معانی و جرح و تعدیل بھی داخل ہے یا نہیں؟ بر تقدیر ثانی حوالہ دیجیے۔ بر تقدیر اول۔

(أ)...... کیا حضرت امام ابوحنیفہ میں یہ شرط موجود تھی؟ تھی تو:

اولاً:...... ان عبارات کا کیا مطالب ہے:

۱۔ امام مالک رحمہ اللہ سے (باعتراف امام محمد رحمہ اللہ) امام ابوحنیفہ کی احادیث کم تھیں۔ اور امام مالک رحمہ اللہ کی احادیث کل ایک ہزار تھیں۔ ❶

۲۔ مولانا محمد عبدالحی نے بھی زیادہ سے زیادہ کچھ اوپر ایک ہزار والا قول ہی نقل کیا ہے۔ ❷

اور یہ کل احادیث کی تعداد ہے جن میں قصص، ذکر، معاد، معجزات و پیشگوئیاں بھی یقیناً ہوں گی یا باحادیث احکام جزا سزا۔

۳۔ مولانا شبلی رحمہ اللہ بھی لکھتے ہیں۔ ''اس سے انکار نہیں ہو سکتا ہے کہ وہ (امام صاحب رحمہ اللہ) محدث کے لفظ سے مشہور نہیں۔ ❸

۴۔ شاہ عبدالحق صاحب رحمہ اللہ دہلوی فرماتے ہیں: ''وسلسلہ روایت حدیث از ایشاں کمتر بر پاشد۔'' ❹

---

❶ ابن خلکان۔

❷ مقدمة عمدة الرعاية، ص: ۳۵.

❸ سیرۃ النعمان۔

❹ شرح سفر السعادة، ص: ۱۱، مولفہ شیخ.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی امام صاحب رحمہ اللہ سے روایت حدیث بہت ہی کم ہے۔

ثانیا: ......جس قسم کا وجود اجتہاد امام صاحب رحمہ اللہ میں مسلم ہے کم از کم ایسا محدثین میں ہے یا نہیں؟ ہے تو اس کی کیا وجہ کہ امام صاحب رحمہ اللہ تو مجتہد اور محدثین غریب مقلد؟ (عامی)

اگر نہیں تو ذیل میں جو ارشادات فحول بابت محدثین نقل ہیں ان کا کیا مطلب ہے؟ کیا یہ اس معنیٰ میں صاف نہیں کہ محدثین مقلد تو کجا مجتہدین کی صف اولیں میں جگہ پانے کے قابل ہیں؟

(۱)......یحییٰ بن معین رحمہ اللہ محدث (متوفی ۲۳۳ھ) نے اپنے ہاتھ سے ۱۰ لاکھ حدیث لکھی۔ [1]

(۲)......امام ابوداؤد سلیمان بن داؤد طیالسی رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۴ھ) سے ان کے شاگردوں نے ۴۰ ہزار احادیث نقل کیں۔ [2]

(۳)......امام ابو عثمان سعید بن منصور بن شعبہ مروزی رحمہ اللہ (متوفی ۳۲۰ھ) کو دس ہزار احادیث یاد تھیں۔ [3]

(۴)......امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی رحمہ اللہ (متوفی ۳۶۰ھ) سے احمد شیرازی نے ۳ لاکھ حدیث لکھی۔ [4]

(۵)......امام ابوداؤد سلیمان بن داؤد سجستانی رحمہ اللہ صاحب سنن ابوداؤد نے اپنی کتاب کو پانچ لاکھ سے منتخب فرمایا ہے۔ [5] اور سنن ابی داؤد میں اب بھی چار سو کے قریب احادیث ہیں جس کے متعلق لکھا ہے کہ مجتہد کو کافی ہے۔ [6]

(۶)......''ابن ماجہ'' میں کل احادیث قریباً چار سو ہیں۔ [7]

(۷)......امام بخاری رحمہ اللہ کو کل صحیح احادیث ایک لاکھ اور لاکھ غیر صحیح یاد تھیں۔ [8]

بلکہ یہاں تک بھی لکھا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح کو چھ لاکھ احادیث سے منتخب کیا۔

ثالثاً: ......کیا امام صاحب رحمہ اللہ کو بھی محدثین کی طرح کسی نے امام فن جرح وتعدیل مانا ہے؟ اگر ہے تو کس کتاب میں اور کس نے؟ نہیں تو کیا اس کا فقدان وجود اجتہاد میں نقصان دہ تو نہیں؟

(۶) کیا اُن شرائط میں معرفت کاملہ علوم عربیہ صرف ونحو، ادب وغیرہ بھی داخل ہے یا نہیں؟ بر تقدیر ثانی

---

[1] بستان المحدثین، ص: ۱۷، مؤلفہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ۔

[2] بستان المحدثین، ص: ۳۴۔

[3] بستان، ص: ۵۹۔

[4] بستان، ص: ۵۱۔

[5] بستان، ص: ۱۱۹۔

[6] بستان۔

[7] بستان المحدثین، ص: ۱۲۵۔

[8] مقدمہ فتح الباری، ص: ۵۷۰.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حوالہ؟ بر تقدیر اوّل:

اولاً: ......ابن خلکان، ص: ۱۶۵، ج: ۲، نے یہ کیا لکھ مارا ہے: "لم یکن یعاب سوی قلة العربیه"، (یعنی مورخین امام صاحب ابوحنیفہ کا عیب بھی نکالتے ہیں کہ آپ کو) عربیت میں مہارت تامہ نہیں تھی (اس کے) سوائے اور کوئی عیب نہیں نکالتے۔

ثانیا: ......محدثین کرام کو جو علماء ❶ مجتہد لکھتے چلے آتے ہیں (جنہیں آپ چاہیں تو پیش کیا جا سکتا ہے) کیا اس سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ محدثین کرام علوم عربیہ میں مہارت کے لحاظ سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے دو نمبر بڑھ کر تو اگر چہ ہوں کم کسی طرح نہیں۔

(۷) محدث کی جامع و مانع تعریف کیا ہے؟ جو علمائے حدیث کے ہاں معتبر ہو۔

(۸) اس تعریف کے ماتحت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو محدث کہا جا سکتا ہے یا نہیں؟

(۹) کیا اجتہاد کا دروازہ ائمہ اربعہ پر بند ہے؟ اگر بند ہے تو کتب اصول میں شرائط اجتہاد لکھنے کا کیا فائدہ؟

(۱۰) مجتہد منتسب کی تعریف کیا ہے؟ کیا مجتہد منتسب از روئے اصول فقہ مقلد ہو سکتا ہے؟ حنفیہ میں بلحاظ تعریف مجتہد منتسب کتنے ہو گذرے ہیں؟

تلك عشرة كاملة۔ بینوا توجرا.

توقع ہے کہ بزرگان احناف اس طرف ضرور فوری توجہ فرمائیں گے

گل پھینکے ہے اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی
اے بحر کرم ابرسنی کچھ تو ادھر بھی

والسلام علی خیر الانام خیر الختام.

نوٹ: ......ان کا جواب جس پرچہ میں عنایت ہو وہ پرچہ مجھے پتہ ذیل پر رجسٹری کرا کر بھیج دیں۔ نوازش ہو گی۔

اللهم ارنا الحق حقا وابطل الباطل باطلا.

احقر ابو الطیب بھوجیانی
ناظم انجمن ''ندوۃ الطلباء'' لکھوکے
پوسٹ آفس ضلع فیروز پور

(ہفت روزہ اخبار اہل حدیث امرتسر، ۲۱ دسمبر ۱۹۲۸ء)

❶ مجملاً ملاحظہ ہو: بستان المحدثین، صفحہ ۳، ۵، ۴، ۱۳ وغیرہ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحذیر الناس عن شهود الاعراس

عرسوں پر جانے کی ممانعت

﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾

امم سابقہ واقوام سابقہ کی گمراہی کا سب سے بڑا سبب تعظیم اموات واعزازِ قبور تھا۔ جہاں تک انسانی ہمدردی کا تعلق ہے مردوں کی مناسب حرمت، قبروں کی جائز عزت بے شک چاہئے اور ضرور چاہئے۔ لیکن اس کے یہ معنے ہرگز نہیں ہیں کہ مردوں کو اپنی حاجتوں کے برلانے والے سمجھ کر ان کو خداوند حی القیوم کی طرح پکارا جائے۔ ان کی قبروں پر عمارات تعمیر کر کے ان کی طرف دور دراز سے سفر کیا جائے اور نہ اس کے یہ معنے ہیں کہ جس طرح اللہ عزوجل کے پاک حرم کی عزت مسلمانوں کا فرض ہے، وہی درجہ ان قبروں کو دیا جائے اور سال بسال عیسائیوں کی طرح اس پر عرس کیا جائے، مسجدوں کی سی تعظیم بجالائی جائے۔ گورستان میں مسجدیں بنائی جائیں اور قبور کو قبلہ بنا کر ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جائے کیونکہ بت پرستی یہی ہے، شرک یہی ہے، جس سے اسلام نکالنے کو آیا اور اوثان پرستی کی ابتدا بھی اسی سے ہوئی۔

علامہ ابن قیم فرماتے ہیں:

((وقد روينا ابتداء عبادة الاصنام كانت هي تعظيم الاموات باتخاذهم والتمسح بها والصلوٰة عندها .)) ❶

''یعنی بت پرستی کی ابتدا مردوں کی (حد سے بڑھی ہوئی) تعظیم تھی کہ لوگ ان کی تصویریں بناتے اور ان کی قبروں کا مسح کرتے اور (ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے یا) ان کے پاس نماز پڑھتے تھے۔''

یہود ونصاریٰ باوجود مدعیان توحید ہونے کے اسی بلا میں مبتلا ہو کر شرک کے عمیق گڑھے میں گر گئے اور خداتعالیٰ کے غضب کے مورد بنے۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنی وفات سے پانچ دن پہلے فرمایا:

((لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ .)) [مسلم]

''خدا یہود ونصاریٰ پر لعنت کرے کہ انہوں نے انبیاء (وصالحین) کی قبروں پر مسجدیں تعمیر کیں (یا ان کی مسجدوں کی سی تعظیم کی)۔''

❶ الدین الخالص، ص: ۲/ ۳۵٦.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ (فداہ ابی وامی) نے بھی اس میٹھے فتنہ کو بھانپ لیا اور فرمایا:

((لاتطرونی کما اطرت النصاری عیسی ابن مریم .)) ❶

''جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نصاریٰ نے تعظیم کی یعنی ان کو بشریت سے نکال کر الوہیت کا درجہ دے دیا میری ایسی تعظیم نہ کرنا۔''

ایک قسم کی تعظیم تو اس صورت میں تھی، اس سے ان لفظوں میں منع فرمادیا۔ دوسری قسم کی تعظیم سالانہ عرس اور عید کی صورت میں ہوتی ہے۔ اس لیے اس سے نہی بلیغ فرمائی:

((لاتجعلوا قبری عیداً .)) ❷

''فرمایا کہ میری قبر کو عید مت ٹھہرانا۔ کہ اس پر سالانہ عرس ہوا کرے اور خداوند جل و علا کے دربار میں عرض کیا۔''

((اللھم لاتجعل قبری وثنا یعبد .))

''خدایا میری قبر کو وثن نہ بنانا کہ اس کی پوجا کی جائے۔''

حضرت شیخ الاسلام فرماتے ہیں:

((ووجه الدلالة ان قبر النبی ﷺ افضل قبر علی وجه الارض وقد نهی اتخاذ ها فقبر غیره اولی بالنهی کائنا من کان)) ❸

''اس حدیث سے سالانہ عرس کے ناجائز ہونے پر استدلال اس طرح ہے کہ حضور انور ﷺ کا روضہ مبارک دنیا بھر کے مقابر سے افضل ہے۔ جب آپ ﷺ نے اس پر عرس سے منع فرمادیا تو اور مقبروں پر تو بدرجہ اولیٰ واتم منع ہوا۔''

حدیث مذکور میں لفظ عید خاص طور پر قابل غور ہے کہ اس میں ہر قسم عیش وعشرت، لہو ولعب، نشاط طرب سے ہے۔ عام اس سے کہ وہ کسی شکل اور کسی طرز کی ہو کیونکہ عید ہر اس خوشی کو کہتے ہیں جس میں تعین وقت اور اظہارِ خوشی ہوتی ہے اور شریعتِ اسلامی اور دیگر مذاہب عالم میں اس دن/ وقت خاص طور پر عبادت بھی خصوصی کی جاتی ہے۔ مشرکین قدیم نے اپنے اپنے بزرگوں کے مزارات پر ان کے اعزاز میں ایام عید مقرر کر رکھے تھے اور ان دنوں میں ان بزرگوں کی عبادت کرتے تھے۔ اس لیے آپ نے اس سے منع فرمایا: شیخ الاسلام رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

---

❶ مشکوٰۃ.

❷ نسائی واسنادہ حسن.

❸ اقتضاء الصراط المستقیم، ص: ۱۵۵.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((واما اتخاذ قبورهم اعيادا فهو مما حرمه الله ورسوله واعتيادقصدهذه القبور فی وقت معين والاجتماع عندها فی وقت معين هو اتخاذها عيدا كما تقدم .)) ❶

((والعيد اذا جعل اسما للمكان فهو المكان الذی يقصد الاجتماع فيه انتيابه للعبادة عنده اولغيرالعبادة كماان المسجد الحرام ومزدلفة و عرفة جعلها الله عيدا مثابة الناس يجتمعون فيها و ينتابون الدعاء و الذكر والمنسك وكان للمشركين امكنة ينتابونها لاجتماع عندها فلما جاء الاسلام فنهى الله ذلك كله وهذالنوع من الامكنة يدخل فيه قبورالانبيآء والصالحين انتهٰى ملخصا .)) ❷

ان کا قبور کو عید بنانا یہی تھا کہ وہ ان کا خاص طور پر قصد کرتے اور ایک وقت مقرر کر کے ان پر اجتماع کیا کرتے تھے۔ اس کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے منع فرمایا۔ یعنی جس خاص مکان کا عبادت کے لیے قصد کیا جائے یا صرف (رواجاً) شرعاً ہی وقت مقرر کر کے اس پر اجتماع ہو، اسے بھی عید کہتے ہیں مثلاً کعبہ مکرمہ، مزدلفہ، عرفہ کو اللہ تعالیٰ نے عید بنا رکھا ہے کہ ان دنوں دعا، ذکر، قربانی کی جائے، اسی قسم کی جگہیں مشرکین نے بھی بنا رکھی تھیں۔ اسلام نے ان سب کو ملیا میٹ کر دیا۔ بڑے سے بڑے نیکوں کی قبریں بھی اسی حکم میں ہیں۔"

اس حقیقت کو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بھی واضح فرمایا ہے۔ آپ نے اپنی قابل قدر تصنیف "البلاغ المبین" میں (جو آپ نے صرف قبوریین کے رد میں تالیف فرمائی ہے، جزاہ اللہ) اس کو مجوس اور ہنود کی عادت قرار دیا ہے۔ کما سیجیئی:

اور ایک مسیحی پادری لکھتے ہیں:

"حضرت مسیح کی وفات کے دوصدی بعد سے حضرت یسوع مسیح کی قبر پر سالانہ عرس ہونے لگا۔" ❸

آہ! کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ حضور اکرم ﷺ بلکہ جمیع انبیاء کرام جس چیز کے امحاء کے لیے تشریف لائے، آج وہی شے نمایاں طور پر مدعیان محبت محمدی اور نام لیوایان اسلام میں ظہور پذیر ہے۔ یہی نہیں بلکہ اصل اسلام اور حقیقت ایمان اسی "تعظیم اموات" اور "اعزاز قبور" کو سمجھا جا رہا ہے اور اس کے

---

❶ اقتضاء: ٦٥٦، طبع مذكور.

❷ اقتضاء الصراط۔ ص: ٥٦١، طبع مذكور.

❸ تواریخ کلیسا: ص ١٨٠.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاف، ہر جہاد کے خلاف جدوجہد جاری ہے۔ ہاں یہاں تک کہ شیدایانِ توحید کو دشنام ہی سے یاد کیا جاتا ہے۔

((فلیبك من كان باكيا . انا لله و انا اليه راجعون .))

جس طرح ہنود کا اپنے معابد سے رویہ ہے، اسی طرح آج مسلم قوم کا اپنے بزرگوں کے مزارات سے تعلق ہے۔ اگر وہ دیوالی، بیساکھی وغیرہ ایام مناتے ہیں، تو یہ شب معراج و مولود مروج میں شاغل ہیں۔ اگر وہ گنگا جمنا وغیرہ جاتے ہیں۔ تو یہ اجمیر، پاک پٹن وغیرہ حج کر آتے ہیں۔ اگر وہ اپنی عید کے دن لہو ولعب میں مشغول ہوتے ہیں تو یہ بھی ان ہی سے کسی طرح کم نہیں رہتے۔ حضور اکرم ﷺ نے تمام مکانی عیدوں کو مٹا کر صرف عیدین زمانی (عید الفطر، عید الاضحیٰ) رہنے دی ہیں اور تمام مکانی عیدوں کو ہٹا کر ان کی بجائے حج کعبہ، مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ کو مقرر کر دیا اور باقی جگہ تقرّبی سفر سے منع فرما دیا۔

مگر وہ چیز جس کے آنے کا خوف سرورِ کائنات ﷺ کو تھا وہ آ کر رہی کہ ہنود اور مجوس و یہود و نصاریٰ کی عادات آپ کی امت میں سرایت کر کے رہیں۔ حضرت شاہ صاحب دہلوی ان کا شمار کرتے ہوئے ان میں اس کو بھی ذکر کرتے ہیں:

''ونیز عادت آتش پرستاں وہم عادت بت پرستانِ ہند کہ روزے از روزہائے معین در ہر سال عید مے کنند و مجمع عام مے نمایند پیر پرستان نیز عید غدیر خم و نسبت و عرسہائے قبور بزرگان مقرر کردہ اند کہ ہیچو تعیش آنہا وراں ایام دادِ عیش و طرب و لہو و لعب مے دہند و ارواح طیبہ بزرگاں مکدر نمایند۔'' ❶

''(آگ پرست اور ہندوؤں کی یہ عادت ہے کہ ایک دن مقرر کر کے سب لوگ عید مناتے ہیں۔ پیر پرست طبقہ نے بھی (ان کے قدم بقدم) کئی قسم کی عیدیں بنا رکھی ہیں۔ کہیں عید غدیر خم کہیں (بزرگوں کے مزارات پر عرس، کہیں مولود مروج) پھر انہی کی طرح عیش و عشرت کر کے شیطان کو خوش اور بزرگانِ دین کو ناراض کر لیتے ہیں)۔''

حالانکہ یہی وہ اولین امر تھا جس سے حضور اکرم ﷺ نے باہتمام تمام منع فرمایا اور بزرگانِ دین نے بھی اس سے خاص طور پر منع کیا اور اس کے مفاسد کو کھول کھول کر بیان فرمایا ہے۔ میں یہاں چند علماء کی تحریرات آج ہدیہ ناظرین کرتا ہوں، واللہ الہادی:

۱۔ تفسیر مظہری میں حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب حنفی پانی پتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

❶ البلاغ المبین، مطبوعہ محمدی لاہور، ص ۳۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((فلا یجوز لاحد أن یقول فی امر افتی علماء الشرع علی حرمته وکراهته ان مشائخ الصوفیة سنوا کذلك ونحن نتبع سنتهم والصحیح ان الصوفیة الکرام ما فعلوا قط علی خلاف مقتضی الشرع وانما الفساد من جهال اتباعهم وایضا لا یجوز مایفعله الجهال بقبور الاولیاء والشهداء من السجود والطواف حولها واتخاذ السرج والمساجد علیها ومن الاجتماع بعد الحول کالاعیاد یسمونه عرسا انتهٰی.)) ❶

’’جس امر کے ناجائز ہونے پر (کتاب وسنت اور) علماء امت متفق ہوں اس کے جواز فعلِ مشائخ وکارروائی صوفیہ سے استدلال بالکل جائز نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ صوفیہ کرام شریعت کے ایک انچ بھر بھی مخالف نہیں ہوتے یہ سب فساد اُن کے جہال مریدین کا ہے اور یہ جو جاہل پیر اور مرید قبروں پر چراغاں کرتے اور سجدہ طواف نیازات وغیرہ بجالاتے اور سال بسال ان کی قبروں پر عرس کرتے ہیں (قطعاً) جائز نہیں ہے۔‘‘

۲۔ اپنی قابل قدر کتاب ’’ارشاد الطالبین‘‘ (جو تصوف کی بے نظیر کتاب ہے،) میں فرماتے ہیں:

قبور اولیاء را بلند کردن وگنبد برآں ساختن وعرس وامثال آن وچراغاں کردن ہم بدعت است۔ بعضے ازاں حرام وبعضے مکروہ۔ انتہٰی۔ [خلاصہ ترجمہ وہی جو گزرا]

۳۔ امر منہج مستقیم فی تمیز الصحیح والسقیم میں مذکور انواع مبتدعین لکھا ہے۔

((ومنهم من الذی دارت علیهم المشیخة اتخذوا عند قبور مشائخهم سوقا فی کل عام ویسمونه یوم العرس انتهٰی.)) ❷

’’یعنی وہی بدعتی ہیں جو سال بسال عرس کرتے ہیں۔‘‘

ہمارے لیڈر ہندوستان کی افلاس و ناداری پر آئے دن آنسو بہاتے ہیں، جو بجا ہے اور قوم کی ہمدردی کا دراصل یہی تقاضا ہے لیکن حق یہ ہے کہ اس کا سچا علاج آج تک نہیں کیا۔ غور کیجیے قبور پر جو اتنا روپیہ صرف ہوتا ہے یہ کس کام کا ہے؟ بغداد، اجمیر، کلیئر، علی پور وغیرہ مقامات عرسوں وغیرہ کے موقعوں پر لوگ سفر کر کے جاتے ہیں، اس میں ملت کی کیا خدمت ہے؟ باوجود یکہ حضور اکرم ﷺ نے صاف صاف منع فرمایا ہے۔

((لا تشد الرحال الا الی ثلثة مساجد۔)) ❸

---

❶ الصواعق الالٰهیه لرد الشیاطین اللهابیه۔ ص: ۲۳۷.

❷ صواعق: ص ۲۳۷. ❸ صحیحین.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''مسجد اقصیٰ، مسجد نبوی، مسجد بیت اللہ کے علاوہ کسی قسم کے مقام کا ثواب کے لیے سفر نہ کیا جائے۔''

علماء ملت کی سنئے:

۴۔ مولانا انور شاہ صاحب فرماتے ہیں:

((السفر لزيارة قبور الاولياء كما هو معمول اهل العصر لابد من النقل عليه من صاحب الشريعة .)) ❶

''یعنی (عرس وغیرہ کے لیے) قبروں (اجمیر وغیرہ) کا سفر کرنے پر کوئی دلیل نہیں ہے۔''

۵۔ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب تفہیمات الٰہیہ میں فرماتے ہیں:

((من ذهب الى بلدة اجمير أو الى قبر سالار مسعود غازى او ما ضاهاها لأجل حاجة يطلبها فانه اثم اثماً كبيرا من القتل والزنا ليس مثله الامن كان يعبد المصنوعات اومثل من كان يعبداللات والعزى .)) ❷

''یعنی جو قبروں کی طرف سفر کر کے جاتا ہے (مثلاً اجمیر، پاک پٹن، علی پور وغیرہ) وہ زانی اور قاتل سے بھی زیادہ گناہ گار ہے بلکہ وہ تو ان لوگوں کے مثل ہے جو لات اور عزیٰ کی پوجا کرتے تھے۔'' ❸

یہ صرف سفر کا گناہ ہے اور جو عرس وغیرہ میں آج کل خرابیاں (زنا، شراب، گانا بجانا وغیرہ) ہیں اس کا بھی اندازہ لگایا جائے تو ظلمات بعضها فوق بعض ہے۔

۶۔ ''ایسی مجلس میں کہ وہاں باجا، شراب خوری و پوجا وغیرہ افعال محرمہ واطوار شرکیہ موجود ہوں اور ان امور کا پہلے سے ہونا معلوم ہو، کسی مسلمان کو جانا اور شرکت کرنا درست نہیں ہے بلکہ ایسے امور میں برضا و رغبت شرکت کرنا فسق ہے۔'' ❹

۷۔ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں:

''جو لوگ عرس وغیرہ میں اچھے کپڑے پہن کر رقص و مزامیر وغیرہ میں شامل ہوتے ہیں، یہ امور حرام و ممنوع ہیں۔ ہمیں است محل ایں دو روایت:

((لا تجعلو قبرى عيداً ولا تجعلوا قبرى وثناً يعبد .)) ❺

---

❶ تقریرات علی الترمذی: ص ۱۶۰.

❷ الحق المبین فی الرد علی اللهابية المتبدعين: ص ۴۳.

❸ ابو جهل ابو لهب وغيره. ❹ فتاوىٰ مولانا عبدالحی: ۲/ ۵۴.

❺ فتاوىٰ عزیزی: ۱/ ۴۰.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حنفی دوستو! کیا یہ سب کچھ آج کل ان عرسوں اور میلوں میں نہیں ہوتا؟ کیا یہ تمہارے مذہب میں جائز ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ حنفیہ کا قریباً متفقہ فتویٰ ہے کہ:

۸۔ باجوں کی آوازیں سننا حرام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ملاحی (باجوں) کا سننا حرام ہے اور وہاں بیٹھنا فسق ہے اور اس سے لذت لینا کفر ہے۔'' [1]

مجھے اپنے ان طلباء بھائیوں پر خصوصیت سے تعجب اور افسوس ہوتا ہے جو دور دراز سے علم دین حاصل کرنے جاتے ہیں۔ پھر بھی بازاری لوگوں کی طرح ایسے قبیح جرائم میں دلچسپی سے حصہ لیتے ہیں۔ میں جن دنوں دہلی میں تھا۔ حسن نظامی کی سترہویں کی قوالی پر طلباء خوب بن ٹھن کر جایا کرتے تھے اور پھر آ کر بخاری، ہدایہ پڑھتے تھے۔ یاللاسف

مدرسین کی اسلامی رگِ حمیت ذرہ جنبش نہیں کرتی۔ ایسے بد چلن طلباء اس قابل نہیں کہ انہیں مدارس میں رکھا جائے۔ مگر اس طرف ہمارے مہتمین و مدرسین کو چنداں خیال ہی نہیں۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ ان امور کا شریعت مطہرہ میں بالکل کوئی ثبوت نہیں۔ بلکہ اسلام انہی مفاسد کا قلع قمع کرنے آیا کیونکہ یہی ان لوگوں میں عیوب و مفاسد تھے، جن کی اصلاح اسلام کا فرض اولین تھا اور حضور نے بھی اسی سے خاص طور پر منع فرمایا۔ مگر آہ! وہ بدنصیبی آ کر رہی اور مصائب و آلام کے پہاڑ ہم پر گرا کر رہی۔

۹۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

نیز عادت مشرکان است کہ ہمراہ جنازہ سوز و مزامیر برند پیر پرست آں نیز ہمراہ مردگا نخودمے برند۔ و نیز عادت مشرکان استکہ در بتخانہ رہا مزامیر معازف مے نوازند و ایں فعل را بعادت و تقرب بخدا مے زنند۔ گور پرستاں نیز پیش گورہائے چنیں مے کنند۔ مجالس نارواباد وضو شدہ مے شنوند۔ [2]

''یعنی جیسے مشرک اپنے بت خانوں میں تقرب الٰہی کے لیے سنکھ وغیرہ بجاتے ہیں۔ ایسے پیر پرست بھی قبروں (یعنی عرس وغیرہ کے مواقع) پر باجے بجاتے، قوال منگواتے، ان سے عشقیہ شعر پڑھواتے اور رنڈیاں نچواتے، طبلے بجواتے اور لذت اٹھاتے اور حال کھیلتے ہیں۔''

میں آخر میں اسلامی انجمنوں (مثلاً تنظیم کمیٹی، خلافت کمیٹی، مسلم لیگ، جمعیت العلماء تبلیغ الاسلام انبالہ شہر) کے معتمدین کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ مسلمانوں کی اقتصادی مشکلات کا اگر علاج مطلوب ہے تو پہلے ان اخراجات کے قلع قمع کا فکر کریں۔ اپنے اپنے مبلغین کا فرض قرار دیں کہ وہ جا کر ان منکرات کے ہٹانے

---

[1] فتاویٰ بزازیہ۔ غایۃ الاوطار ترجمہ اردو درمختار۔ ص: ۲۰۱۔

[2] البلاغ المبین۔ ص: ۳۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ہمت سے کام لیں۔

سچ یہ ہے کہ جماعت اہل حدیث کی طرح دوسری مسلمان انجمنوں کو بھی اس کا احساس ہوتا تو اب سے مدتوں پہلے ان مشکلات کا جنازہ نکل گیا ہوتا۔ جمعیت مرکزیہ تبلیغ الاسلام ہمت کر کے ان سب پیروں، فقیروں، مجاوروں کو قبور و مزارات سے ہٹا کر سب جائیدادیں اپنے قبضہ میں کر لے (جیسے سکھوں نے کیا تھا) تو اسے فراہمی چندے کی ضرورت ہی باقی نہ رہے۔

بھائیو! اللہ کی قسم! جب تک یہ نحوست ہند میں موجود ہے، تب تک امن مفقود ہے اور یہ سب ہمارے ہاتھوں کے کرتب ہیں۔

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ (الروم: ٤١)

(اخبار اہل حدیث، امرتسر، ۲۸ دسمبر ۱۹۲۸ء)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارمغان جیلان

﴿اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ﴾

آج کل کچھ ہوا ہی ایسی ہے کہ دنیا کہتی کچھ ہے اور کرتی کچھ ہے۔ کہنے کو تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مقلد اور کرنے کو رسم و رواج کے پابند۔ باتوں میں تو شیخ الطریقت عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے نام لیوا، اور عمل میں قبر پرستی، پیر پرستی، تعزیہ پرستی، تقلید پرستی کے شیدا۔ حالانکہ جتنے یہ لوگ افعال شرکیہ میں منہمک ہیں، شیخ جیلانی رحمہ اللہ اتنے ہی ان سے بے زار اور متنفر۔

حضرت الشیخ رحمہ اللہ کے ایسے اقوال فتوح الغیب وغیرہ سے مشہور ہیں۔ آج میں ناظرین کو ایک اور کتاب کی طرف لے جانا چاہتا ہوں جس میں حضرت الشیخ رحمہ اللہ کے حالات اور مقالات کو جمع کیا ہے۔ ان عبارات کو دیکھ کر صاف معلوم ہوتا ہے۔ اور ان کو دیکھ کر ایک انصاف پسند کہہ اُٹھے گا کہ زمانہ حاضرہ کے قادریہ اور حضرت الشیخ رحمہ اللہ کے خیالات و مقالات میں تبائن کلی کی نسبت ہے۔

۱۔ ((حذران یری فی قلبك خوف غیر اللّٰه او رجاء غیرہ او حب غیرہ طهروا قلوبکم من غیرہ لا ترو الضر والنفع الا منه .)) ❶

”(اے مخاطب!) اس بات سے ڈر کہ تجھ میں اللہ کے سوائے کسی کا ڈر ہو اور کسی کی امید اور محبت اللہ کے سوا غیروں سے اپنے دلوں کو صاف کر دو۔ نفع و نقصان کی کسی سے توقع نہ رکھو۔“

۲۔ ((کل من یری الضر والنفع من غیر اللّٰه عزوجل فلیس لعبد له هو عبد من ری ذلك منه .)) ❷

”جو شخص نفع و نقصان کی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے شخص سے امید رکھتا ہے وہ خدا کو نہیں پوجتا۔ (اور نہ وہ اللہ عزوجل کو اپنا معبود تسلیم کرتا ہے) بلکہ وہ اسی شخص کا (عملاً) پوجاری ہے۔“

پیر صاحب کی گیارہویں دینے والو! اور شیئاً للہ پکارنے والو! سنتے ہو! پیر صاحب رحمہ اللہ تو آپ کو خدا کا پجاری ہی نہیں مانتے۔ کیا وہی آپ کی شفاعت کریں گے؟ فتنبه ایها السفیه!

❶ الفتح الربانی، ص: ۱۳۷۔ مترجمہ مولوی عاشق علی میرٹھی مطبوعہ نسیم پریس ساڈھورہ۔ میں نے الفتح الربانی کی سب عبارات اہل حدیث مجریہ ۷ جمادی الاولی ۱۳۴۳ھ سے نقل کی ہیں۔ (ابوالطیب)

❷ کتاب مذکور، ص: ۱۶۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ ((الـزم مـا جـاء به الرسول وهو الكتاب والسنة فان من تركهما تزندق ومن ربق الاسلام مرق .)) ❶

''کتاب وسنت کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ سے جو پہنچے اسی کو لازم پکڑو کیونکہ جس نے ان دونوں کو عملاً ترک کیا وہ گمراہ ہو گیا اور اسلام سے خارج۔''

عاملین بالحدیث کو گمراہ کہنے والو! خود دیکھ لو پیر صاحب کسے گمراہ فرما رہے ہیں۔

٤۔ ((حك الجميع على الكتاب والسنة ان وافقهما والارجع منه .)) ❷

''سب (کتابوں) کو کتاب وسنت (کی کسوٹی) پر پرکھو جو کھرا ہو اسے قبول کرو باقی کو چھوڑ دو۔''

فقہ مروجہ پر بلا کھٹکے عمل کرنے والے بھائی پیر صاحب رحمہ اللہ کے بتائے ہوئے معیار پر اُتار کر عمل کیا کریں تو جب سچی محبت اور حقیقی قادریت ہے۔

٥۔ ((ان الشـريـعة اول واجب فلا طريقة ولا حقيقة ولا كشف الابركات معاملات الشريعة۔ انتھٰى .))

''شریعت سب سے مقدم ہے طریقت حقیقت سب اسی کی طفیل ہے۔''

قبروں پر چلہ کشی کرنے اور مراقبہ پر بیٹھنے والو! کیا شریعت (کتاب وسنت) یا پیر صاحب رحمہ اللہ سے (بسند صحیح) اس کا پتہ دے سکتے ہو؟ ہرگز نہیں۔ ولو كان بعضكم لبعض ظهيرًا .

٦۔ ((ما اعرف الا لله والقيام بدينه تقربا اليه .)) ❸

''میں تو ایک خدا ہی کو پہچانتا ہوں اور اس کے دین (قیم محمدی) پر قائم ہوں تاکہ مجھے اس کا قرب حاصل ہو۔''

پیروں کی چوکھٹ پر ماتھا رگڑنے والو! اور دور دراز اسفار کی کلفتیں اُٹھا کر اجمیر، پاکپٹن، بغداد وغیرہ مزارات پر جبہ سائی کرنے والو! خدارا اپنی حالت پر رحم کھا کر حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کے اس فرمان پر عمل پیرا ہوتے ہوئے سچے پکے موحد محمدی ہو جاؤ۔

قارئین کرام! آپ نے پیر پیراں رحمہ اللہ کے متعلق بہت سی مبالغہ آمیز تقاریر سنی اور تحریرات پڑھی ہوں گی ان سب کا ماخذ غالبًا ایک ہی کتاب ہے۔ میں آج اس کی حقیقت علماء محققین موحدین کی زبان سے بطور ریمارک آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں جسے سامنے رکھ کر کتاب اور مصنف کتاب کی اجمالی کیفیت پر

❶ کتاب مذکور ص: ۴۹۶۔

❷ کتاب مذکور ص ۵۴۰۔ ❸ ص: ٤٩٧ .

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کافی اطلاع ہو جاتی ہے۔

سنیے یہ کتاب ہے "بهجة الاسرار ومعدن الانوار" اس کے مصنف شیخ نورالدین ابوالحسن علی بن یوسف بن جریر اللخمی الشنطوفی المصری الشافعی (ولد بالقاہرہ ۶۴۴ھ المتوفی ۷۱۳ھ) اوائل ساتویں صدی ہجری میں گذرے ہیں۔ اُنہوں نے اس کتاب میں حضرت الشیخ رحمہ اللہ کے متعلق اس قسم کے طومار باندھے ہیں کہ ایک موحد انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔ علامہ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ اس کتاب اور اس کے مصنف کے متعلق فرماتے ہیں:

((جمع المقرئ ابو الحسن الشنطوفی المصری فی اخبارہ ومناقبہ ثلاث مجلدات وقد رأیت بعض ھذا الکتاب ولا یطیب علی قلبی ان اعتمد علی شیئ مما فیہ وذلك لکثرۃ ما فیہ من الروایۃ عن المجھولین وفیہ من الشطح والطامات والدعاوی والکلام الباطل ما لا یحصی ولا یلیق نسبۃ ذلك الی الشیخ عبدالقادر ثم وجدت الکمال جعفر الادبوی قد ذکر ان الشنطوفی کان متھما فی نفسہ انتھٰی .)) ❶

"یعنی شنطوفی کی تین جلدوں میں لکھی ہوئی کتاب بہجۃ الاسرار کی (جو شیخ عبدالقادر جیلانی کے مناقب میں ہے) بعض حصوں کو میں نے دیکھا ہے۔ میرا دل اس پر بالکل اعتماد نہیں کرتا کیونکہ اس میں لا پتہ راوی بکثرت ہیں اور بڑی بڑی آفتوں اور (بڑے بڑے) دعووں اور جھوٹ باتوں سے مملو اور لبریز ہے اُن باتوں کی نسبت حضرت پیر صاحب کی طرف ہرگز لائق نہیں (آپ کی شان اُس سے بالاتر ہے۔ جیسے ان کے اقوال متذکرۃ الصدر شاہد ہیں) (علامہ) جعفر ادبوی کا تو خیال ہے کہ شنطوفی خود بھی (نقادفن کی نظر میں) متہم (جھوٹ سے؟) تھا۔"

صاحب تاج المکلل فرماتے ہیں:

((اقول ھذا الکتاب فیہ نسب الحکایات الشرکیۃ التی لا تلائم حال الابرار الی حضرۃ الشیخ وھو مملو بالاکاذیب والاباطیل وقد سلك صاحب اخبار الاخیار وغیرہ من اھل الطبقات فی مدائح الشیخ ومناقبہ طریق المبالغۃ والاغراق وذکروا اشیاء لا یقبلھا العقل السلیم والنقل المستقیم والظاھر انھا لکذوبۃ علیہ . انتھٰی)) ❷

---

❶ التاج المکلل، ص: ۱۰٤.
❷ التاج المکلل، ص: ۱۰۵.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''یعنی اس کتاب میں اس قسم کی شرکیہ حکایات ہیں جو نیک لوگوں کی شان کے لائق ہی نہیں یہ کتاب جھوٹ اور افتراء سے لبریز ہے صاحب کتاب اخبار الاخیار (مصنفہ شیخ عبدالحق دہلوی) وغیرہ نے پیر صاحب کے مناقب بیان کرنے میں بھی بہت مبالغہ کیا ہے اور اس قسم کے امور ذکر کیے ہیں جنہیں عقل صحیح اور نقل مستقیم وصریح ہرگز قبول نہیں کرتے۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ (سب کچھ خوش عقیدہ لوگوں کی) گپیں ہیں۔''

ناظرین یہ ہے اصل ریمارک جو میں نے آپ کے سامنے رکھ دیا۔ آپ مندرجہ بالا فرامین شیخ جیلانی خیال میں رکھ کر کتاب مذکور کی حکایات کا مطالعہ فرمائیں گے تو آپ کو ان بزرگان علماء حقانی کی رائے کی صداقت میں ذرہ شبہ نہیں رہے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

خیر میں اب انصاف ناظرین پر چھوڑ کر رخصت ہوتا ہوں۔ وصلی اللہ علیہ وسلم۔

والسلام مع الکرام

خادم اہل اللہ ابوالطیب محمد عطاء اللہ

از بھوجیاں ضلع امرتسر پنجاب

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر، ۴ جنوری ۱۹۲۹ء)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فلسفہ صلوٰۃ

﴿اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ﴾ (الجاثیة: ٢٩)

ناظرین کرام! اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی فطرت میں یہ بات داخل کر دی کہ ہر ایک انسان مفید اور نافع اشیاء کا طالب اور انہیں کی طرف راغب رہتا ہے اور اس شے سے اعراض اور اغماض اختیار کرتا ہے جس کے متعلق اس کی عقل سلیم مضر اور ضرر رساں ہونے کا فیصلہ کرتی ہے۔ اس لیے ہر اس شخص کے لیے جو کہ کسی تحریک کا محرک بننا چاہے لازمی اور لابدی ہے کہ وہ عام پبلک کے سامنے ایسا پروگرام اور لائحہ عمل پیش کرے جو کہ اس فطری اصول پر مبنی ہو، تاکہ اس میں جاذبیت اور کشش پیدا ہو اور عوام الناس کو اپنی توجہات اس کی طرف مرکوز کرنے پر مجبور کر دے، ورنہ اس کی فوری ناکامی حتمی اور یقینی ہے۔ لہٰذا ہر اس شخص کے لیے جو کہ مبعوث من اللہ ہونے کا مدعی ہو اور خصوصاً جبکہ نئے مذہب کی تشکیل کا دعویٰ کر کے جمیع ادیانِ سابقہ اور مللِ گذشتہ کی تنسیخ کا قائل ہو لازمی ہے کہ وہ اہل دنیا کے سامنے ایسے قواعد وضوابط پیش کرے جس کی طرف فطرۃً طبائع مائل ہوں اور لوگوں کو ایسے اعمال و احکام کی طرف جو کہ علاوہ سہل اور آسان ہونے کے ان میں تمام دینی و دنیاوی مصائب کا حقیقی حل موجود ہو۔ ورنہ اس کی ترقی اور عالمگیری کے تمام ذرائع مسدود و معدوم ہوں گے، اس لیے آج جبکہ ہم مذہب اسلام کی فوقیت تمام مذاہب عالم پر ثابت کرتے ہیں اور چار دانگ عالم میں ان الدین عند اللہ الاسلام کا ڈنکہ بجاتے ہیں، لازمی ہے کہ ہم اسلام کے مختلف پہلوؤں کو اس طرح واضح کریں جس سے اسلام کی برتری وفوقیت اظہر من الشمس ہو جائے۔ اسی کے ماتحت آج میں آپ کے سامنے فلسفہ صلوٰۃ پیش کرنا چاہتا ہوں تاکہ آپ کے قلوب میں نماز کی اہمیت راسخ ہو جائے اور اس دور میں (جبکہ کفر والحاد کی مسموم فضا مسلمانوں کے قلوب سے ایمانی روحوں کو فنا کیے جا رہی ہے اور لا مذہبیت کا بے پناہ سیلاب مسلم نوجوانوں کے ایمانوں کو خس و خاشاک کی طرح بہائے جا رہا ہے) عام مسلمانوں کے ایمانوں کو خارجی تباہ کن تاثرات سے محفوظ رکھنے کے لیے سد سکندری کا کام دے۔

مسئلہ نماز سے مندرجہ ذیل مسائل پر روشنی پڑتی ہے:

(۱)...... "نهی عن الفحشاء" نماز فحش کاری کا (جو نہ صرف طبی نقطہ نگاہ سے مضر اور نسل انسانی کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے بیخ کن ہے، بلکہ عوام الناس کے نظریہ سے بھی انسانیت سوز اور ذلت و رسوائی کا اہم ترین باعث ہے) استیصال کرتی ہے، چنانچہ خود اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

﴿اَقِمِ الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ لَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ﴾

''اے نبی تو خود بھی نماز کو قائم کر (اور اپنے اتباع کو اس کا حکم کر) کیونکہ نماز فحش کاری سے روکتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا نام بہت بڑا ہے۔''

چنانچہ نبی علیہ السلام سے ایک آدمی کا ذکر کیا گیا کہ وہ نماز بھی پڑھتا ہے اور چوری وغیرہ دیگر اعمال سیئہ کا بھی مرتکب ہے، تو آپ نے فرمایا کہ: ((ستنهاه صلوته)) یعنی اس کی نماز عنقریب اسے ان افعال سے روک دے گی۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا اور وہ شخص تھوڑے ہی عرصہ میں تائب ہو گیا۔

لیکن شرط یہ ہے کہ نمازی خلوص نیت اور بغیر ریا وسمعہ کے فرمان الٰہی کی تعمیل کے لیے اس فریضہ کو ادا کرے، کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ کوئی شخص صرف تقویٰ اور خوف الٰہی سے اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی تعمیل کرے اور بدستور اعمال سیئہ کا بھی مرتکب رہے، بلکہ وہ بتدریج ان سے بھی اپنے نفس کی اصلاح کی کوشش کرے گا۔

(۲) درسِ اتحاد:

نماز کو با جماعت ادا کرنے سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو باہمی رشتۂ یگانگت قائم رکھنے اور تمام امور کو اجتماعی حیثیت سے سرانجام دینے کا طریقہ بتایا ہے، چنانچہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

((صلوٰة الجماعة تفضل صلوٰة الفذ بسبع وعشرين درجة .))

''نماز با جماعت ادا کی ہوئی ایک شخص کی نماز سے ستائیس گنا درجہ رکھتی ہے۔''

اسی امر کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہر ہفتہ کے بعد ایک عام اجتماع بصورت جمعہ کا حکم دیا گیا ہے، تاکہ مسلمانوں میں محبت واخوت کا جذبہ موجزن ہو اور تمام امور کو مشورہ سے طے کیا کریں، اس امر کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے نبی علیہ السلام نے ایسے احکام صادر کیے جن سے اتفاق واتحاد کی بنیادیں اچھی طرح سے مستحکم ہو جائیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ:

((رصوا صفوفكم رحمكم الله .))

''یعنی صفوں کو چونہ سے پلستر شدہ دیواروں کی طرح ہموار اور سیدھا کرو، خدا تم پر رحم کرے گا۔''

اور فرمایا:

((لا تختلفوا فتختلف قلوبكم .))

''یعنی جدا جدا نہ کھڑے ہوا کرو، کیونکہ اس سے تمہارے قلوب کے افتراق کا خطرہ ہے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو شخص نماز با جماعت ادا کرنے سے پہلو تہی کرے اس کے متعلق سخت وعید فرمائی، چنانچہ فرمایا:

((والذی نفسی بیدہ لقد هممت آمر بحطب فیحتطب ثم آمر بالصلوٰۃ فیوذن بها ثم آمر رجلا فیوم الناس ثم اخالف الی الرجال لا یشهدون الصلوٰۃ فاحرق علیهم بیوتهم.))

''قسم اس ذات کی کہ جس کے قبضہ وقدرت میں میری ذات ہے، میں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ میں لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں، پھر نماز کا حکم کروں اور کسی آدمی کو کہوں کہ لوگوں کو نماز پڑھائے، پھر میں ان لوگوں کے گھروں کو کہ جو نماز با جماعت ادا نہیں کرتے ان کے سمیت جلا دوں۔''

(۳) مساوات:

یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ جس کے بغیر ہر ایک مذہب کی جڑیں کھوکھلی رہتی ہیں۔ آج کئی بار اچھوتوں کے مذہب ہنود سے برأت کی دھمکیوں کے باوجود بھی مذہب ہنود کے پیشوا اتنا نہیں کر سکے کہ وہ اچھوتوں کو دیگر ہنود کی طرح مندروں میں پوجا پاٹ کے فرائض ادا کرنے کی اجازت دیں۔ لیکن وہ مذہب اسلام ہی ہے جو مساوات کا حامی اور سب سے پیش پیش ہے، چنانچہ نماز کے مسئلہ سے بھی اس مسئلہ پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ کیونکہ نماز ایک ایسا فریضہ ہے جس میں شاہ و گدا، امیر و غریب، ادنیٰ و اعلیٰ مساوی طور پر شریک ہیں، اور سزا و جزا کسی لحاظ سے بھی ان میں فرق نہیں۔ چنانچہ باوجود یہ کہ بلال ایک حبشی غلام تھا لیکن اس کے متعلق بھی آپ نے فرمایا کہ ''اے بلال وہ کون سا عمل ہے جس کی وجہ سے جب میں بہشت میں گیا تو تیری جوتیوں کی آواز میں نے آگے آگے سنی تو اس نے کہا کہ جب میں وضو کرتا ہوں تو دو عدد نفل پڑھ لیتا ہوں۔''

اسی طرح مساوات نماز کے مسئلہ جات سے بھی واضح ہوتا ہے، جبکہ ایک ہی صف میں جملہ طبقوں کے لوگ بلا تمیز شاہ گدا دوش بدوش کھڑے ہوتے ہیں اور کسی بڑے سے بڑے سرمایہ دار کو یہ جرأت نہیں ہوتی کہ وہ کسی ادنیٰ شخص کو اپنے مساوی کھڑا ہونے سے روک سکے۔

(۴)......تعمیل حکم نماز با جماعت میں اللہ تعالیٰ نے امام اور سپہ سالار کے تعمیل ارشاد کا حکم عطا فرمایا ہے، تاکہ سیاسی اور جنگی پہلو سے بھی مسلم قوم منظم ہو جائے اور جو شخص امام کے حکم کے بغیر کسی رکن کو ادا کرے اس کے متعلق سخت وعید فرمائی ہے، چنانچہ ارشاد نبوی ہے:

((الیس یخشی الذی یرفع راسه قبل امامه ان یحول اللّٰه راسه راس حمار.))

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''کیا وہ شخص جو کہ امام سے پہلے اپنے سر کو اٹھائے اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کا سر بنا دے۔''

یہی وہ حکم تھا جس کی وجہ سے عربوں کی وحشی اور غیر منظم جماعت نہ صرف منظم اور مہذب بن گئی بلکہ دنیا کے بیشتر حصہ پر اس کی عمل داری ہوگئی اور دیوار چین سے لے کر اندلس تک ان کا طوطی بولنے لگا۔

(۵)......اخلاص نماز کے مسئلہ سے اس بات پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ وہی فعل و عمل مفید ہو سکتا ہے جو کہ بغیر کسی طمع و لالچ کے سرانجام دیا جائے۔ چنانچہ نماز بھی بغیر ریا و سمعہ یا طمع و لالچ کے سرانجام دینے کا حکم دیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ اس فریضہ کو محض تقویٰ اور خوف الٰہی سے ادا کیا جائے، اور اس کارگذاری کا صلہ صرف منعم حقیقی سے ہی مطلوب ہو، اور فریضہ کو ادا کرتے وقت صرف رضاءِ خالق ہی مقصد وحید ہو۔

الغرض نماز کا ہر ایک رکن نکات و فوائد سے بھر پور ہے اور قلم کو اس قدر یارا نہیں کہ ان کا احاطہ کر سکے، اس کے متعلق یہی کہہ دینا کافی ہے کہ ؎

بس تھام لے کشتی قلم کو تو اے حفیظ
کیونکہ یہ ایک بحر ناپیدا کنار ہے

لہٰذا ہر ایک مسلمان پر واجب ہے کہ وہ نماز کا نہایت سختی سے پابند ہو جائے، کیونکہ نماز ہی اسلام کا اصل الاصول ہے، چنانچہ نبی علیہ السلام نے فرمایا:

((الصلوٰۃ عماد الدین فمن اقام الصلوٰۃ فقد اقام الدین ومن اضاع الصلوٰۃ فقد اضاع الدین .))

اخیر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک مسلمان کو نماز کا پابند بنائے اور اس پر قائم و دائم رکھے۔ آمین!

حنیف بھوجیانی نزیل امرتسر

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹؍ اگست ۱۹۳۸ء)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

9

تلاش سند صحیح ❶

مولوی عبدالوہاب صاحب صدری دہلوی کی سند میں (جو علامہ شوکانی تک پہنچتی ہے) مولانا منصور الرحمٰن صاحب کا نام آتا ہے۔ جس سے ان کی سند عالی ہو جاتی ہے۔ لیکن جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے۔ ہندوستان میں علامہ شوکانی رحمہ اللہ تک سند عالی کا ایک ہی ذریعہ ہے۔ یعنی بواسطہ علامہ عبدالحق البنارسی عن الشوکانی۔

یہ دوسرا طریقہ (منصور الرحمٰن عن الشوکانی) مجہول معلوم ہوتا ہے۔ اگر یہ ثابت ہو جائے تو علمی ذوق رکھنے والوں کے لیے بڑی دلچسپ اور باعث فرحت چیز ہو گی۔ مولوی عبدالوہاب صاحب مرحوم کے تلامذہ خصوصاً مولوی عبدالجلیل صاحب سامرودی۔ مولوی عبدالجبار صاحب کھنڈیلوی۔ حافظ عبدالستار صاحب دہلوی کی خدمت میں گذارش ہے کہ مولانا منصور الرحمٰن صاحب کے حالات و سوانح سے بذریعہ اخبار اہل حدیث یا نجی طور پر مطلع فرمائیں۔ ضرورت ہے۔

محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانوی از فیروز پور شہر

---

❶ ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۹ مارچ ۱۹۴۶ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت مولانا منصور الرحمٰن تلمیذ امام شوکانی رحمہ اللہ ❶

پرچہ اہل حدیث مورخہ ۲۹ مارچ ۴۶ء کے، ص: ۹/۱۵۳ کالم ۲ میں ایک سرخی بایں اسلوب (تلاش سند صحیح) از مولوی محمد عطاء اللہ حنیف فیروز پوری نظر سے گزری۔ آگے نظر دوڑائی تو معلوم ہوا کہ اپنے اس ناچیز کو بھی مخاطب فرمایا ہے۔ لہٰذا میرا بھی فرض ہوا کہ میں سب سے اوّلین فرصت میں اس امر کی وضاحت کروں۔ مجھے یقین کامل ہے کہ دیگر ہمارے ندیموں سے یہ مرحلہ طے نہ ہو گا اب نہایت متانت سے سنیے:

یہ مولانا موصوف ایک باخدا اور معمر اہل اللہ عالی الاسناد ملحق الاحفاد بالاجداد اہل دہلی سے گزرے ہیں۔ آپ فی الاصل حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کے شاگرد تھے آپ کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ نام گرامی منصور الرحمٰن ابن الشیخ عبداللہ بن الشیخ نواب جمال الدین انصاری دہلوی ہیں۔ آپ مدت مدید سے ملک بنگالہ کے مشہور شہر ڈھاکہ میں رخت انداز تھے۔ ان کا آبائی اجدادی وطن دہلی دارالعلوم تھا۔ ہمارے جد امجد اشہر مشاہیر علماء اہل حدیث گجرات حضرت مولانا مولوی حافظ ابوعلی محمد بن حاکم سامرودی رحمہ اللہ المتوفی ۱۳۱۵ھ شعبان المعظم اپنی اوس سند میں کہ جو اپنے مولانا موصوف سے اتحاف الاکابر تالیف امام شوکانی کے حصول میں لکھی ہے، فرماتے ہیں:

میں ۱۳۱۰ھ ماہ صفر المظفر مورخہ ۶ کو بمقام پچھپاک جو ایک جگہ ہے۔ مارواڑ علاقہ جودھ پور میں وارد ہوا۔ حسن اتفاق سے دوسرے ہی دن مورخہ ۷ کو حضرت مولانا موصوف ابوعبداللہ الشیخ منصور الرحمٰن ابن الشیخ عبداللہ بن الشیخ النواب جمال الدین الانصاری الدہلوی نزیل ڈھاکہ بلدۃ من بلاد بنگالہ من تلامذۃ حضرت المحترم الشاہ عبدالعزیز المحدث الدہلوی ملحق الاحفاد بالاجداد کا ورود با مسعود ہوا۔ آپ نے مجھے امام شوکانی رحمہ اللہ کی کتاب اتحاف الاکابر عنایت فرمائی اور اوس کی اجازت بخشی آپ نے اس کتاب کے حصول کی یہ وجہ فرمائی بلکہ اجازت نامہ میں تحریر فرما دیا بایں طور کہ ہم جب حج بیت اللہ کے لیے بمعیت حضرت امیر المومنین السید احمد رائے بریلوی و مولانا شہید دہلوی و مولانا عبدالحی دہلوی ۱۲۳۷ھ میں گئے تھے۔ حج کے بعد ہم اور مولانا عبدالحی دہلوی امام شوکانی رحمہ اللہ کی خدمت عالی میں حاضر ہوئے وہ بیرون مکہ ٹھہرے ہوئے تھے۔ امام شوکانی رحمہ اللہ نے ہم دونوں کو ایک ایک نسخہ اتحاف کا عنایت کیا اور اجازت تحریر فرما دی۔ اب امام شوکانی رحمہ اللہ

❶ ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۲ اپریل ۱۹۴۶ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اہل ہند سے تین تلامذہ ثابت ہوئے۔ بقول شخصے یک نہ شد دو شد۔

یہاں سہ شد کا مضمون ہوا۔ ایک مولانا عبدالحق بنارسی مہاجر مکی متوفی ۱۲۸۷ھ۔ اعنی: دوسرے مولانا عبدالحی دہلوی۔ تیسرے مولانا شیخ منصور الرحمٰن صاحب رحمہما اللہ تعالیٰ مولانا عبدالحق بنارسی رحمہ اللہ سے حضرت نواب والا جاہ السید صدیق الحسن بھوپالی رحمہ اللہ کو اجازت ۱۲۸۵ھ میں حاصل ہوئی تھی۔ اور انہیں امام شوکانی سے ۱۲۳۸ھ میں حاصل ہوئی ہے۔ بالمشافہ صنعاء یمن میں ان کی اجازت قاضی شوکانی سے اخیر میں ہے۔ اس لیے کہ حضرت مولانا امیر المومنین کیم ذی قعدہ ۱۲۳۸ھ میں نماز مغرب مکہ شریف سے روانہ ہوئے تھے۔ اور شعبان ۱۲۳۷ھ کو داخل حرم محترم ہوئے تھے۔ لہٰذا یقینی طور سے معلوم ہو گیا کہ مولانا عبدالحق بنارسی رحمہ اللہ کی اجازت بعد واپسی حج صنعاء یمن میں امام شوکانی سے حاصل کی۔ اور ان ہر دو صاحبوں نے حج کے بعد حاصل کی ہے۔ مولانا عبدالحی بعد واپسی حج درس و تدریس میں مشغول نہ ہوئے مجاہدین میں رہے اور اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ رہے مولانا شیخ منصور الرحمٰن ان کے بظاہر دو تلمیذ نظر آتے ہیں۔ ایک ہمارے جد امجد مرحوم، ثانی مولوی ابی محمد عبدالوہاب الملتانی ہیں۔ جن سے احقر کو تلمذ حاصل ہے۔

راقم محمد عبدالجلیل السامرودی

کان اللہ لہ مورخہ

۳۱ یوم الاحد ۱۹۴۶ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مزید معلومات (بسلسلہ سند قاضی شوکانی) ❶

(از عبدالرحمٰن بی۔اے، پرنس آف ویلز کالج جموں)

مولوی محمد عطاء اللہ صاحب حنیف کے قاضی شوکانی کے سلسلہ حدیث کے متعلق ایک استفسار کے جواب میں مولوی عبدالجلیل صاحب سامرودی نے علماء ہند میں سے تین شاگردوں کے نام گنائے ہیں:

(۱)......مولانا عبدالحی صاحب دہلوی

(۲)......مولانا عبدالحق صاحب بنارسی

(۳)......مولانا منصور الرحمٰن صاحب

لیکن جن اہل علم حضرات کی نظر سے مولانا عبیداللہ سندھی مرحوم کی کتاب ''شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک'' گزری ہے اُن سے ہر امر پوشیدہ نہ ہوگا کہ مولانا سندھی مرحوم نے مولانا ولایت علی مرحوم عظیم آبادی ۱۲۶۹ھ کو بھی قاضی شوکانی کے تلامذہ میں شمار کیا ہے چنانچہ اس کتاب کے عربی حاشیہ میں بحوالہ کتاب التمہید (جو غالباً ان کی عربی تصنیف ہے) نقل فرماتے ہیں:

((و الامير ولايت على جاء الى الحجاز ١٢٥٠ هـ وسار الى اليمن واخذ عن الشوكاني الخ .)) ❷

اور پھر ایک دوسرے مقام پر بعینہٖ یہی الفاظ تحریر فرماتے ہیں لیکن سیاق وسباق دوسرا ہے:

((والامير ولايت على جاء الى الحجاز ١٢٥٠ هـ وسار الى اليمن واخذ عن الشوكاني وبعد ما هاجر الصدر مولانا محمد اسحاق اوفد الامير ولايت على اخاه عنايت على فى ١٢٥٨ هـ الى البونير مركز المنتظرين لرجعة الامير .))

مولانا سندھی کے الفاظ عن الشوکانی سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مولانا ولایت علی عظیم آبادی کو بھی سند و اجازتِ حدیث قاضی شوکانی سے حاصل تھی۔ اگر یہ بات درست ہو تو پھر علمائے ہند میں سے قاضی شوکانی کے

❶ ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶ اپریل ۱۹۴۶ء۔

❷ غالباً حاشیہ، ص: ۱۱۳۔۱۱۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تین کی بجائے چار شاگرد ہوتے ہیں۔ لیکن امام شوکانی رحمہ اللہ کی تاریخ وفات ۱۲۵۰ھ ہے۔ ❶ جس سے مولانا ولایت علی مرحوم کا امام شوکانی کو ملنا ذرا مشکل نظر آتا ہے اور اگر سال وفات ہی ان سے ملاقات ہوئی ہو تب بھی جب تک دوسرے اہل علم اس سلسلہ اجازت پر روشنی نہ ڈالیں اس کی توثیق مشکل ہے۔ اور اگر یہ بات ثابت ہو جائے تو مزید معلومات کا باعث ہو گی۔

افسوس ہے کہ اس وقت مولانا سندھی کی کتاب پیش نظر نہیں۔ اس لیے حوالے کو صحیح صحیح درج کرنے سے قاصر ہوں۔ تاہم ان کے الفاظ بالکل صحیح درج کیے ہیں۔ اہل علم کو اس حوالہ کی تلاش میں جو تھوڑی سی تکلیف اٹھانا پڑے گی اس کے لیے معافی کا خواستگار ہوں۔ کیونکہ میں نے یہ چند سطور اپنی انتہائی مصروفیت میں لکھی ہیں۔

اہل علم حضرات کی خدمت میں میرا التماس یہ ہے کہ وہ ضرور از راہ علم نوازی مولانا ولایت علی عظیم آبادی کے قاضی شوکانی سے سلسلہ تلمذ و اجازتِ حدیث کے متعلق اپنی تحقیقات سے بذریعہ اخبار ''اہلحدیث'' بہرہ ور فرمائیں۔ بالخصوص محبّ مکرم مولانا سیّد مسعود عالم صاحب ندوی ضرور ادھر توجہ فرمائیں۔ ممکن ہے انہیں مولانا ولایت علی مرحوم کی سند حدیث بھی دیکھنے کو مل جائے یا شاید وہ اسے دیکھ چکے ہوں۔ میں اتنا مصروف ہوں کہ انہیں ان دنوں الگ لکھنا ممکن نہیں۔ اس لیے اگر وہ اخبار اہل حدیث نہ دیکھتے ہوں تو برائے مہربانی مولوی محمد عطاء اللہ صاحب حنیف انہیں ضرور مطلع فرمائیں۔ میں ان کا اور سب اہل علم کا جو اس سلسلہ میں خامہ فرسائی فرمائیں گے ممنون ہوں گا۔

---

❶ ملاحظہ ہو: معارف اعظم گڑھ ج: ۵۱، نمبر ۵، ص: ۳۴۹۔ مضمون شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک۔ (استدراک و تنقیح)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت مولانا ولایت علی ❶

معروف بہ بڑے حضرت عظیم آبادی

پرچہ اہل حدیث ۲۶، اپریل ۴۶ء کے ص ۶ کالم ۲ میں مولوی عبدالرحمٰن بی۔ اے پرنس آف ویلز کالج جموں نے ایک سرخی مزید معلومات حوالہ قلم فرمائی ہے۔ اس میں مولانا ولایت علی عظیم آبادی کے قاضی شوکانی سے تلمذ کا استفسار ہے۔

اس ناچیز کی تحقیق میں مولانا ولایت علی معروف بڑے حضرت خلیفہ امام المسلمین السید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا سند اجازت قاضی شوکانی سے حاصل کرنا صحیح ہے۔ آپ کو امام المسلمین نے انہیں بعد واپسی کابل حیدر آباد دکن و بمبئی کی رہبری کے لیے روانہ فرمایا تھا۔ آپ کا ۱۲۴۳ھ کے بعد بمبئی و سورت بھی ورود ہوا ہے۔ اس کے دو سال بعد پھر اپنے وطن مالوف عظیم آباد کی طرف مراجعت فرمائی۔ آپ قریب دو سال وہاں رہے۔

بعد دو برس کچھ عرصہ ملک بنگال میں تبلیغی دورہ فرماکر سفر حج کا عزم کر کے مع اہل و عیال مکہ معظمہ پہنچے۔ بعد فراغت حج و زیارت مدینہ منورہ مع اہل وعیال ملک یمن روانہ ہوئے۔ تمام اطراف یمن ونجد و ریسر ومسقط وحضر موت وسواکن و بندر ضحا و حدیدہ میں دور و سیر کی۔ اسی اثنا میں علامہ قاضی شوکانی رحمہ اللہ سے ملاقات کی اور سند حدیث حاصل کی اور اس کی تصانیف سے الدرر البہیہ وغیرہ چند اون کی تصانیف انہیں سے حاصل کیں بعد فراغت وطن کی طرف مراجعت کی۔ آمین رفع الیدین کی آپ نے اشاعت کی مولانا محمد فصیح غازی پوری سے مناظرہ بھی ہوا۔ حق کی فتح رہی۔ آپ بڑے باکمال و ولایت وکرامات تھے۔ آپ نے علم حدیث حضرت مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا تھا۔ گو آپ قبل ازیں جمیع علوم سے فارغ ہو چکے تھے۔ آپ بعارضہ خناق ماہ محرم ۱۲۶۹ھ میں بعمر ۶۴ سال اس دار فانی سے دارالبقا کو رخصت ہو گئے۔ إنا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کی سوانح حیات بالوجہ الاتم مولانا محمد جعفر تھانیسری نے اپنی کتاب تواریخ عجیبہ موسوم بہ سوانح احمدی میں بیان کی ہے۔ جو قابل دید وحصول عبرت ہے۔ ص ۱۵۹ سے ص: ۱۶۸ تک ملاحظہ ہو۔ ہم مولانا عبدالرحمٰن بی۔ اے کا شکریہ ادا کرتے ہیں، انہوں نے حضرت مولانا کی یاد کو تازہ کرایا۔ ورنہ ہم بالکل آپ کی ہستی سے

❶ ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰ مئی ۱۹۴۶ء۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غافل تھے۔ گو آپ کی بعض تصانیف قلمیہ بھی ہمارے نظر میں ہیں اور آپ کی ہستی کا علم بھی تھا مگر اس امر کا خیال نہ وہم و گمان قلب پر آیا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ آپ امام شوکانی کے تلمیذ ضرور ہیں۔ امام شوکانی کی وفات سے قبل ان کی ملاقات ہے۔ اس لحاظ سے ہند میں اب چار تلمیذ کا وجود بہم پہنچنا ممکن ہے۔ اور یہی نیک ہستیاں ہوں گی جن کا ہمیں علم نہ ہوا۔ اہل علم حضرات اگر توجہ فرمائیں تو معلوم کرنا کوئی بڑی بات نہیں۔

وانا الراجی رحمة ربه ابو عبدالكبير محمد عبدالجليل سامرودی كان الله لهٗ.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لقاء قاضی شوکانی اور مولانا ولایت علی ❶

(از عبدالعزیز آفندی لاہوری)

اس سلسلہ میں کہا گیا ہے کہ مولانا ولایت علی صاحب عظیم آبادی ۱۲۵۰ھ میں حج کے لیے گئے۔ اور اسی سال شیخ الاسلام قاضی شوکانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ لہٰذا ان کے لقاء کے لیے زیادہ مستند شہادت درکار ہے۔

یہ بات درست ہے کہ مولانا ولایت علی مرحوم کے حج کی صحیح تاریخ کہیں مرقوم نہیں لیکن قرینہ یہی ہے کہ آپ ۱۲۵۰ھ کے قریب حج کے لیے تشریف لے گئے۔ اور واپسی میں انہوں نے عسیر و یمن کی سیاحت کی۔ ان کے صاحبزادے عبدالرحمان جو ۱۲۴۲ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کا انتقال سفرِ حج میں ہوا اور حدیدہ کے مقام پر اُن کے دوسرے صاحبزادے ہدایت اللہ پیدا ہوئے۔ لیکن یہ صحیح نہیں کہ قاضی شوکانی رحمہ اللہ کا انتقال ۱۲۵۰ھ میں ہوا۔ جیسا کہ اہل حدیث مورخہ ۲۶۔ اپریل ۴۶ء میں مرقوم ہے۔ نواب صدیق حسن خان صاحب اپنی کتاب اتحاف النبلاء میں لکھتے ہیں:

وفاتِ شوکانی در سن خمس وخمسین ومئتین الف (۱۲۵۵ھ) یوم الاربعا بست وششم جمادی الاخرۃ بودہ۔ ومیانِ وفاتِ او وفاتِ ولدِ او علی بن محمد قریب یک ماہ تفاوت بودہ۔ اول پسر بمرد، پدر ہیچ جزع وفزع ظاہر نہ کرد۔ (ص: ۴۱۲)

اس سے ظاہر ہے کہ قاضی شوکانی رحمہ اللہ کا انتقال ۱۲۵۵ھ میں ہوا۔ لہٰذا مولانا ولایت علی مرحوم اور قاضی شوکانی مغفور کے لقاء میں کسی شبہ یا وسوسہ کی گنجائش نہیں ہے۔

---

❶ ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ جون ۱۹۴۶ء۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت مولانا منصور الرحمٰن صاحب کے تلمذ کی بحث ❶

اخبار اہل حدیث مورخہ ۱۲/اپریل ۴۶ء میں فقیر کے ایک سوال کے جواب میں حضرت مولانا عبدالجلیل صاحب سامرودی نے مولانا منصور الرحمٰن صاحب کے متعلق جس بیش قیمت معلومات سے محظوظ فرمایا ہے۔ اس کے لیے موصوف محترم کا بہت بہت شکریہ۔ جزاہ اللہ تعالیٰ! لیکن مولانا موصوف کی تحریر سے ایک نئی بحث پیدا ہوگئی ہے۔ جو قابل غور و تحقیق ہے۔

مولانا نے مولانا منصور الرحمٰن رحمہ اللہ اور مولانا عبدالحی صاحب رحمہ اللہ کے متعلق ذکر فرمایا ہے کہ ان دونوں کی امام شوکانی رحمہ اللہ سے برموقع حج ملاقات ہوئی۔ لیکن نواب صاحب قدس سرہٗ کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا عبدالحی رحمہ اللہ کو امام شوکانی رحمہ اللہ سے بذریعہ مکاتبت اجازت حاصل ہوئی ہے۔

اتحاف النبلاء میں ہے:

''ایشاں (مولانا عبدالحی رحمہ اللہ) در سفر حج ازوی سند فن حدیث ہم بطریق اجازت بالکتابت حاصل نمودند۔'' (ص: ۴۰۹)

ابجد العلوم ص: ۹۱۶ میں لکھا ہے:

"ولہ اجازۃ عن شیخنا و برکتنا الشوکانی مکاتبۃ وھو اول من جاء بتالیفہ الی ارض الھند و اشاعہ ثم تتابع الناس."

دلیل الطالب میں ہے:

''مولانا (عبدالحی رحمہ اللہ) حسینی مکہ و بیت اللہ بودند بواسطہ نامہ از مصنف طلب فرمودہ واد باجواب خط بخدمت ایشاں فرستادہ چنانچہ درہماں مجلس آں خط بمولف (منہج سدید فی حکم التقلید) نمودند۔'' (ص: ۷۶۱)

یعنی کتاب الفوائد المجموعہ مولانا عبدالحی رحمہ اللہ نے بذریعہ مکاتبت امام شوکانی رحمہ اللہ سے منگوائی۔ امام رحمہ اللہ نے کتاب کے ساتھ ایک خط بھی لکھا جو مولانا عبدالحی رحمہ اللہ نے مولانا عبداللہ خاں مولف منہج سدید کو دکھایا۔

❶ ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر، ۴/اکتوبر ۱۹۴۶ء۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

• پھر درر بہیہ کے متعلق لکھا ہے کہ اسے بھی مولانا عبدالحی رحمہ اللہ عرب سے ہندوستان لائے۔ وسندش بذریعہ تحریر از مولفش حاصل ساختہ۔ (ص: ۷۶۱)

ان عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا عبدالحی رحمہ اللہ کی ملاقات امام شوکانی سے نہیں ہوئی۔

اگر مولانا عبدالحی رحمہ اللہ کی ملاقات مکہ شریف میں امام شوکانی سے ثابت ہو جائے۔ تو پھر سیّد احمد صاحب، مولانا محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ کی ملاقات کا زبردست امکان ہے۔

امید ہے اس بحث پر مولانا سامرودی یا کوئی اور بزرگ روشنی ڈال کر ممنون فرمائیں گے۔

(فقیر محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی از فیروز پور شہر)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت مولانا منصور الرحمٰن ڈھاکوی ❶ کا امام شوکانی رحمہ اللہ سے تلمذ

پرچہ اہل حدیث مجریہ ۴ اکتوبر ۴۶ء، ص: ۵۔۶، میں ایک تحریر مولوی محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی فیروز پوری کی نظر سے گذری۔ جس میں آپ نے قدرے اشکال مولانا عبدالحی دہلوی کے تلمذ بالمشافہ یا بالمکاتبہ میں ہونے پر ظاہر فرمایا ہے۔

جواباً عرض ہے کہ حضرت نواب والا جاہ کا فرمانا کہ درر البہیہ الفوائد المجموعہ کا بالمکاتبہ منگوانا اور ان کی اجازت بھی بالمکاتبہ حاصل کرنا تحریراً ہے اس میں واقعی شبہ نہیں مگر مولانا عبدالحی کا اتحاف الاکابر فی اسانید الاکابر کا بالمشافہ عندالملاقات حاصل کرنے کو منافی نہیں بلکہ درر البہیہ اور الفوائد المجموعہ کا اس ملاقات کے بعد منگوانا زیادہ انسب معلوم ہوتا ہے۔ چونکہ تعارف تو ہو چکا تھا محض ایک پرچہ سے کتاب طلب کرنا مع اجازت ان کتابوں کے بلکہ اجازت کتب حدیث بھی طلب کرنا بعید امر نہیں اور مولانا کا اتحاف بالمشافہ حاصل کرنا اور کتب مشتملہ کی اجازت معاً حاصل کر لینا اس کے منافی نہیں۔ مولانا منصور الرحمٰن کذاب نہیں تھے اور غیر معروف ہستی نہ تھی۔ ان کے دو تلمیذ علی بعد المسافت مولانا ابو محمد عبدالوہاب ملتانی رحمہ اللہ اور ثانی جد امجد مولانا محمد بن ہاشم سامرودی ہیں۔ جس سے مولانا منصور الرحمٰن کی ہستی درجہ معروف حاصل کر لیتی ہے۔ جس سے جہالت عینی دور ہو جاتی ہے۔ فرماتے ہیں:

"لما حججنا بيت الله مع السيد احمد (رائے) البريلوى و مولانا اسمٰعيل وعبدالحى الدهلويين سنة لقيت انا ومولانا عبدالحى الدهلوى القاضى الامام الشوكانى مولانا اتحاف الاكابر باسانيد الدفاتر وهو نازل خارج مكة المعظمة فناول كل واحد منا نسخة منه وكتب لنا اجازة الرواية لما فيه من الكتب عنه۔"

یہ عبارت ببانگ دہل للکار رہی ہے کہ ان ہر دو اکابرین کو اجازت اتحاف کی بالمواجہ خطی ہوئی ہے گو کہ درر و فوائد پرچہ کے ذریعہ طلب کی ہیں مع اجازت روایات کتب حدیث مولانا منصور الرحمٰن کے ہمراہ زیادہ علم ہے اور زیادۃ الثقہ عند المحدثین مقبول ہے۔ تاہم نواب صاحب نفی نہیں کرتے وہ صرف ان کتابوں

❶ ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۹ نومبر ۱۹۴۶ء۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور روایات کتب کے متعلق بیان کرتے ہیں۔

سنئے رسول کریم ﷺ کی طرف سے ایک صحابی بیت اللہ کی نماز سے نفی کرتا ہے۔ دوسرا کہتا ہے آپ نے اس میں نماز برابر پڑھی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے فیصلہ ارشاد فرمایا۔ زیادۃ الثقۃ مقبولۃ مثبت کے پاس زیادتی علم ہے لہٰذا اس کی بات رد نہیں کی جاسکتی۔

رہا امام الموحدین امام شہید رحمہ اللہ و امام سیّد احمد رحمہ اللہ کا ملاقی نہ ہونا یہ ان کی ملاقات کو منافی نہیں۔ سب کو معلوم ہے کہ یہ کس میدان کے فرسان تھے استاد شاگرد کس شان کے انسان تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دو صاحبان نے جو ہند میں کام کیے ہیں وہ ایک صوفی منش یا مولوی درس کا دلدادہ نہیں کرسکتا تھا۔ درس تدریس کا کام خدا نے ان دونوں ہستیوں سے نہیں لیا۔ یہ کام مولانا عبدالحی نے ضرور کیا ہے اور یہ اس کام کے فارس تھے۔ چنانچہ ان کی سوانح سے معلوم ہوسکتا ہے علاوہ ازیں وہ دونوں فرد کامل اکمل تھے۔ انہیں ان کا مزید خیال نہ ہوا اور یہ دونوں مستفیدین کاملین اکملین سے تھے انہیں اس چیز کا احساس ہوا ہو بہر کیف مولانا عبدالحی کا اتحاف کا بلا دریغ بالمشافہ عندالملاقات والاجازت لہ لھذہ الکتاب صحیح اور ثابت ہے۔ علی اصول المحدثین.

هذا ما ظهر لی واللہ ولی التوفیق وانا الراجی رحمة ربه ابو عبدالکبیر محمد عبدالجلیل السامرودی کان اللہ له. [1]

---

[1] **اهل حدیث**: مضمون ہذا بظاہر پھیکا اور غیر مفید معلوم ہوتا ہے۔ مگر جس وقت میں نے اس کو دیکھا مولوی عبداللہ صاحب لائل پوری میرے پاس بیٹھے تھے۔ انہوں نے کہا اس مضمون کو درج کر دیجیے۔ کیونکہ اس کو حضرت مولانا اسماعیل شہید رحمہ اللہ کی سوانح عمری سے بھی تعلق ہے، میں نے کہا آپ ہی اس کی عبارت کو واضح لفظوں میں کر دیجیے۔ چنانچہ انہوں نے کر دی۔ اس لیے درج کیا گیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ماہِ شعبان اور شب برات

الحمدللہ ہماری خوش قسمتی سے رمضان المبارک آ رہا ہے، مبارک ہیں وہ لوگ جو اس کی برکتوں اور سعادتوں سے بہرہ ور ہوں گے۔ موجودہ مہینہ شعبان ہے، آج کے مادی دور میں...... طبائع اللہ تعالیٰ اور اس کی رضا کے کاموں سے دور ہٹ چکی ہیں، روحانی ترقی اور اخلاقی برتری کے اسباب و دواعی سے ناواقیت عام ہے، خاص اوقات آتے ہیں اور غفلت میں گذر جاتے ہیں، اس لیے ضرورت ہے کہ اس مہینے کے متعلق جو پروگرام شریعت میں بتایا گیا ہے، اس کو بتایا جائے، سنا جائے اور عملی قوی کو حرکت میں لانے کی کوشش کی جائے۔

افراط و تفریط:

افسوس ہے، اگر ایک طرف بے عملی، بے توجہی کا وہ حال ہے، تو دوسری طرف یہ غلو ہے کہ اس مبارک مہینہ میں یار لوگوں نے مختلف قسم کی بدعات گھڑ رکھی ہیں اور اس کی ۱۵ ویں رات کے متعلق بہت سے افسانوں نے شہرت پا رکھی ہے، وہ تو بھلا کرے اللہ تعالیٰ محدثین کرام کا جنہوں نے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کر کے رکھ دیا، ورنہ ان گمراہ صوفیوں اور جاہل ملاؤں نے تو صحیح اسلام کی صورت ہی مسخ کر کے رکھ دی تھی اور پھر عوام نے تو اور بھی بہت سے رسوم اور مسرفانہ عادتیں ایجاد کر لی ہیں، اب پہلے اس ماہ کی شرعی حیثیت عرض کی جاتی ہے، اس کے بعد بدعات کا ذکر ہوگا۔

(۱) شعبان میں نفلی روزے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ شعبان میں روزے رکھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت محبوب تھا۔ [1]

((روی الامام احمد والنسائی من حدیث اسامة مرفوعًا ...... ولم یکن یصوم من الشهور مَا یصوم من الشعبان قلت ولم ارك تصوم من الشهور ما تصوم من شعبان قال ذاكَ شهر یغفل الناس عنه الحدیث .)) [2]

''مسند امام احمد وغیرہ میں ایک طویل حدیث حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جس میں یہ ذکر بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس ماہ میں بکثرت نفلی روزے رکھا کرتے تھے، میرے سوال پر فرمایا: یہ ایسا مہینہ ہے جس میں لوگ عام طور پر غافل ہوتے ہیں۔''

---

[1] مسند احمد. [2] لطائف المعارف، ص: ۱۳۸.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲) بارگاہِ الٰہی میں اعمال کی پیشی:

لیکن اس ماہ میں چونکہ رب العالمین کی بارگاہ میں انسانوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں:

((وهو شهر ترفع الاعمال فيه الى رب العالمين عزوجل فاحب ان يرفع عملى وانا صائمٌ.)) ❶

''اس لیے میری خواہش ہے کہ روزے ہی کی حالت میں میرے اعمال پیش ہوں۔''

(۳) شب برات میں دعا کی قبولیت:

((عن عائشة مرفوعا ان اللّٰه عزوجل يطلع على عباده فى ليلة نصف من شعبان فيغفر للمستغفرين ويرحم المسترحمين اخرجه البيهقى وقال مرسل جيد ونحوه عن ابى بكر الصديق باسناد لا باس به تحفة الاحوذى جلد ۳ صفحه ۵۲۔ اقول وروى من رواية غيرهما من طرق تدل على ان له اصلاً ورواه ابن حبان عن عثمان بن العاص رفعا فلا يسأل احد شيئًا الا اعطيه.)) ❷

''حضرت عائشہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما وغیرہ صحابہ سے متعدد سندوں سے مروی ہے کہ اس رات اللہ تبارک وتعالیٰ کی توجہ خصوصی ہوتی ہے، مغفرت اور رحمت کے طلب گاروں کو ان دونوں سے نوازا جاتا ہے اور ہر دعا قبول ہوتی ہے۔''

(۴) آسمان اوّل پر نزول باری تعالیٰ اور عفو عام:

((عن عائشة رضی اللہ عنہا رفعًا ان اللّٰه تبارك و تعالٰى ينزل ليلة النصف من شعبان الى سماءِ الدنيا فيغفر لاكثر من عدد شعر غنم كلب.)) ❸

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس رات پہلے آسمان پر نزول فرماتے ہیں اور بندوں کی اکثریت کی کوتاہیاں معاف فرما دیتے ہیں۔''

اور اس عفو عام سے محروم لوگ:

لیکن ان احادیث کا یہ مطلب نہیں کہ ہر گناہ معاف ہو جاتا ہے، بلکہ حدیث ہی میں چار شخص مستثنیٰ کر لیے گئے ہیں:

((الا اثنين مشرك او مشاحن اخرجه البيهقى وقال هذا مرسل جيد وله فى رواية اخرىٰ بسند منقطع فيغفر للمؤمنين ويمهل الكافرين ويدع اهل

❶ لطائف ص: ۸ عن اسامة. ❷ لطائف، ص: ۱۴۳۔ ❸ ترمذی بسند منقطع.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الحقد بحقدهم حتى لا يدعوه (كذا في تحفة الاحوذی، ص: ۵۳) وفی لطائف المعارف مخرجًا عن مسند احمد من حديث عبداللّٰه بن عمر رفعا وفيه الا اثنين مشاحن او قاتل نفس وزاد ابن حبان من حديث عثمان بن العاص الا زانية بفرجها .)) ❶

''فرمایا یہ گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توجہ خصوصی اور مغفرت تو عام ہوتی ہے، لیکن مشرک، کینہ رکھنے والے، ناحق خون کرنے والے اور زانیہ اس مغفرت سے محروم رہتے ہیں، یہاں تک کہ وہ خود ہی ان گناہوں سے باز آجائیں۔''

(۵) صحابہ کا عمل:

((روينا بسند ضعيف عن انس رضی اللہ عنہ قال كان المسلمون اذا دخل شعبان انكبوا على المصاحف فقرء وها و اخرجوا زكوٰة أموالهم تقوية للضعيف والمسكين على صيام رمضان .)) ❷

''حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں شعبان کا چاند دیکھتے ہی لوگ مصاحف (مصحف کی جمع یعنی قرآن مجید) پر جھک پڑتے، کثرت سے تلاوت کرتے اور مساکین پر زکوٰۃ تقسیم کرتے، تاکہ وہ بھی رمضان کے لیے اپنی خوراک کا اطمینان بخش سامان فراہم کرلیں۔''

(۶) شعبان، رمضان کا پیش خیمہ:

((ولما كان شعبان كالمقدمة لرمضان شرع فيه ما يشرع في رمضان من الصيام وقرأة القرآن ليحصل التاهب لتلقى رمضان وترتاض النفوس بذالك على طاعة الرحمٰن ووجد بصيام شعبان قبله حلاوة الصيام ولذته فيدخل في صيام رمضان بقوة ونشاط .)) ❸

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے اتنے اہتمام کی وجہ شاید یہ ہو کہ یہ مہینہ رمضان کے لیے تیاری اور مشق کا مہینہ ہے، جیسا کہ عبدالرحمٰن ابن رجب ف ۷۹۵ (جو شیخ الاسلام ابن تیمیہ سے فیض یافتہ ہیں) نے اپنی بہترین کتاب لطائف المعارف میں لکھا ہے کہ یہ رمضان کے لیے تیاری اور مشق ہے تاکہ ان روزوں کی حلاوت صیام رمضان کے لیے باعث شوق ہو۔''

---

❶ لطائف المعارف لابن رجب، ص: ۱۴۳۔ ❷ لطائف المعارف، ص: ۱۴۱۔

❸ لطائف، ص: ۱۴۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۷) شعبان بحیثیت سنن رواتب:

اس ماہ کی عبادت کی حیثیت سنن رواتب کی سی ہے:

"تکون منزلة من الصیام بمنزلة السنن الرواتب مع الفرائض قبلها فیلتحق بالفرائض فی الفضل وهی تکملة لنقص الفرائض.)) ❶

''یعنی اس طرح کی جس طرح فرض نمازوں کی نسبت ان سے قبل و بعد کی سنتوں سے ہے کہ بلحاظ فضیلت ان نوافل کو فرائض کے ساتھ ہونے کا شرف حاصل ہے، نیز ان سے فرائض میں کوتاہیوں کی تلافی ہو جاتی ہے۔''

حاصل یہ ہے کہ اس مہینہ میں ۱۵ ویں رات کچھ ممتاز ضرور ہے:

((کما قال ابن تیمیة رحمه الله فی اقتضاء الصراط فقد روی فی فضلها من الاحادیث المرفوعة والاثار ما یقتضی انها لیلةٌ مفضلةٌ ...... وقد روی بعض فضائلها فی المسانید والسنن وان کان قد وضع فیها اشیاء اُخر (ص: ۱٤٥) وقال فی تحفة الاحوذی قد ورد فی فضیلة لیلة النصف من شعبان عدة احادیث مجموعها یدل علی ان لها اصلًا.)) ❷

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

یہ واضح رہے کہ قرآن حکیم میں صرف لیلۃ القدر (شب قدر) کا ذکر آیا ہے، جو رمضان شریف میں آتی ہے، اور جس رات قرآن مجید کا نزول شروع ہوا، شعبان کی پندرہویں رات کا ذکر قرآن کریم میں نہیں ہے، بعض لوگوں نے سورہ دخان کی آیہ کریمہ فی لیلة مبارکة کا مصداق ۱۵ ویں رات کو بنایا ہے، لیکن صحیح اور تحقیقی بات یہی ہے کہ سورہ دخان والی آیت کا مصداق بھی رمضان میں آنے والی رات شب قدر ہی ہے، جمہور علما اور مفسرین کا یہی قول ہے (دیکھیے تفسیر ابن کثیر، کشاف، مدارک، سورہ دخان) مرقاۃ شرح مشکوۃ میں تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ:

((ان ظاهر القرآن بل صریحه یرده ...... الخ.)) ❸

''ظاہر اور صریح قرآن اس کی تردید کر رہا ہے۔''

شب برات میں کرنے کے کام:

اب رہی یہ بات کہ اس رات کرنے کے کام کیا ہیں؟ تو جہاں تک مختلف روایات پر غور کرنے سے پتہ

❶ لطائف، ص: ۱۳۵. ❷ جلد: ۲، ص: ۵۲. ❸ جلد: ۲، ص: ۱۷٦.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چلتا ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ یہ غفلت سے نہیں گزرنی چاہیے، بلکہ انسان ذکرِ الٰہی میں مشغول ہو کر الحاح و زاری کے ساتھ اپنے گناہوں سے توبہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہے، اپنی جائز حاجتیں اپنے مالک کے سامنے پیش کرے، کہ اس رات اللہ عزوجل کی خصوصی توجہ اپنے بندوں کی طرف ہوتی ہے! برکتیں نازل ہوتی ہیں، تجلیات ربانیہ کا ظہور ہوتا ہے! وفی ذلك فليتنافس المتنافسون.

بس یہ ہے، اس رات کے گذارنے کا صحیح طریقہ، خوش نصیب ہیں وہ سعید روحیں جو اس فیضانِ رحمت سے مستفیض ہوں، اور اس رات ذرا اپنے گناہوں کی طرف دھیان دے لیں، حسد و کینہ کو خیرباد کہہ دیں، شرک و کفر کے جراثیم سے اپنے آپ کو پاک و صاف کر لیں، اللّٰھم وفقنا لما تحبه و ترضاه.

اس رات کوئی خصوصی نماز نہیں:

ہاں تو اس کی فضیلت سے غلط فائدہ اٹھا کر لوگوں نے چند خصوصی نمازیں بنا رکھی ہیں، یاد رہے کہ وہ سب من گھڑت ہیں، شریعت میں ان کا کوئی اصل نہیں، ایسی نمازوں کا پڑھنا بدعت اور گناہ ہے، اس سلسلہ میں جتنی روایات بیان کی جاتی ہیں، وہ سب موضوع اور گپیں ہیں، یہ بات ایسی ہے کہ اس پر محدثین اور حنفیہ دونوں متفق ہیں، دیکھو کتب موضوعات (اللآلی المصنوعہ، جلد:۲،ص:۵۷، موضوعات کبیر، مرقات شرح مشکوٰۃ جلد:۲،ص:۱۷۶وغیرہ)

حافظ ابن رجب کا فیصلہ:

((قیام لیلة النصف لم یثبت عن النبی ﷺ ولا عن اصحابه.)) ❶

''حافظ ابن رجب لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے اس رات کوئی قیام ثابت ہی نہیں۔''

پھر لکھتے ہیں، اس رات کی عبادت ہی میں سلف کا اختلاف ہے، علمائے حجاز اس رات کو قطعاً کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے، بلکہ علماء کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ اس رات سے متعلقہ روایات کا ماخذ اسرائیلیات ہیں اور انہیں راہوں سے علمی حلقوں میں آئی ہیں، ہاں البتہ تابعین میں سے شامی علماء اس رات کے قیام کے قائل ہیں، پھر ان میں بھی اختلاف ہے، بعض جماعت تک کو مستحب مانتے ہیں اور بعض دوسرے اہل علم اس رات با جماعت نفلی نماز پڑھنے اور اس کو اہمیت دینے کو بدعت جانتے ہیں: ''قالوا ذلك كله بدعة'' ❷ اور ان کا خیال یہ تھا کہ انسان کو نماز اگر پڑھنی ہو تو اکیلے پڑھنی چاہیے، قال ابن رجب هذا هو الا قرب. ❸

---

❶ لطائف، ص: ١٤٥. ❷ لطائف، ص: ١٤٤.
❸ ایضا، ص: ١٤٣.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پندرھویں تاریخ کا روزہ:

ایک روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ قوموا لیلها وصوموا نهارها یعنی اس رات کو قیام کرو، اور دن کو روزے رکھو، لیکن یہ روایت ایسی سخت ضعیف ہے کہ اس پر مسئلے کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ:

((فاما صوم يوم النصف مفردًا فلا اصل له بل افراده مكروه ❶ قال ابن رجب واما صيام النصف منه فغير منهى عنه فانه من جملة ايام البيض الغر .)) ❷

''یہ روایت بالکل بے اصل ہے، بلکہ صرف یہی اکیلا روزہ رکھنا مکروہ ہے، ہاں ایام بیض کے روزے رکھ لیے جائیں اور یہ بھی ان میں آ جائے تو کوئی حرج نہیں، جیسا کہ ابن رجب نے اشارہ کیا ہے۔''

بدعات و رسوم:

اس دن کو تہوار یا عید کا دن سمجھا جاتا ہے، حالانکہ شریعت میں تہوار دو ہی ہیں، یعنی عید الفطر اور عید الاضحیٰ تیسرا کوئی نہیں، لیکن ہمارے ملاؤں پر خدا رحم فرمائے انہوں نے اپنی پیٹ پوجا کے لیے کئی تہوار گھڑ رکھے ہیں، جن میں ایک شبرات اور اس کا حلوا بھی ہے، حالانکہ شرعاً اس کو تہوار بنانا بدعت ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

((وكذالكَ اتخاذه موسما تصنع فيه الاطعمة وتظهر فيه الزينة هو من المواسم المحدثة التى لا اصل لها .)) ❸

''اس رات اور دن کو عید تہوار بنانا، عید کی طرح کپڑے وغیرہ بدلنا بدعت اور بے اصل بات ہے۔''

ایک مشہور گپ:

حلوہ پوری کے دلدادہ ملاؤں نے عوام کو یہ بات پڑھا رکھی ہے کہ پندرھویں شعبان اور ہر جمعرات کو روحیں آتی ہیں اور حلوے اور کھیر کو للچاتی ہیں، اس لیے ہر جمعرات کھیر روٹی وغیرہ پر اور شب برات کو حلوے پوری پر ایصال ثواب کا ختم پڑھ کر ملاں جی کی معرفت ان روحوں کے سپرد کر دینی چاہیے، حالانکہ یہ بالکل غلط اور گپ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلے کی کوئی چیز پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی، نہ حدیث کی کسی معتبر کتاب

❶ اقتضاء الصراط صفحہ ١٤٥ ❷ لطائف صفحہ: ١٤٣.

❸ اقتضاء الصراط، ص: ١٤٥.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ان کا وجود ہے، بعض نا واقف فقہ کی کسی غیر مشہور کتاب اور وعظ کے کسی غیر معتبر رسالے میں کوئی ایسی موضوع حدیث دیکھ پاتے ہیں تو غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں، یہ یاد رہے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین رحمہم اللہ، ائمہ اربعہ رحمہم اللہ میں سے کسی نے بھی نہ یہ حلوا پوری پکایا نہ ایصال ثواب کرایا، نہ کبھی ختم پڑھایا، پس اس غلط بنیاد پر جتنی رسمیں کی جاتی ہیں سب کی سب ناجائز اور بدعت ہیں، مسلمانوں کو ان پر اپنا مال ضائع کرنا نیکی برباد اور گناہ لازم کا مصداق ہے۔

''چراغاں'' کی وبا:

بہت سی رسموں کی طرح چراغاں کرنے کی رسم بھی مسلمانوں میں مجوسیوں اور ہندوؤں سے آئی ہے، مولانا علی قاری حنفی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ:

((قیل اول حدوث الوقید من البرامکة وکانوا عبدة النار فلما اسلموا وادخلوا فی الاسلام ما یموھون انه من سنن الدین ومقصودھم عبادة النیران.)) ❶

''چراغاں کی رسم مسلمانوں میں برامکہ (جو حکومت عباسی کے ایرانی وزیر تھے) کے راستہ سے آئی ہے، وہ آتش پرست تھے انہوں نے دین کا لبادہ ڈال کر اپنی آتش پرستی کو اسلام میں داخل کر دیا۔''

مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی چراغاں کو ہندوؤں کی دیوالی کا مشابہ قرار دیا ہے، حقیقت تو یہ ہے کہ ایسی مبارک رات میں ایسی ناجائز حرکتیں اللہ تعالیٰ کے غضب کی موجب ہیں، اور اب تو یہ مرض ایسا عام ہو گیا ہے کہ ہر اہم اور غیر اہم موقعوں پر مسلمان چراغاں کرنا شروع کر دیتے ہیں، اور حیرت تو یہ ہے کہ قرارداد مقاصد کی مصنف حکومت اس قسم کی بدعات اور فسق و فجور کا ارتکاب خود کراتی ہے، عوام یہ رات آتش بازی سے مناتے ہیں، حالانکہ اس کی مضرتوں اور قباحتوں میں کوئی کلام نہیں ہے؟

فلیبك علی الاسلام من کان باکیا.

محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی

دار العلوم تقویۃ الاسلام، لاہور

(۲ جون ۱۹۵۰ء)

www.KitaboSunnat.com

❶ مرقاۃ، ص: ۱۷۸، جلد: ۲.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قربانی کی شرعی حیثیت اور منکرین حدیث کا دجل ❶

((الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین، وعلی آلہ واصحابہ و اجمعین.))

کچھ مدت سے ہمارے ملک میں تین گروہوں نے اس امر کے لیے متحدہ محاذ بنالیا ہے اور اس کے لیے وسیع پروپیگنڈا شروع کررکھا ہے کہ پاکستان میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا قانون نافذ نہ ہو۔ وہ گروہ یہ ہیں۔

۱کمیونسٹ۔ ۲منکرین حدیث کی پرویز پارٹی۔ ۳مرزائی۔

یہ لوگ اسلامی نظام اور اس کی تعبدی پابندیوں اور اخلاقی ضابطوں سے خائف ہیں۔ اس لیے نہیں چاہتے کہ پاکستان میں کوئی ایسا نظام قائم ہو جو براہ راست کتاب وسنت سے ماخوذ ہو۔

ان لوگوں کو یہ خوب معلوم ہے کہ ہمارے ملک کے عام مسلمانوں میں عملی کمزوریاں جتنی بھی ہوں، ہرصورت اسلامی عبادات، نظام ہائے عمل اور کتاب وسنت سے انہیں محبت ہے۔ اس لیے یہ تینوں گروہ صاف طور پر اسلامی عقائد اور احکام کا انکار نہیں کرتے۔ بلکہ اسلامی عقائد واعمال پر مختلف طریقوں سے حملہ کرتے ہیں اور ان کی اہمیت کم کرنے کی کوشش کرنے اور ان کا مذاق اڑانے میں مصروف ہیں۔ مرزائیوں کی اس قسم کی باتوں سے پڑھا لکھا طبقہ ناواقف نہیں ہے لیکن یقین جانیے کہ اول الذکر دونوں پارٹیاں مرزائیوں سے بھی زیادہ خطرناک ہیں۔

جن مسائل شرعیہ کو ان لوگوں نے اپنی ''تحقیقات عالیہ'' کا تختۂ مشق بنا رکھا ہے۔ ان میں سے ایک مسئلہ قربانی ہے۔ یعنی عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر اللہ کے لیے جانور ذبح کرنا۔ وہ یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ذوالحجہ میں دنیا کے سارے مسلمان مکہ شریف اور اکناف عالم میں جو قربانیاں کرتے ہیں، یہ سب نعوذ باللہ بے کار اور بے سود ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اب پرویز پارٹی ہی کو یہ اپج سوجھی ہے۔ ورنہ اسلام کی ساری تاریخ غالباً ایسے الحاد سے خالی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس ''تحقیق زدہ'' طبقے کے ہاں دلائل کا افلاس اور معقولیت کی کمی ہے۔ بس

❶ ۷ ستمبر ۱۹۵۱ء۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چند مغالطے ہیں جن کو شیطان کی آنت کی طرح بڑھاتے چلے جا رہے ہیں۔ جن کو پرفریب الفاظ سے کتنا ہی خوش نما کیوں نہ بنالیا جائے۔ تجزیہ کرنے کے بعد ان کی حیثیت سراب سے زیادہ نہیں رہتی۔

فرار کی راہ:

غور کیا جائے تو اس مغرب زدہ طبقے کے دلائل کا محور یہی ایک بات ہے کہ جس کسی عقیدے یا عمل سے بچنا مقصود ہو تو آرام سے کہہ دیا جناب یہ عقیدہ یا عمل اس وقت کے لیے تھا، یہ قرآن اس وقت کے لیے تھا، یہ زکوٰۃ اس ماحول کے مطابق تھی، حدودِ شرعیہ ترقی یافتہ ماحول کے لیے مناسب نہیں ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی صفات، یہ آخرت کا عقیدہ، قبر و قیامت کے قصے، جنت و دوزخ کے واقعات یہ سب چیزیں اسی دور کے مطابق تھیں جبکہ زمانہ ابھی آگے نہیں بڑھا تھا۔ وغیرہ وغیرہ

آج قربانی کے متعلق شور ہے۔ کل حج کے متعلق کہا جائے گا کہ یہ بھی اس وقت عربوں نے اپنی اقتصادی حالت درست کرنے اور اپنی سیاسی برتری کے لیے (معاذ اللہ) ایک ڈھونگ رچا رکھا تھا۔

ہم دونوں میں بنیادی فرق:

ہم حیران ہیں کہ ایسے لوگوں سے خطاب کریں تو کیسے؟ بات کریں تو کس طرح؟ ہمارے اور ان کے درمیان کوئی چیز بھی تو مشترک نہیں رہی۔ مسلمان قرآن کو قیامت تک کے لیے راہنما مانتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سیرت کو اپنا اسوہ بنائے بغیر ایک قدم بھی نہیں چل سکتے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اسلامی زندگی کی بنیاد ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، ائمہ مجتہدین، ہر تاریک دور میں روشنی کا مینار ہیں اور آج تک کی اسلام کی علمی و دینی تاریخ آئندہ کی تعمیر کے لیے ایک قابل قدر بنیاد۔

لیکن ان لوگوں کے نزدیک یہ سب کچھ ایک قصۂ ماضی، داستانِ پارینہ، ہنگامی اور وقتی چیزیں ہیں۔ زیادہ سے زیادہ نوازش فرمائی تو ان مقدس چیزوں کی حیثیت ایک ''تاریخ'' کی تسلیم کر لی۔ وہ بھی اس لیے کہ اس سے اپنے جذبات اور ''ضرورت'' کے مطابق فائدہ اٹھایا جا سکے لیکن جہاں کہیں کوئی پابندی عائد ہوتے دیکھی تو ﴿فَنَبَذُوهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ﴾ (آل عمران: ۱۸۷) کے مطابق بن گئے۔

﴿فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ﴾ (البقرہ: ۷۹)

اسلام کا نقطہ نظر مادی نہیں......!

یہ پارٹی اسلام کے سارے احکام کو مادی نقطۂ نظر سے دیکھتی ہے، روحانیات، اللہ تعالیٰ سے تعلق محبت اور اخلاقیات ان کے ہاں اولاً تو کوئی چیز ہی نہیں یا انہیں کوئی اہمیت حاصل نہیں ہے۔ جن لوگوں کی نظر سے پرویز پارٹی کا آرگن ''طلوع اسلام'' گزرتا ہے وہ جانتے ہیں کہ وہاں ہر چیز کی ریسرچ مادی عینک لگا کر کی جاتی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔عبادات، اعتقادات سب میں مرمت ہوتی ہے۔خالص قرآنی اصطلاحات کے معانی گھڑے جا رہے ہیں۔ تا کہ انہیں اپنی خواہشات کے سانچہ میں ڈھالا جا سکے۔

لیکن مسلمانوں کا آج تک یہ عقیدہ چلا آ رہا ہے کہ قرآن حکیم کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں کا تعلق درست کرنا ہے اور یہ بتاتا ہے کہ انسانوں کو اپنا نصب العین اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا قرار دینا چاہئے۔اسی بنیاد پر اسلام کا روحانی نظام قائم ہے۔ چنانچہ عبادات کے لیے اوقات کا تعین اور مخصوص اوقات میں مخصوص اعمال یہ سب اسی پروگرام کا ایک حصہ ہیں۔

بنیادی مغالطہ:

یہاں بھی ان کی طرف سے بنیادی مغالطہ یہی دیا جا رہا ہے کہ وہ حج یا قربانی کو مادی نقطۂ نظر سے دیکھتے ہیں اور لوگوں کو بھی یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اسے مادی طریقے سے جانچیں۔حالانکہ یہ بنیاد ہی سرے سے غلط ہے۔دنیاوی فائدہ قربانی میں اگر کوئی ہے بھی، تو اس کی حیثیت ضمنی سی ہے۔دراصل یہ ہے ہی روحانی چیز۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَن يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلَٰكِن يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنكُمْ﴾ (الحج: ٣٧)

''اللہ کو قربانی کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا بلکہ وہ تمہارا تقویٰ دیکھتا ہے۔''

یہاں قربانی کے جانور کے متعلق فرمایا ہے کہ تم نے ایک جانور نہایت پیار سے پالا ہے۔اب اس کو ذبح کرتے وقت تمہیں رحم آئے گا۔مگر اللہ تعالیٰ کے تقرب پر جانور کے پیار کو ترجیح نہ ہو اور یہی تقویٰ ہے اور اگر وہ جانور ہی ذبح نہ کرے تو یہ تقویٰ کیسے حاصل ہوگا۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿ذَٰلِكَ وَمَن يُعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى الْقُلُوبِ﴾ (الحج: ٣٢)

''یہ سن چکے اور جو کوئی ادب رکھے اللہ کے نام لگی چیزوں کا سو وہ دل کی پرہیزگاری ہے۔''

یہاں بھی شعائر اللہ سے مراد جانور کی قربانی ہے اور ان کی تعظیم، ان کو موٹا تازہ کرنا ہے۔پھر ان کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ذبح کرنے سے جو تقویٰ حاصل ہوگا وہ دلی تقویٰ ہوگا۔

قربانی کا ذکر قرآن حکیم میں:

مسائل زندگی کے بیان کرنے میں قرآن حکیم کا جو خاص انداز ہے......اس انداز میں تو قربانی کا ذکر بھی قرآن میں موجود ہے۔

﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْأَنْعَامِ﴾ (الحج: ٦٧)

’’ہر ایک فرقے کے لیے ہم نے ٹھہرا دی ہے قربانی کہ یاد کریں اللہ کا نام چوپایوں کے ذبح کرنے پر جوان کو دے۔‘‘

حضرت شاہ عبدالقادر انہی آیات کے سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں:

’’جتنے مویشی ہیں، ان کا حق یہی ہے کہ کام لے لیجیے۔ پھر کعبے کے پاس لے جاکر چڑھا دیجیے۔ یہ بات دشوار ہے۔ تو یہاں بسم اللہ اللہ اکبر کہا اور ذبح کیا۔ یہ نشانی ہے کہ اللہ کی نیاز کعبہ کو بڑھائی دور ہو یا نزدیک۔‘‘ [موضح]

ان مختصر الفاظ میں حضرت شاہ صاحب نے قربانی کی ساری حقیقت بیان فرمادی ہے۔ آپ کے والد ماجد شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں:

((الذبح لایکون قربة الا بتشبه الحاج .))

’’یہ قربانی حاجیوں سے عملی تشابہ کے لیے ہی تو ہے۔‘‘

ان بزرگانِ دین کا مطلب یہ ہے کہ یہ عام قربانیاں حاجیوں سے یک رنگی کی وجہ سے ہیں۔ گویا ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اقتدا کرتے ہوئے منٰی ہی میں قربانیاں کررہے ہیں۔

ایک دوسرے مقام پر شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ عیدالاضحیٰ کے دن حاجیوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا فیض عام ہوتا ہے اور پھر فرماتے ہیں:

((یوم الاضحی فیه تشبه بالحاج وتعرض لنفحات اللّٰه تعالٰی المعدة لهم .)) [1]

دوسرے اکناف کے مسلمانوں کو بھی حکم دیا گیا ہے کہ وہ حاجیوں سے مشابہت پیدا کر کے ان کے فیضان سے مستفید ہوں۔

اس آیت کے علاوہ چند دوسری آیات کے احکام بھی ھَدْی اور قربانی دونوں کے لیے علماء بیان کرتے چلے آئے ہیں۔ تفصیل کے لیے کوئی سی تفسیر اٹھا کر دیکھ لی جائے۔

(ب)...... سورۃ الصافات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کا واقعہ ایک مشہور واقعہ ہے۔ اس کی تفصیل میں نہ جاتے ہوئے ہمیں صرف یہاں اس کے ایک ٹکڑے سے بحث ہے:

﴿وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ﴾ (الصافات: ١٠٧)

’’اور اس کے بدلے میں ہم نے ایک بڑا جانور ذبح کے لیے دیا۔‘‘

---

[1] حجة الله البالغه ١/ ٩٩.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذبح عظیم سے باتفاق علمائے قرآن قربانی کا جانور مراد ہے۔ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند کے بدلے (بامر اللہ) ذبح فرمایا: شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں:

((الاصل الثالث ان وقت اداء الطاعة هو الوقت الذی یکون مذکر النعمة من نعم الله تعالٰی مثل یوم عاشوراء نصر الله تعالٰی موسٰی علیه الصلوٰة والسلام علی فرعون فصامه وامر بصیامه وکرمضان نزل فیه القرآن وکان ذلك ابتداء ظهور الملة الاسلامیة اومذکر الطاعة انبیاء الله تعالٰی وقبوله ایاها منهم کیوم الاضحیٰ بذکر قصة ذبح اسماعیل وفدائه بذبح عظیم .)) [1]

''عید الاضحیٰ کا دن بطورِ ابراہیمی یادگار کے ہے۔ یعنی جس طرح عاشوراء کے روزے رکھنے کا حکم ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نجات دی تو انہوں نے شکرانے کے لیے روزہ رکھا۔ رمضان المبارک قرآن حکیم کے نزول اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے شروع ہونے کی یادگار ہے۔ اسی طرح یہ دن بھی اس دن کی قربانیاں اور دوسری عبادات جو اسی سے تعلق رکھتی ہیں۔ درحقیقت اس دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس قربانی کی یادگار منائی جاتی ہے۔''

(ج)..... ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ (الکوثر: ۲)

''سونماز پڑھا اپنے پروردگار کے لیے اور قربانی کر۔''

لیجیے مسئلہ قربانی کے منکرین کی قلعی کھل گئی۔ اب یہاں پر تو کوئی حج وغیرہ کا ذکر نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ساری امت کو قربانی کا حکم دیا گیا۔

حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں: (وانحر ای البدن) اب دیکھنا یہ ہے کہ نحر کا لفظ عام صدقات میں کیسے صحیح استعمال ہو سکتا ہے۔ درانحالیکہ بعض مفسرین نے یہاں تک فرمایا کہ نحر چونکہ اونٹ کو کیا جاتا ہے۔ لہٰذا گائے وغیرہ سے اونٹ کی قربانی بہتر ہوتی ہے۔ فاین المفر .

تقریباً سب محقق مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ یہاں صلوٰۃ سے عید کی نماز اور نحر سے جانور کو ذوالحجہ کی دسویں تاریخ کو خالصاً للہ ذبح کرنا مراد ہے۔

(د)..... سورہ بقرہ میں بھی قربانی کا ذکر موجود ہے۔ اختصاراً یہاں اس کا بیان نہیں کیا جاتا۔

مندرجہ بالا دلائل قاطعہ اور نصوص ساطعہ کے ہوتے ہوئے ان منکرین مسئلہ قربانی کا یہ دعویٰ کہ قربانی صرف مکہ میں بقدر ضرورت تھی اور یہ کہ قربانی کا ذکر قرآن میں نہیں ہے اور جانوروں کا بے کار خون

[1] حجة الله البالغة: ۱/ ۹۹.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہانے کی بجائے عام صدقہ کر دیا جائے بڑا مضحکہ خیز ہے اور ھباء منثورا سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ مگر سمجھ وہی سکتا ہے، جس کو اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ دین حق کی مخالفت کرتے کرتے ان کے دل سیاہی کے پردے میں آ چکے ہیں اور ﴿قَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ﴾ (البقرہ: ۸۸) بزبانِ حال پکار رہے ہیں:

﴿مَنْ يَهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُرْشِدًا﴾ (الکہف: ۱۷)

احادیث نبویہ سے قربانی کا ثبوت:

اب ہم ''ہمہ دانی کے مدعی'' کے اس دعویٰ کا تجزیہ کرتے ہی جو پمفلٹ کی صورت میں ہزارہا کی تعداد میں شائع کیا گیا ہے کہ:

''تاریخ سے بھی یہی ثابت ہے کہ مدینہ میں جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی نہیں دی ہے۔''

یہاں پر جس مقدس ذخیرہ کو ''تاریخ'' کے گھٹیا لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس میں اس کثرت سے قربانی کا ذکر ہے جس سے یہ عمل متواتر ہو جاتا ہے اور متواتر کے انکار کرنے کی جرأت آج تک کسی کو بھی نہیں ہوئی۔

قربانی کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین مقدسہ:

ارشادات تفسیر وحدیث کی کتابوں میں مندرجہ ذیل صحابہ سے مروی ہیں: (۱) حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ (۲) حضرت زید رضی اللہ عنہ (۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما (۵) حضرت جابر رضی اللہ عنہ (۶) حضرت براء رضی اللہ عنہ (۷) حضرت جبیر رضی اللہ عنہ (۸) حضرت مخنف رضی اللہ عنہ (۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ (۱۰) حضرت علی رضی اللہ عنہ (۱۱) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ یہ تمام گیارہ صحابہ ہیں اور بارہ روایتیں ہیں:

۱۔ ((عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَسَمَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ أَصْحَابِهِ ضَحَايَا .)) ❶

''عقبہ بن عامر نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں قربانی کے جانور تقسیم فرمائے تاکہ وہ ذبح کریں۔''

۲۔ ((عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ قُلْتُ أَوْ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا هٰذِهِ الْأَضَاحِيُّ قَالَ سُنَّةُ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ قَالُوا مَا لَنَا مِنْهَا قَالَ بِكُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةٌ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَالصُّوفُ قَالَ بِكُلِّ شَعْرَةٍ مِنَ الصُّوفِ حَسَنَةٌ .)) ❷

''حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ قربانیاں کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت

❶ بخاری.

❷ احمد، ابن ماجه، تفسیر ابن کثیر: ۳/ ۲۲۱.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔"پھر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ہمارا اس میں حصہ ہے؟ فرمایا: ہر بال کے بدلے ایک نیکی ہے۔ پوچھا گیا اور اُون؟ فرمایا اس کے بھی ہر بال کے بدلے ایک نیکی ہے۔"

۳۔ ((عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَا عَمِلَ آدَمِيٌّ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ أَحَبَّ إِلَى اللّٰهِ مِنْ إِهْرَاقِ الدَّمِ إِنَّهَا لَتَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِقُرُونِهَا وَأَشْعَارِهَا وَأَظْلَافِهَا وَأَنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللّٰهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ أَنْ يَقَعَ مِنَ الْأَرْضِ فَطِيبُوا بِهَا نَفْسًا.)) ❶

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، انسان کا کوئی عمل بھی نحر (قربانی یعنی) ۱۰ ذی الحجہ کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں خون بہانے سے زیادہ محبوب نہیں ہے اور خون زمین پر گرنے سے پہلے ہی اللہ کے پاس مقبول ہو جاتا ہے۔ پس نہایت شوق اور محبت سے قربانی کرو۔"

۴۔ ((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَا أُنْفِقَتِ الْوَرِقُ فِي شَيْءٍ أَفْضَلَ مِنْ نَحِيرَةٍ فِي يَوْمِ عِيدٍ.)) ❷

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چاندی کو کبھی کسی ایسی چیز پر خرچ نہیں کیا گیا جو قربانی سے افضل ہو عید کے دن سے (یعنی عید کے دن خرچ میں سب سے افضل قربانی کا خرچ ہے۔)"

۵۔ ((عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ نَشْتَرِكَ فِي الْأَضَاحِيْ، الْبَدَنَةَ عَنْ سَبْعَةٍ وَالْبَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ.)) ❸

"حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم قربانی میں اشتراک کر لیا کریں اور وہ اس طرح کہ اونٹ اور گائے میں سات آدمی شریک ہو جائیں۔"

۶۔ ((عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَوَّلُ مَا نَبْدَأُ بِهِ فِي يَوْمِنَا هٰذَا أَنْ نُصَلِّيَ، ثُمَّ نَرْجِعُ فَنَنْحَرُ فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا.)) ❹

"حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارا اس دن (قربانی کے دن)

---

❶ ابن ماجہ، ترمذی، ابن کثیر، ۳/۲۲۱.

❷ دارقطنی، ابن کثیر ۳/۲۲۲

❸ مسلم۔ ابن کثیر: ۳/۲۲۱.

❹ صحیحین، ابن کثیر: ۳/۱۲۳.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سب سے پہلا کام نماز عید ہوتا ہے۔ پھر وہاں سے واپس آ کر قربانی دیتے ہیں جس نے یہ کیا بے شک اس نے ہماری سنت کو پالیا۔"

۷۔ ((عن جبیر بن مطعم انَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قال ایام العید کلها ذبح .)) ❶

"حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایام تشریق سارے ہی ذبح کے دن ہیں (یعنی قربانی دینے کے دن)۔"

۸۔ ((عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَذْبَحُوا إِلَّا مُسِنَّةً إِلَّا أَنْ يَعْسُرَ عَلَيْكُمْ فَتَذْبَحُوا جَذَعَةً مِنَ الضَّأْنِ .)) ❷

"حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسنہ (دو دانت والا) کے علاوہ جانور ذبح نہ کرو۔ اگر مسنہ میسر نہ ہو سکے تو بھیڑ کا جذعہ (ایک سال کا) ہی کر دو۔"

۹۔ ((عَنْ مِخْنَفِ بْنِ سُلَيْمٍ انه سمع رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ بِعَرَفَاتٍ عَلَى كُلِّ أَهْلِ بَيْتٍ فِي كُلِّ عَامٍ أَضْحَاةً .)) ❸

"حضرت مخنف بن سلیم بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے عرفات میں فرمایا: "ہر گھر پر سالانہ قربانی ہے۔"

۱۰۔ ((من وجد سعة فلم يضح فلا يقربن مصلانا .)) ❹

"جو شخص قربانی کی استطاعت رکھتا ہے اور پھر بھی قربانی نہیں دیتا، وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے (یہ حدیث ضعیف ہے)۔"

۱۱۔ ((عن علی ان رسول اللہ ﷺ امرنی ان اضحی عنه ابدا فانی اضحی عنه ابدا .)) ❺

"حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں آپ ﷺ کی جانب سے ہمیشہ قربانی دیتا رہوں۔ چنانچہ میں آپ ﷺ کی طرف سے قربانی دیا کرتا ہوں۔"

---

❶ احمد، ابن حبان، ابن کثیر: ۱۲٤/۳.

❷ مسلم.

❸ احمد، ترمذی وحسنه ابن کثیر: ۲۲٤/۳.

❹ اخرجه احمد باسناد رجاله ثقات عن ابی هريرة على ان فيه غرابة واستنكره احمد بن حنبل۔ ابن کثیر: ۲۲٤/۲۳.

❺ اخرجه الحاکم وصححه۔ تحفة الاحوذی۔ ۳۵۳/۳.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۲۔ ((عن علی قال امرنا رسول الله ﷺ ان نستشرف العینین و الاذنین .)) ❶

''حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم قربانی کے جانور کی آنکھ اور کان کو اچھی طرح دیکھ لیا کریں۔''

۱۳۔ ((عن ابی الدرداء قال قام فینا رسول الله ﷺ فقال لا یجوز فی الاضاحی العوراء البین عورها و المریضة البین مرضها .)) ❷

''حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قربانی کے جانوروں میں بھینگا جانور جس کا بھینگا پن ظاہر ہو اور مریض جس کا مرض ظاہر ہو، جائز نہیں ہے۔''

یہ ہیں مختصر طور پر آپ کے وہ فرامین مقدسہ جن سے قربانی کی مشروعیت اور تاکید، قربانی کے جانور کے اوصاف وغیرہ پر روشنی پڑتی ہے۔ یہ ''مشتے نمونہ از خروارے'' ہے، ورنہ آپ کے وہ فرامین کثیر التعداد ہیں، جن میں قربانی دینے کے سارے پہلو نمایاں کیے گئے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کا اپنا دس سالہ عمل مبارک:

اب ایسی حدیثیں بیان کی جاتی ہیں، جن سے آپ ﷺ کے عمل مبارک کا پتہ چلتا ہے:

((عن انس و ابی سعید و ابی رافع وعن جابر رضی اللہ عنہم أن رسول الله ﷺ ضحی بکبشین أملحین أقرنین .)) ❸

''رسول اللہ ﷺ نے سینگ دار چتکبرے رنگ کے دو دنبے قربانی کے طور پر خود ذبح فرمائے۔''

((عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ ضَحّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَوْمَ عِیْدٍ بِکَبْشَیْنِ فَقَالَ حِیْنَ وَجَّهَهُمَا اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِیْفًا وَ مَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَ لَكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَ اُمَّتِهٖ .)) ❹

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عید کے دن دو دنبوں کی قربانی دی۔ جب انہیں زمین پر لٹایا تو یہ پڑھا ''میں نے اپنا رخ اس ذات کی طرف متوجہ کیا جس نے آسمان

❶ ترمذی مع تحفة الاحوذی، ۲/ ۳۵۵.

❷ ابوداؤد، تحفة الاحوذی: ۲/ ۳۵۵.

❸ بخاری، ابن کثیر: ۳/ ۲۱۵.

❹ ابن کثیر: ۲۲۲.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور زمین کو پیدا کیا، ملت ابراہیم علیہ السلام پر ہوں جو ایک رخ تھے اور مشرکوں سے نہیں ہوں۔ بے شک میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت سب کے سب اللہ رب العالمین کے لیے ہیں، اس کا کوئی شریک نہیں اور اسی کا مجھے حکم ہوا ہے اور میں مسلمانوں سے ہوں۔ یا اللہ یہ قربانی تیرے لیے ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی امت کی طرف سے۔"

((عن ابی رافع مولی رسول اللہ ﷺ ان رسول اللہ ﷺ کان اذا ضحی اشتری کبشین سمینین اقرنین املحین فاذا صلی و خطب الناس اتی باحدھما فذبحہ بنفسہ بالمدیة ثم یؤتی بالآخر فیذبحہ بنفسہ و یقول ھذا عن محمد و آل محمد فیطعمھما جمیعا المساکین و یاکل ھو و اھلہ منھما .)) ❶

"حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قربانی دیا کرتے تھے، تو دو موٹے تازے سینگ دار، چتکبرے دنبے خریدا کرتے تھے۔ جب نماز اور خطبہ پڑھ چکتے تو ایک دنبہ لایا جاتا، جسے چھری سے خود ذبح فرماتے پھر دوسرا لایا جاتا اسے بھی خود ہی ذبح فرماتے اور فرماتے یہ محمد اور آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے، تو ان میں سے خود بھی کھاتے اور مساکین کو بھی دیتے۔"

((عن ابن عمر رضی اللہ عنہ اقام رسول اللہ ﷺ بالمدینة عشر سنین یضحی .)) ❷

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دس سالہ قیام مدینہ میں قربانی دیتے رہے۔"

((عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال ضحی رسول اللہ ﷺ والمسلمون .)) ❸

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے قربانی دی۔"

((عن ابی الدرداء قال ضحی رسول اللہ ﷺ بکبشین جذعین موجؤین .)) ❹

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک سال کے دو خصی دنبوں کی قربانی دی۔"

((عن عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَمَرَ بِكَبْشٍ يَطَأُ فِي سَوَادٍ وَيَنْظُرُ فِي

---

❶ احمد، ابن ماجہ، ابن کثیر ۳/۲۲۲.

❷ ترمذی وحسنہ ابن کثیر: ص۳۹/۲۲۴.

❸ ترمذی.

❹ احمد تحفۃ الاحوذی: ۳/۵۳.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سَوَادٍ و یبرك فی سواد، فَأُتِیَ بِهِ لِیُضَحِّیَ بِهِ فَقَالَ یَا عَائِشَةُ هَلُمِّی الْمُدْیَةَ ثُمَّ أَخَذَهَا وَأَخَذَ الْکَبْشَ فَأَضْجَعَهُ ثُمَّ ذَبَحَهُ اخرجه مسلم .)) ❶

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سینگ دار دُنبے کا حکم دیا جو سیاہی میں چلے، سیاہی میں دیکھے اور سیاہی ہی میں بیٹھے (یعنی پیٹ کا نچلا حصہ سیاہ، آنکھ سیاہ، پاؤں سیاہ) تو وہ حاضر کیا گیا تا کہ آپ قربانی دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ! چھری لاؤ۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھری پکڑی، دنبے کو پکڑ کر لٹایا اور ذبح فرمایا۔''

مندرجہ بالا احادیث کے ہوتے ہوئے قربانی کے منکرین کے اس دعویٰ کی تکذیب ظاہر ہے کہ تاریخ سے بھی یہی ثابت ہے کہ مدینہ میں جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی نہیں دی ہے بلکہ کتب احادیث کی ورق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور آج تک ساری امت سے قربانی کا عمل اس تواتر سے ملتا ہے کہ کسی دیانت دار آدمی کو انکار کی جرأت نہیں ہو سکتی۔

صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثبوت:

((قال ابو امامة عن سهل كنا نسمن الاضحية بالمدينة و كان المسلمون یسمنون .)) ❷

سہل رضی اللہ عنہ نے کہا ہم قربانیاں موٹی کرتے تھے اور دیگر مسلمان یہی کرتے تھے۔

((قال أبو أیوب رضی اللہ عنہ كان الرجل فی عهد رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یضحی بالشاة الواحدة عنه وعن أهل بیته، فیأكلون ویطعمون .)) ❸

''ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک شخص اپنے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری قربانی دیتا تھا، تو اسی سے کھاتے اور کھلاتے تھے۔''

((أَمَرَ أَبُو مُوسَى بَنَاتَهُ أَنْ یُضَحِّینَ بِأَیْدِیهِنَّ .)) ❹

''حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹیوں کو اپنے ہاتھ سے قربانی ذبح کرنے کا حکم دیا۔''

((عن علی انه كان یضحی بكبشین عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم و كبشین عن نفسه)) ❺

---

❶ تحفة الاحوذی: ۲/ ۳۵۲.

❷ تفسیر ابن کثیر: ۲/ ۲۱۹۔ صحیح بخاری.

❸ ترمذی وصححه ابن ماجه، ابن کثیر: ۳/ ۲۲۴.

❹ بخاری.

❺ تحفة الاحوذی: ۲/ ۳۵۳.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دو دنبے قربانی دیتے تھے۔''

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں قربانی کا عام رواج:

((عن البراء قال خطبنا رسول الله ﷺ في يوم نحر فقال لايذبحن احدكم حتى يصلى .)) ❶

''حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نحر کے دن ہمیں خطبہ دیا تو فرمایا کہ نماز عید پڑھنے سے پہلے کوئی شخص قربانی نہ دے۔''

((عن عقبة بن عامر ان رسول الله ﷺ اعطى غنما يقسمها فى صحابته ضحايا .)) ❷

''حضرت عقبۃ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے لیے صحابہ میں بکریاں تقسیم فرمائیں۔''

((عن ابن عباس قال كنا مع رسول الله ﷺ فى سفر وحضر الاضحىٰ فاشتركنا فى البقرة سبعة و فى البعير عشرة .)) ❸

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب تھے۔ تو سفر ہی میں عید الاضحیٰ آ گئی۔ ہم نے گائے میں سات سات اور اونٹ میں دس دس نے مل کر قربانی دی۔''

اضحیہ:

اضحیہ اس جانور کو کہا جاتا ہے جو مسلمان اپنی اپنی جگہ ذبح کرتے ہیں اور جو منیٰ میں کیے جاتے ہیں انہیں ''ھدی'' کہتے ہیں۔

عید الاضحیٰ:

ذوالحجہ کی دسویں تاریخ کا نام عید الاضحیٰ بھی اسی بات کا پتہ صاف دیتا ہے کہ قربانی ہر جگہ ہونی چاہیے۔ ورنہ اس دن کا نام..... عید الصدقہ وغیرہ ہونا چاہیے تھا۔

قربانی فرض ہے یا مال؟:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں آج سے کہیں زیادہ مال کی ضرورت تھی۔ تاہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کی بڑی تاکید فرمائی اور بکثرت قربانیاں کرائی گئیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی اقتصادیات

❶ ترمذی۔ ❷ ترمذی۔ ❸ ترمذی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا شعبہ نہیں ہے بلکہ روحانی شے ہے۔

یہاں پر انتہائی اختصار سے جو حقائق وادلہ بیان کیے گئے ہیں، ان کو دیکھ کر حق پسند قربانی کی مشروعیت میں شک نہیں کرے گا۔ باقی رہا وہ شخص جو تحقیق کے لباس میں ہوا پرستی کرنے والا ہو اور جس کا مقصد ہی یہ ہو کہ وہ امت میں انتشار پھیلائے اور چکنی چپڑی باتیں کر کے اپنی خواہشات کی اشاعت کرے تو وہ شخص قرآن پاک کی اس آیت کا مصداق ہے جو حج وقربانی کرنے کے بعد ہی ارشاد ہوتی ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللَّهَ عَلَى مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ﴾ (البقرہ: ٢٠٤)

''بعض لوگ ایسے ہیں جو مادی رنگ میں خوب چکنی چپڑی باتیں سناتے ہیں اور تائید میں اللہ تعالیٰ کو پیش کرتے ہیں حالانکہ وہ بڑے ہی دھاندلی باز ہیں۔''

ضمیمہ:

مختصر احکام ومسائل قربانی وایام قربانی

۱۔ ''صحیح اور محقق بات یہی ہے کہ قربانی سنت مؤکدہ ہے۔ وجوب کے لیے کوئی صحیح دلیل نہیں ہے۔'' ❶

۲۔ ''سارے گھر کی طرف سے ایک قربانی کافی ہے۔'' ❷

۳۔ ''قربانی ۱۳ ذوالحجہ تک ہو سکتی ہے۔'' ❸

۴۔ ''قربانی کی کھالیں مساکین کا حق ہے، انہیں کسی اور غرض کے لیے بیچنا جائز نہیں ہے۔'' ❹

۵۔ ''قربانی کرنے والے پر ضروری ہے کہ ذوالحجہ کا چاند ہونے کے بعد قربانی کے ذبح تک حجامت نہ بنوائے، نہ ہی ناخن ترشوائے وغیرہ۔'' ❺

۶۔ ''قربانی کا جانور بکری ہو یا گائے، مسنہ (دو دانت جس کے نکل چکے ہوں) کا ہونا ضروری ہے۔ صرف ایک سال (بکرا بکری) یا دو سال (گائے) کا ہونا ہرگز کافی نہیں ہے۔ اس امر کی تحقیق کے لیے کتب حدیث کی شرح اور مصباح المنیر ونہایہ ابن الاثیر ومشارق الانوار قاضی عیاض وغیرہ کی طرف رجوع کیا جائے۔''

❶ محلی۔ نیل وغیرہ

❷ ترمذی مع شرح تحفۃ الاحوذی.

❸ مؤطا امام مالک، دارقطنی وغیرہ.

❹ کتب حدیث. ❺ صحیح مسلم.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

11

۷۔ البتہ اس کی گنجائش ہے کہ بھیڑ، دنبہ، مینڈھا ہو تو جذعہ کفایت کر سکتا ہے۔ [نیل] اور جذعہ کی صحیح اور محقق تشریح یہ ہے کہ ایک سال سے کم نہ ہو۔ چھ سات ماہ کا ہرگز کافی نہیں ہے۔ اگرچہ موٹا تازہ کیوں نہ ہو۔ ❶

۸۔ عرفہ کے دن صبح کی نماز سے ۱۳ تاریخ کی عصر کی نماز تک ہر نماز کے بعد تکبیریں کہنے کا حکم ہے۔ تکبیریں یہ ہیں۔

((اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ وللّٰہ الحمد.)) ❷

عید گاہ کو جاتے ہوئے بھی یہی تکبیریں بلند آواز سے کہنا سنت ہیں۔ افسوس! یہ سنت اب متروک ہو چکی ہے۔ فطوبٰی لمن احیاہ.

۹۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بقرہ عید کے دن کھانا کھائے بغیر عید کے لیے تشریف لے جاتے اور بعد میں آ کر قربانی کا گوشت تناول فرماتے۔ [مشکوٰۃ] لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ روزہ ہے۔

۱۰۔ ''قربانی نماز عید سے قبل جائز نہیں۔'' ❸

((آخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العلمین. وصلی اللّٰہ علی سیدنا محمد وسلم تسلیما.))

(الاعتصام: ۷/ستمبر ۱۹۵۱ء)

❶ ملاحظہ ہو۔ مذکورہ بالا کتب.

❷ دارقطنی. ❸ مشکوٰۃ.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور ان کے نظریات

شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کی نظر میں!

''الفرقان'' لکھنؤ اور ''الاعتصام'' گوجرانوالہ کے تازہ شماروں سے معلوم ہوا ہے کہ دیوبندی مکتب خیال کے کوئی حکیم صاحب یکا یک نمودار ہوئے ہیں جو آج سے کئی صدیاں پہلے کے ایک نامور محقق پر برسے ہیں اور وہ ہیں ساتویں صدی کے متبحر عالم، مفسر، محدث، عارف اور اپنے زمانے کے علی الاطلاق شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ قدس اللہ روحہ ونور ضریحہ۔

افسوس ہے کہ مجھے حکیم صاحب موصوف کے اس ''شاہکار'' کے مطالعہ کا اتفاق نہیں ہو سکا لیکن جہاں تک اندازہ ہے، انہوں نے خود براہ راست شیخ الاسلام موصوف کی عظیم شخصیت کا مطالعہ نہیں فرمایا بلکہ ان کے مخالفین کی عینک سے انہیں دیکھا ہے۔

سچ یہ ہے مجھے تعجب ہوا، یہ وہ زمانہ ہے کہ مصر و برصغیر ہندو پاکستان کے علمی حلقے نہ صرف یہ کہ شیخ الاسلام کی تحقیقات نادرہ سے مستفید ہو رہے ہیں بلکہ ان کے علم و فضل، دقت نظر، خدمت سنت، مجاہدانہ کارناموں اور بدعات کے استیصال میں ان کی انتھک مساعی کی وجہ سے ان کے معتقد ہیں۔ دیوبند کے فاضل مثلاً حفظ الرحمن صاحب، مولانا بدر عالم صاحب وغیرہم والہانہ انداز میں ان کا نام لیتے ہیں اور نہ صرف فخریہ ان کی تصانیف سے فائدہ اٹھا رہے ہیں بلکہ ان کے بہت سے نظریات کو اپنا رہے ہیں اور تو اور خود مدیر رسالہ ''دار العلوم'' کے والد ماجد مولانا سید محمد انور شاہ صاحب مرحوم بھی شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے معتقد تھے۔ [1]

حکیم صاحب کی ناواقفی کا عجب حال ہے ان کو یہ بھی علم نہیں کہ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ بھی شیخ الاسلام کے مناقب بیان کرنے والوں میں سے ہیں۔ آج کی صحبت میں حضرت شاہ صاحب کے ایک مفصل مکتوب سے چند اقتباس پیش کیے جاتے ہیں، جو حضرت نے ایک بزرگ اہل علم کے خط کے جواب میں لکھا تھا: جس میں حضرت امام کے متعلق استفسار کیا گیا تھا۔ یہ مکتوب آج سے کئی سال قبل مطبع احمدی دہلی میں، ان کے دوسرے مکتوبات کے ساتھ شائع ہوا تھا، اس مکتوب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نے امام ممدوح کی تصانیف کو خوب پڑھا ہے۔ ان کے نظریات و مسائل کو اچھی طرح جانچا ہے۔ حتی کہ ان کے معترضین کو بھی پرکھا

[1] دیکھئے موصوف کا صحیح بخاری کا املائی حاشیہ، فیض الباری: ۴/ ۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ سب سے پہلے ابن عربی اور مجدد سرہندی کے مناقب بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

((وكذلك ابن تيمية فاناقد تحققنا من حاله انه عالم بكتاب الله ومعانيه اللغوية والشرعية، حافظ لسنة رسول الله ﷺ واثار السلف عارف بمعانيه اللغوية والشرعية استاذ في النحو و اللغة، محرر لمذهب الحنابلة فروعه واصوله فائق في الذكاء ذو لسان وبلاغة في الذب عن عقيدة اهل السنة لم يؤثر عنه فسق ولا بدعة اللهم الا هذه الأمور التي ضيق عليه لاجلها وليس شيء منها الا ومعه دليله من الكتاب والسنة واثار السلف فمثل هذا الشيخ عزيز الوجود في العالم ومن يطيق ان يلحق شاوه في تحريره وتقريره.)) ❶

''کہ یہی حال ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا ہے میں نے ان کے حالات کی خوب تحقیق کی ہے۔ وہ قرآن کے لغوی و شرعی معانی کے ماہر، حدیث و سنت کے حافظ، آثار سلف کے عالم، ان سب کے شرعی اور لغوی معانی پر گہری نگاہ رکھنے والے، نحو و لغت کے استاد، حنبلی مسلک کے فروع و اصول کے محقق اعلیٰ درجہ کے ذہین اور نہایت ادیبانہ قابلیت سے اہل سنت کے عقائد پر حملوں کو روکنے والے ہیں۔ ان سے فسق و بدعت کی کوئی بات منقول نہیں ہے...... زیادہ سے زیادہ چند باتیں تھیں جن کی بنا پر ان کو خواہ مخواہ تنگ کیا گیا۔ حالانکہ ان کے نظریات و مسائل میں کوئی نظریہ ایسا نہیں ہے جس کے لیے کتاب و سنت و سلف امت سے کوئی دلیل نہ ہو۔ اس قسم کا اہل علم کوئی خاص ہی ہوتا ہے۔ کوئی ہے جو تحریر و تقریر میں ان کے علم و فضل تک پہنچ سکے۔''

امام کے معترضین کے متعلق شاہ صاحب کی رائے:

اس کے بعد ایک بلیغ فقرے میں امام کے مخالف لوگوں کے علم و فضل پر تبصرہ فرمایا ہے:

((والذين ضيقوا عليه ما بلغوا معشار ما آتاه الله تعالىٰ وان كان تضييقهم ذلك ناشيا من اجتهاد.))

''جن لوگوں نے ان کو خواہ مخواہ تنگ کیا ہے، ان کو تو ان فضائل کا عشر عشیر بھی نہیں ملا جو (امام) کو حق تعالیٰ نے مرحمت فرمائے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ان کو بھی ''اجتہاد'' کی وجہ سے معذور ہی کہا جائے گا۔''

❶ مکتوبات: ص ۲۷.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہاں پر شاہ صاحب نے علماء کے ویسے اختلاف کے متعلق ایک سنہری اصول ارشاد فرمایا ہے جو افراد اور جماعتوں کے لوح دل پر لکھنے کے قابل ہے:

((ومشاجرة العلماء فی مثل ذلك ماهی الا كمشاجرة الصحابة فيما بينهم والواجب فی ذلك كف اللسان الا بخير .))

ایسے مسائل میں علماء کے اختلاف صحابہ رضی اللہ عنہم کے آپس کے اختلافات کی حیثیت رکھتے ہیں۔ان میں مناسب اور درست دخل دینا ہو تو دینا چاہیے۔ورنہ زبان بند رکھنا ضروری ہے۔

اس اجمال کے بعد ان الزامات کی فہرست آتی ہے اور شاہ صاحب کی طرف سے جچے تلے لفظوں میں ان کا جواب دیا جاتا ہے۔

۱۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ حق تعالیٰ کے عرش پر ہونے کے قائل ہیں اور ساتھ ہی اس سے جہت فوق ثابت ہوتی ہے اور ان دونوں کی وجہ سے جامد فقہاء برافروختہ ہوتے رہتے ہیں۔شاہ صاحب ان کا ذکر کر کے لکھتے ہیں:

((والحق ان اللّٰه اثبت لنفسه جهة الفوق وان الاحاديث متظاهرة على ذلك .)) ❶

''اور حق تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے لیے اوپر کی جہت ثابت فرمائی ہے۔اس سلسلے میں بہت ساری احادیث موجود ہیں۔''

تاویل وتشکیک کے بیمار،ایسے مقام پر محالات اور مزعومہ خرابیوں کے پہاڑ اور ہوّے کھڑے کر کے دکھانا چاہتے ہیں کہ چونکہ نصوص قرآن وحدیث کے ظاہری معنوں پر یہ اور یہ خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔اس لیے ان ظواہر کی تاویل،یعنی بگاڑ ضروری ہے اور جو تاویل نہ کرے وہ ایسا اور ایسا ہے۔شاہ صاحب نے مندرجہ ذیل تصریح سے اس ذہنی اجتہاد کی جڑ کاٹ کر رکھ دی ہے،جس کا حکیم صاحب اور ان جیسے سینکڑوں مریض شکار ہیں۔

((والحق فيه انه لم يثبت فی حديث صحيح او ضعيف انه يجب تأويله لو لا انه لا يجوز استعمال مثل تلك العبارات من الامة۔)) ❷

صحیح بات یہ ہے کہ کسی صحیح یا ضعیف حدیث سے یہ ثابت نہیں ہے کہ ان نصوص کی تاویل ضروری ہے اور نہ یہ صحیح ہے کہ ان صفات کا حق تعالیٰ پر اطلاق ناجائز ہے۔

❶ ص ۱۱۔ ❷ ص ۱۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر اس کو یوں مضبوط فرمایا کہ اہل سنت کے مسلمہ امام علامہ ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ کا بھی یہی مسلک وعقیدہ ہے۔

((ھو مذھب الشیخ ابی الحسن الا شعری۔))

۲۔ مرقد مطہر نبوی (علی صاحبہ الف الف صلوٰۃ وتحیۃ) کی زیارت کا مشہور مسئلہ، اس کے متعلق فرماتے ہیں:

((لم یمنع الزیارۃ مطلقا بل منع السفر لزیارۃ بحدیث لا تشدالرحال وبحدیث لا تتخذوا قبری عیدا فاذا کان لقولہ مساغ اجتھادی لا ینبغی ان یشدد علیہ ذلک التشدد .)) ❶

ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے زیارت سے متعلق منع نہیں کیا۔ بلکہ صرف زیارت کے لیے سفر سے منع کیا ہے اوراس کی ایک دلیل حدیث لا تشد الرحال اوردوسری لا تتخذوا قبری عیدا ہے جب ان کے لیے اجتہادی گنجائش ہے تو ان پر ایسا تشدد کیوں کیا جائے۔

۳۔ ایک بہت بڑا ''جرم'' یہ ذکر کیا گیا ہے کہ امام کو قطب، غوث، حیات خضر سے انکار ہے۔

وحق لہ ذلك یعنی ان (ابن تیمیہ رحمہ اللہ) کو اس (انکار) کا حق پہنچتا ہے کیوں؟ اس کا خود ہی جواب دیتے ہیں۔

((ماثبت بالکتاب والسنۃ والاجماع .))

''کتاب وسنت بلکہ اجماع تک سے اس کا ثبوت نہیں ہے۔''

رہا ان سادہ بزرگوں کا آخری سہارا کہ ''بڑے بڑے صوفیاء کرام ان چیزوں کے یونہی قائل رہے'' تو اس کا جواب دے دیا کہ:

((ومن اثبت من الصوفیۃ فانہ لم یثبت عن کتاب وسنۃ اللھم الاالکشف .))

ان صوفیاء کے دعوؤں کی بنیاد بھی زیادہ سے زیادہ کشف ہی پر ہے، کتاب وسنت سے تو ان کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

اور ظاہر ہے کہ کشف تو کوئی شرعی دلیل نہیں ہے:

((و لیس من أدلۃ الشرع .))❷

---

❶ ص ۲۸. ❷ ص ۲۸.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور شیخ الاسلام کی صفائی میں ارشاد ہے کہ:

((والذی افهم من كلامه انه يريد ان هذا قول مبتدع باطل اعتقاده من حيث الشرع لقوله ﷺ من احدث فی امرنا هذا ماليس منه فهورد ولوكان قطع بالانكار لم يستحق التفسيق و لاالتكفير ايضًا .)) ❶

جہاں تک میں ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے کلام سے سمجھا ہوں، کشفی ثبوت سے ان کو بھی انکار نہیں ہے۔ وہ بھی ان چیزوں کے شرعی ثبوت کے اعتقاد ہی کو باطل قرار دیتے ہیں کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ ''ہمارے دین میں نیا عقیدہ و عمل مردود اور باطل ہے اور اگر بالفرض وہ ان چیزوں سے قطعی انکار ہی کر دیں تو یہ بھی کفر وفسق کی کوئی بات نہیں ہے۔

اس کے بعد چند اور باتوں کا ذکر ہے جن کے لیے یہ مکتوب دیکھنا چاہئے کیونکہ یہ پورا مکتوب پر لطف اور معلومات افزا ہے۔

﴿فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ وَأُولَئِكَ هُمْ أُولُو الْأَلْبَابِ﴾ (الزمر: ۱۷، ۱۸) و صلى الله على سيدنا محمد و آله وسلم

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ۔

الاعتصام: ۲۲ر فروری ۱۹۵۲ء

❶ مکتوب: ص ۲۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث قرطاس کے متعلق

چند شبہات اور ان کا حل

زیرِ نظر حدیث کے متعلق چند شبہات پیش خدمت ہیں، مدلل جواب مرحمت فرمایا جائے۔

(عبدالجبار محمدی پوری لنگر مخدوم ضلع جھنگ)

بخاری شریف جلد ثالث مطبوعہ مصر ص ۶۳ پر حدیث قرطاس:

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ لَمَّا حُضِرَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَفِي الْبَيْتِ رِجَالٌ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ هَلُمُّوا أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوا بَعْدَهُ فَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَدْ غَلَبَهُ الْوَجَعُ وَعِنْدَكُمْ الْقُرْآنُ حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ فَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْبَيْتِ وَاخْتَصَمُوا فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ قَرِّبُوا يَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوا بَعْدَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ غَيْرَ ذٰلِكَ فَلَمَّا أَكْثَرُوا اللَّغْوَ وَالِاخْتِلَافَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الخ .))

دوسری جگہ جلد چہارم میں قال بعضھم کی جگہ قال عمر کا لفظ آیا ہے۔

(**الف**)...... قرآن کریم میں اللہ کریم کا ارشاد ہے کہ:

﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ. إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾ (النجم: ۳، ۴)

جب رسول اکرم ﷺ وحی کے بغیر کلام نہیں کرتے تو یقیناً رسول کریم ﷺ کا کاغذ قلم دوات طلب کرنا وحی الٰہی کے ماتحت تھا۔ پھر کیوں کاغذ وغیرہ لانے میں پس و پیش کیا گیا؟ ممکن ہے رسول اللہ ﷺ کوئی ایسی چیز لکھ دیتے جو امت کے لیے مفید ہوتی، جیسا کہ لفظ لم تضلوا سے ثابت ہو رہا ہے۔

یا پھر رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان وحی الٰہی کے ماتحت نہ تھا۔ اگر نہ تھا تو کیوں؟

(**ب**)...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم ﷺ کے ارشاد فرمانے کے باوجود کیوں حسبنا کتاب اللہ کہا؟ کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا ارشاد باری:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ﴾ (الحجرات: ۲)

کے مطابق ﴿فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ﴾ نہ تھا؟ اگر نہ تھا تو کیوں؟ اور تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ گستاخی کیوں کی؟

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ج)...... امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی جمع کردہ احادیث میں سے جس طرح باقی احادیث کو چھوڑ کر یہ کتاب بخاری تیار کی ہے، ممکن ہے اس میں بھی غیر معتبر احادیث موجود ہوں یا ہو سکتا ہے، وہ احادیث جو امام صاحب رحمہ اللہ نے چھوڑی ہیں' ان میں سے کئی احادیث صحیح ہوں۔ پس یہ حدیث قرطاس بھی اسی قسم کی معلوم ہوتی ہے۔ یہ بھی غلط ہے اس کو کیوں شامل کیا گیا؟ اگر اس کو شامل نہ کیا جاتا تو کون سا نقص واقع ہوتا تھا؟

جواب: (الف)...... حضور اکرم ﷺ کا ہر نطق باجماع امت و شہادت عقل وحی نہیں ہوتا تھا، ورنہ لازم آئے گا...... کہ بتقاضائے معاشرت و حاجات ضروریہ انسانیہ جو نطق ہوں، وہ وحی الٰہی کے تحت ہوں اور یہ بات بداہتہً غلط ہے بلکہ آنحضرت ﷺ سے بعض ایسے نطق بھی صادر ہوئے جن پر حق تعالیٰ کی طرف سے عتاب نازل ہوا۔ جیسا کہ آیات کریمہ:

﴿عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ أَذِنْتَ لَهُمْ﴾ (التوبۃ: ٤٣)

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ﴾ (سورۃ التحریم)

وغیرھا سے معلوم ہوتا ہے:

(ب)...... بنابریں آیت کریمہ میں نطق سے مراد وہ نطق ہے جس کا تعلق امور تشریعیہ سے ہو۔

(ج)...... زیر بحث ارشاد دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو اس کا تعلق انتظامی معاملات سے ہو، مثلاً یہ ارادہ ہو کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے نام کی خلافت صراحت کے ساتھ ضبطِ تحریر میں لائی جائے۔ جیسا کہ صحیح بخاری ص ۱۰۷۵ ج ۲ طبع مصر سے معلوم ہوتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا گیا:

((ادعی لی ابابکر اباك واخاك حتی اكتب كتاباً فإني أخاف أن يتمنى متمن و يقول قائل أنا أولى و يأبى الله و المؤمنون إلا أبابكر .))

اس صورت میں لا تضلوا بعده کا معنی ہوگا "تمہیں اس نوشت کے بعد (خلافت کے معاملے میں) کوئی مغالطہ نہ رہے گا" اور ضلال کے یہ معنی قرآن حکیم میں بھی آئے ہیں۔

ملاحظہ ہو آیت کریمہ:

من قول اخوة يوسف لابيه ﴿اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ﴾ (یوسف)

یا یہ وہ امور ہوں جو بطور وصیت ارشاد فرمانا چاہتے تھے، چنانچہ ان دنوں میں جب آپ نے وصیتیں فرمائیں ہیں، وہ احادیث میں وارد ہیں۔ ازاں جملہ دو وصیتیں ایسی ہیں جن کا ذکر مذکور فی السوال حدیث کے آخر میں بھی موجود ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((ولفظه، واوصاهم بثلاث قال اخرجوا المشركين من جزيرة العرب واجيزوا الوفد بنحو ماكنت اجيزهم وسكت عن الثالثة او قال نسيتها.)) ❶

تیسری بات کا ذکر مؤطا امام مالک میں ہے:

((كان آخر ماتكلم به رسول الله ﷺ ان قال قاتل الله اليهود والنصارىٰ اتخذوا قبور انبياءهم مساجد.)) ❷

پانچویں وصیت نماز اور غلاموں کے حقوق کی نگہداشت:

((كانت عامة وصية رسول الله ﷺ حين حضره الوفاة الصلوٰة وماملكت ايمانكم.)) ❸

نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بسندِ حسن مروی ہے:

((أَمَرَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ آتِيَهُ بِطَبَقٍ يَكْتُبُ فِيهِ مَا لَا تَضِلُّ أُمَّتُهُ مِنْ بَعْدِهِ قَالَ فَخَشِيتُ أَنْ تَفُوتَنِي نَفْسُهُ قَالَ قُلْتُ إِنِّي أَحْفَظُ وَأَعِي قَالَ أُوصِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ.)) ❹

چھٹی بات یہ ہے:

((عن جابر بن عبدالله رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول الله ﷺ يقول قبل موته بثلاث احسنوا الظن بالله.)) ❺

اگر جناب رسالت مآب ﷺ کو یہ وصایا لکھوانی منظور تھیں تو لن تضلو بعدہ کے یہ معنی ہوں گے کہ (ان امور میں کوتاہی کی وجہ سے) غلط روی نہ کرو گے (کیونکہ بڑی اہمیت سے تمہیں توجہ دلادی گئی ہے) علاوہ ازیں لکھوانے کا یہ ارادہ وحی الٰہی کے ماتحت نہ تھا۔ اس کے لیے ایک قوی قرینہ یہ ہے کہ یہ واقعہ جمعرات کے دن کا ہے اور وفات ہوئی آپ ﷺ کی پیر کے دن۔ ❻

اگر لکھوانا ضروری ہوتا تو ان تین چار دن میں آنحضرت ﷺ لکھوا دیتے، ورنہ فرض میں کوتاہی لازم آئے گی جو آیتِ تبلیغ (جس کا ذکر ذیل میں آتا ہے) کے خلاف ہے۔

(۵)...... مذکورہ بالا امور کے علاوہ اگر کوئی اور امر فرمانے یا لکھوانے کا ارادہ تھا تو بقیہ ایام میں کیوں نہ فرمایا بلکہ لکھوایا اور آیتِ کریمہ:

❶ صحیح بخاری، ص: ۶۵/۳ طبع مصر۔
❷ نیز دیکھو صحیح بخاری ۶۶/۳، طبع مصر۔
❸ البدایة والنہایة لابن کثیر ۲۳۸/۵۔
❹ مسند احمد، ۲/٤، والبدایة ۲۳۸/۵۔
❺ البدایہ، ص ۲۳۸/۵۔
❻ صحیح بخاری: ۶۵/۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿یَا أَیُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَیْكَ مِن رَّبِّكَ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ﴾

(المائدہ: ۶۷)

پر کیوں عمل نہ فرمایا......؟

(۵)......پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ اس سے تین ماہ قبل حجۃ الوداع کے موقع پر یہ آیت نازل ہو چکی تھی:

﴿اَلْیَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِینَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِیتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِینًا﴾ (المائدہ: ۳)

دین کی تکمیل کا تو تین ماہ قبل اعلان ہو چکا تھا۔ گمراہی سے بچانے والے جتنے امور تھے، وہ بیان فرمائے جا چکے......بس اب جو فرمانا تھا، وہ بطورِ تاکید ہی ہو سکتا ہے۔ تو اس کی حیثیت ایسی ہوئی جیسے کوئی بزرگ کسی جگہ سے یا دنیا سے رخصت ہوتے وقت اپنے متبعین کو چند اہم امور کی طرف توجہ دلانا ضروری سمجھتا ہے۔ سو ایسا ہو بھی گیا۔ آنحضرت ﷺ نے ان امور کی طرف توجہ دلا دی جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ لیکن ان میں کوئی امر بھی ایسا نہیں جس کا ذکر کسی نہ کسی طرح قرآن حکیم اور سنت میں نہ ہو، جبھی تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((عندکم القرآن حسبنا کتاب اللّٰه .))

(۲) مطلب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ تھا کہ آنحضرت ﷺ جن امور کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں وہ کوئی نئی تو ہو گی نہیں، پھر کیوں جناب رسول اللہ ﷺ کو بیماری میں تکلیف دی جائے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے بھی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے موافقت فرمائی اور قلم دوات منگوانے پر اصرار نہیں فرمایا۔ صرف اس پر اکتفا فرمایا: ''شور نہ کرو چلے جاؤ۔'' تو یہ پس و پیش نہ ہوئی۔ بلکہ عین آنحضرت ﷺ کی خیر خواہی ہوئی، جسے شرفِ قبولیت حاصل ہوا۔ گستاخی نہ ہوئی بلکہ ایک نوع کی توقیر و تعظیم ہوئی۔

(۳) فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اس قسم کے مشورے کوئی نئے نہیں۔ ازواجِ مطہرات کو پردہ کرانے، مقامِ ابراہیم علیہ السلام کو نماز کے لیے مقرر کرنے، عبداللہ بن ابی کے جنازہ کے متعلق مشورے اور الحمدللہ کہ سب مشورے شریعت مطہرہ میں قبول فرمائے گئے۔ پھر اگر یہ بھی ایک مشورہ دیا گیا اور اسے قبول کر لیا گیا تو قابلِ اعتراض کیوں ہو؟

(۴) فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے دو لفظ فرمائے:

((عندکم القرآن حسبنا کتاب اللّٰه .))

احقر کی دانست میں یہاں کتاب اللہ سے مراد پوری شریعت ہے جو کتاب و سنت دونوں سے عبارت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اس معنی کی نظیر وہ حدیث ہے جو صحیح بخاری (ص ۱۲۶، ج ۴) میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں دو شخصوں نے ایک فیصلے کے سلسلے میں عرض کیا: ((اقض بيننا بكتاب الله .))

جواب میں ارشاد ہوا:

((لَأَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللّٰهِ جَلَّ ذِكْرُهُ الْمِائَةُ شَاةٍ وَالْخَادِمُ رَدٌّ عَلَيْكَ وَعَلَى ابْنِكَ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيْبُ عام .))

ظاہر ہے کہ غیر شادی شدہ زانی کے لیے کوڑوں کے ساتھ ایک سال کی جلاوطنی کا حکم قرآن حکیم میں نہیں ہے۔

((وقد يطلق كتاب الله على حكم الله مطلقاً و الأولى حمل هذه اللفظة على هذا لانه ذكر فيه التغريب وليس ذلك منصوصاً فى كتاب الله الاان يوخذ ذلك بواسطة امر الله تعالىٰ باتباع الرسول انتهى .)) ❶

(۵) اس مجلس میں رفع صوت ہوا ہی نہیں صرف ''لغط'' ہوا یعنی مختلف لوگوں کی باہم گفتگو سے ''شور'' کی کیفیت پیدا ہوگئی اور ایسی کیفیت بیمار کے لیے تکلیف دہ ہوتی ہے۔ اسی بنا پر فرمایا قوموا (یہاں سے چلے جاؤ) اور حاضرین تعمیلاً للارشاد چلے گئے۔ اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

(۶) امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے نقطہ نگاہ اور تحقیق کے مطابق روایات کو چھان پھٹک کر یہ مبارک مجموعہ تیار فرمایا ہے۔ ان کے معیارِ تنقید پر جو روایات پوری اتریں اور ان کو مناسب بھی سمجھا، وہ اپنی اس صحیح میں لے آئے۔ باقی رہا یہ سوال کہ فلاں روایت کو کیوں لائے؟ فلاں کو کیوں نہ لائے؟ ایک بے معنی سوال ہے کیونکہ کسی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ دوسرے کو اپنے معیار کے مطابق کتاب تصنیف کرنے پر مجبور کرے؟ کیا ہر شخص کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ کہے کہ فلاں فلاں حدیث میں یہ یہ خامیاں ہیں۔ ان کو امام صاحب رحمہ اللہ کیوں لائے؟ کیا ہر شخص کی پسند جدا نہیں؟ تو اس کتاب کی تصنیف کا فائدہ کیا ہوا؟

(۷) یاد رہے کہ محدثین کرام کی یہی خوبی ہے کہ ان کے مجموعہ احادیث خالص دینی اور علمی نقطہ نظر سے جمع کیے گئے ہیں۔ کوئی جذبہ اور جنبہ داری اس میں کارفرما نہیں۔

((ان يومنوا الا بالله العزيز الحميد هذا ما عندى و الله اعلم بالصواب .))

الاعتصام: ۱۶ر ستمبر ۱۹۵۵ء

---

❶ شرح العمدة: ٤/ ١١١، لابن رقيق العيد.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسند اعظم امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ

منکرین حدیث کی ''نئی دریافت''

مدیر ''الاعتصام'' کے اصرار پر چند تعارفی سطور حوالہ قلم کی جاتی ہیں:

والد مرحوم کا اسم گرامی صدر الدین تھا۔ اہل حدیث ہونے کے بعد جب آپ کو اس میں تزکیہ نفس کا شائبہ محسوس ہوا تو ''حسین'' نام رکھ لیا تھا۔ آپ کی وفات ۱۳۲۹ھ میں ہوئی۔ جائے پیدائش بھوجیاں ضلع امرتسر (مشرقی پنجاب) ہے جو کہ امرتسر سے ۱۲ میل جنوب میں واقع ہے۔ عمر صحیح یاد نہیں شاید پچاس سال کے قریب ہوگی۔ واللہ اعلم

قرآن مجید ناظرہ مولانا عبدالکریم مرحوم (شاگرد مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ) سے اور ترجمہ (مکمل) اپنے والد مرحوم اور مولانا ابوعبداللہ محمد المعروف فیض محمد خان المتوفی ۱۳۴۳ھ، بلوغ المرام بھی آپ ہی سے شروع ہوئی۔ صرف ونحو فارسی کی ابتدائی چھوٹی کتابیں اور حدیث مشکوٰۃ تک مولانا عبدالرحمٰن خان خلف الرشید مولانا فیض محمد خان الشہید ۱۹۴۷ء سے پڑھیں۔ صحاح ستہ وتفسیر جلالین (تادرس) مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی مدظلہ، بیضاوی (تادرس) حضرت العلام حافظ محمد مدظلہ مؤطا (قریباً نصف) وشرح نخبۃ کامل مولانا شرف الدین دہلوی مدظلہ سے پڑھیں۔ بعدہٗ استاذ پنجاب حضرت مولانا عطاء اللہ لکھوی رحمہ اللہ سے صرف ونحو کی متوسط کتابیں شرح جامی تک، رسائل منطق مع قطبی ومیر قطبی (تصورات)، نور الانوار وشرح وقایہ وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔ پھر حضرت مولانا حافظ محمد صاحب موصوف کی خدمت میں حاضری دی اور سلم، ملاحسن، حمد اللہ، رسالہ قطبیہ مع غلام یحییٰ، میبذی، ہدیہ، سعیدیہ، صدرا، شرح اشارات، آلوسی، جامی، مسلم الثبوت، شرح عقائد وغیرہ کتابوں کا عبور کیا۔

۱۳۵۰ھ سے ۱۳۷۰ھ تک مدرسہ مرکزیہ گوجراں والا، کوٹ کپورہ ریاست فرید کوٹ، مرکز الاسلام لکھوکے، فیروز پور، اوڈانوالہ، دارالعلوم تقویۃ الاسلام لاہور میں مختلف علوم پڑھانے کی بھی کوشش کی۔ تصنیف کوئی خاص نہیں۔ زمانہ تدریس سے قبل مرحوم اخبار ''اہلحدیث'' و ''توحید'' میں مضامین کے علاوہ دو ایک رسالے بھی لکھے جن میں کوئی طبع ہوا ہے اور کوئی پڑا ہے۔ تدریس کے زمانہ میں یہی دو چار رسالے اور مضامین لکھے گئے۔ فیض الودود نام سے سنن ابوداود کا مختصر عربی حاشیہ بھی لکھنا شروع کیا تھا جو دو پاروں تک (تقریباً)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہنچ کر رہ گیا۔ ان دنوں سنن نسائی طبع کرانے کی فکر ہو رہی ہے جو بتوفیقہ تعالیٰ آئندہ رمضان المبارک تک طبع ہو جائے گی۔ ان شاء اللہ۔ اس پر بھی بعض مقامات پر تعلیقات مزید لکھی گئی ہیں۔ شاید طلبہ حدیث کے لیے مفید ہوں گی لیکن احقر محسوس کرتا ہے کہ یہ سب شوق محض طالب علمانہ ہے۔

((واللّٰه اسئل ان یرزقه حسن القبول و(یعفو)عمااستزل به القلم و ان لا یجعل ما علمنی و بالاعلی .)) (حنیف)

﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾

یہ حقیقت مسلم ہو چکی ہے کہ اسلام کے امتیازی اوصاف سے ایک یہ وصف ہے کہ قرآن پاک کے ساتھ، حامل قرآن کے فرمودات ومعمولات (احادیث نبویہ) کی حفاظت کا انتظام بھی احسن طریق سے ہوا ہے، حدیث کے تحفظ کا اہتمام رسول اللہ ﷺ کے عاشقوں نے خوب خوب کیا۔ ہر ہر کتاب کو اچھی طرح پڑھا، اس کی سندیں جانچیں، متون ضبط کیے، کسی شاگرد نے مدوّن کتاب سے ان کی تصنیف پڑھی تو بار بار پڑھی، بارہا اس کا سماع کیا، اس کو نقل اور منقول عنہ (یعنی مصنف کتاب کے نسخہ) سے مقابلہ کیا اور اگر کوئی ترمیم ہوئی تو اسے نوٹ کیا اور اس تحقیق پر سالہا سال صرف کر ڈالے۔ تا آنکہ بعض سعادت مند تلامذہ نے اپنے اپنے اساتذہ کی کتابوں کی تدریس، اشاعت، نقل وضبط وغیرہ امور میں اپنے آپ کو کھو ہی دیا۔

مسلمانوں کی کیسی خوش بختی ہے کہ ان کی بنیادی کتابیں ان کے مصنّفین تک اعلیٰ سلسلہ اسناد رکھتی ہیں، مثال کے طور پر چند کتب حدیث اور ان کے ابتدائی راویوں کا ذکر کیا جاتا ہے:

صحیح بخاری کے راوی ان کے خاص شاگرد حافظ محمد بن یوسف فربری، المتوفی ۳۲۰ھ

صحیح مسلم کے راوی ان کے خاص شاگرد حافظ ابراہیم بن سفیان، المتوفی ۳۰۸ھ

مؤطا امام مالک کے راوی ان کے خاص شاگرد امام یحییٰ بن یحییٰ مصمودی اندلسی۔ المتوفی ۲۳۴ھ

سنن ابی داؤد کے راوی ان کے شاگرد خاص حافظ محمد بن احمد لؤلؤی، المتوفی ۳۳۳ھ

جامع ترمذی کے راوی ان کے شاگرد خاص حافظ محمد بن احمد المحبوبی، المتوفی ۴۱۲ھ

سنن نسائی کے راوی ان کے شاگرد خاص حافظ ابوبکر احمد بن ابن السنی، المتوفی ۳۶۴ھ

سنن ابن ماجہ کے راوی ان کے شاگرد خاص حافظ ابوالحسن علی بن ابراہیم القطان، المتوفی ۳۴۵ھ

مسند امام احمد کے راوی ان کے شاگرد خاص امام عبداللہ بن الامام احمد المتوفی ۲۹۰ھ، رحمھم اللہ تعالیٰ اجمعین

ان مصنّفین کے ان تلامذہ کا خاص نظریہ مذکورہ بالا کتابوں کا تحقیق واحتیاط تحفظ تھا اور یہ طریقہ کچھ ان ہی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے خاص نہیں بلکہ صدیوں سے قرناً بعد قرن بڑی بڑی کتب حدیث کی تدریس واشاعت کے سلسلہ میں پورے حزم و احتیاط کے ساتھ یہی عمل جاری رہا، چنانچہ وثوق کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ صدیوں پہلے کی یہ مدونات بغیر کسی ردوبدل کے ان ہی مصنّفین کی ہیں۔

یہ امتیاز حدیث وتفسیر ہی کی کتابوں کو حاصل ہے، دوسرے علوم کی مؤلفات اس خوبی سے عام طور پر محروم ہیں اور یہ سب کچھ اس لیے ہے تاکہ قیامت تک کے لیے شریعت جو قرآن و حدیث دونوں سے عبارت ہے، محفوظ رہے اور آخری زمانہ کے لوگ بھی شریعت کی رہنمائی سے ویسے ہی فیض یاب ہوں، جیسے اسلام کے ابتدائی دور کے لوگ اس نور سے مستنیر ہوئے: ﴿انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون﴾ (سورۃ الحجر: ۹)

متحدہ ہندوستان میں فتنہ انکارِ حدیث کے سرغنے اپنے ابتدائی دور میں حدیث پاک میں شک پیدا کرنے اور اس کے متعلق بدگمانی پھیلانے کے لیے جو ہتھکنڈے استعمال کرتے تھے، ان میں سرفہرست یہ بات تھی کہ حدیثیں عہدِ نبوی سے دو سو سال بعد لکھی گئی ہیں، علمائے اسلام نے ان لوگوں کو آڑے ہاتھوں لیا اور مضبوط تاریخی شواہد و مستند دلائل سے ثابت کر دیا کہ موجودہ کتب صحاح ستہ مسانید و جوامع تدوین حدیث کی آخری اور ترقی یافتہ شکل ہے، ورنہ حدیثیں تو عہدِ نبوت و صحابہ ہی سے مدوّن ہونا شروع ہوگئی تھیں، اللہ کا شکر ہے، اس موضوع پر کافی ذخیرہ مہیا ہوگیا ہے جس سے ان حضرات کا یہ ہتھیار بےکار ہو چکا ہے: ﴿فقطع دابر القوم الذین ظلموا و الحمد لله رب العلمین﴾

اس ہتھیار کے کند ہو جانے کے بعد منصوبہ یہ ہے کہ حدیث شریف کے وہ راوی جن پر احادیث کا عام طور پر دارومدار ہے اور ایسی کتابیں جو استناد کے اعتبار سے اہمیت رکھتی ہیں، ان میں کیڑے نکالے جائیں، ہر جلیل القدر راوی اور اہم کتاب کو ''عجمی سازش'' کی سان پر چڑھانے کی کوشش کی جاتی ہے اور سمجھ لیا جاتا ہے کہ بس میدان مار لیا چنانچہ کچھ ہی مدت ہوئی کہ مشہور محدث امام زہری تابعی رحمہ اللہ پر حملہ کر دیا گیا۔

اس ''سازشی'' مضمون کا جواب شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل ناظم اعلیٰ جمعیت اہلحدیث مغربی پاکستان نے ''الاعتصام'' میں ایسا دندان شکن دیا کہ ''طلوع علامہ'' کی سب تمنائیں خاک میں ملا دیں۔

((ولقد صدق ابن مسعود ان لله عند کل بدعة کیدبها الاسلام ولیامن اولیائه یذب عنها وینطق بعلامتها فاغتنموا حضور تلك المواطن و توکلوا علی الله قال ابن المبارك وکفی بالله وکیلا .)) [1]

''ہر وہ بدعت جس کے ساتھ اسلام سے مکر کیا گیا تو اللہ کے اولیاء میں سے کوئی نہ کوئی ولی

[1] اخرجه الامام محمد بن الوضاح فی البدع والنهی عنها (ص ٤).

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسا وجود میں آ گیا ہے جو اس سے دفاع کرتا ہے اور اس کی علامت بتاتا ہے تو تم ان مواقع پر حاضر ہونا غنیمت سمجھو اور اللہ پر توکل کرو، ابن مبارک کہتے ہیں اللہ کافی ہے کارساز۔"

وہی مہربان، منکرین حدیث کے علامہ تمنا عمادی صاحب، مسند امام احمد پر "ریسرچ" فرمانے نکلے ہیں، جن کی اس عمر میں شاید تمنا ہی یہ ہے کہ حدیث پاک سے مسلمانوں کو برگشتہ بلکہ صفحہ ہستی سے اس کو نابود کرنے میں مستشرقین ❶ کے دوش بدوش کام کریں، آخر وہ بیچارے اکیلے رہے، بھوائے ..... عزازیل گوید نصیبے برم۔

پھلواری شریف کے صوفی اور علمی خانوادے کا ایک لائق جانشین اس حصہ داری سے کیوں محروم رہے "بئس الرفد المرفود!"

مسند امام احمد کے بارے میں تمنا صاحب کا یہ مضمون طلوع اسلام کے دو نمبروں (۶ اور ۱۶/ اگست ۱۹۵۵ء) میں شائع ہوا۔ لایعنی اور غیر متعلقہ بحثیں درمیان میں لاکر اس کو طویل کر کے خام علموں پر رعب ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے اور "انکشاف" اس میں یہ فرمایا گیا ہے کہ "مسند احمد (تیس چالیس ہزار احادیث کا یہ مجموعہ) شیعوں نے سازش کر کے بنالی ہے۔ امام احمد کی اپنی تدوین فرمودہ نہیں ہے، آج کی مجلس میں ان کی اسی "تدقیق" کا جائزہ لینا مقصود ہے۔

((لیھلك من ھلك عن بینة ویحیی من حی عن بینة وما توفیقی الا باللّٰہ علیه توکلت و الیه انیب.))

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس جائزے سے قبل امام اہل سنت کی اس مسند کے بارے میں چند باتیں عرض کردی جائیں، جس سے اس کی استنادی حیثیت واضح ہو جائے۔

۱۔ حضرت امام کی یہ مسند تدوین حدیث کے تیسرے دور کا اہم ترین ذخیرہ اور تیسری صدی ہجری کے اوائل کی ایک قیمتی دستاویز ہے۔ تیس سے چالیس ہزار احادیث پر یہ مجموعہ مشتمل ہے، فن حدیث کی بعض دوسری کتابوں کی طرح اس کی بھی خاص خوبی یہ ہے کہ احادیث کو صرف علمی وفنی نقطہ نظر سے جمع فرمایا گیا ہے، نہ تو کسی خاص مسلک کو سامنے رکھا گیا ہے، جیسا کہ مسانید امام ابی حنیفہ کے جامعین نے (امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے صدیوں کے بعد) کیا ہے اور نہ ہی اس سے یہ غرض ہے کہ عبادات کے ساتھ قانونی احکام بھی مرتب ہو جائیں، جیسا کہ ان کے استاذ الاساتذہ امام مالک رحمہ اللہ کا مؤطا ہے اور نہ اس

---

❶ (مضمون لکھنے کے بعد پروفیسر محمد زبیر صاحب صدیقی کے ایک تحقیقی مقالہ (انگریزی) پر اطلاع ہوئی، جو انہوں نے ۱۹۳۹ء میں ادارہ معارف اسلامیہ کے دوسرے اجلاس منعقدہ لاہور میں "مسند امام احمد بن حنبل" پر پڑھا تھا، مقالہ مختصر لیکن پر مغز ہے، اس میں انہوں نے مشہور مستشرق گولڈ سیہر سے بحوالہ (Z.D.M.R.V50 P466) مسند احمد کے مستند اور اہم ہونے کا ذکر کیا ہے گویا تمنا عمادی مستشرقین سے بھی بازی لے گئے)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقت کی مروجہ فقہوں (فقہ حنفی، مالکی، اوزاعی) پر تنقید کا رنگ ہے، جس طرح حضرت امام شافعی کی کتاب الام ہے، بلکہ غرض غالباً یہ ہے کہ ایک ہی جگہ قابل ذکر مواد جمع ہو جائے تاکہ تحقیق و تنقید اور اس کا ردو قبول بآسانی ہو سکے، خود فرماتے ہیں:

((عملت هذا الكتاب اماما اذا اختلف الناس فى سنة عن رسول الله ﷺ رجع اليه.)) ❶

''میں نے یہ کتاب ایسی بنائی ہے کہ سنت نبوی کے بارے میں اختلاف کی صورت میں اس کی طرف رجوع کیا جا سکے (تاکہ تحقیق کے بعد کھوٹا کھرا الگ ہو جائے)۔''

حاجی خلیفہ کتب کی احادیث کی اقسام میں لکھتے ہیں:

((منهم من قصر همته على تدوين الحديث مطلقا ليحفظ لفظه ويستنبط منه الحكم كما فعله عبدالله ابن الضبى و ابوداؤد الطيالسى وغيرهما اولا وثانيا احمدبن حنبل الخ.)) ❷

فن کی دیگر کتابوں میں بھی اس قسم کی تصریحات آئی ہیں۔

حضرت امام کا یہ وصف ایسا ہے جو کم دوسروں کے حصہ میں آیا ہے، یہی وجہ ہے کہ امت کے ہر طبقہ میں آپ کی مسند کو یکساں احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور رداً قبولاً اسے استناد کا مرتبہ حاصل ہے، مگر عجیب بات ہے کہ حضرت امام کی یہ خوبی بھی ان دور کی کوڑی لانے والے مکتشفین کی نگاہ میں عیب بن گئی ہے سچ فرمایا چچا سعدی رحمہ اللہ نے

گل است سعدی و در چشم دشمناں خار است

۲۔ حضرت امام نے اس کی تدوین ۲۰۰ھ کے لگ بھگ شروع کر دی تھی، جب کہ آپ کی عمر چالیس سال کے قریب تھی۔ ۲۲۷ھ تک اس کی تدوین اور تدریس (فنی اصطلاح میں تحدیث و سماع) جاری رہی۔ ۲۲۷ھ سے لے کر ۲۴۱ھ (سال وفات) تک بعض وقتی مصالح کی بنا پر عام طور پر اس کی تدریس واشاعت نہیں ہوئی تھی، صرف اپنی اولاد اور خاص اصحاب (مثلاً چچازاد بھائی حافظ حنبل بن اسحاق) ہی عموماً گھر میں آپ پر سماع کرتے رہے۔ ❸

---

❶ خصائص المسند: ١٦٤.

❷ ١/٤٢٤.

❸ خصائل مسند صفحہ ٦٦_تاریخ اسلام: ص ١٨٥_حافظ ذہبی.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دریں اثنا بعض اوقات مسودات میں حک واضافہ بھی ہوتا رہا جیسا کہ آپ کے صاحبزادے امام عبداللہ نے حضرت امام سے بعض راویوں کے ناموں کی تحقیق کے سلسلہ میں ایسی ترمیموں کا ذکر بھی کیا ہے۔

۳۔ اس مجموعہ میں بہت بڑا حصہ تو حضرت امام کا اپنا جمع فرمودہ ہے اور کچھ حصہ ایسا بھی ہے جسے امام عبداللہ (مسند امام کے خاص راوی) نے دوسرے شیوخ سے روایت کیا ہے اور بہت قلیل حصہ ایسا بھی ہے، جسے امام عبداللہ کے شاگرد علامہ ابوبکر قطیعی نے امام عبداللہ کے علاوہ دوسرے اساتذہ سے روایت کیا ہے، ان دونوں بزرگوں نے اپنی اپنی مرویات کو الگ الگ مدون کرنے کے بجائے (جیسا امام طبرانی اور حافظ ابوالقاسم عبداللہ بن محمد البغوی وغیرہ نے کیا ہے) اس کتاب ہی میں داخل کر دیا ہے لیکن احتیاط و دیانت کا یہ عالم ہے کہ دونوں نے اپنی مرویات کو حضرت امام سے روایت کردہ مسند کے ساتھ گڈمڈ نہیں ہونے دیا اور ان کو اپنی طرف انتساب کر کے روایت کیا ہے۔ اول الذکر حصہ میں بعض ایسے مقام بھی آئے ہیں جس میں امام عبداللہ نے حضرت امام کے مسودہ سے روایت لی ہے اور سماعاً امام سے اس کو حاصل نہیں کیا۔

اس تجزیہ سے معلوم ہوا کہ ''مسند امام احمد'' کے نام سے جو مجموعہ اس وقت موجود ہے اس کی احادیث مندرجہ تحت حصوں پر منقسم ہیں:

(الف)...... وہ حصہ (اور وہی اغلب ہے) جو حضرت امام کا مدوّنہ ہے۔

(ب)...... امام عبداللہ بن امام احمد کی مرویات جن کو ''زیادات عبداللہ'' کہا جاتا ہے۔

(ج)...... علامہ ابوبکر قطیعی کی روایات جو ''زیادات قطیعی'' سے موسوم ہیں۔

(د)...... وہ حصہ جو امام عبداللہ کو سماعاً حاصل نہیں ہوا بلکہ کتاب میں لکھا ہوا ہے۔

ان سب کی استنادی حیثیت پر شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے منہاج السنۃ کے مختلف مقامات (ص ۲ اور ۶۳، ۷۵، ۱۰۶، ج ۴) میں سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔ امام موصوف جیسے بے باک نقاد مسند پر تبصرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

((احادیث مسند وهى التى رواها الناس عمن هو معروف عند الناس بالنقل ولم يظهر كذبه وقد يكون فى بعضها علة تدل انه ضعيف بل باطل لكن غالبها و جمهورها احاديث جيدة يحتج بها وهى اجود بكثير من احاديث سنن ابى داؤد.)) ❶

❶ منهاج: ص ٦١.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

((شرط فی المسند ان لا یروی عن المعروفین بالکذب عنده وان کان فی ذلك ما عنه ضعیف .)) ❶

خلاصہ یہ ہے کہ امام احمد کسی ایسے شخص کی روایت مسند میں نہیں لاتے جو عمداً جھوٹ بولنے والا ہو اگرچہ معلول اور غلط احادیث اس میں بعض آ گئی ہیں لیکن بہت زیادہ حصہ صحیح اور درست ہے۔

دوسرے اعتبار سے مسند احمد کا تجزیہ:

۴۔ امام موصوف کے اجمالی اشارہ کی تفصیل یوں کی جاسکتی ہے (۱) مسند کی احادیث کا ایک حصہ وہ ہے جو صحاح ستہ میں موجود ہے (۲) ایک حصہ ایسا ہے، جو صحاح کے علاوہ باقی کتبِ سنن ومسانید میں آ گیا ہے (۳) ایک حصہ متفردات کا ہے، یعنی جو صرف مسند میں ہے، دوسری جگہ نہیں لیکن آخری حصہ قلیل ہے۔

ساتویں صدی ہجری کے نامور محدث حافظ ابوالحسن علی بن محمد یونینی بعلبکی المتوفی ۷۰۱ھ سے سوال ہوا، آپ کو صحاح ستہ حفظ ہے؟ جواب میں فرمایا: ''یاد ہے بھی اور نہیں بھی'' کہا گیا یہ کیسے؟ کہا:

((انا احفظ مسند احمد وما یفوت المسند من الکتب الستة الا قلیل .)) ❷

''مجھ کو مسند احمد ساری یاد ہے اور مسند احمد میں صحاح ستہ کی کچھ روایتیں نہیں، باقی سب ہیں۔''

تو گویا سارا صحاح ستہ یاد ہوا۔

محدثین کی معتدل اور محتاط روش:

محدثین کے استقراء تتبع اور تحقیق میں جو درجہ حضرت امام کا ہے، وہ امام عبداللہ کا نہیں ہے اور ان جیسا ان کے شاگرد حافظ قطیعی کا نہیں، اس بنا پر انہوں نے ان کے استنادی مرتبوں میں فرق کیا ہے۔

((للّٰه درهم ما ادق نظرهم و اعدل طریقهم! .))

تحفظ کتب حدیث کی تازہ شہادت:

۵۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ایک شاگرد حافظ ہمام بن منبہ (جن کی وفات ۱۰۱ھ کی ہے) نے اپنے جلیل القدر استاذ سے حدیثوں کا ایک مجموعہ حاصل کیا تھا، اسے انہوں نے ایک جگہ لکھ لیا، جس کو فاضل چلپی نے کشف الظنون (۷۷ج ۲) میں ''الصحیفة الصحیحة'' کے نام سے ذکر کیا ہے۔ یہ صحیفہ پورے کا پورا حضرت امام احمد اپنی مسند میں لے آئے ہیں۔ ❸

❶ منہاج: ص ۲۷۔ ❷ المصعد الاحمد: ص ۳۲۔

❸ ملاحظہ ہو: صفحات ۲/ ۳۱۲۔۳۲۹، طبع اول، منہاج: ص ۶۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول پاک ﷺ کی احادیث کی حفاظت کا زندہ معجزہ دیکھیے کہ حافظ ہمام کا یہ صحیفہ چند سال ہوئے یورپ اور شام کے بعض کتب خانوں سے بعینہٖ مل گیا ہے اور وہ وہی ہے جسے حضرت امام اپنی مسند میں لائے ہیں، اس مبارک صحیفہ کو ہمارے ملک کے ایک فاضل علم دوست ڈاکٹر محمد حمید اللہ حیدر آبادی نے شائع بھی کر دیا ہے۔ جزاہ اللہ تعالٰی و کثر فینا امثالہ.

اس طرح کی زندہ جاوید شہادتوں کے ہوتے ساتے بھی جو شخص یہی رٹتا چلا جائے کہ ''حدیثیں غیر محفوظ ہیں۔'' عجمیوں نے اتنی بڑی بڑی کتابیں گھڑ کر ائمہ کے نام پر لگادی ہیں تو اس کے سوا کیا کہا جائے کہ:

اس پر جونا سمجھے، تو اس بت سے خدا سمجھے

۶۔ اس زمانہ کے دستور کے مطابق کہ بعض شاگرد اپنے استاد کی کتاب کو ضبط ونقل اور اس کی تدریس واشاعت کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیتے تھے یعنی ان کا یہ خاص مضمون ہوتا تھا، امام عبداللہ نے یہی کیا کہ حضرت امام سے دوسرے علوم حاصل اور محفوظ کرنے کے علاوہ مسند کے نقل وضبط اور اس کی روایت کو اپنی زندگی کا مقصد قرار دے لیا اور اسی وجہ سے حضرت امام بھی ان سے بہت خوش تھے۔ چنانچہ حافظ ابوالحسین احمد بن جعفر المعروف بابن المناوی التوفی ۳۳۶ھ شاگرد (امام عبداللہ) کا قول خطیب ہی کی تاریخ (ص:۳۷۵ ج۹) میں ہے۔

((لم یکن فی الدنیا احد اروی عن ابیہ منہ (یعنی عبداللہ) لانہ سمع المسند وھو ثلثون الفا.))

امام ابن عدی فرماتے ہیں:

((احیا علم ابیہ بمسندہ الذی قرأ ابوہ علیہ خصوصًا قبل أن یقرأہ علی غیرہ.)) ❶

''عبداللہ نے مسند کی (تدریس و اشاعت کی) وجہ سے اپنے باپ کے علم کو زندہ جاوید کردیا ہے۔ والد (امام احمد) نے بھی دوسروں کو مسند پڑھانے سے پہلے ان کو پڑھائی''

حضرت امام آپ پر بہت خوش تھے اور آپ پر اعتماد کرتے تھے۔ ایک دفعہ عبداللہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو فرمایا:

((ان ابا عبدالرحمن قد وعی علما کثیراً.)) ❷

''ابوعبدالرحمٰن (عبداللہ) نے بہت علم حاصل کرلیا''

---

❶ المصعد ص۳۹. ❷ المصعد ص۳۹.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابوزرعہ نے ایک مرتبہ فرمایا:

((ابنی عبداللّٰہ محفوظ من علم الحدیث لایکادیذاکرنی الابما لا احفظ .)) ❶

''میرا بیٹا عبداللہ علم حدیث کی وجہ سے محفوظ ہے۔ یہ مجھے وہی کچھ یاد دلاتا ہے جو مجھے یاد نہ ہو۔''

اور اطاعت شعار بیٹے کی کیفیت یہ تھی:

((لم یکتب عن احد الا من امرہ ابوہ ان یکتب عنہ .)) ❷

''اپنے باپ کی اجازت ہی سے کسی دوسرے سے حدیث روایت کرتے تھے۔''

یہی روش امام عبداللہ کے شاگرد ابوبکر قطیعی کی رہی، پڑھنے کو تو شہزادوں تک نے عبداللہ سے مسند پڑھی لیکن جو خدمت حافظ قطیعی نے مسند کی کی ہے، وہ انہی کا حصہ ہے۔

۷۔ ائمہ فن حدیث نے دو، چار، دس، بیس سال تک نہیں پوری نو صدیوں تک اپنے علم و تحقیق کی روشنی میں اس رفیع الشان مسند کے ہر ہر نام، ہر ہر متن، ہر ہر سطر، بلکہ ہر حرف کو کھنگالا، دیکھا، پرکھا۔ اس پر نفیاً و اثباتاً بحثیں کیں حتی کہ محدثین کے مخالفین نے بھی مخالفت کے مختلف النوع طریقے اختیار کیے۔

آمدم برسرِ مطلب:

لیکن کسی صاحب تحقیق عالم ومخالف پر وہ بات نہ کھل سکی جو ''طلوع اسلام'' کے مضمون نگار کو سوجھی فرماتے ہیں (اور دراصل سارے مضمون کا خلاصہ یہی ہے)

''درحقیقت بورقی اور کدیمی کی تیار کردہ ایک پوشیدہ پارٹی تھی جو ایک پوشیدہ گہری سازش کے تحت باہم تقسیم اسمائے صحابہ و اکابر تابعین کر کے ان ناموں سے موضوعات کا انبار لگا رہی تھی اور اس کے لیے (ایک شخص) ابوبکر شافعی تیار کیے گئے تھے کہ یہ عبداللہ کے پاس آیا جایا کریں۔'' ❸

سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ کو اس ''پوشیدہ اور گہری سازش'' کا پتہ کیسے چل گیا جبکہ وہ پوشیدہ بھی تھی اور گہری بھی۔ ان سازش کرنے والوں کے معاصر تو اس پر مطلع نہ ہو سکے۔

ثانیاً: ...... یہ ''انبار'' لگانے کی بھی خوب کہی، یہ لکھتے وقت اتنا خیال نہ آیا کہ مسند کی احادیث کا ذخیرہ جب صحاح ستہ اور دوسری مسانید میں بھی اہل علم دیکھیں گے تو آپ کے متعلق کیا کہیں گے ''جہالت'' یا ''عناد'' کے علاوہ آپ ہی فرمایئے کوئی دوسری رائے قائم ہو سکتی ہے؟

---

❶ المصعد. ❷ المصعد.

❸ طلوع اسلام، ۱۲ اگست.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثالثاً: ...... اتنے بڑے دعویٰ پر دلیل؟ تو اس کے لیے صاحب مضمون نے مفروضہ صغریٰ کبریٰ قائم کیے ہیں:

''ابوبکر قطیعی عبداللہ بن احمد کے شاگرد ہونے کے ساتھ ہی چند وضاع راویوں کے بھی شاگرد ہیں، دوسرا ایک شخص ابوبکر شافعی بھی عبداللہ بن احمد کا شاگرد ہے۔''

پھر شیعہ رجال کی کتابوں میں کہیں ایک ''ابوبکر شافعی'' بھی آپ کو نظر آ گیا۔ اس سے جناب نے یہ نتیجہ نکال لیا کہ بس ہو نہ ہو یہ وہی ''ابوبکر شافعی'' ہے جو امام عبداللہ کا شاگرد ہے یعنی ؏

جو کالے وہ تیرے باپ کے سالے

اور ہاں تمنا صاحب! یہ بھی تو بتاتے جائیے کہ جن شیعوں کو آپ ''ہوا'' بنا رہے ہیں کہ انہوں نے یہ یہ دسیسہ کاریاں کی ہیں اور مقبول امت کتابوں کا اس ''ہوے'' سے شکار کر رہے ہیں، فرمائیے تو سہی کہ ''ابوبکر شافعی'' کو شیعہ بتانے والے یہ شیعہ اہل قلم معتبر و مستند ہو گئے؟ وہی بات ہوئی نا!

''میٹھا میٹھا ہپ ہپ اور کڑوا کڑوا تھو تھو!''

﴿اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ۝ اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ۝﴾

ہٹ دھرمی:

تمنا صاحب لکھتے ہیں:

''ان کو (ابوبکر قطیعی کو) جو کچھ ملا، ابوبکر شافعی ہی سے ملا مگر درمیان سے ابوبکر شافعی کا نام اڑا کر اپنی نسبت کو بلا واسطہ ابوبکر شافعی کے شیوخ سے جوڑ دیا کرتے تھے۔''

عجیب ہٹ دھرمی ہے، مسند احمد کے روایت کرنے، پڑھنے یا اس کے کسی سلسلہ میں ابوبکر شافعی کا نام تک کسی کتاب میں نہیں آیا ہے اور آپ نہایت ڈھٹائی سے کہے چلے جا رہے ہیں کہ ہو نہ ہو یہ ابوبکر شیعہ کی کارستانی ہے۔ بندۂ خدا کوئی ایک اشارہ ہی اس کے لیے کسی ''لسان'' سے ذکر کیا ہوتا؟ اصل بات یہ ہے کہ شیعہ رجال کی کتابوں کا مطالعہ کرتے کرتے، وہی اثر خود قبول کر لیا ہے جس کا الزام حدیث کی مخالفت کے جنون میں شیعوں پر لگایا ہے اور

صحبت ہم نشیں در ''تو'' اثر کرد

رابعاً: ...... قدرتی تصرف یہ ہے کہ بڑی لاحاصل بحث کے باوجود اس امر میں صاحب مضمون ناکام رہا ہے کہ امام عبداللہ کے شاگرد حافظ ابوبکر شافعی (جن کا تذکرۃ الحفاظ میں ذکر آیا ہے) شیعہ ہیں اور نہ شیعہ ابوبکر کے متعلق ثابت ہو سکا کہ وہ امام عبداللہ کا شاگرد تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خامساً: ...... زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ابو بکر دو ہیں، ایک تو یہی جسے آپ نے شیعہ کتب رجال سے اس مضمون میں لکھا ہے اور دوسرے اہل سنت کے مقتداء اور غیور عالم حافظ ابو بکر شافعی رحمہ اللہ۔ اتفاق کی بات ہے کہ دونوں اپنی کنیت اور نام میں متحد ہیں جس کی وجہ سے جناب جیسے ''پختہ علموں'' کو دھوکہ لگ گیا ہے لیکن دادا اور نسب میں بین فرق ہوتے ہوئے دونوں کو ایک ظاہر کرنا علم کی توہین ہے۔

سادساً: ...... اگر شیعہ ہی نے (معاذ اللہ) یہ کتاب گھڑی تھی، تو بکثرت اس قسم کی احادیث وہ کیوں اس میں لے آئے جن کی زد براہِ راست ان کے نظریات پر پڑتی ہے، اگر ضرورت ہو تو اس قسم کی احادیث کی ایک بہت بڑی فہرست تیار ہو سکتی ہے، سرِ دست ایک روایت مسند حضرت علیؓ سے پیش خدمت ہے:

((عن علیؓ قال امرنی النبی ﷺ ان آتیه بطبق یکتب فیه مالا تضل امته من بعده قال فخشیت ان تفوتنی نفسه قال قلت انی احفظ واعی قال اوصی بالصلاة والزکاة وماملکت ایمانکم.)) ❶

''مرض الموت میں آنحضرت ﷺ نے مجھ سے ایک ''طبق'' لانے کو فرمایا تاکہ اس میں وہ چیز لکھ دیں جس سے امت غلطی سے محفوظ ہو جائے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میرے لانے تک مبادا آپ ﷺ کا انتقال ہو جائے...... چنانچہ (اس خیال کے مدنظر) عرض کیا حضور (میں اسے خوب یاد کر لوں گا، زبانی ارشاد فرما دیجئے! فرمایا نماز، زکوٰۃ اور غلاموں سے حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔''

حافظ ابو بکر الشافعی رحمہ اللہ:

تمنا صاحب کے مسلم نقاد حافظ ابو بکر خطیب (جو حافظ ابو بکر شافعی کے بیک واسطہ شاگرد ہیں) تاریخ بغداد میں لکھتے ہیں:

((محمد بن عبداللّٰہ بن ابراهیم بن عبدربه بن موسیٰ بن بیان ابوبکر البزار المعروف بالشافعی ولد بجبل وسکن بغداد کان ثقة ثبتا کثیر الحدیث حسن التصنیف.)) ❷

''یعنی ان کا نسب بیان کر کے لکھتے ہیں کہ وہ جبل میں پیدا ہوئے اور بغداد میں سکونت فرمائی۔ ثقہ، معتمد علیہ بہت سی احادیث کے عالم اور اچھے مصنف تھے۔''

---

❶ مسند احمد، جلد: ۱/ ۹۰.

❷ تاریخ بغداد، ۵/ ۴۵٦.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور مشہور نقاد حدیث امام دارقطنی (جو ابوبکر شافعی کے شاگرد ہیں) کی رائے نقل کی ہے:

((ثقة مامون ماكان فى ذلك الزمان اوثق منه .)) ❶

''با اعتماد امانت دار ہے اس زمانے میں ان جیسا با اعتماد کوئی نہیں تھا۔''

حافظ ابوبکر کی غیرت ایمانی:

خطیب لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ دیلمیوں نے (جو رافضی شیعہ تھے) لوگوں کو صحابہ کے فضائل بیان کرنے سے روک دیا تھا اور صحابہ کو مساجد پر گالیاں لکھوا دی تھیں:

((منعت الديلم ببغداد الناس ان يذكروا فضائل الصحابة و كتبت سب السلف على المساجد .)) ❷

ایسے نازک وقت میں اسلام کے اس غیور فرزند کا کام یہ تھا:

((كان (ابوبكر) الشافعي يتعمد فى ذلك الوقت املاء الفضائل فى جامع المدينة وفى مسجده بباب الشام .))

کہ بغداد کی جامع مسجد پر فضائل صحابہ لکھا کرتے تھے۔ ایسے ہی اپنے محلّہ کی مسجد جو شامی دروازہ پر واقع تھی اس پر بھی اور پھر ایسا جرأت مندانہ کام حسبۃ کرتے اور اسے تقرب الٰہی کا ذریعہ خیال کرتے۔

((ويفعل ذلك حسبة ويعده قربة .)) ❸

اب آپ کو معلوم ہوگا کہ حافظ ذہبی نے یوں ہی نہیں لکھ دیا:

((ابوبكر شافعي الامام الحجة المفيد محدث العراق .)) ❹

یہ ہے رائے امام ابوبکر کے متعلق ان کے اکابر تلامذہ اور ہم عصر نقاد اہل علم کی اور یہ ہیں ان کے قابل تقلید کارنامے۔ ❺

تمنا صاحب کی خیانت:

آپ نے ''لسان المیزان'' سے ایک دوسرے ابوبکر سے متعلق جو جرح تھی، وہ چسپاں کردی بیچارے حافظ ابوبکر پر ''جرم'' یہ کہ بدقسمتی سے دونوں کی کنیت، نام بلکہ باپ دادا کے نام ایک آپڑے۔ حتی کہ ''البغدادی'' بھی دونوں کے ساتھ لگا ہوا ہے۔

---

❶ تاريخ بغداد: ٥/٤٥٨.

❷ تاريخ بغداد: ٥/٤٥٧.

❸ حواله مذكوره.

❹ تذكرة الحفاظ ٣/٩١.

❺ نیز دیکھئے: شذرات الذهب ص ١٦، جلد ٣، البداية والنهاية: ١١/٢٦٠.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ دوسرا شخص ''الشافعی'' نہیں ہے۔ دوسری یہ کہ ''العنبری'' ہے اور اول الذکر ''جبلی''۔ تیسری بات یہ ہے کہ لسان میں بھی یہ لکھا ہے کہ ''یہ وہی اشنانی ہے جس کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔''

((هذا هو الاشناني المذكور فيما قبل .))

اور اس سے قبل لسان المیزان صفحہ ۲۲۵ جلد ۵ میں لکھا ہے:

((كان دجالا قاله الدار قطني .))

تمنا صاحب چونکہ ٹھان چکے کہ شیعہ کتب رجال سے برآمد کردہ ''ابوبکر'' پر کی گئی جرح کو ''حافظ ابوبکر الشافعی'' پر چسپاں کریں۔ اس لیے حافظ ابن حجر کا یہ جملہ کھا گئے لیکن اس سے زیادہ دلیری یہ ہے کہ حافظ سمعانی کی کتاب الانساب کے حوالہ سے حافظ ابوبکر شافعی کا ترجمہ جو ذکر کیا ہے، وہ بھی پورا نہیں کیا۔ انساب کی عبارت یہ ہے: [1]

((ابوبكر بن محمد بن عبدالله بن ابراهيم بن عبدربه بن موسىٰ بن بيان الختلي (والصحيح الجبلي كما تقدم من الخطيب) البزار الشافعي من اهل بغداد......هم حتى كتب عنه ابو الحسن علي بن عمر بن احمد الدار قطني و ابو عبدالله محمد بن عبدالله الحافظ و ابو الحسن محمد بن احمد بن رزق و ابو علي بن شاذان و اخر من روى عنه ابو طالب محمد بن محمد بن ابراهيم بن غيلان......وكان الدار قطني يقول ابوبكر الشافعي ثقة مامون ما كان في ذلك الزمان اوثق منه ما رأيت له الا اصولا صحيحة وقد ضبط سماعه منها احسن الضبط توفي سنة ۳۵۴هـ .))

''(حافظ ابوبکر کا نسب بیان کر کے) آپ کے شاگرد امام دارقطنی حاکم، ابوعلی بن شاذان ہیں۔ دارقطنی کہتے ہیں: آپ کے زمانہ میں آپ سے زیادہ دوسرا کوئی ثقہ نہیں تھا۔ آپ کے مخطوطات (کتب) صحیح تھے۔ ان کو اچھی طرح ضبط (باصطلاح محدثین) کر رکھا تھا۔''

یہ عبارت اپنے مفہوم میں صاف ہے، کیا دارقطنی جیسا کٹر نقاد اہل حدیث کسی شیعہ ''کذاب مختلق'' کے متعلق ایسی مبنی بر یقین رائے ظاہر کر سکتا ہے۔ موٹی سی بات ہے کہ کوئی تعلق اس ابوبکر الشافعی کا مزعومہ ابوبکر ''شیعہ'' سے کیا ممکن بھی ہے؟ شاید یہی وجہ ہے کہ یہ عبارت بھی صاحب مضمون حذف کر گئے۔ تمنا صاحب! قرآن حکیم میں کیا یہ آیت نظر سے نہیں گزری: ﴿انما يفتري الكذب الذين

---

[1] انساب سمعانی ۱۹۴/۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لایومنون بایت اللہ و اولئک ھم الکذبون﴾ (النحل : ۱۰۵)

آپ کے معلومات میں اضافہ کے لیے عرض کروں کہ ابوبکر بن محمد بن عبداللہ بن ابراہیم بن ثابت الاشنانی کا ترجمہ تاریخ بغداد صفحہ ۳۴۹۔۴۴۲ جلد ۵ میں بھی ہے۔

یاد رہے کہ ایسے راوی عام طور پر رجال کی کتابوں میں آتے ہیں، جن کے نام وغیرہ باہم متشابہ ہیں، محدثین نے کمال اور احسان یہ کیا ہے کہ اتنے عمدہ طریق پر ان کی چھان بین کی ہے کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کر کے رکھ دیا ہے۔

دیگر تشکیکات یا تلبیسات:

''برآمد کردہ شیعہ ابوبکر'' کی ''عجمی سازش'' کے علاوہ صاحب مضمون نے جو گل افشانیاں فرمائی ہیں، قارئین کی دلچسپی کے لیے ان پر سرسری نظر ڈال لینا ضروری ہے۔

۱۔ ''امام احمد کی زندگی میں مسند احمد کی تدوین نہیں ہوئی۔ ابوبکر قطیعی کی ولادت سے پہلے مسند احمد کا دنیا میں کہیں نام و نشان بھی نہ تھا۔'' ❶

اوپر گزر چکا ہے کہ حضرت امام نے اپنی وفات سے ۴۱ سال قبل یعنی ۲۰۰ھ میں مسند کی تدوین شروع کر دی تھی۔ حضرت امام کی وفات ۲۴۱ھ میں ہوئی۔ اب اس کے شواہد ملاحظہ فرمائیے:

(الف)...... پانچویں صدی کے نامور محدث امام ابوموسیٰ محمد بن ابی بکر المدینی المتوفی ۵۸۱ھ خصائل المسند میں امام عبداللہ کے شاگرد ابوعلی بن الصواف سے نقل کرتے ہیں:

((قال سمعت عبداللہ بن احمد یقول صنف ابی المسند بعد ماجاء من عند عبدالرزاق .)) ❷

''انہوں نے کہا میں نے عبداللہ بن احمد سے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ میرے والد نے اپنی مسند امام عبدالرزاق کے ہاں سے آنے کے بعد تصنیف کی۔''

اور خود حضرت امام فرماتے ہیں:

((اقمت سنة تسع وتسعين (۹۹ھ) عند عبدالرزاق .)) ❸

''میں وہاں امام عبدالرزاق کے ہاں سن ننانوے تک مقیم رہا۔''

(ب)...... حضرت امام کے ایک شاگرد حافظ یعقوب بن یوسف المطوعی المتوفی نے ۲۸۷ھ فرماتے ہیں:

---

❶ طلوع اسلام اگست: ۱۹۵۵ء۔

❷ خصائل المسند: ص ۱۶۶۔

❸ تاریخ اسلام ذہبی: ص ۶۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((جلست الی ابی عبداللّٰہ احمدبن حنبل ثلاث عشرسنة وھویقرء المسند علی اولادہ .)) ❶

''میں نے تیرہ سال دیکھا کہ حضرت امام اپنی اولاد کو مسند پڑھا رہے ہیں۔''

(ج)...... حضرت امام کے چچیرے بھائی حنبل بن اسحاق المتوفی ۲۷۳ھ فرماتے ہیں:

((جمعنا عمی لی ولصالح ولعبداللّٰہ و قرأ علینا المسند)) ❷

''کہ چچا جی (حضرت امام) نے مجھے اور اپنے دونوں لڑکوں (صالح اور عبداللہ) کو مسند پڑھائی۔''

(د)...... یہی حافظ حنبل کہتے ہیں:

((قال لنا ان ھذا الکتاب قد جمعته انقیته من اکثر سبع مائة وخمسین الفًا .)) ❸

''حضرت امام نے ہم سے فرمایا اس کتاب (مسند) کو میں نے ساڑھے سات لاکھ سے زائد طرق حدیث سے انتخاب کیا ہے۔''

روایت مسند میں عبداللہ منفرد نہیں:

۲۔ تمنا صاحب لکھتے ہیں:

''امام احمد کے ایک لڑکے عبداللہ کے سوا کسی شاگرد بلکہ کسی دوسرے لڑکے سے بھی اس کی روایت اور اس کا ذکر مروی نہیں۔''

یہ درست ہے کہ عبداللہ کی طرف حضرت امام کی توجہ زیادہ تھی جیسا کہ اوپر المصعد کے حوالے سے لکھا گیا ہے، البتہ انفراد کا دعویٰ غلط ہے، چنانچہ حافظ حنبل اور حافظ یعقوب کا کلام آپ پڑھ چکے ہیں کہ حضرت امام عمر بھر اپنی اولاد کو مسند پڑھاتے رہے اور یہ کہ حنبل نے عبداللہ کے ساتھ صالح کا ذکر صراحتاً بھی کیا ہے اور یہ بھی کہ میں ساتھ ہوتا تھا۔ جن دنوں کا حافظ حنبل ذکر کر رہے ہیں، یہ حضرت امام کی زندگی کا آخری دور ہے (۲۳۷ھ کے لگ بھگ) لیکن اس سے قبل (جیسا کہ تاریخی شواہد سے پتہ چلتا ہے) مسند کا خاصا چرچا تھا۔ مسند کے متعلق سوالات ہوتے اور امام جواب دیتے تھے۔ اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ بکثرت لوگوں نے آپ سے مسند کو حاصل کیا۔

❶ خصائص المسند: ص ١٦٦.

❷ طبقات الحنابلة: ص ١٠٢.

❸ خصائص المسند: ص ١٦٤.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔ امام علی بن محمد البغدادی التوفی ۳۳۰ھ امام عبداللہ سے نقل کرتے ہیں: خرج ابی المسند من سبع مائة الف.

۲۔ حنبل نے خود امام سے براہ راست نقل کیا ہے:

((قال لنا ان هذا الكتاب قد جمعته وانقيته من اكثر من سبع مائة و خمسين الفا.)) ❶

''میں نے سات لاکھ پچاس ہزار سے بھی زیادہ طرق احادیث سے یہ کتاب منتخب کی ہے۔''

۳۔ حافظ محمد بن عمر العقیلی اپنے شیخ امام عبداللہ سے نقل کرتے ہیں:

((سألت ابى عن عبدالعزيز بن ابان فقال لم اخرج عنه فى المسند شيئا.)) ❷

''میں نے والد صاحب سے عبدالعزیز بن ابان کے متعلق پوچھا تو فرمایا: ''مسند'' میں اس سے کوئی روایت نہیں لی گئی ہے۔''

۴۔ ابوبکر بن حامد الفقیہ امام عبداللہ ہی سے نقل کرتے ہیں:

((قلت لابى لم كرهت وضع الكتب وقدعملت المسند.)) ❸

''میں نے والد محترم سے کہا کہ آپ کتابوں کی تصنیف کو تو پسند نہیں کرتے لیکن مسند خود تالیف کی ہے۔ فرمایا: ''تاکہ اختلاف کے وقت راہنمائی کرے۔''

۲۷۴ھ سے قبل مسند کی شہرت:

۳۔ یاد رہے کہ قطیعی کی ولادت ۲۷۴ھ کی ہے اور حضرت امام احمد اس سے قریباً ۳۴۔۳۵ برس قبل انتقال فرما چکے تھے۔

ان تاریخی حقائق سے ثابت ہوا کہ (۱) مسند احمد کو خاص اہتمام سے تصنیف فرمایا۔ (۲) سالہا سال تک اسے پڑھایا (۳) آپ کے لڑکے صالح اور چچازاد بھائی حنبل نے بھی حضرت امام سے اس کو پڑھا (۴) صاحبزادوں کے علاوہ دوسرے لوگوں نے بھی مسند پڑھی (۵) ابوبکر قطیعی کی ولادت سے برسوں پہلے مسند امام احمد کی کافی شہرت ہو چکی تھی کہ اس کے مندرجات کے متعلق تحقیقی سوال و جواب ہوتے تھے۔

---

❶ خصائص المسند: ص ١٦٤.

❷ خصائص المسند: ص ١٦٤، وتهذيب ٦/٣٣٠.

❸ خصائص المسند: ص ١٦٤.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قارئین کرام! ملاحظہ فرمائیں تمنا صاحب کی مندرجہ ذیل ''اپج'':

''قطیعی کی ولادت سے پہلے مسند احمد کا دنیا میں کہیں نام ونشان نہیں، امام احمد نے اپنے دوسرے تلامذہ سے حتی کہ اپنے دوسرے بیٹے سے بھی مسند کو پوشیدہ رکھا، دوسرے بیٹے صالح کو بھی اس نعمت سے محروم رکھا، تمام شاگردوں سے بالکل کتمان حدیث وکتمان علم فرمایا اور صرف اپنے ایک ہی صاحبزادے عبداللہ کو اس کتاب کا مکنون راز بنایا۔'' (طلوع اسلام حوالہ مذکور)

نیز ارشاد فرمائیں تمنا صاحب کہ اس کو دیانت سمجھیں یا مطالعہ کی کوتاہی پر محمول کریں۔

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

مسند احمد کی کیا صرف ایک ہی سند ہے؟:

۴۔ تمنا صاحب نے مکرر سہ کرر یہ دعویٰ دہرایا ہے کہ:

''امام احمد تک پہنچنے والی سند کا راوی صرف ایک شخص ہے، امام احمد سے صرف عبداللہ اور ان سے صرف قطیعی، پھر اس سے ایک ابن المذہب اور اس سے ابن الحصین اور اس سے روایت کرنے میں حنبل بن عبداللہ منفرد ہے۔''

گزارش یہ ہے کہ یہ دعویٰ سراسر خلافِ واقعہ ہے۔ مشہور سند کے سوا اور بھی متعدد سندیں موجود ہیں اور سندیں بھی ایسی اعلیٰ جن کے رجال سند علم حدیث کے آفتاب ہیں۔

حافظ حنبل بن عبداللہ کے بعد ''تواتر'' تو آپ کو بھی تسلیم ہے، لہٰذا حافظ حنبل اور ان کے زمانے کی دو جید سندیں تو اب بھی پیش خدمت ہیں:

دوسری سند:

حافظ ابوموسیٰ المدینی المتوفی ۵۸۱ھ فرماتے ہیں مجھے میرے والد ۵۰۵ھ میں حافظ ابوعلی الحسن بن الحداد کے درس میں لے گئے، جب کہ ان پر مسند امام احمد پڑھی جا رہی تھی، حافظ ابوعلی نے یہ سند روایت کی تھی۔ امام ابونعیم سے اور وہ اسے روایت کرتے تھے، اپنے دو استادوں سے (حافظ ابوعلی محمد بن احمد بن الحسن الصواف، حافظ ابوبکر قطیعی، عبارت یہ ہے:

((مما انعم الله علينا ان رزقنا سماع الكتاب المسند للامام الكبير امام الدين ابى عبدالله احمدبن محمدبن حنبل الشيبانى رحمه الله فحصل لى والدى رحمه الله وجزاه عنى خيرا اى قراء ته سنة خمس وخمس مائة على الشيخ المقرى بقية المشائخ ابى على الحسن بن الحداد وابونعيم كان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یرویہ عن شیخیہ ابی علی محمد بن احمد بن الحسن الصواف وابی بکراحمد بن جعفر بن حمدان بن مالك القطیعی .)) ❶

اس سند کے سب رجال مشاہیر ائمہ حدیث ہیں۔ابوموسیٰ مدینی کا ترجمہ شذرات (۲۷۳/۴) میں اورامام ابونعیم کا تذکرۃ الحفاظ وغیرہ اور حافظ ابوعلی ابن الصواف المتوفی ۳۵۹ھ کا ترجمہ خطیب ص ۲۸۹ جلد ا اور حسن بن احمد الحداد المتوفی ۵۱۵ھ کا شذرات ص ۴۷ جلد ۴ میں ملاحظہ فرمایئے۔

تیسری سند:

مشہور محدث علامہ صالح ذلانی المتوفی ۱۲۱۸ھ کی اسانید کتب حدیث میں متعارف ہیں۔کتاب "قطف الثمر فی رفع اسانید المصنفات فی الفنون والاثر" (ص ۲۵) میں ہے:

((الفخر بن البخاری عن ابی الیمن الکندی عن ابی بکر محمد بن عبدالباقی الانصاری عن الحسن بن علی الجوهری عن ابی بکر القطیعی عن عبداللّٰہ بن احمد .))

یہ رجال بھی سب ائمہ ہیں، حافظ ابن البخاری کا ذکر ان کے استاذ حنبل بن عبداللہ کے سلسلہ میں آئے گا، ان شاء اللہ۔حافظ ابوالیمن المتوفی ۶۱۳ھ کا نام زید بن حسن ہے، مختلف فنون قرأت، حدیث، نحو، وغیرہما کے یکتائے روزگار عالم تھے۔ ❷

علامہ ابوبکر محمد بن عبدالباقی الانصاری المتوفی ۵۳۵ھ کے مفصل حالات کے لیے، جو سبق آموز اور دلچسپ ہیں، ملاحظہ فرمائیں: "شذرات الذہب" ❸ رہ گئے حسن بن علی الجوہری، سو یہ الحسن بن علی محمد الجوہری المتوفی ۴۵۴ھ ہے، جن کا ترجمہ انساب سمعانی میں ذکر کیا گیا ہے۔ ❹

بلکہ اسی جگہ انساب میں قطیعی سے مسند کے روایت کرنے کا بھی ذکر ہے۔

امام عبداللہ سے روایت کرنے والے:

۵۔ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ قطیعی مسند کے روایت کرنے میں متفرد ہے۔ حالانکہ تاریخ سے اس مسند کا اس قدر شہرہ ثابت ہوتا ہے کہ شہزادے تک اس کے روایت کرنے کو فخر جانتے تھے، بلکہ ایک شہزادہ جب امام عبداللہ سے مسند پڑھ رہا تھا، اس سماع میں ابوبکر قطیعی حاضر ہوئے، خطیب کی تاریخ بغداد ج ۴

---

❶ خصائص المسند.

❷ تفصیل ترجمہ بغیۃ الوعاۃ ۲۴۹ ـ شذرات الذھب ۵/ ۵٤ و غیرھما میں دیکھیے۔

❸ شذرات الذھب ٤/ ۱۰۸ ـ ۱۱۰.

❹ دیکھیے: ۳/ ٤۲۱ ـ ٤۲۲.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ص ۴۷ میں ہے:

((سمعت ابابكر البرقاني وسئل عن ابن مالك فقال كان شيخا صالحا وكان لابيه اتصال ببعض السلاطين فقرئ لابن ذلك السلطان على عبدالله بن احمد للمسند وحضر ابن مالك سماعه .)) ❶

یہ ضرور ہے کہ جس شخص کا سپیشل مضمون ''مسند امام احمد'' تھا وہ حافظ ابوبکر قطیعی تھے، اس شخص نے اپنی مدگی مسند کی تدریس واشاعت کے لیے وقف کر رکھی تھی، یہی مطلب ہے ان بزرگوں کا جنھوں نے قطیعی کے تفرد کا اشارہ کیا ہے یعنی خاص توجہ میں وہ منفرد ہے نہ یہ کہ ان کے سوا کوئی روایت ہی نہیں کرتا، یہ معنی نہیں جو تمنا صاحب سمجھتے ہیں کہ:

''عبداللہ نے اس کو سب سے پوشیدہ رکھا، بالکل کسی سے کہا تک نہیں کہ میرے والد ماجد کی ایک الگ کتاب ہے۔'' ❷

کیونکہ اکابر محدثین نے امام عبداللہ سے مسند کا ذکر بلکہ ان سے روایت کیا ہے، مثلاً ابوعلی الصواف المتوفی ۳۵۹ھ، حافظ علی بن محمد البغدادی المتوفی ۳۲۲ھ، حافظ ابومحمد احمد بن عبداللہ المزنی (ان کا ترجمہ انساب سمعانی ۱۲/ ۲۲۷ میں ہے) المتوفی ۳۵۱ھ جس کے حق میں کہا گیا ہے من الحفاظ الكبار المكثرين۔ حافظ ابن المناوی، حافظ ابوالعزبن کاوس وغیرھم۔

غور فرمائیے! امام عبداللہ کے یہ سب تلامذہ مختلف اوقات میں مسند سے متعلق تحقیق اور اہم مذاکرات سن رہے ہیں اور آپ کہتے ہیں ان سے کہا تک نہیں: ((كبرت كلمة تخرج من افواههم ان يقولون الا كذبا!))

کیا پانچویں صدی سے پہلے مسند موجود نہیں تھی؟:

۲۔ استطراداً یہ بات بھی نوٹ کر لیجیے کہ مذکورہ بالا علماءِ حدیث کی وفات چوتھی صدی ہجری کے وسط کی ہے، ان سب نے مختلف حیثیتوں سے مسند کا ذکر کیا ہے لیکن ''طلوع اسلام'' کا بڑا بول یہ ہے کہ:

''ابن المذہب نے مسند احمد کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا اور ابوبکر قطیعی کے انتقال سے کم از کم پچاس برس بعد یعنی پانچویں صدی ہجری کے پہلے ربع گزر جانے کے بعد ادھر ادھر مسند کا ذکر کرنے لگے۔'' ❸

علامہ محمد بن اسحاق بن الندیم کی فہرست پر بھی نظر ڈال لیجیے جس میں ۳۷۷ھ تک ہر قسم کی لکھی گئی

❶ طلوع اسلام حوالہ مذکورہ۔

❷ ملاحظہ ہوں: خصائص المسند والمصعد الاحمد وغیرہ۔

❸ ۲۰، اگست ۱۹۵۵ء۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتابیں درج کردی گئی ہیں۔ جس میں امام احمد کی تیرہ کتابوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ (کتاب الزهد سمیت) ''مسند'' کے متعلق لکھا ہے: کتاب المسند یحوی علی نیف واربعین الف حدیث (ص ۳۴۰) یعنی مسند میں ۴۰،۰۰۰ کے اوپر حدیثیں ہیں۔ کیوں جناب! واقعی پانچویں صدی کے پہلے ربع سے قبل مسند کا وجود کہیں نہیں تھا؟

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

ابوبکر قطیعی سے راوی:

۷۔ علی ہذا القیاس حافظ قطیعی سے یہی مسند کے راوی اکیلے ''ابن المذہب'' نہیں بلکہ دیگر ائمہ ثقات بھی ہیں۔ ازاں جملہ مشہور مصنف امام ابونعیم المتوفی ۴۳۰ھ صاحب حلیۃ الاولیاء ازانجملہ امام حاکم صاحب مستدرک، ازاں جملہ حافظ ابومحمد الجوہری (حوالے اوپر لکھے جاچکے ہیں)۔

منہ مانگی مراد:

تمنا صاحب لکھتے ہیں:

''ابوبکر قطیعی کے تلامذہ میں ابن المذہب کے علاوہ کچھ لوگ مثلاً حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ صاحب الحلیہ اور علی بن الحسن القزوینی وغیرہما بھی تھے، مگر ابن المذہب کے سوا کوئی دوسرا شخص اس مسند کی روایت نہیں کرتا'' (طلوع اسلام)

لیجیے! آپ کے ''منہ مانگے'' حافظ ابونعیم بھی روایت کرنے میں ''ابن المذہب'' کے ساتھی ہوگئے، اسے کہتے ہیں ''جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔

ابن المذہب سے مسند کے راوی اور تمنا صاحب کی خیانت:

۸۔ ارشاد ہوتا ہے:

''ابن المذہب کے دو چار شاگرد ضرور ہوں گے، مگر ابن المذاہب سے صرف ابوالقاسم ہبۃ اللہ تنہا روایت کرتے ہیں اور کوئی دوسرا نہیں۔'' [1]

لیکن جن دو کتابوں سے بیچارے ''ابن المذہب'' پر مزعومہ جرحیں نقل فرمائی گئی ہیں، اسی میزان الاعتدال ص ۲۰۸ اور لسان میں آپ کو ابن المذہب کے سوا کسی دوسرے کی ''روایت مسند'' نظر نہ آئی۔ بل طبع علی قلوبھم و اعمی ابصارھم۔

[1] طلوع اسلام، ٦ اگست

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حسب بیان ذہبی وحافظ ابن حجر وہ ''کوئی دوسرا'' علامہ ابوالفضل احمد بن الحسن بن احمد بن خیرون المتوفی ۴۸۸ھ ہے، ان کا اپنا قول یہ بھی نقل کیا گیا ہے:

((حدث بالمسندو بالزهد وغير ذلك سمعت منه الجميع .))

کہ میں نے ابن المذہب سے سماع کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے:

((ناهيك به فضلا وعلما .)) [1]

تذکرہ (ص۶ جلد۴) میں لکھتے ہیں الحافظ العالم الناقد یعنی حافظ حدیث ہونے کے ساتھ ''ناقد'' بھی تھے، میزان الاعتدل میں ہے۔ الثقة الثبت محدث بغداد

تمنا صاحب کے مسلمہ حافظ سمعانی کا قول لسان المیزان (ص۱۵۵، جلد۱) میں ہے ثقة، عدل، متقن، مشہور نقاد فن حدیث حافظ ابوطاہر سلفی کا قول بھی حافظ ابن حجر نے لسان میں نقل کیا ہے۔

((كان يحيى بن معين في وقته يعني في الجرح والتعديل .)) [2]

''ابن خیرون ایسے بڑے نقاد حدیث ہیں کہ انہیں جرح وتعدیل میں اپنے زمانہ کا یحییٰ بن معین سمجھنا چاہیے۔''

یہاں پر یہ امر خاص نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ ایسا زبردست نقاد اپنے استاذ سے مسند احمد حاصل کرتا ہے اور بہت قریبی زمانہ میں ہوتے ہوئے بھی اسے پتہ نہیں چلتا کہ یہ کتاب تو ''سازشی'' ہے اور آج کہا جا رہا ہے کہ یہ لوگ سب سازش کا شکار ہو گئے۔ جل جلالہ

ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن الحصین سے مسند کی روایت:

۹۔ ارشاد گرامی ہے، پڑھیے اور ان ''قرآنی لوگوں'' کے مطالعہ اور اخلاق کی داد دیجیے:

''ان ابوالقاسم ہبۃ اللہ کا بھی وہی ابن المذہب جیسا حال ہوا، ساری عمر مسند احمد کو ہر جگہ ڈھوئے ڈھوئے پھرے، مگر علمائے حدیث میں سے ایک شخص نے بھی نگاہ اٹھا کر ان کی طرف نہ دیکھا۔ مجبوراً اپنے اسلاف کی طرح یہ بھی ایک غیر معروف شخص حنبل بن عبداللہ الرصافی کو اشاعت مسند کی خدمت کسی طرح تفویض کر گئے۔'' [3]

حافظ حنبل بن عبداللہ کی ''غیر معروفیت'' سے تو ان شاء اللہ ابھی پردہ اٹھے گا لیکن حیرانی اس پر ہے کہ یہ

---

[1] المصعد الاحمد۔ ص: ٤٤.

[2] ١/١٥٥.

[3] طلوع اسلام، ص۱۳، ۲۰ اگست ۱۹۵۵.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت کر کیا رہے ہیں، جس مرجع خلائق ہستی سے ایک درجن سے زائد یگانہ روزگار حفاظ حدیث کے جم غفیر نے مسند کو خوب تحقیق وتنقید سے حاصل و روایت کیا ہے، اس کے متعلق نہایت سادگی یا بے شرمی سے یہ باور کرانے کی کوشش ہورہی ہے کہ ''علمائے حدیث میں سے ایک شخص نے بھی نگاہ اٹھا کر ان کی طرف نہ دیکھا۔''

مندرجہ ذیل علمائے حدیث ایسے ہیں جن میں سے ہر ایک یکتائے زمانہ صاحب تصانیف، محقق اور فن حدیث میں مرجع انام ہے، ان سب نے حافظ ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن الحصین سے مسند احمد روایت کی ہے:

(۱) حافظ ابوالفضل محمد بن ناصر المتوفی ۵۵۰ھ آپ نے کئی دفعہ مسند پڑھی، قرأہ علیہ مرارا.
(۲) حافظ ابوطاہر احمد بن محمد بن احمد السلفی المتوفی ۵۵۶ھ (۳) حافظ عبدالرحمٰن بن الجوزی (۴) حافظ ابوموسیٰ محمد المدینی المتوفی ۵۸۱ھ (۵) حافظ ضیاء الدین ابواحمد عبدالوہاب بن علی المعروف بابن سکینہ المتوفی ۶۰۷ھ۔
(۶) امام ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر المتوفی ۵۷۱ھ۔ مصنف تاریخ دمشق وغیرھم۔ حوالہ کے لیے دیکھئے المصعد الاحمد ص ۴۴ للحافظ ابن الجزری المتوفی ۸۳۳ھ۔

دلچسپ جہالت:

صاحب مضمون لکھتے ہیں:

''مسند کے تمام قدیم وجدید قلمی ومطبوعہ نسخوں کو دیکھ لیجیے۔ بسم اللہ کے بعد ہی آغاز ''اخبرنا'' سے ہوتا ہے۔ یہ اخبرنا کہنے والے کون ہیں؟ اللہ ہی کو معلوم ہے۔'' [1]

حدیث کا ایک مبتدی طالب علم بھی جانتا ہے کہ حدیث کی کتابوں پر جو اس قسم کی عبارتیں ہوتی ہیں، ان میں عموماً سند کو درمیانی حصہ سے شروع کیا ہوا ہوتا ہے، اساتذہ اسناد کتب کی کتابوں کی روشنی میں سند کا سلسلہ ملا دیتے ہیں۔ اور اخبرنا کا قائل بتا دیا کرتے ہیں۔ یہاں بھی ایسا ہی ہے ''اخبرنا'' کہنے والے حافظ حنبل رصافی ہیں اور جمع ''نا'' کا صیغہ اس لیے لائے ہیں کہ ان کے ساتھ مسند کو حافظ ابوالقاسم ہبۃ اللہ سے حاصل کرنے والی اکابر علماء کی ایک جماعت ہے، جن میں سے بعض کے اسمائے گرامی آپ پڑھ چکے ہیں۔ تمنا صاحب نے حدیث کے استاد سے کتابیں پڑھی ہوتیں تو ایسا نہ لکھتے۔

کیا ابن حصین اور حنبل ''مجہول'' ہیں؟:

۱۰۔ تمنا صاحب لکھتے ہیں:

''حنبل بن عبداللہ اور ابوالقاسم ہبۃ اللہ (ابن الحصین) کا حال مجھ کو باوجود جستجو کے رجال کی کسی کتاب میں کہیں نہیں ملا۔ ان دونوں کے نام صرف مسند ہی کے سلسلہ میں آتے ہیں، اس کے سوا

[1] طلوع اسلام، ۶، اگست.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہیں بھی دیکھنے میں نہیں آئے۔'' ❶

گزارش ہے کہ اس ''جہالت'' کے بل بوتے پر اللہ کی مخلوق کو گمراہ کرنے پر کیوں تلے ہوئے ہیں:

﴿لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾

کوئی اور کتاب نہیں۔صرف تذکرۃ الحفاظ، لسان المیزان، میزان الاعتدال وغیرہ ہی کی ''جستجو'' فرما لیتے تو وہاں بہت سے مقامات پر ابن الحصین کا نام مل جاتا ویسے

دل ہی نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں

''جستجو'' کا واقعی ارادہ ہو تو ملاحظہ فرمایئے، تذکرہ الحفاظ ص ۱۱۹، ۱۲۴۔ جلد ۴۔ مزید ضرورت ہو تو احقر سے بذریعہ خط و کتابت حالات معلوم کر لیجیے گا۔

ابوالقاسم ہبۃ اللہ (المتوفی ۵۲۵ھ):

البدایہ والنہایہ ص ۲۰۳ جلد ۱۲ مصنفہ حافظ ابن کثیر الشافعی المتوفی ۷۷۴ھ میں ہے:

((ابـو الـقـاسـم هبة الله بن محمدبن عبدالواحد بن العباس بن الحصين الشيبـانـي راوي الـمسند وقدروى عنه ابن الجوزي وغير واحد وكان ثقة ثبتا صحيح السماع توفي سنة ٥٢٥هـ.))

گیارہویں صدی ہجری کے تذکرہ نگار علامہ ابن العماد المتوفی ۱۰۸۹ھ شذرات الذہب ص ۷۷ جلد ۴ میں آپ کے ترجمہ کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:

((مسـنـد الـعـراق سمع ابن غيلان و ابن المذهب والحسن بن المقتدر و التنوخي وهو آخر من حدث عنهم وكان دينا صحيح السماع . ١هـ))

خلاصہ یہ ہے کہ ابن الحصین ثقہ ہیں، ثبت اور متدین تھے مسند کے خاص راوی اکابر علماء کے شاگرد اور بہت سے لوگ (ابن الجوزی وغیرہ) ان کے شاگرد ہیں۔

حنبل بن عبداللہ (المتوفی ۶۰۴ھ):

اسی البدایۃ والنہایۃ ص ۵۰ جلد ۱۳ میں ہے:

((حـنـبـل بـن عـبـدالـلـه الرصاني الحنبلي راوي مسنداحمد عن ابن الحصين: واستقدمه ملوك دمشق اليها فسمع الناس بهاعليه المسند توفي سنة ٦٠٤هـ.))

یعنی آپ کو دمشق کے بادشاہوں نے دمشق بلایا، بہت سے لوگوں نے آپ سے مسند کا سماع کیا۔

❶ طلوع اسلام ص: ۱۲، ۶۰۔ اگست ۱۹۵۵ء۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس قصہ کی پوری تفصیل المصعد الاحمد ص ۴۵۔۴۶ میں آپ کے شاگرد حافظ تقی الدین ابوالطاہر اسماعیل بن عبداللہ الانماطی المتوفی ۶۱۹ھ کی زبانی مذکور ہے۔ المصعد الاحمد میں آپ کے متعلق یہ الفاظ لکھے ہیں:

((المسند المعمر الصالح الخير مسند العراق .))

یہ ہے مختصر تذکرہ اپنے دور کی ان دو مشہور ہستیوں کا جن کو ''طلوعی لال بجھکڑ'' مجہول قرار دے رہے ہیں۔

حافظ ابن البخاری رحمہ اللہ:

مسند امام احمد پر تنقید کے اس حصہ کی بحث ختم ہوگئی جس کا تعلق اس دعویٰ سے تھا کہ حضرت امام سے لے کر حافظ حنبل تک صرف ایک ایک شخص مسند کا راوی ہے۔ اب احقر اس ''سلسلة الذهب'' کو ایک ایسی ہستی پر ختم کرنا چاہتا ہے، جس پر نہ صرف مسند بلکہ کتب احادیث کی اکثر اسناد منتہی ہوتی ہیں اور وہ ہیں ابن البخاری تلمیذ حافظ حنبل بن عبداللہ۔

آپ کا اسم گرامی علی، ابوالحسن کنیت، فخر الدین لقب، باپ کا نام احمد بن عبدالواحد، آپ کی ۵۷۶ھ میں ولادت اور ۶۹۰ھ میں وفات ہے۔ لمبی عمر پائی۔ البدایہ میں حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

((كان رجلا صالحا عابدا زاهدا ناسكاورعاتفرد بروايات كثيرة لطول عمره وسمع منه الخلق الكثير والجم الغفير و كان منصوبالذلك حتى كبروا سن وضعف عن الحركة .)) ❶

آپ عابد، زاہد، متقی تھے۔ بہت سی مخلوق اور جم غفیر نے آپ سے علم حدیث حاصل کیا، آخری عمر (جب تک طاقت رہی) تک حدیث کی خدمت میں مصروف رہے۔

المصعد الاحمد (ص ۴۶۔۵۰) میں آپ کے حالات اساتذہ، تلامذہ اور ان شہروں کا ذکر کیا ہے، جن کے اکابر علماء نے ان سے کسب فیض کیا، آپ کی جلالت شان اس سے ظاہر ہے کہ آپ کے تلامذہ میں حافظ منذری، حافظ ابوالحجاج مزی، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ جیسے رفیع الشان ائمہ کے نام نظر آتے ہیں۔ وکفی بہ فخراً ابن البخاری سے شہرت کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے والد محترم بخارا (شہر) چلے گئے تھے۔ ❷

حافظ قطیعی اور ابن المذہب پر مزعومہ جرحوں کی حقیقت:

۱۱۔ ارشادگرامی ہے:

''کسی محدث کے منہ میں زبان نہیں کہ اس پورے مجموعے کو آحاد کہہ کر ٹھکرا دے، خصوصاً جب اس کے دو راوی بالکل مجہول الحال اور اس کے اوپر کے دو راوی ابن المذہب اور ابوبکر قطیعی

❶ ٣٢٤/٣. ❷ المصعد الاحمد: ص ٤٧.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غیر متقن اور نا قابل احتجاج ہیں۔'' ❶

(الف)...... احقر نے بدلائل واثقہ ثابت کردیا ہے کہ ناقدین علماء اور محدثین (جو اصحابِ فن ہیں) مسند کی تالیف کے وقت سے اب تک اجماعاً اس کو پڑھتے، پڑھاتے، سماع کرتے، کراتے نقل وضبط عمل میں لاتے، اس سے استدلال فرماتے اور اس کے مندرجات کو رداً وقبولاً مانتے چلے آئے ہیں۔

(ب)...... یہ بھی عرض کیا گیا کہ اس ''پورے مجموعہ'' کا ۹۰ فیصد حصہ وہ ہے جو صحاح ستہ، سنن ومسانید میں موجود ہے، اگر کسی نے بڑا زور مارا تو ۳۰، ۴۰ ہزار کے اس ''پورے مجموعہ'' کے ذخیرے سے زیادہ سے زیادہ دو درجن حدیثیں متکلم فیہ نکال سکتا ہے۔ جب کتاب کے متعلق امر واقعہ یہ ہو تو ''کوئی محدث'' اس عملی تواتر کو ''آحاد'' کیسے کہہ سکتا ہے کوئی ''سترا بہترا'' پیر فرتوت ''متواترات'' کا انکار کرنے بیٹھ جائے تو اس کی کون سنے گا۔

﴿إِنَّ اللَّهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُورٍ﴾

(ج)...... محدثین کا فیصلہ آپ کے علم الرغم یہ ہے، جسے حافظ ابوموسیٰ المدینی نے خصائص المسند اور علامہ شمس الدین محمد بن محمد الجزری المتوفی ۸۳۳ھ نے المصعد الاحمد میں ذکر کیا ہے، اول الذکر لکھتے ہیں:

((هذا الكتاب اصل كبير و مرجع وثيق لاصحاب الحديث انتقى من حديث كثير و مسموعات وافرة فجعل اماما ومعتمدا و عند التنازع ملجأ و مستندا ولعمري ان من كان قبلنا من الحفاظ يتبجحون بجزء الواحد يقع لهم من حديث هذا الام الكبير .)) ❷

''یہ کتاب اہل حدیث کا قابل اعتماد مرجع، بہت سے طرق واسناد حدیث اور مسموعات وافرہ سے منتخب لوگوں کی راہ نما اور اختلاف کے وقت مفید سند ہے۔ امام اعظم کی اس کتاب کے ایک ایک جزء کے لیے ہم سے پہلے حفاظ حدیث (اس کے حصول پر) فخر کرتے تھے۔''

دوسرے علامہ جزری لکھتے ہیں:

((هو كتاب لم يرو على وجه الارض كتاب اعلى منه .)) ❸

''یہ ایسی کتاب ہے (اپنے موضوع کے اعتبار سے) روئے زمین پر اس طرح کی کتاب دیکھنے میں نہیں آئی۔''

(د)...... آخری دو راویوں کے ''مجہول'' بنانے کی ''جہالت'' کی قلعی اوپر کھولی جا چکی ہے۔ وللہ الحمد

❶ حوالہ مذکور. ❷ خصائص المسند، ص ۱۲٤. ❸ المصعد: ص۲۹.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ھ) ...... باقی رہی ''مزعومہ جرح'' تو اس میں لایعنی طول دے کر بھی آپ ان کو شیعہ ثابت نہیں کر سکے اور سازش تو بہت دور کی بات ہے۔ آپ کو ایک قول بھی ایسا نہ مل سکا، جس سے اتنا ہی ثابت ہوتا کہ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے۔

(و)...... کتب رجال آپ کے سامنے ہیں، خدارا کچھ غور کیجیے کہ ان کے شاگرد نہ صرف جلیل القدر علماء ہیں بلکہ نقاد بھی مثلاً دارقطنی، حافظ ابوالحسن محمد بن العباس بن احمد بن الفرات المتوفی ۳۸۴ھ، حافظ ابوالحسن محمد بن احمد ابن الفوارس المتوفی ۴۱۲ھ، شیخ الفقہا والمحدثین حافظ ابوبکر احمد بن محمد البرقانی المتوفی ۴۲۵ھ وغیرھم کسی نے دونوں کی طرف نہ جھوٹ کی نسبت کی، نہ کسی قسم کے غلط عقیدے کی، بلکہ ان کے برعکس ان محققین نے دونوں کی توثیق اور قابل اعتماد ٹھہرایا ہے، حافظ ابوبکر قطیعی کے متعلق خطیب نے لکھا ہے (جن کو طلوع اسلام میں بھی نقاد تسلیم کیا گیا)

((لم نر احدا امتنع من الرواية عنه ولا ترك الاحتجاج به .)) ❶

''ہم نے کوئی نہیں دیکھا، جو ان سے روایت نہ لیتا ہو اور نہ کسی نے ان کو ناقابل حجت گردانا ہے۔''

حافظ ابن الفرات کہتے ہیں: كان صاحب سنة حاکم کہتے ہیں ثقة مامون حافظ ذہبی فرماتے ہیں صدوق في نفسه مقبول حافظ برقانی کہتے ہیں ثبت عندی انه صدوق ایک جگہ لکھتے ہیں:

(حافظ برقانی کی عبارت یہ ہے، بعض کتابوں کے غرق ہونے کا ذکر کر کے لکھتے ہیں: فنسخها من كتاب ذكروا انه لم يكن سماعه فيه فغمزوه لأجل ذلك والا فهو ثقة . ❷

کہ انہوں نے وہ کتابیں ایسے نسخے سے نقل کر لیں لوگ کہتے ہیں کہ ان پر ان کا سماع نہیں تھا، ورنہ وہ آدمی ثقہ ہیں، تمنا صاحب نے غلط ترجمہ کر کے بات کہاں سے کہاں پہنچا دی ملاحظہ ہو:

برقانی نے کہا کہ ان کی کتاب کا کچھ حصہ غرق ہو گیا تھا، تو ایک دوسری کتاب جس کی ان سے سماع نہ تھی، اس سے حدیثیں نقل کر لیں، اس وجہ سے محدثین کی ان پر چشمکیں تھیں، اتنا لکھ کر امام ذہبی لکھتے ہیں ورنہ (یعنی اگر یہ باتیں نہ ہوتیں) تو وہ فی نفسہ ثقہ ہیں (طلوع اسلام حوالہ مذکور) عربی عبارت اہل علم کے سامنے ہے، فرمائیں کہ اس عبارت کا یہی ترجمہ ہے جو تمنا صاحب نے کیا ہے؟ حق تعالیٰ ان کے حال پر رحم فرمائے)

حافظ برقانی نے ثقاہت کا یہ حکم یونہی بے سوچے سمجھے نہیں لگا دیا بلکہ مدت تک تفتیش کی (جیسے کہ محدثین کا طریقہ تھا) پھر جا کر یہ فیصلہ کر دیا کہ:

((كنت شديد التنفير عن حال ابن مالك (القطيعي) حتى ثبت عندي انه

❶ تاریخ بغداد: ۷۳/۴۔ ❷ لسان: ۱/۱۴۵۔ خطیب: ۷۴/۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صدق لا يشك في سماعه .)) ❶

''یعنی قطیعی کے حالات کی پوری تحقیق کے بعد ثابت ہوگیا کہ وہ روایت کرنے میں صادق ہیں اور ان کا سماع (مسند وغیرہ) شک وشبہ سے بالاتر ہے۔''

ذرا غور کیجیے، اس ستم ظریفی پر! اور قربان جایئے اس ''ریسرچ'' کے، ہم عصر نقاد، شب و روز کا مشاہدہ کرنے والے اور بال کی کھال نکالنے والے مشاہیر تلامذہ تو بیچارے قطیعی کی ثقاہت بیان کرتے ہیں اور ان کے ''صاحب سنت'' ہونے کی شہادت دیتے ہیں اور ہزار برس بعد پیدا ہونے والے فرما رہے ہیں کہ ''تم سب غلط کہتے ہو، ہم جو کہتے ہیں کہ ابوبکر قطیعی ناقابل اعتماد ہے اور وہ شیعوں کے ہتھے چڑھا ہوا تھا؟'' ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے۔

ظلم کی حد ہوگئی:

۱۲۔ حافظ خطیب نے تاریخ بغداد، ص ۷۳ جلد ۴ میں حافظ ابوبکر احمد بن جعفر بن حمدان بن مالک القطیعی رحمہ اللہ المولود ۲۷۴ھ والمتوفی ۳۶۸ھ کے ترجمہ میں ان کے آٹھ ایسے اساتذہ گنائے ہیں جو علم حدیث کے آفتاب تھے، مثلاً (۱) ابراہیم بن اسحاق حربی (۲) ابومسلم الکجی (۳) امام عبداللہ بن احمد وغیرھم اور ان میں ابوبکر شافعی کا نام تک نہیں ہے اور خطیب کیا رجال کی کسی بھی کتاب میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ لیکن تمنا صاحب نے تحقیق کی ٹانگ توڑ کر رکھ دی ہے:

''ان کو جو کچھ ملا ابوبکر شافعی ہی سے ملا، مگر درمیان سے ابوبکر شافعی کا نام اڑا کر اپنی نسبت کو بلاواسطہ ابوبکر شافعی کے شیوخ سے جوڑ دیا۔'' ❷

یہ آپ لوگوں کی حالت ہے کہ حدیث پاک جیسے یقینی علم کو ''ظنی'' کہتے ہوئے نہیں شرماتے لیکن دوسرے لوگوں پر ظنون واوہام کی بنا پر ظلم وعدوان سے نہیں چوکتے۔

﴿وَ زُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَ ظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ وَ كُنْتُمْ قَوْمًا بُوْرًا﴾

یہ ضرور ہے کہ حافظ قطیعی کا ایک استاذ محمد بن یونس کدیمی بھی تھا جو متکلم فیہ ہے بلکہ متہم بالکذب بھی لیکن اس سے شاگرد کیسے ضعیف ہوگیا، شاید تمنا صاحب کو معلوم نہیں کہ اس وقت علمائے حدیث ہر طرح کے راویوں سے ہر طرح کی احادیث حاصل کرتے تھے، جبھی تو وہ کھوٹا کھرا پہچاننے کی تحقیق کر سکتے تھے۔

اصل حقیقت:

۱۳۔ اصل بات اتنی ہے کہ (الف) حافظ ابوبکر قطیعی کی عمر ۹۵ برس تک پہنچ چکی تھی، آخری عمر میں بعض

❶ خطيب : ٤/ ٧٤. ❷ طلوع اسلام، ص: ۱۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتابیں پانی میں ڈوب گئیں۔ اس حادثہ کا ان کے حافظہ پر گہرا اثر پڑا جس کی وجہ سے ان کی اپنی روایات میں اختلاط ہو گیا۔ محدثین نے اس کو یوں تعبیر کیا ہے:

((تغیر قلیلا (ذھبی) خرف فی اخر عمرہ حتی کان لایعرف شیئا ممایقرأ علیه (ابن الصلاح) لم یکن فی الحدیث بذلك .)) (ابن ابی الفوارس)

(ابن ابی الفوارس کے اس قول کے بعد یہ لفظ ہیں: ((له فی بعض مسند احمد اصول فیها نظر (لسان)) ''اس کے پاس مسند احمد کے بعض مخطوطے ایسے ہیں جن میں نظر ہے'' بات یہ ہے کہ حضرت امام کی اپنی یہ کتاب ان کے پاس مسودات کی شکل میں تھی، انہی کو پڑھتے پڑھاتے تھے، اندازہ ہوتا ہے کہ اس کے اجزاء مسندات کی صورت میں تھے، وہی مسودات عبداللہ کے پاس تھے، جن کو ذرا مرتب کر لیا، ان ہی مسودات کے بعض اجزاء حافظ قطیعی کے ہاں غرق ہو گئے، ان اجزاء کے متعلق ابن الفوارس کہہ رہے ہیں کہ وہ محل نظر ہیں، اصطلاحات فن سے ناواقفی کی وجہ سے تمنا صاحب سمجھ نہیں سکے اور ترجمہ یہ کر ڈالا ''مسند کے بارے میں ان کے بعض اصول محل نظر ہیں'' اور اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ ''ابن الفوارس پورے مسند ہی کو محلِ نظر ٹھہراتے ہیں'' حالانکہ سرے سے یہ بات ہی غلط ہے، حقیقت وہی ہے جو عرض کی گئی باقی رنگ آمیزی ہے جو اپنی بات کی پچ میں کی گئی ہے۔

یعنی حافظہ میں تھوڑا سا تغیر آ جانے کی وجہ سے حدیث میں ان کا وہ پایہ نہیں رہا۔ اس کا اثر صرف اتنا ہوا (جیسا کہ اس قسم کے دوسرے راویوں میں یہ اصول کارفرما ہے) کہ جن روایات میں قبل اختلاط وبعد اختلاط کا امتیاز نہ ہو، ان میں توقف رہے گا اور امتیاز ہو جانے کے بعد، قبل اختلاط کی روایتیں قابل اعتماد تصور ہوتی ہیں، دلیل اس پر یہ ہے کہ ان اقوال کے باوصف یہی لوگ ان کی توثیق کرتے ہیں اور فیصلہ دیتے ہیں: کان اسند اهل زمانه (ذہبی) حافظ برقانی نے پوری تحقیق وتنقید کے بعد یہی فیصلہ دیا:

((کنت شدید التنفیر عن حال ابن مالك حتی ثبت عندی انه صدوق لا یشك فی سماعه .)) [1] ترجمہ گزر چکا ہے۔

''قابلیت'' کا کرشمہ:

یہ قول کنت شدید التنفیر الخ حافظ برقانی کا ہے اور برقانی ہی سے حافظ ذہبی نے نقل کیا ہے، لیکن ہمارے تمنا صاحب اسے ذہبی کا قول قرار دیتے ہیں۔ یہ ہے ''قابلیت'' کا حال اور دیانت کا یہ حال ہے کہ ''لسان ومیزان'' سے لفظ شدید التنفیر کھا گئے درانحالیکہ اصل مآخذ (خطیب ص ۷۴، جلد ۴) میں ''التنفیر'' (نفرت) کا لفظ

[1] خطیب ٤/ ٧٤.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے ہی نہیں، اس قابلیت و دیانت کے ساتھ یہ لوگ حفاظ حدیث کے منہ آتے ہیں۔

(ب)...... ان ہی غرق شدہ کتابوں میں مسند امام کا وہ نسخہ بھی لپیٹ میں آ گیا، جس پر امام عبداللہ سے سماع حاصل تھا، اب انہوں نے یہ کام کیا کہ دوسرے ایک ایسے نسخے سے اپنا نسخہ مرتب کر لیا جس پر ان کا سماع نہیں تھا۔ یہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ مسند کا اس وقت خاصا چرچا تھا۔ جب شہزادے تک امام عبداللہ سے مسند پڑھتے تھے۔ دوسرے لوگ بفحوائے الناس علی دین ملوکھم کیوں نہ اس پر جان فدا کرتے ہوں گے، حافظ قطیعی خود سینکڑوں کو پڑھا چکے تھے اور اس دور کے قاعدہ کے مطابق ان تلامذہ نے مسند کا نقل، ضبط، تصحیح و مقابلہ کیا ہی ہوگا۔ تاہم محدثین چونکہ بال کی کھال نکالتے تھے، اس لیے ان میں سے بعض پر یہ امر بھی گراں گزرا کہ وہ ایسا نہ کرتے تو بہتر تھا۔

اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا!

تاریخ بغداد ص ۷۳، ج ۴ میں حافظ خطیب نے یہ قصہ بیان کیا ہے (اور خطیب ہی میزان ولسان کا ماخذ ہے)

((كان بعض كتبه غرق فاستحدث نسخها من كتاب لم يكن فيه سماعه فغمزه الناس .))

پھر خود ہی لکھتے ہیں:

((الا انا لم نر احدا امتنع من الرواية ولا ترك الاحتجاج به .))

حاصل اس کا یہی ہے کہ اس اظہار واقعہ کے انداز کی تنقید کے علاوہ جہاں تک ان پر اعتماد کا تعلق ہے، وہ ان کو بھی تھا اور اس معمولی فروگذاشت کے سوا کوئی بھی الزام قطیعی پر ان کا نہیں تھا، خود حافظ برقانی (جو حافظ قطیعی کے محقق اور نقاد شاگرد ہیں) کتابوں کے غرق کا یہ قصہ بیان کرتے ہوئے بھی اس کو ثقہ تسلیم کرتے ہیں:

((غرقت قطعة من كتبه فنسخها من كتاب ذكروا انه لم يكن من سماعه فيه فغمزوه من اجله والا فهو ثقه .)) ❶

حافظ ابن کثیر البدایہ ۲۹۳ ج ۱۱ میں لکھتے ہیں:

((ثقة كثير الحديث...... ولم يمتنع احد من الرواية عنه ولا التفتوا الى ما طعن عليه بعضهم وتكلم فيه بسبب غرق كتبه حين غرقت القطيعة بالماء الاسود فاستحدث بعضها من نسخ اخرى وهذا ليس بشئ لا نها تكون معارضة على كتبه التى غرق .)) اھ۔

❶ خطیب ٤/٧٤.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''کتاب غرق ہوگئی تو کیا ہوا مصحح نسخہ سے دوسری نقل کر لی گئی جبھی کسی نے ان سے مسند وغیرہ کا روایت کرنا ترک نہیں کیا۔''

حافظ ابن حجر کی شہادت اور تمنا صاحب کی خیانت:

پھر اسی لسان المیزان ص ۱۴۵ھ میں یہ بھی لکھا ہے:

((کان سماع ابن المذهب منه قبل اختلاطه ا هـ.))

''ابن المذہب نے قطیعی سے اختلاط سے قبل مسند کا سماع کیا تھا۔''

افسوس! تمنا صاحب لسان کی یہ عبارت بھی اڑا گئے اور اپنے قارئین کو دھوکہ میں مبتلا رکھا۔

دھاندلی:

عجیب بات ہے کہ معاصر تلامذہ نے قطیعی کے متعلق دیانتداری سے ہر رائے ظاہر کر دی جتنی کی تھی، وہ بھی بتادی اور ان کی عظمت کا بیان بھی کر دیا لیکن اس دھاندلی کا کوئی کیا کرے کہ ان کی منصفانہ تنقید کو تو ''جرح'' قرار دے لیا اور توثیق و اعتماد کے متعلق کہہ دیا کہ یہ:

''صرف مسند کا بھرم رکھنے کے لیے ہے۔ اس لیے (کہ) اگر ان کی توثیق نہ کی جاتی تو پھر یہ ذخیرۂ روایات کہیں کا بھی نہ رہتا۔'' ❶

چہ خوب! ساون کے اندھے کو ہر طرف ہرا ہی ہرا دکھائی دیتا ہے۔ کوئی پوچھے: اس بھرم کی انہیں ضرورت ہی کیا تھی، کیا ان احادیث کا بیشتر حصہ ان حفاظ میں متداول نہیں تھا؟ علاوہ ازیں آپ کے پاس کون سا ایسا آلہ ہے، جس کو لگا کر آپ نے ایک ہزار سال بعد معلوم کر لیا کہ ''یہ سب شیعی سازش کا کھیل ہے'' اور اس زمانے کے سب محققین گھاس کاٹتے رہے اور ان کو سازش کا پتہ ہی نہ چل سکا، سچ ہے۔

((ان یتبعون الا الظن وما تهوی الانفس!.))

جان کی امان پاؤں تو عرض کروں، جن لوگوں کی توثیق صدیوں سے نقادانِ فن کرتے چلے آئے ہیں، ان پر حرف گیری کرنے والے کون ہوتے ہیں؟ ایاز! قدر خود بشناس!

ابن المذہب:

۱۴۔ علامہ ابوالحسن بن علی بن محمد الواعظ البغدادی المشہور بہ ''ابن المذہب'' کے متعلق تمنا صاحب نے جو طول طویل لکھا ہے، وہ ان کی قابلیت اور دیانت کا پورا پورا مظہر ہے۔ ''میزان ولسان'' کی عبارتوں تک کے ترجمے غلط کیے ہیں، ان کو اب تک غالباً اتنا پتہ نہیں کہ اس بارے میں

❶ طلوع اسلام: ص ۱۳،۶/ اگست ۱۹۵۵ء۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ خطیب کی تاریخ امام ذہبی کا ماخذ ہے، وہ نہیں سمجھ سکے کہ حافظ ذہبی کا اپنا کلام کون سا ہے اور خطیب کا کون سا! جیسا کہ قطیعی کے بارے میں برقانی کے قول کو ذہبی کا کلام خیال کر بیٹھے، کما تقدم، ظاہر ہے غلط بنیاد پر غلط ہی نتیجہ نکلتا ہے، خصوصاً جب کہ ارادہ بھی فاسد ہو۔

تا ثریا مے رود دیوار کج!

سنیے! (۱) جہاں تک مسند احمد کے مستند ہونے کا تعلق ہے، حافظ خطیب جن کو آپ بھی نقاد تسلیم کرتے ہیں، اس پر وہ مطمئن ہیں۔ ان کے کلام میں مشکوک ہونے کا اشارہ تک نہیں۔

((کان یروی عن ابن مالك القطیعی مسنداحمد بأسرة وکان سماعه صحیحا.)) ❶

''ابن المذہب پوری مسند احمد حافظ قطیعی سے روایت کیا کرتے تھے اور ان کا سماع ہے بھی صحیح۔''

اس کے بعد چند اجزاء کے متعلق یہ ضرور کہا ہے کہ ''قطیعی سے ان کا سماع حاصل نہیں تھا اور انہوں نے مسموع کتاب کے ساتھ انہیں ملحق کر دیا تھا:

((الافی اجزاء فانه الحق فیها سماعه.)) ❷

''اس سے یہ کہاں لازم آیا کہ پوری مسند پر انہوں نے کلہاڑا چلا دیا ہے۔''

((واذاقلتم فاعدلوا!.))

(۲) حافظ ابوالحجاج مزی نے فرمایا ہے کہ صرف دو صحابیوں کی مسند کا سماع ان سے رہ گیا تھا، مسند فضالہ بن عبید و مسند عوف بن مالک الاشجعی:

((ان ابن المذهب فاته علی القطیعی من المسند حدیث فضالة بن عبیدو عوف بن مالك الا شجعی رضی اللہ عنہما وهما من مسندالشامیین فان ذلك لیس عندابن المذهب.)) ❸

سو یہ دونوں مسندیں ان کو شامی علماء سے حاصل ہو گئیں۔ بقول حافظ ابو موسیٰ ابن المدینی (جن کا ذکر گزر چکا ہے) مسند احمد میں سات سو صحابہ کی حدیث ہے، سات سو میں سے صرف دو چار صحابیوں کی مسند کا سماع ''ملحق'' ہو جائے تو اس سے ساری مسند کیسے ''جعلی'' ہو گئی۔

❶ خطیب، ۷/۳۹۰

❷ لسان المیزان: ۲/۲۳٦

❸ المصعد الاحمد، ص: ٤٣

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳) معلوم ہے حافظ ابن الجوزی تنقید میں سخت ہیں لیکن خطیب کی اس رائے کو وہ بھی کوئی اہمیت نہیں دیتے فرماتے ہیں:

((لیس هذا بقادح .)) ❶

''یہ کوئی قدح والی بات نہیں۔''

حافظ ابن کثیر جیسے محقق کا ''ابن المذہب'' پر ریمارکس یہ ہے کان دینا خیرا یعنی متدین اور اچھے آدمی تھے۔ ❷

حافظ ذہبی نے فرمایا ہے:

((صدوق لیس بمتهم .)) ❸

''وہ سچے ہیں اور ان پر کوئی الزام نہیں ہے۔''

آپ کے شاگرد حافظ ابن خیرون اسی مسند اور کتاب الزہد کو ان سے روایت کرتے ہیں (جیسا کہ لسان سے ذکر ہو چکا ہے) جس سے معلوم ہوا کہ ابن المذہب کے ہم عصروں اور شاگردوں کو ان پر کوئی شک نہیں گزرا تھا اور وہ برابر ان سے مسند وغیرہ روایت کرتے تھے اور آپ ہیں کہ ''شیعی سازش'' کے سوا آپ کو کچھ نظر ہی نہیں آتا:

﴿وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِي ظَنَنتُم بِرَبِّكُمْ أَرْدَاكُمْ﴾ (حم السجدة : ٢٣)

(۴) یہ بھی تمنا صاحب لکھتے ہیں:

''امام احمد کی کتاب الزہد دیکھ کر اس کی بھی روایت کرنے لگے۔'' ❹

یہ بھی غلط ہے، میزان اور لسان میں کوئی ایسی عبارت نہیں جس کا یہ ترجمہ ہو علاوہ ازیں خطیب خود کتاب الزہد سے روایات نقل کرتے ہیں۔ ❺

اور ابن الندیم نے کتاب الزہد کو امام احمد کی تصنیف تسلیم کیا ہے۔ ❻

(۵) حافظ ابن المذہب پر جرح کے جوش میں تمنا صاحب نے میزان ولسان کی عبارتوں کے ترجمہ کرتے عجیب ٹھوکریں کھائی ہیں، یا عمداً مغالطہ دیا ہے، اس کی ذرا تفصیل ہو جائے تو مناسب ہے، مقالہ طویل ہوتا جا رہا ہے، قارئین کرام سے معذرت خواہ ہوں۔

---

❶ البداية: ١٢/ ٦٤. ❷ البداية، ١٤/ ٦٤.
❸ المصعد الاحمد، ص ٤٣. ❹ حوالہ مذکور.
❺ المصعد الاحمد، ص ٤٣. ❻ الفهرست، ص ٣٣.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تین واقعے میزان الاعتدال میں (اور اس سے ماخوذ لسان میں) ابن المذہب سے متعلق حافظ خطیب سے نقل کیے گئے ہیں۔ ایک تو وہی جس کا ذکر ہو چکا ہے کہ ''انہوں نے قطیعی سے غیر مسموعہ چند اجزاء کو ان سے مسموعہ کتاب کے ساتھ ملحق کر لیا تھا۔''

اس کے بعد خطیب کے اس قول پر ذہبی نے حافظ ابن نقطہ ❶ کا اعتراض نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے ''خطیب کے لیے مناسب تھا کہ وہ غیر مسموعہ اجزا کی تعیین کر دیتے (تعین نہ کرنا اس امر کی دلیل ہو سکتی ہے کہ یہ واقعہ ان کے نزدیک بھی یقینی نہیں) پھر لکھا ہے اگر ان کو الحاق کی عادت ہوتی تو وہ مسند فضالہ بن عبید وغیرہ کو بھی ملحق کر دیتے۔'' اصل عبارت یہ ہے۔

((قال ابن نقطة: قول الخطيب كان سماعه صحيحا الافى اجزاء فلم ينبه الخطيب عنها ولو فعل لاتى بالفائدة وقد ذكرنا ان مسندى فضالة بن عبيد وعوف بن مالك لم يكونا فى كتاب ابن المذهب وكذلك احاديث من مسند جابر لم توجد فى نسخة رواها الحرانى عن القطيعى ولو كان الرجل يلحق اسمه كمازعم الخطيب للحق ماذكرناه ايضا.)) ❷

تمنا صاحب نے اس عبارت کا جو ترجمہ کیا وہ بھی ملاحظہ فرمالیجیے۔

''حافظ ابن حجر امام ذہبی کا معترفانہ اعتراض نقل کرتے ہیں کہ جب ایک شخص بقول خطیب کسی کتاب کی روایت کے سلسلہ میں اپنا نام جوڑ سکتا ہے تو یہ جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے یعنی مسند فضالہ ومسند عوف اور مسند جابر میں چند احادیث کا الحاق بھی اپنی طرف سے کر لیا ہوگا۔'' ❸

دیکھا آپ نے! حافظ ابن نقطہ کے قول کو (جو اعتراض کی تردید تھا) ذہبی کا اعتراض بنا ڈالا! پھر بناء فاسد علی الفاسد حافظ ابن حجر کی یہ ''معترفانہ'' نقل ہوگئی! اور ''اپنا نام جوڑ سکتا ہے'' اپنی طرف سے بڑھا لیا اور ''اگر ان کو عادت ہوتی تو الحاق کر لیتے'' کو ''الحاق اپنی طرف سے کر لیا ہوگا'' سے بدل دیا۔

جو چاہے آپ کا ''قلم'' کرشمہ ساز کرے

﴿ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ إِذَا أَخْرَجَ يَدَهُ لَمْ يَكَدْ يَرَاهَا وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِنْ نُّورٍ﴾ (النور: ٤٠)

---

❶ حافظ ابو بکر محمد بن عبد الغنی البغدادی المتوفی ۶۲۹ھ فن حدیث میں بڑے پایہ کے محقق ومصنف تھے، ذہبی لکھتے ہیں: هو الحافظ الامام المتقن المحدث. (تذکرہ ٤/ ١٣٨ نمبر ١١٣٣)

❷ لسان الميزان ٢/ ٢٣٦ وميزان الاعتدال ص ٢٠٨.

❸ طلوع اسلام: ص ١٢، ٦/ اگست.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری بات یہ نقل کی گئی ہے کہ حافظ خطیب نے اپنے استاذ ابن المذہب کی بابت ذکر کیا ہے کہ انہوں نے ہم سے بواسطہ دارقطنی، وراق، ابوعمر بن مہدی، محاملی سے ایک حدیث بیان کی۔ میں نے عرض کیا ابن مہدی کے ہاں یہ روایت نہیں تھی (اس پر) انہوں نے (اپنی کتاب سے) ابن مہدی کا نام کاٹ دیا۔

تیسری بات حافظ خطیب سے (میزان ولسان) میں یہ نقل کی گئی ہے کہ ''عام طور سے مجھ پر وہ حدیثیں پیش کیا کرتے تھے، جن کے اسنادی نام غیر منسوب ہوتے تھے، میں ان کے نسب بتا دیتا تھا، بعدہٗ وہ ان نسبتوں کو اصل مسند میں شامل کر دیتے تھے (اور محدثین کا عام احتیاطی اصول یہ ہے کہ وہ ان نسبتوں کو امتیازی حیثیت سے ذکر کرتے ہیں) میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ مناسب نہیں ہے (احتیاط کے خلاف ہے) اس سے رکے نہیں (اور مسامحت اسی طرح کرتے رہے) اصل عبارت یہ ہے:

((قال الخطيب حدثنا (ابن المذهب) عن الدار قطني والوراق وابي عمر بن مهدي عن المحاملي بحديث فقلت لم يكن هذا عند ابن مهدي فضرب على ابن مهدي، وقال كثير مايعرض على احاديث فيها اسما غير منسوبة فانسبهم فيلحق ذلك في الاصل فانكر عليه ذلك ولا ينتهي.)) ❶

حافظ خطیب کی عبارت (تاریخ بغداد، ص ۳۹۱، ج ۷) جہاں سے حافظ ذہبی نے لیا ہے، درج ذیل ہے۔ محاملی والی پوری حدیث بیان کر کے لکھتے ہیں:

((هكذا حدثنيه ابن المذهب من لفظه فانكرته عليه واعلمته ان هذا الحديث لم يكن من ابي عمر بن مهدي فاخذ القلم وضرب اسم ابن مهدي وكان كثير يعرض على احاديث في اسانيدها اسماء قوم غير منسوبين ويسألني عنهم فاذكر له انسابهم فيلحقها في تلك الاحاديث ويريدها في اصوله موصولة بالاسماء و كنت انكر عليه هذا الفعل فلا ينتهي عنه.))

یہ عبارت اور اس سے ماخوذ میزان ولسان کی عبارت مع ترجمہ (جو اوپر دیا گیا ہے) پڑھیے اور اس کے ساتھ ہی ''طلوعِ علامہ'' کی مندرجہ تحت تحریر دیکھیے (خصوصاً خط کشیدہ) اور ان حضرات کی ''دیانت'' اور ''علامیت'' کی داد دیجیے۔

''ابن حجر لکھتے ہیں خطیب بغدادی نے یہ بھی بیان کیا کہ ابن المذہب نے ہم لوگوں سے بواسطہ دارقطنی

❶ لسان۔ص: ۲/۲۳۷.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و وراق وابوعمر بن مہدی ایک مرتبہ ایک حدیث محاملی سے بیان کی، تو میں نے کہا کہ یہ حدیث تو ابوعمر بن مہدی کے پاس نہ تھی، تو ابن مذہب نے ابن مہدی کے نام پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا بہتیری حدیثیں میرے سامنے پیش کی جاتی ہیں، جن میں نام غیر منسوب ہوتے ہیں، تو میں ان کو اپنی طرف منسوب کرلیا کرتا ہوں، اس طرح اصل روایت میں وہ نسبت ملحق ہوجایا کرتی ہے، اتنا کہہ کر ابن حجر کہتے ہیں کہ ابن مذہب کے ہم عصران کی ان حرکتوں کو بہت ناپسند کرتے تھے، مگر یہ کبھی ان حرکتوں سے باز نہ آئے۔ ❶

فرمائیے! اس ''ترجمانی'' کو کوئی بھی مناسبت ہے حافظ خطیب کے مندرجہ بالا کلام سے؟

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

(٦) حافظ خطیب کے ان خیالات سے حافظ ابن الجوزی اور حافظ ابن کثیر نے اختلاف کیا ہے۔ ابن الجوزی سے نقل کیا گیا ہے:

((وقد عاب عليه الخطيب اشياء لا حاجة اليها. ا هـ)) ❷

خطیب نے بے ضرورت ان پر نکتہ چینی کی ہے۔ تاہم حافظ ذہبی نے اس سے قدرے اثر قبول کیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

((الظاهر من ابن المذهب انه شيخ ليس بمتقن وكذلك شيخه ابن مالك ومن ثم وقع فى المسند اشياء غير محكمة المتن والاسناد.))

(میزان) یعنی (خطیب کا) ظاہر یہ (مطلب معلوم ہوتا) ہے کہ ان دونوں استاد و شاگرد کے ''ضبط'' (باصطلاح محدثین) کا پہلو کمزور ہے جس کی وجہ سے مسند کے اسناد اور متون میں چند چیزیں ''غیر محکم'' آ گئی ہیں لیکن کہاں ذہبی کی یہ بات اور کہاں تمنا صاحب کا یہ ''فرمان'' کہ مسند کے بنانے والے ''سب کے سب شیعہ ہی تھے مگر اہل سنت بنے ہوئے عبداللہ بن احمد کی وفات کے بعد اپنی پارٹی کی جھوٹی سچی جمع کردہ روایات کو یکجا کر کے پورا ذخیرہ و حدثنا عبداللہ حدثنا ابی لکھ لکھ کر مرتب کر ڈالا۔'' ❸

آپ ہی انصاف فرمائیے! حافظ خطیب و حافظ ذہبی کے ان اقوال کو جو فن تحقیق کے قبیل سے ہیں، اتنے بڑے دعویٰ کے لیے استشہاد میں لانا اپنی پوزیشن کمزور ہونے کا اعتراف نہیں تو کیا ہے، عجیب بات ہے ''چند حدیث کے غیر محکم الاسناد والمتن'' ہونے سے ساری مسند ''شیعی سازش'' کا نتیجہ ہوگئی۔

---

❶ طلوع اسلام، حوالہ مذکور۔

❷ البدایہ ١٢/٩٤.

❸ طلوع اسلام: ٢٠، اگست ١٩٥٥ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جناب عالی! حافظ ذہبی وغیرہ کی آراء ہمارے خلاف نہیں کیونکہ یہ اہل سنت و حدیث کا دعویٰ ہے ہی نہیں کہ مسند اعظم امام احمد سنداً و متناً صحیح احادیث پر مشتمل کتاب ہے، بلکہ وہ صحت وضعف جانچنے کے بعد ہی اس کی احادیث کو استدلال کے قابل سمجھتے ہیں۔

(۷) ابن المذہب میں کچھ کمزوری مان بھی لی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ فقیر ثابت کر چکا ہے کہ حافظ قطیعی سے بڑے بڑے ائمہ حدیث مسند کو روایت کرتے ہیں۔ مثلاً امام ابونعیم مصنف حلیۃ الاولیاء، امام حاکم صاحب مستدرک وغیرہ، حافظ ابوعلی الصواف، حافظ ابومحمد الجوہری وغیرھم۔ رحمہم اللہ

ہنرش نیز بگو:

تمنا صاحب کی بڑی ''نوازش'' ہے جو انہوں نے یہ تسلیم کیا ہے کہ ''مسند امام شافعی و مسند امام ابوحنیفہ کی جمع و تالیف کسی خاص اجتماعی سازش کے ماتحت نہ تھی۔'' ❶ مطلب یہ کہ صحیح احادیث کا مجموعہ صحیح بخاری اور بڑا ذخیرہ حدیث ''مسند اعظم امام احمد'' عجمی اور شیعی سازش'' کی مرہونِ منت ہیں اور مسانید شافعی و ابی حنیفہ بڑی معتمد مقدس!

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند
تاہم عمرت دراز باد ایں ہم غنیمت است

دعا ہے کہ اللہ جل شانہ ہمارے ان کرم فرماؤں کو راہ راست پر لائے۔

﴿قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ (البقرة: ۲۵۶)

((وصلى الله على سيدنا محمد وآله واصحابه وسلم تسليما كثيرا كثيرا.))

الاعتصام: ۱۷ر فروری ۱۹۵۶ء

❶ طلوع اسلام ص ۱۱: مؤرخہ ۶ اگست ۱۹۵۵ء.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احکام وفضائل رمضان المبارک

روزہ فرض ہے اور اس کا ترک کفر:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ﴾ (البقرۃ: ۱۸۳)

''ایمان والو تم پر روزے فرض کیے گئے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبے میں ارشاد فرمایا:

((اَتَاكُمْ رَمَضَانُ شَهْرٌ مُبَارَكٌ فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهُ .)) ❶

''رمضان کا مبارک مہینا آگیا جس کے روزے اللہ نے تم پر فرض کیے ہیں۔''

ایک حدیث میں وارد ہے:

((عن زياد بن نعيم الحضرمي قال قال رسول الله ﷺ اَرْبَعٌ فَرَضَهُنَّ اللّٰهُ فِي الْاِسْلَامِ فَمَنْ اَتٰى بِثَلَاثٍ لَمْ يُغْنِيْنَ عَنْهُ شَيْئًا حَتّٰى يَاْتِيَ بِهِنَّ جَمِيْعًا اَلصَّلٰوةُ وَالزَّكٰوةُ وَصَوْمُ رَمَضَانَ وَحِجُّ الْبَيْتِ هذا مرسل وقد روى عن زياد عن عمار بن حزم عن النبي ﷺ . اخرجه الامام احمد و في رواية المستنكر رفعها ابن ابي حاتم عن طريق عطأ الخراساني عن ابن عمر۔ فَمَنْ فَعَلَ هٰؤُلَاءِ الْاَرْبَعِ ثُمَّ جَاءَ رَمَضَانُ فَتَرَكَ صِيَامَهُ مُتَعَمِّدًا لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ مِنْهُ الْاِيْمَانَ وَلَا الصَّلٰوةَ وَلَا الزَّكٰوةَ .)) ❷

''دین پانچ چیزیں ہیں: ایمان، نماز، زکاۃ، روزہ، حج۔ ان میں سے ہر ایک رکن اسلام کی ایک اہم کڑی ہے۔ ایک کڑی رہ جائے تو اسلام کی زنجیر خطرے میں ہے، مثلاً: ایک شخص کلمہ گو ہے، نماز پڑھتا ہے، زکاۃ دیتا ہے، لیکن روزے عمداً ترک کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان میں سے کسی شے کی وقعت نہیں ہے۔''

رحمت کا فیضانِ عام:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

---

❶ مشكاة عن ابي هريرة. ❷ شرح خمسين لابن رجب، ص: ۳۲.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((إِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ أَبْوَابُ الرَّحْمَةِ .)) ❶

''جب رمضان شریف کا مہینا آ جاتا ہے تو رحمت الٰہی کے دروازے کھل جاتے ہیں۔''

گناہ کی معافی کا مہینا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((عن ابی هريرة قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ .)) ❷

''جو شخص ایمان اور رضائے الٰہی کے لیے رمضان کے روزے رکھتا ہے اس کے پہلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور جو کوئی رمضان میں ایمان اور حصولِ رضائے الٰہی کی غرض سے رات کا قیام کرے اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے۔''

جود و سخا کا مہینا:

رسولِ کریم ﷺ یوں تو جود و سخا کے اعلیٰ درجات پر فائز تھے ہی لیکن رمضان میں بالخصوص بہت ہی سخاوت فرماتے تھے:

((كما ورد فی الصحيحين عن ابن عباس قال كان النبی ﷺ أَجْوَدَ النَّاسِ وَكَانَ أَجْوَدَ مَا يَكُوْنُ فِيْ رَمَضَانَ .)) ❸

ایک حدیث میں ارشاد ہے:

((أَفْضَلُ الصَّدَقَةِ صَدَقَةٌ فِيْ رَمَضَانَ .)) ❹

''رمضان کا صدقہ بہتر صدقہ ہے۔''

امام شافعی رحمہ اللہ کا ارشاد ہے:

((احب للرجل الزيادة بالجود فی شهر رمضان اقتداء برسول الله ﷺ ولحاجة الناس فيه الى مصالحهم ولتشاغل كثير منهم بالصوم والصلوة عن مكاسبهم .)) ❺

---

❶ سنن نسائی: ۱/ ۲۴۲ طبع المکتبۃ السلفیہ، لاہور۔ ❷ صحیحین۔
❸ لطائف المعارف للحافظ ابن رجب، ص: ۱۷۲۔
❹ اخرجہ الترمذی عن انس، لطائف، ص: ۱۷۶۔
❺ لطائف، ص: ۱۷۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''انسان کو چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرتے ہوئے رمضان المبارک میں خوب خوب خرچ کرے اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ اس مہینے میں مسلمانوں کی بہت سی ضرورتیں ہوتی ہیں۔ علاوہ ازیں بہت سے لوگ دن کے روزوں اور رات کے قیام کی وجہ سے کمانے میں زیادہ وقت نہیں دے سکتے (مالداروں کو چاہیے کہ وہ ایسے لوگوں کی طرف دست تعاون بڑھائیں تاکہ وہ اطمینان سے عبادت الٰہی میں مصروف رہ سکیں۔)''

ایک بزرگ اپنے اساتذہ سے نقل کرتے ہیں:

((انهم كانوا يقولون اذا حضر شهر رمضان فانبسطوا فيه بالنفقة فان النفقة فيه مضاعفة .)) ❶

''رمضان شریف میں دل کھول کر خرچ کرو کیونکہ اس میں فی سبیل اللہ خرچ کرنے کا اجر کئی گنا زیادہ ملتا ہے۔''

ہمدردی کا خاص مہینا:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے شعبان کے آخری دن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو ایک خطبہ مروی ہے اس میں اس مہینے کو ''شَهْرُ الْمُوَاسَاةِ'' ''آپس میں ایک دوسرے سے ہمدردی کا مہینا'' فرمایا گیا ہے۔

نیکیوں پر زیادہ ثواب حاصل ہونے کا موسم:

اسی خطبے میں یہ بھی ارشاد ہے:

((مَنْ تَقَرَّبَ فِيْهِ بِخَصْلَةٍ مِنَ الْخَيْرِ كَانَ كَمَنْ اَدَّى فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ وَمَنْ اَدَّى فَرِيْضَةً فِيْهِ كَانَ كَمَنْ اَدَّى سَبْعِيْنَ فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ .)) ❷

''اس میں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے نفلی نیکی کو فرض کا درجہ دے دیتے ہیں اور ایک فرض (نماز ہو یا صدقہ، معاشرتی فرض ہو یا اخلاقی) کو ستر فرضوں کا مرتبہ عنایت فرما دیتے ہیں۔''

جذبات پر قابو پانے کا مہینا:

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ رمضان کی ہر رات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک اعلانچی اعلان کرتا ہے:

((يَا طَالِبَ الشَّرِّ اَمْسِكْ .)) ❸

''او گناہ کا ارتکاب کرنے والے اب تو رک جا۔''

---

❶ لطائف، ص: ۱۵۹.

❷ مشكاة وترغيب ترهيب للمنذری، ص: ۲۰۲.

❸ سنن نسائی.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیکیوں میں کوشش:

اسی طرح وہ یہ بھی اعلان کرتا ہے:

((یَا طَالِبَ الْخَیْرِ هَلُمَّ .)) ❶

''اے بھلائی کے طلب گار! آ جا اور اپنا دامن نیکیوں سے بھر لے۔''

تلاوتِ رمضان:

رمضان میں قرآنِ حکیم کا نزول شروع ہوا:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ﴾ (البقرة: ۱۸۵)

اس لیے اس مہینا میں قرآن کثرت سے پڑھنا چاہیے۔ قرآن و رمضان دونوں توأم ہیں۔ آخرت میں دونوں انسان کے کام آئیں گے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے:

((اَلصِّیَامُ وَالْقُرْآنُ یَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ یَقُوْلُ الصِّیَامُ اَیْ رَبِّ اِنِّیْ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِیْ فِیْهِ وَیَقُوْلُ الْقُرْآنُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّیْلِ فَشَفِّعْنِیْ فِیْهِ فَیُشَفَّعَانِ .)) ❷

''فرمایا روزے اور قرآن دونوں اللہ کے ہاں انسان کی سفارش کریں گے۔ روزہ کہے گا الٰہی میں نے اسے دن کو کھانے اور خواہش براری سے روکا۔ اسی طرح قرآن کہے گا کہ اس نے راتوں کی پیاری نیند چھوڑ کر مجھے پڑھا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کی سفارش قبول فرمائے گا۔''

کثرتِ تلاوت:

((کان السلف یتلون القرآن فی شهر رمضان فی الصلاة وغیرها .)) ❸

''سلف رمضان میں، نماز میں اور اس کے علاوہ بکثرت تلاوت کیا کرتے تھے۔''

قیامِ رمضان:

رمضان میں قرآن پڑھنے کی تین صورتیں ہیں، سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ رات کو قرآن نماز میں پڑھا جائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ رات کو بغیر نماز کے قرآن کی تلاوت کی جائے اور تیسری یہ کہ جب بھی

---

❶ سنن نسائی: ۱/ ۲٤۲.

❷ ترغیب، ص: ۲۹۹ مطبع دهلی۔ مشکاة.

❸ لطائف، ص: ۱۸۱.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موقع ملے قرآن پڑھ لیا جائے۔ پہلی صورت کی دلیل یہ مشہور حدیث ہے (جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔)

((مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ .))

''کہ جو شخص رمضان میں ایمان اور حصولِ رضائے الٰہی کی غرض سے رات کا قیام کرے اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ معاف کر دیتے ہیں۔''

قیامِ مسنون:

آنحضرت ﷺ نے رمضان المبارک میں گیارہ رکعت مع وتر پڑھی ہیں جیسا کہ ہدایہ کے شارح علامہ ابن الہمام رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

((مقتضى الدليل كون المسنون فيها منها ثمانية .)) ❶

''از روئے شرعی دلیل آٹھ رکعت ہی مسنون ہیں۔''

مستحب نوافل:

یعنی آٹھ رکعت تو سنت مؤکدہ ہیں، اس سے زائد جتنی نفل رکعتیں پڑھی جا سکیں غنیمت کبریٰ ہے۔ بیس بلکہ چھتیس اور چالیس تک سلف سے مروی ہیں۔ چنانچہ ابن الہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: والباقی مستحبا

''آٹھ سے زیادہ مستحب ہیں۔''

تراویح باجماعت:

یہ نماز آنحضرت ﷺ نے تو دو چار دن ہی باجماعت ادا فرمائی ہے۔ ❷

ہاں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے باقاعدہ حکم نافذ فرمایا۔ اس لیے افضل یہی ہے کہ نماز تراویح باجماعت ہی ادا کی جائے۔ مندرجہ ذیل ایک مرفوع حدیث سے بھی اس پر علماء نے استدلال فرمایا ہے اور امام احمد کا مسلک بھی یہی ہے۔

((قَالَ النَّبِيُّ ﷺ اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا قَامَ مَعَ الْاِمَامِ حَتّٰی یَنْصَرِفَ کُتِبَ لَهٗ بَقِیَّةُ لَیْلَتِهٖ قَالَ اَحْمَدُ یَقُوْمُ مَعَ النَّاسِ حَتّٰی یُوْتِرَ مَعَهُمْ وَلَا یَنْصَرِفُ حَتّٰی یَنْصَرِفَ الْاِمَامُ .)) ❸

نبی ﷺ نے فرمایا: ''بلاشبہ جو آدمی امام کے ساتھ قیام کرتا ہے حتی کہ امام اپنی نماز مکمل کر چکے تو اس کے لیے باقی رات کا قیام بھی لکھ دیا جاتا۔''

---

❶ فتح القدير : ٢/ ٣٣ طبع مصر
❷ بخاری، قیام اللیل للمروزی۔
❸ قیام اللیل للمروزی، ص : ٩١۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام احمد کہتے ہیں: آدمی لوگوں کے ساتھ ہی قیام کرے حتیٰ کہ وتر بھی ان کے ساتھ ہی پڑھے، تب تک انصراف نہ کرے، جب تک امام نہ کرے۔

روزے کے پرہیز:

روزے کی حالت میں جھوٹ، غیبت، چغلی، گالی گلوچ اور ان تمام افعال سے جن میں ذم اور بے ہودگی پائی جاتی ہو ان سے عمداً کنارہ کش رہنا ضروری ہے۔ ورنہ روزے میں نقص پیدا ہو جاتا ہے۔

((اِذَا کَانَ یَوْمُ صَوْمِ اَحَدِکُمْ فَلَا یَرْفُثْ یَوْمَئِذٍ وَلَا یَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّہٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَہٗ فَلْیَقُلْ اِنِّیْ امْرُءٌ صَائِمٌ .)) ❶

''جب تم سے کوئی روزے دار ہو تو نہ شہوانی بکواس کرے اور نہ ہی شور کرے، اگر کوئی اس کو گالی بھی دے تو کہے بھائی میں تو روزے دار ہوں۔''

((اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ مَنْ لَّمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِہٖ فَلَیْسَ لِلّٰہِ حَاجَۃٌ اَنْ یَدَعَ طَعَامَہٗ وَشَرَابَہٗ .)) ❷

''فرمایا جو کوئی غلط بیانی اور دھوکہ دہی وغیرہ برے کام نہ چھوڑے تو اس کی بھوک پیاس کی اللہ کے ہاں کوئی قدر نہیں، یعنی اس کو روزے کا ثواب نہیں ملتا۔''

نیز فرمایا:

((الصوم جنة ما لم یخرقها بالغیبة .)) ❸

''روزے ڈھال تو ہے یعنی آگ سے بچاتا ہے لیکن جب تک اس ڈھال میں غیبت چغلی سے کوئی سوراخ نہ ہو جائے۔''

سحری اور قیلولہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

((تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِی السَّحُوْرِ بَرَکَۃٌ .)) ❹

''سحری کھانا مبارک چیز ہے۔''

---

❶ صحیح مسلم: ۱/ ۳۶۳.

❷ جامع ترمذی: ۲/ ۳۹.

❸ سنن نسائی: ۱/ ۲۵۳ دارمی.

❹ صحیح مسلم: ۱/ ۳۵۰.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیز فرمایا:

((وَقَالَ ﷺ اِسْتَعِيْنُوا بِطَعَامِ السَّحَرِ عَلٰى صِيَامِ النَّهَارِ وَبِالْقَيْلُوْلَةِ عَلٰى قِيَامِ اللَّيْلِ .)) ❶

''دن میں بھوک و پیاس کی کوفت اور کمزوری سے بچنے کے لیے سحری کا کھانا کھا لیا کرو اور رات کے قیام کی تیاری دو پہر کے سونے سے کرو۔''

سحری میں تاخیر:

سحری کھانے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ صبح کی اذان سے دس پندرہ منٹ قبل فارغ ہو جانا چاہیے۔ ❷ بہت دیر پہلے کھانا خلافِ سنت ہے۔

نیت روزہ:

طلوع فجر سے پہلے پہلے ہی فرض روزے کی نیت کر لینی ضروری ہے ورنہ روزہ نہیں ہوگا۔ زبان سے نیت کے الفاظ کہنا بدعت ہے، نیت درحقیقت دل کے فعل کا نام ہے۔

روزے میں بھول:

روزے کی حالت میں اگر بھول کر کچھ کھا پی لیا جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ ❸

روزہ توڑنے سے کفارہ:

ہاں جان بوجھ کر روزہ خراب کرنے سے کفارہ دینا ضروری ہوگا جس کی تفصیل کتب احادیث میں موجود ہے۔ ملاحظہ ہو ترمذی شریف: ۴۶/۲ وغیرہ۔

افطاری کا وقت اور اس میں جلدی کا حکم:

یہود نے جس قسم کے تکلفات اپنے دین میں داخل کر لیے تھے، ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ وہ غروبِ شمس سے دیر بعد روزہ افطار کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی امت کو اس سے سختی سے روکا اور متعدد طریقوں سے اس کی وضاحت فرمائی کہ روزہ کے افطار کا وقت ہو گیا جب سورج کی ٹکیہ غروب ہو گئی، کبھی فرمایا:

((لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ .)) ❹

❶ سنن ابن ماجه، ص: ١٢٣ طبع لكهنو.

❷ سنن نسائي: ١/ ٢٤٢.

❸ ترمذي شريف: ٢/ ٤٥

❹ صحيح مسلم: ١/ ٣٥١.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''لوگ اس وقت تک خیر پر رہیں گے جب تک جلدی افطار کرتے رہیں گے۔''

کبھی ارشاد ہوا:

((قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَحَبُّ عِبَادِيْ اِلَيَّ اَعْجَلُهُمْ فِطْرًا .)) ❶

''اللہ تعالیٰ کو وہ لوگ پسند ہیں جو جلدی افطار کریں۔''

((اِذَا اَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هٰهُنَا وَاَدْبَرَ النَّهَارُ مِنْ هٰهُنَا وَغَرُبَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِمُ .)) ❷

بعض لوگ مشرق کی طرف سیاہی چڑھتی دیکھ کر سمجھ لیتے ہیں کہ شاید سورج غروب ہوگیا اس لیے فرمایا کہ مشرق کی طرف سیاہی کا چڑھ آنا ہی کافی نہیں بلکہ سورج کا غروب بھی اچھی طرح دیکھ لینا چاہیے۔

((مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَطُّ صَلَّى الْمَغْرِبَ حَتّٰى يُفْطِرَ وَلَوْ عَلٰى شَرْبَةٍ مِّنْ مَّاءٍ .)) ❸

''حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا کہ آپ ہمیشہ روزہ افطار کرکے مغرب کی نماز پڑھتے تھے، اگرچہ پانی ہی کا گھونٹ کیوں نہ ہو۔''

تعجب ہے آنحضرت ﷺ کی ان واضح ہدایات کے باوجود آج بعض لوگ ان کی پرواہ نہیں کرتے۔ یاد رہے کہ ایسے نافرمان لوگوں کو علمائے حنفیہ نے اہل بدعت کہا ہے۔ شرح مشکاۃ میں ہے کہ غروب شمس کے بعد دیر سے افطار کرنا یہودیوں کا فعل تھا۔

((ثم صار عادة اهل البدعة فى ملتنا .)) ❹

''اور اب ہمارے ہاں یہ بدعتیوں کی عادت بن گئی ہے۔''

افطاری کی دعا:

افطاری کے وقت آنحضرت ﷺ یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ .)) ❺

---

❶ جامع ترمذی مع تحفۃ: ۲/ ۳۸.

❷ مشکاۃ.

❸ الترغیب والترهیب للمنذری، ص: ۲۱۸ بحوالہ ابن حبان، حاکم.

❹ مرقاۃ شرح مشکاۃ: ۲/ ۵۱.

❺ مشکاۃ.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اے اللہ! میں نے تیرے ہی لیے روزہ رکھا اور تیرے ہی رزق پر اسے افطار کر رہا ہوں۔''

اور ایک روایت میں یہ بھی ہے:

((ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ .)) ❶

''پیاس چلی گئی، رگیں تر و تازہ ہوگئیں اور ثواب ضروری ہوگیا، ان شاء اللہ۔''

اور عبداللہ بن عمر یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِرَحْمَتِكَ الَّتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ اَنْ تَغْفِرَلِیْ .)) ❷

''اے اللہ! میں تیری اس رحمت کے طفیل جو ہر شے پر چھائی ہوئی ہے اپنے گناہوں کی معافی چاہتا ہوں۔''

قبولیت دعا کا وقت:

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ لِلصَّائِمِ عِنْدَ فِطْرِهٖ دَعْوَةً مَّا تُرَدُّ .)) ❸

''روزہ افطار کرنے کے وقت دعا مسترد نہیں فرمائی جاتی۔''

افطاری کی چیزیں:

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا اَفْطَرَ اَحَدُكُمْ فَلْیُفْطِرْ عَلٰی تَمرٍ فَاِنَّهٗ بَرَكَةٌ فَاِنْ لَّمْ یَجِدْ فَلْیُفْطِرْ عَلٰی مَاءٍ فَاِنَّهٗ طُهُوْرٌ .)) ❹

''کھجور سے روزہ افطار کرنا موجب برکت ہے اگر وہ نہ مل سکے تو پانی اچھی شے ہے۔''

بعض روایات میں دودھ کی لسی کا بھی ذکر آیا ہے۔

ملحوظہ:...... شوکانی رحمہ اللہ نے کھجور سے تمام میٹھی چیزیں مراد لی ہیں۔

افطار کرانے کا ثواب:

نیز فرمایا کہ

((مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا اَوْ جَهَّزَ غَازِیًا فَلَهٗ اَجْرُ مِثْلِهٖ .)) ❺

---

❶ مشکاۃ.
❷ ابن ماجه، ص: ۱۲۶.
❸ سنن ابن ماجه، ص: ۱۲۶
❹ مشکاۃ.
❺ مشکاۃ.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"روزہ افطار کرانے والے کو روزہ رکھنے والے جتنا ہی ثواب مل جاتا ہے۔"

مفسداتِ روزہ:

مندرجہ ذیل چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے:

۱: قے لینے سے۔

۲: حلق کے نیچے کسی چیز کے اتارنے سے۔

۳: ناک کے ذریعہ کسی چیز کو اندر لے جانے سے۔

۴: عورت کو حیض یا نفاس کا خون آجانے سے۔

۵: جماع اور اس کے ملحقات سے۔ ❶

جن چیزوں سے روزہ فاسد نہیں ہوتا:

۱: سرمہ

۲: حقنہ

۳: زبان سے کسی چیز کے چکھ لینے سے

۴: خوشبو لگانے سے

۵: کان میں دوائی ڈالنے سے

۶: احتلام سے

۷: خود بہ خود قے کے آنے سے

۸: مسواک کرنے سے۔ ❷

(رحیق: ۱/ ۲۳۸، مارچ ۱۹۵۷ء)

❶ کتب فقہ الحدیث۔ ❷ کتب فقہ الحدیث۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قیام رمضان المبارک

نمازِ تراویح کی تحقیق و تنقیح

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَ الْفُرْقَانِ﴾ (البقرۃ: ۱۸۵)

''وہ مہینہ کہ جس میں قرآن لوگوں کی ہدایت کے لیے نازل کیا گیا جس میں ہدایت کی کھلی نشانیاں ہیں اور وہ حق و باطل میں فرق کر دیتا ہے۔''

شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی کے فوائد موضح القرآن میں ہے:

''اس سے معلوم ہوا کہ رمضان کا مہینہ اسی سے ٹھہرا کہ اس میں اترا قرآن، پس قرآن کی خدمت اس مہینے میں اوّل چاہیے۔ اسی سبب سے رسولِ خدا ﷺ نے تقید کیا تراویح کا۔ اور آپ چند روز جماعت کر کر پھر نہ کروائی کہ قرآن میں اشارات ہیں، صریح فرض نہ ہو جائے۔''

مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے رمضان المبارک میں نزولِ قرآن کا صیام کے سلسلے میں ذکر کر کے قرآن و رمضان کے خصوصی تعلق کی طرف اشارہ فرمایا اور صاحبِ قرآن ﷺ نے اپنے اسوۂ حسنہ اور ارشادات سے اس ماہ مبارک میں کتابِ مبارک کی تلاوت کو خصوصی اہمیت دے کر قرآنی اجمال کی تفصیل کر دی، جس پر احادیث ذیل سے روشنی پڑتی ہے۔

(۱) سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ جِبْرِیْلَ یُعَارِضُنِیْ بِالْقُرْآنِ کُلَّ سَنَةٍ وَاِنَّهُ عَارَضَنِی الْعَامَ مَرَّتَیْنِ .)) [1]

''جبریل مجھ سے ہر رمضان میں (سال گذشتہ میں نازل شدہ) دَور کرتے ہیں اور اس (آخری سال) اس نے مجھ سے دو دفعہ دَور کیا ہے۔''

(۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

((اِنَّ جِبْرِیلَ کَانَ یَلْقَاهُ فِیْ کُلِّ لَیْلَةٍ فِیْ شَهْرِ رَمَضَانَ حَتّٰی یَنْسَلِخَ یَعْرِضُ

[1] صحیح بخاری ابواب فضائل القرآن.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْقُرْاٰنَ .)) ❶

''رمضان کی ہر رات کو حضرت جبریل آنحضرت ﷺ سے ملاقات کرتے اور آپ سے دور کرتے تھے یہ عمل آخری ماہ تک جاری رہتا۔''

وفی رواية: ((كَانَ يَلْقَاهُ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ مِّنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْاٰنَ)) ❷

حافظ ابن رجب لکھتے ہیں کہ:

تلاوت قرآن کی کثرت:

((كان السلف يتلون القرآن في شهر رمضان في الصلوة وغيرها .)) ❸

''سلف رمضان میں نماز میں نیز اس کے علاوہ بکثرت قرآن پڑھتے تھے۔''

قیام رمضان:

تاہم تلاوت قرآن کی بہترین شکل اسے نماز میں پڑھنا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے خود بھی رمضان کی راتوں میں قیام فرمایا اور اس کی ترغیب بھی دی اگرچہ اس کو فرض نہیں گردانا۔ ''لان اللّٰه تعالىٰ قال يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ''...... اور یہ جو عوام میں تراویح کو روزے کے لیے شرط سمجھا جاتا ہے یہ غلط خیال ہے......۔

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

((ان رسول اللّٰه ﷺ كَانَ يُرَغِّبُ النَّاسَ فِيْ قِيَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّاْمُرَهُمْ بِعَزِيْمَةٍ .)) ❹

''رسول اللہ ﷺ لوگوں کو رمضان کے قیام کی خوب خوب ترغیب دیا کرتے، اگرچہ اس کو فرض نہیں قرار دیتے تھے۔''

(۴) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

((ان رسول الله ﷺ ذكر شهر رمضان فقال اِنَّ رَمَضَانَ شَهْرٌ اِفْتَرَضَ اللّٰهُ صِيَامَهُ وَاِنِّيْ سَنَنْتُ لِلْمُسْلِمِيْنَ قِيَامَهُ .)) ❺

---

❶ صحيح بخاري، باب فضائل القرآن.

❷ صحيح بخاري، باب بدء الوحي.

❸ لطائف المعارف، ص: ۱۸۱.

❹ سنن نسائی وغیرہ۔

❺ نسائی شریف طبع المکتبۃ السلفیہ لاہور ص: ۲۵۰، ج: ۱، ابن ماجہ، ص: ۳۹۸، ج: ۱ مطبوعہ مصر، قیام اللیل وغیرہ، ص: ۸۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''نبی کریم ﷺ نے رمضان شریف کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا اس کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کیے اور اس کی راتوں کا قیام میری سنت ہے۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے بھی ایک خطبے میں فرمایا:

((هذا شهر فرض الله صيامه وسن رسول الله ﷺ قيامه .)) ❶

تراویح کی وجہ تسمیہ:

رمضان میں عشاء کی نماز کے بعد طلوع صبح صادق سے قبل جو نفلی نماز ادا کی جائے اُسے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں قیام رمضان سے تعبیر کیا جاتا تھا جو با جماعت تو عہد نبوی میں چند دن ہی پڑھی گئی۔ مگر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس کا با جماعت بھی اہتمام فرما دیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لمبی قرأت ہونے کے باعث ہر چار رکعت کے بعد آرام کر لیا جاتا تھا۔ شاید صحابہ ہی کے زمانے میں اس آرام کا نام تَرْوِیْحه رکھ لیا گیا جس کی جمع تراویح ٹھہری۔ اس تعبیر کی اصل آثار صحابہ میں ملتی ہے۔ ❷

رکعاتِ تراویح کے اثنا میں ذکر:

ملحوظہ: تراویح کی رکعتوں کے درمیان پڑھنے کے لیے کوئی خاص ذکر جو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ سے مروی ہو میری نظر سے گذرا۔ یاد رہے کہ جو ذکر عام طور پر مشہور ہے اس کا کوئی اصل نہیں ... البتہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے ایک ذکر منقول ہے جو وہ تراویح کے اثناء میں پڑھا کرتے تھے چونکہ یہ معلوم ہے کہ حضرت امام رحمہ اللہ کے معمولات و فتاویٰ عام طور پر کسی حدیث و اثر پر ہی مبنی ہوتے ہیں اس لیے اگر تراویح کے درمیانی عرصہ میں وہ ذکر کر لیا جائے تو درست ہے۔ حافظ ابن القیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((قال الفضل رايت احمد يقعد بين التراويح ويردد هذا الكلام لا اله الا الله وحده لا شريك له استغفر الله الذى لا اله الا هو .)) ❸

''یعنی امام احمد تراویح کے درمیان بیٹھتے اور یہ کلمات بار بار پڑھا کرتے تھے۔ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔''

مسنون تراویح آٹھ رکعت ہے:

آنحضرت ﷺ تراویح مع وتر گیارہ رکعت پڑھا کرتے تھے، جس میں مندرجہ ذیل تین حدیثیں

---

❶ قیام اللیل، ص: ۸۸.

❷ دیکھیے: سنن بیہقی، ص: ۴۹۷، جلد: ۲۔ فتح الباری، ص: ۳۱۵، جلد: ۲۔ قیام اللیل، ص: ۹۲، ۹۹ وغیرہ۔

❸ بدائع الفوائد، ص: ۱۱۰، جلد: ٤.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاف طور پر دلالت کرتی ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے دو۔

(۵) حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا:

((عن ابی سلمة رضی اللہ عنہ انه سأل عائشة کیف کانت صلوٰة رسول الله ﷺ فی رمضان فقالت ما کان یزید فی رمضان ولا فی غیره علی احد عشرة رکعة .)) ❶

''صحیحین اور مؤطا امام محمد میں حضرت ابوسلمہ تابعی سے مروی ہے وہ کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہ سے آنحضرت ﷺ کے قیام رمضان کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں کرتے تھے۔''

یاد رہے یہ روایت امام بخاری وغیرہ محدثین ''نماز تراویح'' کے ذیل میں لائے ہیں۔

(۶) حدیث جابر رضی اللہ عنہ:

((عن جابر رضی اللہ عنہ قَالَ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِیْ رَمَضَانَ لَیْلَةً ثَمَانَ رَکْعَاتٍ وَالْوِتْرَ فَلَمَّا کَانَ مِنَ الْقَابِلَةِ اِجْتَمَعْنَا فِی الْمَسْجِدِ وَرَجَوْنَا اَنْ یَخْرُجَ اِلَیْنَا فَلَمْ نَزَلْ فِیْهِ حَتّٰی اَصْبَحْنَا قَالَ اِنِّیْ کَرِهْتُ وَخَشِیْتُ اَنْ یُکْتَبَ عَلَیْکُمُ الْوِتْرُ .)) ❷

"قال القاری الحنفی صح عنه انه صلی لهم ثمان رکعاتٍ والوتر ." ❸

''آنحضرت ﷺ نے ایک دفعہ رات ہم لوگوں کو با جماعت آٹھ رکعت (تراویح) پڑھائیں بعدہ وتر پڑھے گئے۔ دوسری رات بھی ہم مسجد میں اکٹھے ہو کر آپ کا انتظار صبح تک کرتے رہے۔ صبح کو آپ تشریف لائے اور فرمایا میں نے آج با جماعت تراویح پڑھنا اس لیے مناسب نہیں سمجھا تاکہ تم لوگوں پر رمضان کا قیام کہیں فرض نہ ہو جائے۔ (اس روایت کی سند اچھی ہے۔) ملا علی قاری حنفی نے اس روایت کو دو جگہ صحیح تسلیم فرمایا ہے۔''

(۷) حدیث جابر رضی اللہ عنہ:

((جَاءَ اُبَیُّ ابْنُ کَعْبٍ رضی اللہ عنہ فِیْ رَمَضَانَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کَانَ مِنِّی اللَّیْلَةَ

---

❶ مؤطا امام محمد رحمه الله، ص: ۱٤٣، باب قیام شهر رمضان و ما فیه من الفضل.

❷ فتح الباری، ص: ۵۹۷ـ قیام اللیل، ص: ۹۰ للمروزی معجم صغیر طبرانی، ص: ۱۰۸ـ میزان الاعتدال للذهبی، ص: ۲۸۰، جلد: ۲ وقال سنده وسط.

❸ مرقاة، ص: ۱۷٤، جلد: ۲.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شَیْئٌ قَالَ وَمَا ذَاكَ یَا أُبَیُّ قَالَ نِسْوَةٌ دَارِیْ قُلْنَ اِنَّا لَا نَقْرَءُ الْقُرْآنَ فَنُصَلِّی خَلْفَكَ بِصَلَاتِكَ فَصَلَّیْتُ بِهِنَّ ثَمَانَ رَكْعَاتٍ وَالْوِتْرَ فَسَكَتَ عَنْهُ وَكَانَ شِبْهَ الرِّضَاءَ رَوَاهُ ابو یعلی وقال الهیثمی سنده حسن .)) ❶

''حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ حضور! آج رات ایک بات ہوگئی ہے، فرمایا ابی! وہ کون سی؟ عرض کیا گھر کی عورتوں نے کہا ہم قرآن نہیں پڑھ سکتیں چاہتی یہ ہیں کہ تمہارے پیچھے تراویح پڑھ لیں۔ تو میں نے انہیں آٹھ رکعت تراویح اور وتر پڑھا دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا (یعنی اس بات کو پسند فرمایا) اس حدیث کی سند بھی حسن ہے۔''

ان تین روایتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عہد نبوی میں تراویح آٹھ ہی پڑھی گئی ہیں۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی آٹھ رکعت پڑھیں اور صحابہ نے بھی آٹھ ہی پڑھیں۔

بیس تراویح کی روایت کمزور ہے:

صرف ایک روایت بیس رکعتوں کے متعلق آئی ہے:

((عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ کان یصلی فی رمضان عشرین رکعة والوتر .)) ❷

''جو حضرت ابن عباس کی طرف منسوب ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیس تراویح نقل کی ہیں۔''

لیکن اس روایت کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف انتساب باتفاق محدثین وفقہاء مشکوک ہے، کیونکہ اس کے بیان کرنے والوں کی کڑی میں ایک راوی ہے ابراہیم وہ سخت کمزور اور ناقابل اعتماد ہے، متفق علی ضعفہ۔ ❸

خلاصہ: ...... یہ ہے کہ محققین علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ عہد نبوی میں بیس رکعتیں نہیں پڑھی گئیں۔

آثار صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ:

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عہد نبوی کے بعد صدیقی دور میں بھی عمل درآمد آٹھ ہی پر رہا ہے جنہیں عام طور پر صحابہ انفراداً ادا فرماتے تھے اور عہد صدیقی ہے ہی کتنی مدت؟ کل اڑھائی سال! اور اس میں فتنہ ردّت پیش

❶ آثار السنن، ص: ۵۵، جلد: ۲۔ مصنفہ مولانا نیموی حنفی، ایضًا قیام اللیل ص: ۹۰ وسندہ وسط.

❷ آثار السنن، ص: ۹، جلد: ۲.

❸ ملاحظہ ہو: مرقاۃ شرح مشکوٰۃ صفحہ: ۱۷۵، جلد: ۲۔ بحوالہ فتح القدیر، ص: ۳۳۳، جلد: ۲۔ شرح ہدایہ از علامہ ابن الہمام حنفی مطبوعہ مصر۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آ گیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی توجہ گرامی تعمیری امور کی طرف تفصیلاً اتنی نہیں ہو سکی جتنی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ہوئی اور سچ یہ ہے کہ ان کو موقع بھی خوب ملا۔ چنانچہ جناب فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں شائقین نے زیادہ سے زیادہ عبادت کر کے اپنا ذوق پورا فرمایا۔ بعض انفراداً پڑھتے تھے، بعض چھوٹی ٹولیوں میں با جماعت پڑھتے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ خیال فرما کر کہ اگر پہلی ہی رات تراویح پڑھنا ہے:

((فإذا الناس اوزاع متفرقون يصلي الرجل لنفسه ويصلي الرجل فيصلي بصلاته الرهط فقال عمر رضی اللہ عنہ لو جمعت هؤلاء على قارئ واحد لكان امثل ثم عزم فجمعهم على ابى بن كعب رضی اللہ عنہ (مشكوٰة) نعمت البدعة هذه والتي تنامون عنها افضل من التي تقومون .)) ❶

''تو کیوں نہ ایک ہی امام کے پیچھے سب مل کر پڑھیں یہ علیحدہ علیحدہ جماعتیں کیسی؟ چناں چہ سب کو ایک ہی امام کے پیچھے با جماعت تراویح پڑھنے کو فرمایا۔ پھر ایک رات شاید لوگوں کو تراویح کی حالت میں اجتماعی شکل میں دیکھ کر مسرور ہوئے اور فرمایا بات تو نئی ہے لیکن ہے اچھی۔ ساتھ ہی فرمایا۔ بھئی! بہتر تو آخر رات ہی ہے اوّل رات سے۔''

ایک سوال:

یہاں ایک سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ کتنی رکعتیں پڑھتے تھے؟ اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کتنی رکعتوں پر سب کو اکٹھا فرمایا؟ تو اس کا ''حل'' معلوم کرنے سے پہلے یہ سمجھ لیجیے کہ یہی ایک ایسا مقام ہے جہاں آ کر فقہاء کرام کے مسالک پریشان کن مرحلے پر پہنچ گئے ہیں اور اس پریشانی، اختلاف کی بنیاد بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے کا اختلاف عمل ہے حالانکہ خود فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا حکم بسند صحیح گیارہ ہی کا ہے بہر حال اختلاف روایات کا نقشہ یہ ہے۔

(الف) گیارہ رکعت کا فاروقی حکم:

((محمد بن يوسف عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ اَنَّهُ قَالَ اَمَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ وَتَمِيْمًا الدَّارِيَّ اَنْ يَقُوْمَا لِلنَّاسِ بِاِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً .)) ❷

''مؤطا امام مالک میں ہے سائب بن یزید کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور تمیم داری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ گیارہ رکعت مع وتر لوگوں کو پڑھایا کریں۔''

---

❶ مشكوٰة.

❷ مؤطا، قيام الليل مروزي، ص: ۹۱.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فتح الباری (ص: ۳۱۶، ج: ۲) میں ہے کہ مردوں کے امام ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور عورتوں کے امام تمیم داری رضی اللہ عنہ مقرر کیے گئے تھے۔

(ب) سائب رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت:

((كُنَّا نَقُوْمُ فِيْ زَمَانِ عُمَرَ بِإِحْدٰى عَشَرَةَ رَكْعَةً .)) ❶

''یعنی ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں گیارہ رکعت پڑھا کرتے تھے۔''

(ج) سائب رضی اللہ عنہ کی تیسری روایت:

((اخرج محمد بن المروزی من طریق محمد بن اسحاق حدثنی محمد بن یوسف عن جده السائب قال كنا نصلي زمن عمر رضی اللہ عنہ فی رمضان ثلاث عشرة ركعة .)) ❷

''یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہم تیرہ رکعت مع وتر پڑھتے تھے۔''

(د) سائب کی چوتھی روایت:

((كانوا يقومون على عهد عمر بن الخطاب فی شهر رمضان بعشرين ركعة وكانوا يقرؤن بالمئين مختصر .)) ❸

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ اور ایک روایت میں ہے کہ ہم بیس رکعتیں پڑھتے تھے اور قاری لمبی لمبی سورتیں پڑھا کرتے تھے۔''

اختلاف کا حل:

(۱) بات یہ ہے کہ ایک طرف سائب سے نقل کرنے والے ان کے بھانجے محمد بن یوسف ہیں اور ان سے راوی امام مالک رحمہ اللہ، امام محمد بن اسحاق، عبدالعزیز جیسے جلیل القدر ائمہ اور دوسری طرف سائب سے ناقل ہیں۔ یزید بن خصیف جو اگرچہ ثقہ تو ہیں لیکن ظاہر ہے جو تعلق (اور اس تعلق کی وجہ سے روایت پر جو اچھا اثر ہوسکتا ہے وہ ظاہر ہے) محمد بن یوسف کو سائب سے ہوسکتا ہے وہ یزید کو حاصل نہیں ہے۔

(۲) اس روایت کی سند کے ابتدائی راوی ایسے ہیں جن کی بلحاظ جرح و تعدیل اعتمادی کیفیت کتب رجال سے معلوم نہیں ہوتی۔ یہ ٹھیک ہے کہ نووی رحمہ اللہ نے یزید والی روایت کو صحیح تسلیم کیا ہے لیکن یہ معلوم نہیں

---

❶ تحفة الاحوذی، ص: ۷۵، جلد: ۲.

❷ فتح الباری، ص: ۳۱۷، جلد: ۲ ونحوه فی قيام الليل، ص: ۹۱.

❸ بیہقی، ص: ۴۹۶، جلد: ۲ وفی رواية كنا نقوم (تحفة الاحوذی).

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

5

کہ ان کے حکم صحت کے وجوہ کیا ہیں۔ رجال کی روشنی میں تو ان کا یہ حکم محل تامل ہے۔

(۳) امام بیہقی رحمہ اللہ وغیرہ نے اس طرح تطبیق دینے کی کوشش کی ہے کہ:

((یمکن الجمع بین الروایتین فانھم قالوا یقومون باحدی عشرۃ ثم کانوا یقومون بعشرین ویوترون بثلاث .)) ❶

''ابتداً لوگ گیارہ پڑھتے ہوں گے۔ بعد میں انہوں نے بیس علاوہ وتر شروع کر دی ہوں گی۔''

لیکن تطبیق تو اس طرح بھی ہو سکتی ہے کہ:

((فیہ انہ لقائل ان یقول بانھم کانوا یقومون اولا بعشرین رکعۃ ثم کانوا یقومون باحدی عشر رکعۃ .)) ❷

''پہلے لوگ بیس پڑھتے ہوں گے بعدہ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے) آٹھ پڑھنی شروع کر دیں۔''

امام محمد بن اسحاق کا فیصلہ:

امام محمد بن اسحاق نے غالباً ان ہی وجوہ کی بنا پر محمد بن یوسف کی روایت (گیارہ مع الوتر والی) کو ترجیح دی ہے اور فرمایا ہے:

((قال ابن اسحاق وما سمعت فی ذلك حدیثًا ھو اثبت عندی ولا احری بان یکون کان من حدیث السائب .)) ❸

''کہ میرے نزدیک گیارہ یا تیرہ رکعت والی روایت ہی اس قابل ہے کہ اسے سائب کی روایت کہا جائے۔''

قربان جائیں سلف کے علم کی گہرائی کے، فرماتے ہیں:

((وذلك ان رسول اللہ ﷺ کانت لہ من اللیل ثلث عشرۃ رکعۃ (قیام اللیل) وھو موافق لحدیث عائشۃ فی صلوٰۃ النبی ﷺ .)) ❹

''اور ترجیح کی کیسی لطیف و بلیغ وجہ بیان فرماتے ہیں۔ فرمایا بات یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ سے

---

❶ بیہقی، ص: ۴۹۶، جلد: ۲.

❷ تحفۃ الاحوذی، ص: ۷۶، جلد: ۲.

❸ قیام اللیل، ص: ۹۱.

❹ فتح الباری، ص: ۳۱۷، جلد: ۲.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثابت شدہ عمل کے یہی موافق ہے لہٰذا اسی کو ترجیح ہے۔"

(ھ) یزید بن رومان کا اثر:

((کان الناس یقومون فی زمان عمر فی رمضان بثلاث وعشرین رکعة .)) ❶

"یعنی لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیس رکعت پڑھا کرتے تھے۔"

یاد رہے کہ یہ اثر منقطع ہے اس لیے کہ:

((یزید بن رومان لم یدرك عمر بن الخطاب .)) ❷

"یزید بن رومان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ پایا ہی نہیں اور ان کو بتانے والا معلوم نہیں کیسا راوی ہے۔"

(و) یحییٰ بن سعید کا اثر:

((عن یحیٰی ان عمر رضی اللہ عنہ امر رجلا یصلی بھم عشرین رکعة .)) ❸

واضح رہے کہ یحییٰ بن سعید نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔ لہٰذا یہ اثر بھی مشتبہ ہو گیا۔

(ز) عبدالعزیز کا اثر:

یہ بزرگ کہتے ہیں کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو رمضان میں بیس رکعت پڑھائیں۔

((عن عبدالعزیز کان ابی بن کعب یصلی بالناس فی رمضان بالمدینة عشرین رکعة .)) ❹

لیکن یہاں بھی وہی مصیبت ہے یعنی یہ کہ عبدالعزیز کا زمانہ بھی حضرت ابی بن کعب سے بُعد کا ہے۔

ایک قابل توجہ نکتہ:

دیکھیے ان آثار کو ایک دفعہ پھر دیکھیے۔ بسند صحیح کہیں بھی نظر نہیں آئے گا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بیس رکعت کا حکم دیا ہو اس سے یہی ثابت ہوا کہ کم از کم فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حکم سے گیارہ رکعتیں ہی ثابت ہیں اور قرین قیاس بھی یہی ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ جب کھلے طور پر موجود تھا۔

---

❶ قیام اللیل، ص: ۹۱.

❷ آثار السنن نیموی، : ٥٤.

❸ آثار السنن، ص: ٥٨.

❹ آثار السنن.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((قال الباجی لعل عمر رضی اللہ عنہ اخذ ذلك من صلوٰة النبی ﷺ ففی حدیث عائشة الحدیث ، والعدد الاول موافق لحدیث عائشة رضی اللہ عنہا .)) ❶

''تو اغلب یہی ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اسی کی روشنی میں آٹھ رکعت کا حکم دیا ہو چنانچہ باجی رحمہ اللہ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی تصریح کی ہے۔''

ایک توجیہ:

بعض لوگوں نے ان آثار کی توجیہ میں یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حکم سے پڑھی تو آٹھ ہی جاتی تھیں لیکن جب قرأت کی طوالت باعث ملالت ہوئی تو قرأت چھوٹی کر کے رکعتیں بڑھا کر بیس کر لی گئیں۔

اس توجیہ سے معلوم ہوا کہ بیس رکعتوں کی بنیاد اجتہاداً ہے۔ یہ امر الگ بحث طلب ہے کہ یہ اجتہاد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا تھا یا دوسرے لوگوں کا...... حدیث مرفوع نہیں ہے اور اس پر بحث کی ضرورت نہیں ہے کہ صحابہ کے اجتہاد کو وہ حیثیت حاصل نہیں ہو سکتی جو سنت نبویہ کی ہے اور یہی اہل حدیث کہتے ہیں کہ سنت موکدہ آٹھ رکعت ہیں یہ باقی رکعات استحباب کا درجہ رکھتی ہیں۔

چند دیگر آثار:

اس پر قرینہ یہ بھی ہے کہ صحابہ، تابعین اور چند دوسرے ائمہ نے بیس رکعت سے زائد رکعتیں بھی رمضان میں پڑھی ہیں، چنانچہ مندرجہ تحت نقشہ سے معلوم ہوگا۔

ابوحلیمہ قاری وغیرہ	۴۱ رکعات	عمر بن عبدالعزیز کے زمانے میں	۳۰ رکعات
ابان کے زمانے میں	۳۶ رکعات	نافع	۳۹ رکعات
ابومجلز	۱۶ رکعات	زرارہ وغیرہ	۲۴ رکعات

یہ ٹھیک ہے کہ زیادہ آثار بیس رکعت ہی کے متعلق ہیں لیکن:

((الذی کان یقومه الناس بالمدینة هو تسعة وثلثون رکعة مع الوتر وهذا الامر القدیم الذی لم تزل الناس علیه .)) ❷

''مدونہ امام مالک وغیرہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اہل مدینہ قدیم سے وتر سمیت ۳۹ رکعت ہی پڑھتے تھے۔''

---

❶ باجی شرح مؤطا، ص: ۲۰۸، جلد: ۱۔ وزرقانی، ص: ۲۳۸، جلد: ۱۔ فتح، ص: ۳۱۶، جلد: ۲.

❷ مدونہ، ص: ۱۹۳، جلد: ۱.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ استحبابی درجہ میں بیس کو پہلا درجہ دے دیجیے اور ۳۶ کو دوسرا وعلیٰ ہذا القیاس لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ ۲۰ رکعتوں پر اجماع ہے۔ اور کہ اتنی ہی رکعتیں مسنون ہیں جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔

ائمہ کے مسالک:

عام کتابوں میں یہی لکھا ہے کہ امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمہ اللہ تینوں امام اور ان کے متبعین بیس رکعتوں کے قائل ہیں۔ لیکن ذرا مطالعہ کو وسعت دی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ آئمہ اور محققین فقہاء ۲۰ رکعتوں کو استحباب ہی کا درجہ دیتے ہیں سنت موکدہ کا نہیں۔ اس پر قرائن یہ ہیں:

(۱) قیام اللیل میں ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ سے سوال ہوا:

((کم من الرکعة یصلی فی قیام رمضان؟ فقال قد قیل فیه الوان نحوا من من اربعین انما هو تطوع .))

''کہ قیام رمضان میں کتنی رکعتیں پڑھی جائیں تو فرمایا نفلی نماز ہے، بہت سے اقوال و اعمال اس سلسلہ میں مروی ہیں۔ ۴۰ پڑھ لی جائیں۔''

(۲) امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

((رایت الناس یقومون بمکة بثلاث وعشرین وبمدینة بتسع وثلاثین ولیس فی شیء من ذالك ضیق .)) [1]

''مکہ میں لوگ بیس پڑھتے ہیں اور مدینہ میں چھتیس اس پر کوئی خاص پابندی نہیں ہے۔''

((ولا حد ینتهی الیه لانه نافلة .)) [2]

''اور نہ اس کی حد بندی ہو سکتی ہے کیونکہ نفلی نماز ہی تو ہے۔''

(۳) امام مالک رحمہ اللہ سے اگرچہ ۲۰، ۳۹، ۴۰ کا قول مروی ہے لیکن انہوں نے ترجیح آٹھ ہی کو دی ہے۔ اس کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ آٹھ رکعت سنت ہیں باقی مستحب۔

چھٹی صدی ہجری کے مالکی محقق ابوبکر طرطوسی لکھتے ہیں:

((وقال مالك والذی اٰخذ به فی نفسی فی قیام شهر رمضان الذی جمع عمر علیه الناس احدی عشر رکعة بالوتر وهی صلوٰة النبی ﷺ .)) [3]

---

[1] فتح الباری، ص: ۳۱۷، جلد: ۲.

[2] قیام اللیل، ص: ۹۲.

[3] کتاب الحوادث والبدع، ص: ۵۲، طبع تیونس ۱۹۵۹.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ حسینی لکھتے ہیں:

((وهو اختيار وما لك لنفسه واختاره ابن العربى .)) ❶

ابوبکر ابن العربی المالکی کا فیصلہ:

قاضی ابوبکر ابن العربی کہتے ہیں کہ:

((والصحيح ان يصلى احدى عشرة ركعة صلوٰة النبى ﷺ وقيامه واما غير ذالك من الاعداد فلا اصل له ولا حد فيه فاذا لم يكن بد من الحد فالنبى ﷺ يصلى فوجب ان يقتدى بالنبى ﷺ .)) ❷

''صحیح گیارہ رکعت ہی ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی نماز ... باقی نفلوں کی کوئی حد بندی نہیں ہے۔ پس ضروری ہے کہ آنحضرت ﷺ کی اقتداء کی جائے۔''

علامہ ابن الہمام رحمہ اللہ وغیرہ حنفیہ کا فیصلہ:

آٹھ رکعت تراویح والا مسئلہ اپنے اندر اس قدر قوت دلیل رکھتا ہے کہ علامہ ابن الہمام جیسے عالم بھی مجبور ہو گئے کہ اس کا اعتراف فرمائیں حالانکہ علامہ کی تحریروں کو دیکھنے والے جانتے ہیں کہ علامہ کو حنفی مسلک کے مدلل بنانے میں کس قدر دخل ہے اس مسئلہ پر اپنے شرح ہدایہ میں بڑی تفصیل سے گفت گو فرمائی ہے اور آخر میں فرمایا ہے۔

((فتحصل من هذا كله ان قيام رمضان سنة احدى عشرة ركعة بالوتر ... فيكون سنة و كونها عشرين سنة الخلفاء فيكون مستحبا ...... وظاهر كلام المشائخ ان السنة عشرون ومقتضى والدليل ما قلنا .)) ❸

''نتیجہ یہ ہے کہ گیارہ رکعت سنت ہیں اور بیس مستحب ہیں اگر چہ فقہاء حنفیہ سب کو سنت ہی قرار دیتے ہیں۔ لیکن دلیل کا تقاضا یہی ہے۔''

مصنف البحر الرائق ص: ٦٧، جلد: ٢ نے بھی اسی مسلک کو پسند کیا ہے۔

هذا آخر ما اردنا فى هذه المقالة الوجيزة وصلى الله على النبى وآله وسلم .

---

❶ عمدة القارى، ص: ٣٧٥، جلد: ٥.

❷ عارضة الاحوذى، ص: ١٩، جلد: ٤، طبع مصر.

❸ فتح القدير، ص: ٣٣، جلد: ٢، طبع مصر.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چند سوال اور ان کے جواب ❶

❀ امام زہری ❀ مسئلہ فدک ❀ حدیث قرطاس ❀ احادیث صحیحین

ایک دوست نے ایک مکتوب بھیجا ہے جس میں وہ رقم طراز ہیں:

رسالہ ''الفاروق'' چوکیرہ (سرگودھا) کی اشاعت یکم جولائی ۱۹۵۷ء میں لکھا گیا ہے:

ابن شہاب زہری شیعہ تھا۔

بخاری شریف کی حدیث فدک جس میں غضبت فاطمة علی ابی بکر ہے موضوع ہے، اس کے واضع جاحظ اور ابوالعینا ہیں اور اللآلئ المصنوعة للسیوطی کی یہ عبارت لکھی ہے:

((عن ابی العیناء قال انا والجاحظ وضعنا حدیثا وادخلناه علی الشیوخ ببغداد فقبلوه الا ابن ابی شیبة العلوی فانه قال لا یشبه اخر هذا الحدیث اوله وابی ان یقبله وکان ابو العیناء یحدث بهذا بعد ما تاب.))

پھر جامع الاصول کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ حدیث فدک کے بارے میں تھی۔

''اپنتو نبی والا قصہ بے بنیاد ہے۔''

''محدثین سے منقول ہے کہ صحیحین میں دو سو دس حدیثیں ضعیف ہیں جن میں سے بخاری کی اسی ہیں۔''

پھر انھوں نے دریافت فرمایا ہے:

۱: کیا ابن شہاب زہری شیعہ تھے؟ کیا محدثین کو اس کا علم نہ ہو سکا؟

۲: کیا حدیث قرطاس، حدیث فدک اور ہم جو دیگر سے قسم کی حدیثیں موضوع ہیں؟ اگر یہی بات ہے تو پھر بخاری و مسلم کو صحیحین کیوں کہا جاتا ہے۔''

اس کے بعد مکتوب نگار لکھتے ہیں:

''ہمارے علاقے کے چوکردی (حنفی) حضرات نے آج کل یہ طریقہ اختیار کر رکھا ہے کہ بخاری و مسلم کی جس حدیث پر شیعہ حضرات کی جانب سے کوئی اعتراض عائد ہو جائے، یہ لوگ اس کو

---

❶ ستمبر ۱۹۵۷ء۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موضوع، ضعیف یا اس کے راویوں کو شیعہ کہہ کر مسترد کر دیتے ہیں۔ چنانچہ ان کے اس رویے کو دیکھ کر بعض لوگ اس سوچ میں پڑ گئے ہیں کہ کیا واقعی صحیحین میں بھی یہی رطب و یابس موجود ہے؟ یا ایسے ویسے لوگوں نے احادیث سے بدگمان کرنے کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا ہے.....؟

براہِ کرم متذکرہ امور پر روشنی ڈالی جائے.....!

جواب:

ان شبہات کا جواب کافی تفصیل چاہتا ہے، موجودہ صحبت میں چند اشارات ہی ممکن ہیں:

۱: کج بحث مناظرہ باز لوگوں کی یہ کمزوری ہوتی ہے کہ فریق مخالف کو شکست دینے اور اس پر الزام قائم کرتے وقت نتائج وعواقب کی پرواہ نہیں کرتے، نہ یہ سوچتے ہیں کہ اس کی زد کہاں جا کر پڑے گی۔ مثلاً یہی باغِ فدک والا معاملہ ہے جو صدیوں سے مابہ النزاع چلا آ رہا ہے۔ اہل علم وتحقیق اہل سنت نے اس مسئلے کو خوب خوب حل کیا ہے۔ مگر بعض لوگ ہیں کہ جوش میں آ کر اسے مقابلة الباطل بالباطل کے طریقے پر حل کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں حتی کہ اہل سنت والجماعت کے متفقہ امام حضرت ابن شہاب زہری تک کی تضعیف بھی ان خام علموں نے شروع کر دی۔ حالانکہ وہ بڑے جلیل القدر تابعی، صحابہ رضی اللہ عنہم کے صحبت یافتہ اور عقائد وفقہ اسلامی سے متعلق احادیث صحیحہ کے کثیر ذخیرے کے راوی ہیں۔ جس ذخیرے پر احکام شرعیہ کا بہت حد تک دار ومدار ہے، جس کی بنا پر حدیث پاک کا مخالف ٹولہ مستشرقین کی تقلید میں ان کی اہمیت گرانے کے درپے ہے۔ مزید یہ کہ انھوں نے ہی ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کے شیعہ ہونے کا پروپیگنڈا بھی کیا ہے، افسوس ہے کہ بعض مناظرہ باز حضرات بھی اس کا شکار ہو گئے۔ سچ فرمایا حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے:

((هما ضرران على الدين ضرر من يطعن فيه وضرر من ينصره بغير طريقه.)) [1]

''اسلام کو دونوں نے نقصان پہنچایا ہے، اس پر معترضین نے بھی، اور غلط طریقے سے مدافعت کرنے والوں نے بھی۔''

۲: امام محمد بن مسلم ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کی ثقاہت، عدالت، حفظ واتقان۔ اہل حدیث اور فقہائے مذاہب اربعہ کے ہاں مسلم ہے، مصطلح تشیع سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ اہل سنت علمائے کرام کے تذکروں اور رجال کی کسی بھی کتاب میں ان کو شیعہ نہیں قرار دیا گیا ہے۔

[1] مفتاح دار السعادة، ص: ٥٥٧.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سلسلے میں منکرین حدیث کے جواب میں ہمارے علمائے اہل حدیث کافی کچھ لکھ چکے ہیں۔ اور اب ''رحیق'' کی کسی قریبی اشاعت میں بھی امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ پر ایک مفصل تحقیقی مقالہ آ رہا ہے، جو اس موضوع پر ان شاء اللہ وافی شافی ہوگا۔ لہٰذا اس وقت تفصیل غیر ضروری ہے۔

۳: صحیح بخاری کی وہ روایت جس کو مکتوب نگار نے نقل کیا ہے، اس حدیث کا ایک ٹکڑا ہے جس میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اپنے حصہ میراث کے مطالبہ کا ذکر ہے۔ یہ روایت اعلیٰ درجے کی صحیح ہے۔ اس کو کسی بھی صاحب علم و تحقیق اہل سنت نے ضعیف نہیں کہا۔ چہ جائیکہ (معاذ اللہ) اسے موضوع کہہ دیا جائے۔ حضرات شیعہ کا اس مسئلے کے متعلق جو نقطہ نظر ہے وہ صدیوں پرانا ہے۔ ساتویں صدی ہجری تک کی تاریخ تو ہمیں بھی معلوم ہے، جب سے اب تک علمائے اہل سنت اس کے متعلق شیعوں کے مزعومات کی تردید کرتے آئے ہیں، مگر کسی ذی علم نے نہ حضرت امام زہری رحمہ اللہ کو شیعہ کہا، نہ اس روایت ہی کی تضعیف کی، اور پھر اس روایت میں کون سی ایسی بات ہے جس کے لیے یہ خام علم اتنے پریشان ہو ہو جاتے ہیں۔

۴: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اس مطالبہ کے جواب میں جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کر کے معذوری ظاہر کر دی۔

((ان رسول اللہ ﷺ قال لا نورث، ما ترکنا صدقة .)) ❶

''رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ ہم انبیاء کا ورثہ تقسیم نہیں ہوتا وہ صدقہ ہی رہے گا۔''

بلاشبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے اس بیان میں صادق اور ''ان اموال'' کے نہ تقسیم کرنے میں حق بجانب تھے، یہی وجہ ہے کسی بھی صحابی، حتیٰ کہ علی رضی اللہ عنہ تک نے بلکہ خود حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بھی صدیق اکبر کی تغلیط نہیں کی، بلکہ قولاً و عملاً ان کی تصدیق کر دی۔ علاوہ ازیں یہ حدیث صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سوا بڑے بڑے صحابہ مثلاً فاروق اعظم، عثمان غنی، علی مرتضی، عباس، عبدالرحمان بن عوف، طلحہ، زبیر، سعد بن ابی وقاص، ابو ہریرہ، عائشہ صدیقہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے بھی مروی ہے۔ شیخ الاسلام فرماتے ہیں:

((والرواية عن هؤلاء ثابتة في الصحاح والمسانيد مشهورة يعلمها اهل العلم بالحديث .)) ❷

۵: صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اس جواب سے قدرتاً حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا وقتی طور پر ملول خاطر ہوئیں، اور آپ کا یہ ''غضب'' اہل سنت کے نزدیک کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا۔ یہ انسانی کمزوری تھی جس کی وجہ سے اس

❶ صحیح بخاری. ❷ منهاج السنة: ۲/ ۱۵۸، نیز دیکھیے: البداية والنهاية: ۵/ ۲۸۷.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غصہ کا صدور آپ سے ہوگیا۔ معصوم تو آپ تھیں ہی نہیں کیونکہ ازروئے تحقیق عصمت صرف انبیاء علیہم السلام کا خاصہ ہے۔ تاہم ایسی چھوٹی موٹی باتوں سے آپ کے علو مرتبت واقعی میں کوئی فرق نہیں آتا۔ شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حضرت زہرا بنا بر حکم بشریت در غضب آمدہ باشد۔

آٹھویں صدی ہجری کے نامور مفسر، محدث، مؤرخ اور فقیہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((واما تغضب فاطمة رضي الله عنها وارضاها على ابى بكر فما ادرى ما وجهه فان كان لمنعه اياها ما سألته من الميراث فقد اعتذر اليها بعذر يجب قبوله ..... وهى ممن تنقاد لنص الشارع الذى خفى عليها قبل سؤالها الميراث ..... وان كان غضبها لاجل ما سألت الصديق اذا كانت هذه الاراضى صدقة لا ميراثا ان يكون زوجها ينظر فيها فقد اعتذر بما حاصله انه لما كان خليفة رسول الله ﷺ فهو يرى أن فرضا عليه ان يعمل بما كان يعمله رسول الله ﷺ ويلى ما كان يليه رسول الله ﷺ. انتهى ملخصا.)) ❶

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

((وهى امرأة من بنات آدم تاسف كما ياسفون وليست بواجبة العصمة مع وجود نص رسول الله ﷺ ومخالفة ابى بكر الصديق.)) ❷

۶: ہاں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا "یہ غضب" اگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں موجب تنقیص ہوسکتا ہے تو حضرت علی کے بعض اوقات کے "اغضاب" کے متعلق کیا کہا جائے گا۔ شاہ عبدالعزیز لکھتے ہیں:

"غضب حضرت زہراء برامیر در مقدمات خانگی بارہا بوقوع آمدہ ازاں جملہ وقتیکہ خطبہ بنت ابی جہل برائے خود نمودند و حضرت زہراء گریاں پیش پدر خود رفت و ہمیں تقریب آنجناب ایں خطبہ فرمودکہ ((الا ان فاطمة بضعة منى يوذينى ما آذاها ويريبنى ما ارابها فمن اغضبها اغضبنى.)) ❸

---

❶ البدایۃ: ۵/۲۸۶-۲۸۷.

❷ البدایہ، ۵/ ۲۸۹۔ اس مسئلے پر حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے منہاج السنۃ: ۲/۱۶۹، اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری: ۲/۱۴۱ میں بڑی تفصیلی بحث کی، جسے بخوف طوالت یہاں ذکر نہیں کیا گیا۔

❸ تحفہ، ص: ۲۷۸، نیز ملاحظہ ہو منہاج: ۲/ ۱۷۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واضح رہے کہ یہی ''اغضاب'' والی حدیث ہے جس کی بنا پر حضرات شیعہ صدیق اکبر پر زبان طعن دراز کرتے ہیں اور اسی کو سامنے رکھ کر اب بعض خام قسم کے اہل سنت صحیح بخاری کی زیر بحث روایت کا انکار کرنے بیٹھ گئے ہیں۔ لطف یہ کہ یہ حدیث ''اغضاب'' بھی صحیح بخاری ہی میں ہے۔ (باب مناقب فاطمہ) حالانکہ دونوں میں کوئی منافاۃ ہے نہ کوئی استحالہ ہر ایک کا اپنا ایک محل ہے۔ جیسا کہ محققین اہل سنت کے رویے سے ظاہر ہوتا ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فهجرته فاطمة نقل کر کے فرماتے ہیں:

((وهذا الهجران والحالة هذه فتح على فرقة الرافضة شرا عريضا وجهلا طويلا وادخلوا انفسهم بسببه فيما لا يعنيهم ولو تفهموا الامور على ما هي عليه لعرفوا للصديق فضله وقبلوا منه عذره الذي يجب على كل احد قبوله ولكنهم طائفة مخذولة وفرقة مرذولة يتمسكون بالمتشابه ويتركون الامور المحكمة المقدرة عند ائمة الاسلام من الصحابة والتابعين فمن بعدهم من العلماء والمعتبرين في سائر الاعصار والاحصار رضي الله عنهم وارضاهم اجمعين.)) ❶

۷: مگر بر بنائے بعض روایات یہ ناراضگی بھی باقی نہیں رہی۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے طرز عمل اور باہمی افہام وتفہیم کے بعد معاملات درست ہو گئے جیسا کہ اہل سنت کی متعدد کتابوں میں موجود ہے، مثلاً علامہ محب طبری (المتوفی ۶۹۴ھ) لکھتے ہیں:

((عن الاوزاعي قال بلغني ان فاطمة بنت رسول الله ﷺ غضبت على ابي بكر فخرج ابوبكر حتى قام على بابها في يوم حار ثم قال لا ابرح مكاني حتى ترضى عني بنت رسول الله ﷺ فدخل عليها لترضى فرضيت خرجه ابن السمان في الموافقة.)) ❷

اسی سے ملتی جلتی ایک روایت البدایہ والنہایہ (۵/ ۲۸۹)، علامہ عینی حنفی کی شرح صحیح بخاری (۷/۱۲۲) فتح الباری (۱۴۱/۳ طبع دہلی) وغیرہ میں بھی ہے جس کی سند کے متعلق حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((هذا اسناد جيد قوي.)) ❸

---

❶ البداية: ٥/ ٢٨٧.

❷ الرياض النضرة في مناقب العشرة: ١/ ١٥٧۔ نیز دیکھئے تحفہ اثنا عشریہ طبع لکھنؤ ص: ۲۷۹۔

❸ البداية: ٥/ ٢٨٩.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الٰہی تصرفات دیکھیے کہ خود شیعی مصنفین کو بھی یہ روایت تسلیم ہے۔ وللہ الحمد ❶

حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں: حضرت صدیق رضی اللہ عنہ یا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا وسائر اہل بیت آں قدر ملاطفت فرمود کہ جبر نقصان آں آزردگیہا شد۔

ان روایات کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں مذکور ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مطالبہ کے جواب میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((انی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول اِنَّ اللّٰهَ اِذَا اَطْعَمَ نَبِيًّا طُعْمَةً ثُمَّ قَبَضَهٗ جَعَلَهٗ لِلَّذِيْ يَقُوْمُ مِنْ بَعْدِهٖ فَرَأَيْتُ اَنْ اَرُدَّهٗ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ . قَالَتْ فَاَنْتَ وَمَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ .)) ❷

تو آپ نے تسلیم کر لیا

((وفی لفظ انت ورسول اللہ اعلم ورجعت .)) (اخرجہ ابن السمان فی الموافقة.) ❸

یعنی حضرت فاطمہ یہ فرما کر کہ ''آپ جانیں اور رسول اللہ ﷺ'' واپس گھر تشریف لے گئیں۔

ابن کثیر کی تحقیق:

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ایک اور طریقے سے بھی ان تاریخی روایات پر تحقیقی گفتگو کی ہے جس کی روشنی میں کوئی اشکال باقی نہیں رہنا چاہیے۔ آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے ذکر میں لکھتے ہیں:

((ولما مات رسول اللہ ﷺ سألت من ابی بکر المیراث فاخبرها ان رسول اللہ ﷺ قال "لا نورث ما ترکنا فهو صدقة" فسألت ان یکون زوجها ناظرا علی هذه الصدقة فابی ذلک وقال انی اعول من کان رسول اللہ یعول وانی اخشی ان ترکت شیئا مما کان رسول اللہ ﷺ یفعله ان اضل وواللہ لقرابة رسول اللہ ﷺ احب الی ان اصل من قرابتی فکانها وجدت فی نفسها من ذلک فلم تبغضه مدة حیاتها فلما مرضت جاء ها الصدیق فدخل علیها فجعل یترضاها وقال واللہ ما ترکت الدار والمال والاهل

❶ نصیحة الشیعه: ۲/ ۱۴۶ بحوالہ سلیم بحرانی شرح نهج البلاغة نیز تحفہ اثنا عشریہ، ص: ۲۷۹.

❷ البدایه: ۵/ ۲۸۹ بحوالہ مسند امام احمد واصله فی ابی داود: ۳/ ۱۰۵ مع العون. ترمذی کما ذکره الحافظ فی الفتح: ۳/ ۱۴۱.

❸ الریاض النضرة: ۱/ ۱۷۰.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والعشیرة الا ابتغاء مرضاة اللّٰه ومرضاة رسوله ومرضاتکم اهل البیت فرضیت رضی اللّٰه عنها . رواه البیهقی عن الشعبی وهذا مرسل حسن باسناد صحیح .)) ❶

یعنی فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے مطالبہ میراث کے جواب میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے حدیث سن کر یہ چاہا کہ ان اموال کی تولیت ہی کم از کم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کردی جائے، مگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس انداز کی تقسیم کو بھی منشائے نبوی کے خلاف سمجھتے ہوئے قبول کرنے سے معذوری کا اظہار کردیا تو یہ معقول عذر بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر ایک طرح سے بار ہوا۔ تاہم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بنفس نفیس حضرت زہراء رضی اللہ عنہا کے پاس ..... ان ایام مرض میں ..... تشریف لے گئے اور ان کو راضی کرلیا۔

اس رضا مندی کی ایک اہم دلیل وہ وصیت ہے، جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے مرض الموت میں فرمائی کہ ''حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا ..... صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ ..... آپ (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا) کے غسل دینے میں شریک ہوں۔'' اور یہ کہ ''ان کے مشوروں پر عمل کیا جائے۔''

((ولما ان حضرتها الوفاة اوصت الی اسماء بنت عمیس ..... امرأة الصدیق ..... ان تغسلها .)) ❷

غور کیجیے یہ ہے ان پاک نفوس کا طرزِ معاشرت .....! اور ایک یہ لوگ ہیں کہ چودھویں صدی تک ان میں ''نزاعات'' کے افسانوں کو ہوا دیتے چلے آرہے ہیں۔

رفع تعارض:

مذکورہ روایتوں کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ان الفاظ سے بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے جو صحیح بخاری میں وارد ہے:

((فهجرت ابا بکر فلم تزل مهاجرته حتی توفیت .)) ❸

مگر یہ ظاہری تعارض بہ آسانی یوں رفع ہوسکتا ہے کہ یہ ''ہجران'' صرف اس مطالبے کے بارے میں تھا۔ مطلب یہ کہ حدیث سننے کے بعد آپ نے مطالبہ چھوڑ دیا۔ فتح الباری میں ایک روایت کے لفظ یوں نقل ہوئے ہیں:

---

❶ البدایہ: ۶/ ۳۳۳.

❷ البدایہ: ۶/ ۳۳۳۔ والاستیعاب: ۲/ ۷۵۱.

❸ صحیح بخاری، باب فرض الخمس.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((فلم تكلمه في ذلك المال .))

''اس مال'' کے بارے میں گفتگو ترک کر دی۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو صدیق رضی اللہ عنہ وزہرا رضی اللہ عنہا کے معاملات کے درست ہونے کا علم نہ ہو سکا اور انھوں نے یہی سمجھے رکھا کہ یہ ناراضگی آخر تک رہی خصوصاً ابن کثیر کی توجیہ کی بنا پر۔

ان وجوہِ تطبیق کے بعد کسی روایت کی تغلیط کی ضرورت بھی باقی نہیں رہتی اور نہ ہی کسی صحابی رضی اللہ عنہ پر کوئی حرف آتا ہے۔ فللّٰه الحمد

۸: اللہ تعالیٰ جہالت سے بچائے۔ چوکیرہ کے یہ دوست عجیب مغالطوں کا شکار ہو گئے۔ ان کو صحیح بخاری کی روایت کا صحیح مطلب سمجھ میں نہ آیا تو پریشان ہو گئے۔ ادھر آپ نے کہیں سے سن پایا کہ اللآلی المصنوعة میں دو کاذبوں کا اعترافِ کذب نقل کیا گیا ہے۔ پھر جامع الاصول سے یہ نقل کہیں دیکھ لی کہ یہ کذب ''فدک'' کے متعلق تھا۔ بس آپ نے یہ قرار دے کر ''پریشانی'' دور کرنے کی کوشش کی کہ ہو نہ ہو فدک والی یہ گھڑی ہوئی روایت صحیح بخاری ہی کی ہوگی۔ اور یہی اس اعترافِ کذب کا مصداق۔ پس صحیح بخاری کی یہ روایت (معاذ اللہ) موضوع ہے۔ دیکھیے ان ظنون فاسدہ، ظلمات بعضها فوق بعض نے بات کہاں سے کہاں پہنچا دی گئی۔ حالانکہ وہاں فدک سے مراد وہ دوسری طویل روایت ہے جو بہ تحقیق محدثین وشہادت عقل یقیناً موضوع اور جھوٹی ہے۔ وہ دلچسپ کہانی یہ ہے:

((عن علي بن اسباط قال لما ورد ابوالحسن موسى على المهدي راٰه يرد المظالم فقال يا امير المؤمنين! ما بال مظلمتنا لا ترد؟ فقال له وما ذاك يا اباالحسن؟ قال ان الله تبارك وتعالٰى لما فتح على نبيه ﷺ فدك وما والاها لم يوجف عليه بخيل ولا ركاب فانزل الله على نبيه ﷺ ﴿وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ﴾ فلم يدر رسول الله ﷺ من هم فراجع في ذلك جبرئيل وراجع جبرئيل عليه السلام ربه فاوحى الله اليه ان ادفع فدك الى فاطمة عليها السلام فدعاها رسول الله ﷺ فقال لها يا فاطمة ان الله امرني ان ادفع اليك فدك فقالت قد قبلت يا رسول الله من الله ومنك فلم يزل وكلاؤها فيها حياة رسول الله ﷺ فلما ولي ابوبكر اخرج عنها وكلاؤها فاتته فسألته ان يردها فقال لها ائتيني باسود او احمر يشهد لك بذلك فجاءت بامير المؤمنين عليه السلام وام ايمن فشهدا لها فكتب لها بترك التعرض فخرجت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والکتاب معها فلقیها عمر فقال ما هذا معك یا بنت محمد؟ قالت کتاب کتبه لی ابن ابی قحافة قال ارنیه فابت فانتزعه من یدها ونظر فیه ثم تفل فیه ومحاه وخرقه فقال لها هذا لم یوجف علیه ابوك بخیل و لا رکاب فضعی الجبال فی رکابنا فقال له المهدی یا ابا الحسن حدها لی فقال حد منها جبل احد وحد منها عریش مصر وحد منها سیف البحر وحد منها دومة الجندل فقال له کل هذا؟ قال نعم یا امیر المؤمنین هذا کله ان هذا مما لم یوجف علی اهله رسول الله ﷺ بخیل ولا رکاب فقال کثیر وانظر فیه.)) ❶

اس کہانی میں یہ دکھایا گیا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فدک تو اسی وقت ہبہ کر دیا گیا تھا جب آیت ﴿وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ﴾ نازل ہوئی مگر ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے آپ سے چھین لیا وغیرہ وغیرہ۔

اگر اللآلی المصنوعہ کا بیان کردہ واقعہ درست مان لیا جائے تو وہ یہی فدک والی کہانی ہے، جسے جاحظ اور ابوالعیناء نے ''شیوخ بغداد'' کے ذریعے رواج دینے کی کوشش کی مگر بحمد اللہ محدثین نے تاڑ لیا اور ان کی تحقیق وبصیرت نے فیصلہ کیا کہ یہ کہانی من گھڑت ہے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((عن ابی سعید قال لما نزلت ﴿وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ﴾ دعا رسول الله ﷺ فاطمة فاعطاها فدك ...... وهذا الحدیث مشکل لان الایة مکیة وفدك انما فتحت خیبر سنة سبع من الهجرة فکیف یلتئم مع هذا فهو اذا حدیث منکر والا شبه انه من وضع الرافضة.)) ❷

اس افسانے کے متعلق یہی رائے حافظ سیوطی ❸ اور شاہ عبدالعزیز ❹ کی ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی اس کے بطلان پر نقلی اور عقلی طور پر مفصل بحث فرمائی ہے۔ ❺

اللآلی المصنوعہ کی یہ عبارت پیش کرتے وقت ان صاحب کو یہ خیال نہ آیا کہ صحیح بخاری کی حدیث لانورث إلخ کو خود مصنف اللآلی المصنوعہ ❻ نے اسی کتاب میں صحیح تسلیم کیا ہے، جس کا حصہ متنازعہ فیہ

---

❶ اصول کافی: ۱/ ۵۴۳ طهران طبع جدید.

❷ تفسیر ابن کثیر: ۳/ ۳۶، نیز یہ روایت فضیل عن عطیہ آئی ہے جس کے متعلق میزان الاعتدال میں ہے۔ فضیل یروی الموضوعات.

❸ لباب النقول، ص: ۴۷.

❹ فتاوی عزیزی: ۲/ ۲۱۲ (اُردو)

❺ منهاج: ۲/ ۱۶۶۔۱۶۹ وایضاً: ۳/ ۱۳۷

❻ ص: ۵۸۰ طبع لکھنو.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الفاظ ہیں۔ سوچا ہوتا کہ صحیح بخاری کی حدیث اس عبارت کا مصداق کیسے ہو سکتی ہے۔ ﴿وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ﴾

۹: رہی حدیث قرطاس تو اس کی صحت بالکل غیر مشتبہ ہے۔ صحیحین کے علاوہ بھی وہ متعدد سندوں سے مختلف کتابوں میں مروی ہے اور جہاں تک تتبع کیا گیا ہے اہل سنت میں اس کی صحت و استناد مسلم و متفق علیہ ہے......!

اہم مبحث متعلقہ احادیث صحیحین:

۱۰: صحیحین میں مروی احادیث کے متعلق اہل حدیث اور ائمہ سنت کا موقف یہ ہے کہ ان میں کی ہر حدیث من حیث المجموع قطعی اور یقینی طور پر صحیح ہے جیسا کہ امام ابواسحاق ابراہیم بن محمد اسفرائینی (المتوفی ۴۰۸ھ) نے اس کی تصریح کی ہے:

((اهل العلم مجمعون على ان الاخبار التى اشتمل عليها الصحيحان مقطوع بصحة اصولها ومتونها ولا يحصل الخلاف فيها بحال وان حصل فذالك فى طرقها ورواتها . انتهى)) [1]

یعنی فن حدیث کے ماہرین کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ صحیحین کے سب ہی اصول و متون قطعاً صحیح ہیں۔ اور اس میں کوئی اختلاف نہیں اگر کچھ اختلاف ہے تو روایات کی سندوں اور راویوں کے اعتبار سے ہے۔ امام الحرمین عبدالملک بن عبداللہ الجوینی (المتوفی ۴۷۸ھ) کا بھی یہی کہنا ہے: اجمع علماء المسلمين على صحتهما . [2]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((واهل الحديث يعلمون صدق متون الصحيحين من شركهم فيها علم ما علموه ومن لم يشركهم لم يعلمه ذلك .)) [3]

اس رائے کو ہمارے دور کے سرخیل علمائے حنفیہ مولانا سید انور شاہ صاحب رحمہ اللہ دیوبندی نے بھی تسلیم کیا ہے۔ [4]

اس اجماعی اور متفقہ فیصلے کے معقول ہونے کے متعدد وجوہ ہیں، مثلاً:

---

[1] فتح المغيث شرح الفية الحديث از سخاوى، ص: ۱۹ ومرقاة شرح مشكوة: ۱/ ۴۲.

[2] مرقاة: ۱/ ۴۲.

[3] منهاج: ۴/ ۱۱۳ ايضاً فتاوىٰ ابن تيميه: ۱/ ۴۰۹.

[4] مقدمه فيض البارى، ص: ۴۵ وفيض البارى: ۴/ ۵۰۶.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❀ احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ ان دونوں اماموں کے زمانے میں حفظاً وکتابتاً مشہور ومتداول تھا جس سے انھوں نے دونوں کتابیں مدون فرمائیں۔ ❶

❀ بنا بریں ان کے سامنے اصول ومتون بہ کثرت سندوں کے ساتھ موجود تھے اور ان اسناد کے راویوں کے حالات بھی خاصی تفصیل سے ان کے سامنے رکھے ہوئے تھے۔ انھوں نے خوب چھان پھٹک کر ہر متن کو دیکھا، باریک سے باریک علت کی ٹوہ لگائی۔ اسباب جرح کو معلوم کیا۔ اس تدقیق ومحنت کے بعد ان کو صحت کا یقین ہوا تو جب درج فرمایا۔ مولانا سیّد انور شاہ رحمہ اللہ دیوبندی ایک تحقیقی تحریر میں فرماتے ہیں:

((الذین دونوا الحدیث لم یکتفوا بطریق واحد حتی مارسوہ بطرق متعددۃ وتتبعوہ عن مشائخ متفرقۃ حتی تبین لھم صدقہ من کذبہ کفلق الصبح فھؤلاء کانوا یعرفون محالہ ومظانہ فاذا اجمعوا الطرق والاسانید انکشفت لھم العلل واسباب الجرح کلھا فلم یدونوہ الا بعد ما حققوہ وما رسوہ .)) ❷

❀ اپنے زمانے کے ماہرین فن حدیث کے ساتھ ان کے متعلق تبادلہ خیال کیا جن میں ان کے مشاہیر اساتذہ بھی تھے:

((قال ابوجعفر العقیلی لما صنف البخاری کتاب الصحیح عرضہ علی ابن المدینی واحمد بن حنبل ویحیی بن معین وغیرھم فاستحسنوہ وشھدوا لہ بالصحۃ الا اربعۃ احادیث قال العقیلی والقول فیھا قول البخاری وھی صحیحۃ .)) ❸

امام مسلم کا اپنا بیان ہے: ((انما وضعت ھھنا ما اجمعوا علیہ .)) ❹

ایک دفعہ یہ بھی کہا:

((عرضت کتابی ھذا علی ابی زرعۃ الرازی فکل ما اشاران لہ علۃ ترکتہ ❺ وکل ما قال انہ صحیح خرجتہ .)) ❻

ان بیانوں سے پتا چلتا ہے کہ خوب خوب گہرے مذاکرات کے بعد ان کتابوں کو آخری شکل دی گئی ہے۔

❶ مقدمۃ الفتح وغیرہ۔
❷ فیض الباری: ۳/ ۳۳۱۔
❸ مقدمۃ الفتح: ۲/ ۲۰۳۔
❹ صحیح مسلم: ۱/ ۱۷۴۔
❺ مقدمۃ الفتح: ۲/ ۸۲۔
❻ مقدمہ شرح مسلم نووی، ص: ۱۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دونوں اماموں کی فن حدیث سے والہانہ شیفتگی، اس میں شب وروز کا انہماک، معرفت علل حدیث میں درجہ امامت وسعت حفظ، مجتہدانہ بصیرت، دیانت، امامت، تقویٰ وغیرہ اوصافِ جمیلہ واخلاق عالیہ پر ان کے نہ صرف معاصرین ہی کا بلکہ بعد کے محققین ائمہ حدیث کا بھی اتفاق ہے۔ چنانچہ قطعیت احادیث کے بحث کے دوران میں اسی امر کی طرف حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اشارہ کیا ہے:

((منها جلالتهما في هذا الشان وتقدمهما في تمييز الصحيح على غيرها.)) ❶

نیز مقدمہ فتح الباری وغیرہ میں بھی ایسے اقوال کافی ذکر کیے گئے ہیں۔

❀ جن اصول وقواعد کی روشنی میں احادیث اور ان کے راویوں کو جانچا پرکھا گیا ہے وہ سب قرآنِ حکیم ہی سے مستنبط ہیں جیسا کہ امام شافعی کے الرسالہ اور امام مسلم کے مقدمہ الصحیح وغیرہما سے معلوم ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ قواعد بڑے مضبوط ہیں اور ان کی راہنمائی اعتماد واستناد کی ضمانت ہے۔

❀ ان دونوں مبارک کتابوں کی تدوین کے بعد سینکڑوں محدثین کی نظریں ان ہی کی خدمت پر مرکوز ہوگئیں۔ ان کے معیارِ صحت، اصولِ تحقیق ایک ایک سند ہر سند کے راویوں کی ہر طرح کی تفتیش، راویوں کے طریق ادائے روایت پھر ایک ایک متن، ہر متن کے سب الفاظ کی ٹھیک ٹھیک تعیین، روایت بالمعنی پر کڑی نگرانی وغیرہ قسم کے امور پر اجتماعاً وانفراداً بحثیں کیں، جانچا، پرکھا اور علی وجہ البصیرت تصحیح احادیث میں ان دونوں جلیل القدر مصنفوں کی سب نے تصدیق کردی۔ یہ عمل قریباً دو صدیاں جاری رہا۔ مزید برآں یہ دور خالص حدیثی تحقیق کا دور ہے۔ جب سینکڑوں متون ہزاروں اسانید کے ساتھ ائمہ فن کو حفظ ہوتے تھے اور رواۃ حدیث کی واقفیت قرب زمانہ کی وجہ سے بہت وسیع تھی، صرف کتابوں ہی پر اعتماد نہ تھا۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((قولنا رواه البخاري ومسلم علامة لنا على صحته لا انه كان صحيحا بمجرد روايتا لبخاري ومسلم بل احاديث البخاري ومسلم رواها غيرهما من العلماء والمحدثين من لا يحصى عدده الا الله ولم ينفرد واحد منهما بحديث بل ما من حديث الا وقد رواه قبل زمانه وبعد زمانه طوائف ولولم يخلق البخاري ومسلم لم ينقص من الدين شيء وكانت تلك الاحاديث موجودة باسانيد يحصل بها المقصود وفوق المقصود

❶ نزهة النظر، ص: ۱۸ طبع مجتبائی.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والتصحيح لم يقلد ائمة الحديث فيه البخاری ومسلما بل جمهور ما صححاه كان قبلهما عند ائمة الحديث صحيحا متلقى بالقبول وكذلك فی عصرهما وكذلك بعدهما قد نظر ائمة هذا الفن فی كتابيهما ووافقوهما على صحة ما صححاه الا مواضع يسيرة ...... الى قوله ...... والمقصود ان احاديثهما نقدها الائمة الجهابذة قبلهم وبعدهم ورواها خلائق لا يحصى عددهم الا الله فلم ينفرد الا برواية ولا بتصحيح انتهى بتلخيص .)) ❶

حاصل یہ کہ صحیحین کی حدیثیں دوسری سے چوتھی صدی ہجری تک کے ائمہ حدیث وسنت کی مصدقہ و مصححہ ہیں......!

۱۱: یہ بات غلط ہے کہ محدثین نے صحیحین کی اتنی اور اتنی حدیثوں کو ضعیف کہا ہے، شاید علم حدیث اور اس کے فن کی باریکیوں سے ناواقف لوگوں کو حافظ ابن الصلاح رحمہ اللہ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے بعض بیانوں سے دھوکا ہوا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ اوّل الذکر نے اپنی مشہور ومتداول کتاب علوم الحدیث میں یہ فیصلہ دینے کے بعد کہ اہل العلم بالحدیث کے اجماع واتفاق کی بنا پر صحیحین کی حدیثیں قطعاً صحیح ہیں۔ اس سے چندان روایات کو مستثنیٰ قرار دیا ہے جن پر بعض ماہرین حدیث (چوتھی صدی ہجری کے مسلمہ امام حافظ دارقطنی وغیرہ) نے فنی حیثیت سے تنقیدی نظر ڈالی ہے، جس سے ان کا مطلب یہ ہے کہ ان روایات کی صحت کا وہ اعلیٰ درجہ نہیں جو صحیحین کی غیر منتقد احادیث کا ہے؛ کیونکہ ان دونوں کے جس اعلیٰ معیارِ صحت کا اندازہ کیا گیا ہے، اس پر وہ پوری نہیں اترتیں۔ اس کا یہ معنی نہیں کہ وہ حدیثیں ضعیف، مشکوک اور مسترد کر دینے کے قابل ہیں۔

اس سلسلے میں ان کی اپنی اور اہلِ فن کی تصریحات حسبِ ذیل ہیں:

علوم الحدیث میں صحیحین کی حیثیت کا ذکر کرتے ہوئے حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

((اوّلها صحيح اخرجه البخاری ومسلم جميعا الثانی صحيح انفرد به البخاری الثالث انفرد به مسلم واعلاها الاول وهو الذی يقول فيه اهل الحديث كثير، صحيح متفق عليه يطلقون ذلك ويعنون به اتفاق البخاری ومسلم لا اتفاق الامة عليه لكن اتفاق الامة عليه لازم من ذلك وحاصل

❶ منهاج السنة: ٤/ ٥٨، ٥٩.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معہ لاتفاق الامة علی تلقی ما اتفقا علیه بالقبول وهذا القسم جمیعه مقطوع بصحته . والعلم الیقینی النظری واقع به ...... لان الامة فی اجماعها معصومة من الخطأ ولهذا كان الاجماع المبتنی علی الاجتهاد حجة مقطوعاً بها و اكثر اجماعات العلماء كذلك وهذه نكتة نفیسة نافعة ومن فوائده القول بان ما انفرد به البخاری او مسلم مندرج فی قبیل ما یقطع بصحته لتلقی الامة كل واحد من كتابیهما بالقبول ...... سوی احرف یسیرة تكلم علیها بعض اهل النقد من الحفاظ كالدارقطنی وغیره .)) ❶

علامہ ابوالحسن بن محمد صادق حنفی سندھی بہجۃ النظر میں لکھتے ہیں:

((واما الاحادیث التی انتقدها بعضهم فلا تفید العلم ولا الحكم علیها بالصحة الواقعیة لانعدام التلقی بالنسبة الیها وقد حكم المحققون علیها بالصحة الاصطلاحیة .)) ❷

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((جمیع ما فیه صحیح باعتبار انه حكم مقبول لیس ما یرد مطلقا الا النادر .)) ❸

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے معاصر علامہ محمد بن ابراہیم الوزیر لکھتے ہیں:

((اعلم ان المختلف فیه من حدیثهما هو الیسیر ولیس ذلك الیسیر ما هو مردود بطریق قطعیة ولا إجتماعیة ولیس الاختلاف یدل علی الضعف ولا یستلزمه .)) ❹

ملا محمد معین سندھی اس موضوع پر بڑی مدلل بحث کے اثنا میں لکھتے ہیں:

((ان الصحة المقطوعة اخص من الصحة فی اعلی درجتها عند حذاق الفن واشفاء الخاص لا یوجب انتفاء العام الی اخر ما قال .)) ❺

---

❶ مقدمہ ابن الصلاح، ص: ۱٤، ۱۵ طبع بمبئی۔ اسی سے ملتی جلتی عبارت بلکہ بعض لحاظ سے واضح مقدمہ شرح مسلم (نووی): ۱/ ۱٤ میں ہے۔

❷ بهة النظر شرح نخبة الفكر، ص: ۲۱ طبع لاهور.

❸ مقدمة الفتح: ۱/ ۱۳.

❹ الروض الباسم فی الذب عن سنة ابی القاسم: ۱/ ۷۹.

❺ دراسات اللبیب، ص: ۳٤۳ طبع کراچی.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عصر حاضر کے محقق مصری صاحب علم علامہ احمد بن محمد بن شاکر لکھتے ہیں:

((ان احادیث الصحیحین صحیحۃ کلھا لیس فی واحد منھا مطعن او ضعف وانما انتقد الدار قطنی وغیرہ من الحفاظ بعض الاحادیث علی معنی ان ما انتقدوہ لم یبلغ فی الصحۃ الدرجۃ العلیا التی التزمھا کل واحد منھما فی کتابہ واما الحدیث فی نفسہ فلم یخالف احد فیھا فلا یھولنک ارجاف المرجفین وزعم الزاعمین ان فی الصحیحین احادیث غیر صحیحۃ انتھی.)) ❶

یعنی صحیحین کی سب حدیثیں صحیح ہیں کوئی ضعیف نہیں۔ حافظ دارقطنی وغیرہ کا انتقاد اعلیٰ درجے کے معیار صحت کے نقطہ نظر سے ہے۔ نفس صحت میں ان کا اختلاف نہیں۔ لہٰذا ایسی غلط بات پھیلانے والوں کے بھرے میں نہ آنا چاہیے جو یہ کہتے پھرتے ہیں کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ضعیف حدیثیں بھی ہیں۔

عجب ستم ظریفی ہے کہ صحیحین کی اہمیت گھٹانے کے لیے تو حافظ دارقطنی وغیرہ کا سہارا لیا جاتا ہے مگر یہ خیال نہیں کیا جاتا کہ ان ہی حفاظ حدیث نے اپنی منتقدہ احادیث کے علاوہ حدیثوں کو یقینی صحیح تسلیم کیا ہے۔ انصاف کا تقاضا ہے کہ ان کی یہ بات بھی تسلیم کر کے بحث ختم کردی جائے۔ آخر یہ حق کسی کو کیسے مل سکتا ہے کہ تین چار صدیوں کے محدثین کی تنقیح و تحقیق کے بعد متفقہ احادیث کو عقائد کے اختلاف، مسلکی، جنبہ داری ''ذوق و روایت'' اور مزاج شناسی رسول کی قینچی لے کر اپنے حسب منشا کترتے چلے جائیں اور کوئی ہاتھ پکڑے تو امام دارقطنی وغیرہ کو پیش کردیں۔ ﴿تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى﴾

۱۲: علامہ ابن الصلاح کے اس اشارے کی مناسب مقام تفصیل بھی عرض ہے جس کا اوپر ذکر آیا ہے کہ ''صحیحین کے احرف یسیرہ (چند الفاظ) قطعیت صحت سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ حافظ دارقطنی وغیرہ کی تنقید کی وجہ سے ان کی صحت اعلیٰ درجے کی نہیں رہی۔'' واضح رہے کہ صحیح بخاری کی وہ احادیث جو کتاب کا اصل موضوع ہیں۔ ❷ ان کی تعداد...... حسب تصریح حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ❸ ...... تقریباً آٹھ ہزار اور کم وبیش اتنی ہی...... بقول بعض حفاظ حدیث ❹ ...... صحیح مسلم کی حدیثوں کی ہے۔ ان میں سے امام دارقطنی

❶ حاشیہ الباعث الحثیث، ص: ۳۷ طبع ثانی مصر.

❷ صحیح بخاری کا موضوع اس کے نام سے ظاہر ہے۔ الجامع الصحیح المسند من حدیث رسول اللہ ﷺ وسننہ وایامہ (مقدمہ الفتح: ۱/ ۵.

❸ مقدمۃ الفتح: ۲/ ۱۸۷ وتوجیہ النظر، ص: ۹۴.

❹ تدریب الراوی، ص: ۳۰.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا انتقاد بیس مشترکہ احادیث اور اوّل الذکر کی قریباً اسی اور صحیح مسلم کی تقریباً سو حدیثوں پر وارد ہوا ہے۔ ان کے علاوہ باقی تمام روایات کے صحیح ہونے میں وہ بھی شیخین سے متفق ہیں۔ ❶ ہاں! امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بعض متون کے درمیانی ٹکڑوں پر بعض حفاظ کے حکم وہم کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ ''وہ کل بیس جگہ ہے لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے اندازِ خاص سے محفوظ وغیر محفوظ کو چھانٹ دیا ہے اور امام مسلم نے ایسا نہیں کیا۔'' اس کے بعد یہ بھی فرمایا ہے کہ ہزار ہا کے ذخیرے میں سے دس بیس جگہ کسی راوی سے بعض الفاظ میں اگر وہم صادر ہو جائے تو کوئی تعجب کی بات نہیں، نہ ہی اس سے بدکنا چاہیے۔ اور نہ ہی اس سے صحیحین کی استنادی پوزیشن پر اثر پڑتا ہے۔ چنانچہ امام موصوف ان چند مواضع اوہام اور ان کی صحیح حیثیت ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

((وفی الجملة من نقد سبعة آلاف درهم فلم يرج فيها الا دراهم يسيرة ومع هذا فهی مغيرة ليست مغشوشة محضة فهذا امام فی صنعته والكتابان سبعة آلاف حديث وكسرا.)) ❷

اس وجہ کی طرف آپ نے دوسرے مقام پر اشارہ کیا ہے کہ ان ٹکڑوں کی حیثیت ضمنی سی ہوتی ہے جس مقصد کے لیے وہ پوری حدیث لائی جاتی ہے اس لحاظ سے من حیث المجموع وہ حدیث صحیح ہوتی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

((واما الخطاء فلا يعصم من الاقرار عليه الا نبی لكن اهل الحديث يعلمون ان مثل الزهری والثوری ومالك ونحوهم من اقل الناس غلطا فی اشياء خفيفة لا تقدح فی مقصود الحديث ويعرفون رجالا دون هولاء يغلطون احيانا والغالب عليهم الحفظ والضبط ولهم دلائل يستدلون بها على غلط الغالط انتهى.)) ❸

اس تفصیل سے وہ سب غلط فہمیاں دور ہو جاتی ہیں جو ناواقفوں کو ایسے مزلۃ الاقدام مواقع پر ہو گئی ہیں۔ وللتفصيل موضع آخر.

ملحوظہ:...... واضح رہے متن سے مراد روایت کا وہ حصہ ہے جس پر سند ختم ہوتی ہے۔

((قال ابن جماعة: هو غاية ما ينتهی اليه غاية السند من الكلام.)) ❹

❶ مقدمة الفتح: ٢/ ٨١ وتدريب، ص: ٤٣.

❷ منهاج: ٤/ ٥٩. ❸ منهاج: ٤/ ١١٢.

❹ قواعد التحديث، ص: ١٨٧

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۴: یاد رہے امام دارقطنی کا انتقاد بھی متون کی تضعیف کی حیثیت سے نہیں بلکہ ان کی سندوں پر فن حدیث کی حیثیت سے ہے، یعنی انھوں نے بعض متون کے بہت سے طرق پر نظر کرتے ہوئے امام بخاری یا امام مسلم دونوں سے اختلاف کیا اور کہا کہ فلاں سند نہیں ہونی چاہیے تھی، مثلاً: کوئی حدیث صحیحین میں موصول روایت ہوتی ہے، مگر دوسرے طرق پر نظر کرتے ہوئے امام دارقطنی کہیں گے کہ راویوں کے صفات وتعداد کے اعتبار سے موقوف راجح ہے یا مثلاً صحیح بخاری میں کوئی حدیث ایک راوی سے مروی ہے مگر دوسرے طرق پر نظر کرتے ہوئے امام دارقطنی کا اعتراض یہ ہوتا ہے کہ روایتی حیثیت سے دوسرے کسی راوی سے زیادہ درست ہے۔ امام بخاری کو چاہیے تھا کہ اس طریق کو اختیار کرتے۔ وقس علی ھذا.

علامہ محمد منیر دمشقی لکھتے ہیں:

((انتقد الامام الدارقطني المتوفی ۳۸۵ وغیرہ من النقاد احادیث فی الصحیحین اخلا فیھا بشرطھما ویرجع وجه الانتقاد الی اختلاف الرواۃ فی رجال الاسناد زیادۃ ونقصا او تغییر البعض الرجال او انفرد بعضھم بزیادۃ فی المتن عمن ھو اکثراوا ضبط او تفرد من ضعف الی غیر ذلك.)) ❶

ان سب صورتوں کی تفصیل ان کی مثالوں سمیت حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری (۲/ ۱۸۔ ۱۱۰) علامہ سیوطی نے تدریب الراوی (ص: ۴۳۔ ۴۵) علامہ محمد بن ابراہیم نے الروض الباسم (۱/ ۷۹۔ ۸۴) میں کی ہے۔ علامہ یحییٰ عامری یمنی ان استدراکات کے متعلق لکھتے ہیں:

((وذلك مثل ان یرفع الحدیث بعض الرواۃ ویقفه الاکثرون او یسندہ ویرسلوہ او یختص بزیادۃ ولو یوافقوہ او یخرجا ممن اختلف فی توثیقه ومنه ما حمل علی الوھم منھما او من النقلة منھما تارۃ فی المتن وتارۃ فی الاسناد.)) ❷

پھر ان اعتراضات واستدارکات کے جواب محدثین نے امام بخاری ومسلم کی طرف سے دیئے ہیں اور عموماً ان میں کامیاب ہیں کہ اس اختلاف رائے میں فن کے اعتبار سے بھی حافظ دارقطنی کے مقابلے میں شیخین ہی کی رائے درست ہے۔ ❸

---

❶ انموذج في الاعمال الخيريه، ص: ۸۷۶.

❷ الرياض المستطابة، ص: ۷۹.

❸ فتح المغيث، ص: ۱۹ وغيره.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا انور شاہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((ان الدارقطني تتبع على البخاري في ازيد من مائة موضوع ولم يستطع ان يتكلم الا في الاسانيد بالوصل والارسال غير موضع واحد وهو اذا جاء احدكم والامام يخطب فليصل ركعتين وليتجوز فيهما وانه تكلم فيه بحال المتن ووجهه ان الدارقطني يمشي على القواعد الممهدة عندهم فينازعه من القواعد، و شان البخاري ارفع من ذلك فانه يمشي على اجتهاده وينظر الى خصوص المقام وشهادة الوجدان وانما القواعد لغير الممارس ور تبتهما اعلى من كل بعد اختلاف كثير بينهما.)) ❶

یعنی امام دارقطنی کے اعتراضات سب سندوں پر ہیں صرف ایک ہی متن پر تنقید ہے اور وہ متن جمعہ کے خطبہ میں نماز پڑھنے کے حکم سے تعلق رکھتا ہے۔ علاوہ ازیں دارقطنی کے اعتراض قواعد مصطلحہ کی بنیاد پر ہیں۔ اور امام بخاری کا مجتہدانہ انداز ہے۔ وہ اصطلاحات کے ساتھ اور بھی بہت سی ضروری چیزیں سامنے رکھتے ہیں۔

راقم عرض کرتا ہے کہ حدیث متعلق جمعہ پر استدراک بھی سند ہی سے متعلق ہے۔ تفصیل جس کی یہ ہے کہ امام بخاری شعبة حدثنا عمرو قال لا، قال سمعت جابرا ❷ سے وہ حدیث لائے ہیں مگر عمرو سے دوسرے شاگرد حماد، ابن عیینہ، ابن جریج، ایوب، ورقاء حبیب اس کو یوں روایت کرتے ہیں: ان رجلا دخل المسجد فقال له اصليت؟ قال لا، قال قم فصل ركعتين. ❸ اسی جگہ قولی روایت کرنے میں شعبہ متفرد ہے مگر اس کے چار ساتھی قولی کے بجائے اپنے استاد سے ایک قصہ کا ذکر کرتے ہیں۔ حافظ دارقطنی کا کہنا یہ ہے کہ کثرت کو ترجیح ہونے کی وجہ سے شعبہ کی روایت امام بخاری کے معیار کی نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر امام صاحب کی طرف سے جواب میں فرماتے ہیں کہ روایتیں دو ہیں اور عین ممکن ہے کہ عمرو نے دونوں بیان کی ہوں اس پر قرینہ یہ ہے کہ عمرو کے ایک اور شاگرد، روح بن القاسم نے بھی شعبہ کی متابعت کی ہے (لہٰذا دارقطنی کا اعتراض درست نہیں۔) ❹

فنی قسم کے اس اعتراض کی ایک مثال یہ بھی ہوسکتی ہے۔

دیکھئے اس اعتراض کی وجہ سے نفس مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑا (یوں خاص ذہن رکھ کر تو آدمی جو چاہے بنا

❶ مقدمہ فیض الباری، ص: ۵۷، ایضاً: ۲/ ۳۴۳.

❷ صحیح بخاری مع الفتح: ۱/ ۶۱۴ وباب ما جاء في التطوع مثنى مثنى.

❸ صحیح بخاری طبع انصاری مع الفتح: ۱/ ۵۰۲.

❹ مقدمہ الفتح: ۲/ ۸۸.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکتا ہے۔) صرف فنی تحقیق ہی کے دو پہلو ہو گئے جس سے مسئلہ کی زیادہ واضح صورت سامنے آ گئی۔ فللّٰہ درهم ما اعمق علمهم وما ادق نظرهم .

۱۴: احادیث صحیحین پر تنقید کو بلحاظ زمانے کے دو حصوں پر سمجھنا چاہیے:

الف:...... دورِ تدوین (دوسری صدی ہجری سے پانچویں صدی ہجری کے اوائل تک)

استقراء سے پتا چلتا ہے کہ اس دور میں صحیحین پر تنقید بحیثیت فن حدیث ہی ہوتی رہی، خارجی تاثرات کا اس میں کوئی دخل نہیں ہوا۔ ایسی تعمیری تنقید کا اہل حدیث نے ہمیشہ خیر مقدم کیا ہے کیونکہ اس سے فن میں ترقی ہوئی، تحقیق نے جلا پائی۔ کئی مسائل منقح ہوئے لیکن حدیث پاک کا اعجاز ہے کہ بحث و تمحیص کے بعد نتیجتاً سب علمائے حدیث و سنت ان دونوں مبارک کتابوں کی اصحیت پر متفق ہو گئے:

((قال النووی اتفق العلماء رحمهم الله تعالى على ان اصح الكتب بعد القران العزيز الصحيحان البخاری ومسلم وتلقتهما الامة بالقبول .)) ❶

ب:..... دورِ تدوین کے بعد سے جو تقریباً وسط پانچویں صدی ہجری سے شروع ہوتا ہے۔ ہمارے پر شرور وفتن دور تک...... دورِ تدوین کے بعد کی تنقیدیں دیکھنے سے محسوس ہوتا ہے کہ وہ عام طور بحیثیت تحقیق فن حدیث نہیں بلکہ...... شعوری یا غیر شعوری طور پر...... بعض واقعی یا موہومی تاثرات کے تحت ہیں اور وہ بلا واسطہ نہیں بلکہ بالواسطہ ہیں۔

ایسے ناقدین ایک نظریہ طے کرتے یا کسی اعتراض سے متاثر ہوتے یا کسی فرقے کی تائید ان کو کرنی ہوتی ہے یا کسی ''عصری تحقیق'' سے ان پر رعب طاری ہو جاتا ہے۔ پھر اگر کوئی حدیث ان کے طے کردہ طریق سے متصادم ہوتی نظر آتی ہو گو وہ صحیحین کی کیوں نہ ہو تو وہ اس صورتِ حال سے پریشان ہو کر صحیحین کی اس حدیث کو ہدفِ تنقید بناتے اور دانستہ یا غیر دانستہ خالص فنی قسم کے انتقاد کو اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں لیکن ظاہر ہے حدیث پاک کی صحت کو جانچنے کے لیے محدثین نے خود اصول طے کر دیئے ہیں مگر ان اصول میں ان لوگوں کو جب گنجائش نہیں ملتی، تو ہر فرقہ اور ہر ناقد اپنے حسبِ حال ایک معیارِ صحت تجویز کرتا ہے اور پھر اس کی روشنی میں صحیحین کی یقینی حدیثوں کو مطعون ٹھہرانا اپنا مشغلہ بنا لیتا ہے۔

((يكتبون الكتاب بايديهم ثم يقولون هو من عند الله .))

مثلاً غالی صوفی ''کشف والہام'' کی عینک سے حدیث کو دیکھتے ہیں۔ متکلمین اپنی ''عقل'' کی کسوٹی پر رکھتے ہیں۔ معتزلہ کا معیارِ صحت اپنا ہے تو شیعہ وخوارج کا اپنا۔ جامد مقلدین ''قیاس'' اور موافقتِ امام کو معیارِ

❶ مقدمہ شرح صحیح مسلم، ص: ۱۳ طبع دھلی.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحت گردانتے ہیں، یعنی اپنی اپنی ڈفلی! اپنا اپنا راگ ...... یہ تو حال تھا پرانے فرقوں کا ...... اور نئے دور میں معاملہ اور بھی دگرگوں ہے۔ مصر، پاک و ہند کے یہ نقاد مغرب کے ملحد مستشرقین کی ''تحقیقات نادرہ'' پر لٹو ہو گئے۔

سر سیّد احمد علی گڑھی نے ''نیچر'' درآمد کی اور اس کے مخالف ہر حدیث کے انکار کی ٹھانی۔

پرویز صاحب نے ''قوانینِ فطرت'' کا پیمانہ گھڑ لیا اور ہر حدیث کو اس سے ماپنا شروع کر دیا۔

مرزائیوں نے مخالفتِ قرآن کے بہانے بہت سی صحیح حدیثوں سے گلو خلاصی کرالی۔ (حالانکہ یہ ایک مفروضہ ہے کوئی صحیحین کی حدیث قرآنِ حکیم کے مخالف ہو ہی نہیں سکتی۔)

لاہور کی ثقافت پارٹی نے ..... خلیفہ عبدالحکیم کی قیادت میں ''ارتقا'' کی آڑ لے کر انکارِ حدیث کے علاوہ نصوصِ قرآنی کی بھی مرمت و تحریف شروع کر دی ہے۔ جماعت اسلامی نے مودودی صاحب کی تقلید میں درایت اور مزاج شناسی رسول کی درانتی صحیح بخاری کی حدیثوں پر چلا دی ہے۔ بعض لوگ مشاہدات سائنس و تجربات طب پر ایمان لا کر بخاری و مسلم کی تحقیق کو مجروح کرتے ہیں۔ غرض

ہر کہ آمد عمارت نو ساخت

جس شخص کی طبع نازک پر کوئی حدیث گراں گزری اپنے مزعومہ ''ریسرچ'' کے خلاف پا کر اسے مردود قرار دے دیتا ہے۔

یہ ہے ذہنی انتشار اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے تو صحیحین کی سب ہی حدیثیں مشکوک ٹھہرتی ہیں اور ائمہ حدیث و سنت کا اتفاق و اجماع دھرے کا دھرا رہ جاتا ہے۔ اس انتشار و اضطراب سے بچانے اور ایک ضابطہ کے تحت رکھنے کا صحیح طریق یہ ہے کہ دورِ تدوین کے بعد تنقید احادیث صحیحین کی نہ اجازت دی جائے نہ اسے تسلیم کیا جائے۔

((لسؤ طويتهم وضعف اهليتهم كما هو رأى بعض المحققين واما الامكان فقال على القارى ان الامكان امر عقلى ومنعه امر عادى .)) ❶

ولقد قال الله تعالى:

﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا﴾ (النساء: ١١٥)

رحیق: ۲/ ۸ــ۹ ستمبر ۱۹۵۷

---

❶ مرقاة شرح مشكوة: ١/ ٤٢

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں تھا...... ایک تحقیق!

ایک استفسار کیا گیا ہے:

میلاد خوانی واعظ حضرات عام طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں تھا اور اپنی تائید میں چند روایتیں پیش کرتے ہیں:

۱۔ حکیم ترمذی کی کتاب نوادر الاصول میں ذکوان سے مروی ہے:

((ان رسول الله ﷺ لم يكن يرى له ظل في شمس ولا قمر.))

۲۔ ابن سبع کہتے ہیں:

((من خصائصه ﷺ ان ظله كان لا يقع على الارض.)) ❶

۳۔ ((روى ابن المبارك وابن الجوزي عن ابن عباس انه لم يكن للنبي ﷺ ظل.)) ❷

یہ حضرات بعض مصنفین کے اقوال بھی استدلال کے طور پر لایا کرتے ہیں مگر سب کا مرجع یہی روایات ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

(الف)...... کیا یہ بات صحیح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں تھا؟

(ب)...... ان سب روایات کی حیثیت کیا ہے؟

جواب:...... ۱۔ سرورِ دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی وامی) کی عظمت وفضیلت کے لیے قرآن عزیز اور احادیث صحیحہ وصریحہ کے نصوص بہت کافی ووافی ہیں۔ علمائے حدیث وسیرت نے اس پر بہت سے دفتر لکھ دیئے ہیں، ان کی موجودگی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت ایسی باتوں کی محتاج نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ تھا یا نہیں۔ معلوم نہیں ایسے حضرات کو اس بلا منفعت مسئلے میں کیا لطف آتا ہے۔

۲۔ جب ادلہ شرعیہ قطعیہ اور عقل صحیح سے ثابت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بشر تھے، انسان تھے، حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد، جناب عبداللہ اور جناب آمنہ کے بیٹے تھے، تو اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ دوسرے عام انسانی وبشری اوصاف کی طرح اس انسانی وصف سے بھی آپ موصوف تھے۔ ہاں آپ کا سایہ نہ ہونے کے بارے میں ادلہ عامہ کی تخصیص اور اقتضائے عقلی کے استثنا پر کوئی دلیل شرعی صحیح وصریح ثابت ہوتی تو کسی

❶ الخصائص الكبرى ص: ٦٨، ج١۔ للسيوطي.
❷ زرقانی شرح مواهب۔ ٢٢/٤.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمان کو اس کے تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہیں ہو سکتا تھا لیکن اب تک ایسی کوئی دلیل نہیں پائی گئی بلکہ ادلہ عامہ کے علاوہ بعض احادیث سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ مبارک تھا۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ام المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ اس بات پر ناراض ہو گئے کہ انہوں نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو ''یہودیہ'' کہہ دیا۔ اس پر آپ نے ان سے تعلق خاطر منقطع فرما لیا جو دو ماہ تک جاری رہا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں بہت ہی مایوس ہو گئی تھی مگر اچانک ایک دن عین دوپہر کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مجھے سایہ (ہی پہلے) دکھائی دیا۔

اس حدیث کے اصل الفاظ یہ ہیں:

((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ فِي سَفَرٍ لَهُ فَاعْتَلَّ بَعِيرٌ لِصَفِيَّةَ وَفِي إِبِلِ زَيْنَبَ فَضْلٌ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ بَعِيرًا لِصَفِيَّةَ اعْتَلَّ فَلَوْ أَعْطَيْتِهَا بَعِيرًا مِنْ إِبِلِكِ فَقَالَتْ أَنَا أُعْطِي تِلْكَ الْيَهُودِيَّةَ قَالَ فَتَرَكَهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ذَا الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمَ شَهْرَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً لَا يَأْتِيهَا قَالَتْ حَتَّى يَئِسْتُ مِنْهُ وَحَوَّلْتُ سَرِيرِي قَالَتْ فَبَيْنَمَا أَنَا يَوْمًا بِنِصْفِ النَّهَارِ إِذَا أَنَا بِظِلِّ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ مُقْبِلٌ .)) ❶

یہ روایت قدرے اختلاف الفاظ کے ساتھ بحوالہ طبرانی اوسط مجمع الزوائد ص ۳۲۳، ج ۴ میں بھی ہے۔

اسی طرح ایک حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے جامع ابن وہب کے حوالہ سے حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے ذکر کی ہے، جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظِلِّي وَظِلُّكُمْ (میرا سایہ اور تمہارا سایہ) ارشاد فرمایا ہے۔ پوری حدیث یہ ہے:

((عن انس بن مالك قال صلى بنا رسول الله ﷺ ذات يوم صلوة الصبح ثم مد يده ثم اخرها فلما سلم قيل له يارسول الله ﷺ لقد صنعت في صلوتك شيئاً لم تصنعه في غيرها قال اني رأيت الجنة فرأيت فيها دالية قطوفها دانية حبها كحب الدباء فاردت ان اتناول منها فاوحي اليها ان استأخري فاستأخرت ثم رأيت النار فيما بيني وبينكم حتى رأيت ظلي وظلكم فأومأت اليكم ان استاخروا فأوحي الى اقرهم فانك اسلمت واسلموا وهاجرت وهاجروا وجاهدت وجاهدوا فلم ارعليكم فضلا الا بالنبوة .)) ❷

❶ مسند امام احمد: ۶/۱۳۲.

❷ حاوي الارواح الى بلاد الافراح، ص ۲٤، طبع مصر.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان دونوں حدیثوں سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا سایہ مبارک تھا۔ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی اپنے ایک رسالے میں اپنے مفید طلب چند روایتیں جن کی حقیقت ابھی بیان ہوگی ان شاء اللہ، نقل کر کے لکھتے ہیں:

''جیسے ہم حدیثیں پیش کرتے ہیں، مخالف کے پاس بھی کوئی حدیث ہو تو وہ بھی دکھائے'' ❶

الحمد للہ کہ اس موضوع پر صاف معنی والی دو حدیثیں ہم نے پیش کر دی ہیں۔ خانصاحب موصوف کے مقلدین کو چاہئے کہ اب خاموش ہو جائیں۔

رہا معاملہ مسئولہ روایتوں کا، تو افسوس ہے کہ ان میں سے کوئی بھی کام کی نہیں، سب ناقابل اعتبار ہیں۔

اولاً: ...... نوادر الاصول کوئی مستند کتاب نہیں، اس کے مصنف محمد بن علی الحکیم الترمذی نے خود تصریح کی ہے کہ میں نے اپنی کتابیں بطورِ تفریح طبع تصنیف کی ہیں، اسی لیے انہوں نے اپنی مصنفات سے استدلال سے روک دیا ہے۔ چنانچہ استاذ قشیری رحمہ اللہ ان سے نقل کرتے ہیں:

((ماصنفت حرفاعن تدبير ولا ينسب الى شى منه ولكن كان اذا اشتد على وقتى اتسلى به .)) ❷

حکیم ترمذی کا یہ مقولہ بہت سے مصنفین نے ذکر کیا ہے۔ اس کتاب کے بارے میں شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی کی رائے یہ ہے:

''نوادر الاصول اکثر احادیث غیر معتبر دارد'' (نوادر الاصول میں بہت سی غیر معتبر حدیثیں ہیں)۔

پھر حکیم صاحب کا تذکرہ لکھ کر فرماتے ہیں:

باید دانست کہ در تصانیف ایشاں احادیث غیر معتبرہ و موضوعات بسیار مندرج است و سبب ایں حادثہ راخود ایشاں بیان کردہ اند کہ من ہیچ گاہ تفکر و تدبر و تامل پیش از کار تصنیف نہ کردہ ام و نہ غرض من آں است کہ کسے ایں مؤلفات را بمن نسبت کند بلکہ چوں مرا قبض وقت مے شد تسلی و آرام بہ تصنیف مے جستم و ہر چہ بخاطر مے رسد مے نوشتم۔ ❸

سوچنے کی بات ہے کہ ایسے غیر محتاط شخص کی غیر محتاط تصنیف سے کوئی بات کیسے اخذ کی جا سکتی ہے۔ خصوصاً جب کہ اس نے خود بھی روک دیا ہو۔

ثانیاً: ...... یہ روایت مرسل ہے کیونکہ ذکوان تابعی ہے اور مرسل حجت نہیں ہوتی۔ خصوصاً جبکہ اس کے

---

❶ انارة الغنى ص ١٦ مصنفه خان صاحب بريلوى. ❷ رساله قشيريه: ص ٢٤.

❶ بستان المحدثين ص ٦٣، طبع لاهور.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقابلہ پر متصل وثابت حدیثیں موجود ہوں۔

ثالثاً: مرسل ہونے کے علاوہ بھی اس کی سند سخت مخدوش ہے، علامہ سیوطی مناہل الصفافی تخریج احادیث الشفاء (ص ۷) میں لکھتے ہیں، کہ اس کی سند میں عبدالرحمن بن قیس راوی ہے۔ وھو وضاع کذاب (وہ جھوٹی روایتیں گھڑنے والا بہت جھوٹا شخص تھا) دوسرا راوی عبدالملک بن عبداللہ بن الولید ہے۔ وھو مجھول (اس کا کچھ پتہ نہیں کہ وہ کون ہے) ملا علی قاری حنفی نے بھی شرح شفا (ص ۵۳۷ جلد اول) میں اس روایت کو مخدوش قرار دیا ہے۔

رابعاً: ...... ابن سبع کے متعلق پہلے تو یہی معلوم نہیں کہ یہ کون صاحب ہیں اور کیسے ہیں۔ کشف الظنون میں ان کی ایک کتاب ''شفاء الصدور'' کا ذکر کیا ہے اور ابن سبع الامام الخطیب سلیمان السبتی لکھا ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ ہاں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے کلام سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ ان صاحب نے فضائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور کرامات الاولیاء کے سلسلے میں دو کتابیں لکھی تھیں لیکن ساتھ ہی فرمایا ہے کہ یہ'' حضرت ان مصنّفین میں سے ہیں جن کی تصانیف میں بہت سے جھوٹ کی ملاوٹ ہوتی ہے کیونکہ ایسے حضرات کو کچھ پتا نہیں ہوتا کہ حدیث صحیح وضعیف کیا ہوتی ہے'' چنانچہ مصنف فردوس دیلمی اور ابن سبع وغیرہ کا ذکر کرکے لکھتے ہیں:

((وامثال ھؤلاء ممن فی کتابه من الکذب مالا یحصیه الا الله...... فھم لا یعرفون الصحیح من السقیم.)) [1]

علاوہ ازیں ابن سبع نے کوئی روایت ذکر بھی نہیں کی، تاکہ اس کا حال معلوم ہوسکتا۔ ظن غالب یہ ہے کہ اس کی بنیاد حکیم ترمذی کی روایت پر ہے کیونکہ ابن سبع حکیم صاحب سے متاخر معلوم ہوتے ہیں۔

خامساً: ...... ابن المبارک اور ابن الجوزی کی روایت بھی لاپتہ ہے، نہ اس کی کوئی سند نہ باقاعدہ کوئی حوالہ، ظاہر ہے ایسی روایت جس کا سر ہو نہ پیر کیسے تسلیم کی جاسکتی ہے۔

باقی اس سلسلے میں جو اقوال الرجال نقل کیے جاتے ہیں ان کا مبنیٰ وہی روایات ہیں۔ جب یہ ثابت ہوگیا کہ مبنی علیہ ہی کسی اعتماد و استناد کے قابل نہیں تو ان اقوال کی گو وہ کتنے ہی بڑے لوگوں کے کیوں نہ ہوں، کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔ خصوصاً اس صورت میں کہ اثبات ظل میں احادیث صریحہ وارد ہیں۔

(صلی الله علی سیدنا محمد و اٰله وصحبه وسلم)

رحیق: ۳/ ۷، ۱۰ اکتوبر ۱۹۵۸ء/ ۱۳۷۸ھ

الاعتصام: ۱۶ر فروری ۱۹۸۴ء

---

[1] کتاب الرد علی البکری: ص ۲۰، ۲۱.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے اخلاق و عادات اور معمولات

المکتبہ السلفیہ لاہور، استاذ ابو زہرہ مصری کی کتاب ’’ابن تیمیہ رحمہ اللہ ‘‘ کا جو ترجمہ شائع کر رہا ہے اس میں اخلاق و عادات اور معمولات کا حصہ نہیں ہے۔ بنابریں ناگزیر سمجھ کر مدیر رحیق نے کتاب میں اس عنوان کا اضافہ کر دیا ہے۔ یہی حصہ آج قارئین رحیق کی نذر ہے۔ [1]

حلیہ:

میانہ قد، رنگ گورا، بولتی ہوئی روشن آنکھیں، آواز بلند، زبان فصیح و بلیغ، ڈاڑھی اور سر کے بال سیاہ، آخری ایام میں کوئی کوئی بال سفید ہو گیا تھا، سر کے بال کانوں تک ہوتے، لیکن کبھی سارا سر منڈا بھی لیا کرتے۔

میل جول:

امام صاحب کی مجلس میں ہر قسم کے لوگ حاضری دیتے تھے ہر ایک سے اس کے حسب حال معاملہ کرتے۔ ہر شخص محسوس کرتا تھا کہ میری ہی تعظیم زیادہ کی گئی ہے۔ [2] ہر صغیر و کبیر سے نہایت تواضع اور خندہ پیشانی سے پیش آتے اور مصافحہ کرتے تھے بلکہ اگر کوئی شخص سفر سے یا دور سے آتا تو اٹھ کر ملتے تھے۔ مگر جھک کر کسی سے ملاقات نہیں کرتے تھے۔ [3]

عیادت اور مشایعت جنازہ:

بیماروں کی عیادت کرتے تھے۔ [4] ہر نماز جنازہ پر جانے کی کوشش کرتے اگر کوئی جنازہ رہ جاتا تو افسوس کرتے۔ [5]

جود و سخا:

جود و سخا آپ کا خاص جوہر تھا۔ کسی سائل کو واپس نہیں کرتے تھے۔ درہم و دینار، کپڑے، کتابیں جو میسر ہو سکتا ضرور کچھ نہ کچھ دے دیتے۔ ہزار ہا کی رقوم آپ کے پاس آتیں جو سب کی سب حاجت مندوں میں تقسیم کر دیتے۔ اور اپنے پاس ایک پائی نہ رکھتے۔ کچھ پاس نہ ہوتا تو اپنا کھانا اور کپڑے تک اتار کر خرچ کر

---

[1] (ذیل طبقات الحنابلہ: ۱/ ۳۹۵۔ جلاء العینین، ص: ۹۔ اتحاف، ص: ۲۰۶)

[2] الکواکب الدریۃ فی المناقب ابن تیمیہ، ص: ۱۵۶.

[3] طبقات الحنابلہ لابن رجب، ص: ۳۹۵، ج: ۲.

[4] الکواکب، ص: ۱۶۰. [5] الکواکب، ص: ۱۵۶ و ۱۵۸.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈالتے۔ چنانچہ ایک شخص نے آ کر آپ کو سلام کیا آپ نے محسوس کیا کہ اس کو پگڑی کی ضرورت ہے۔ اپنے عمامہ کا نصف اس کو دے دیا اور نصف خود باندھ لیا، ایک دفعہ گلی میں جا رہے تھے کہ کسی فقیر نے آپ کو بلایا، دیکھا کہ یہ حاجت مند ہے اپنی اوپر کی چادر اتار کر اس کو دے کر فرمایا کہ ''اسے بیچ کر اپنی ضرورت پوری کر لو۔ ساتھ ہی معذرت کی کہ اس وقت نقدی موجود نہیں ہے۔'' ایسے ہی ایک صاحب آئے۔ اور کہا: ''کوئی کتاب دیجیے'' فرمایا: ''اپنی پسند کی اٹھا لو۔'' اس نے قرآن مجید کا عمدہ نسخہ پکڑ لیا۔ جسے امام صاحب نے کافی قیمت سے خریدا تھا، بعض حاضرین کو یہ ناگوار ہوا۔ فرمایا: ''اس نے جب سوال ہی کر لیا تو کیا مجھے روکنا مناسب تھا۔'' بلکہ آپ کو بعض لوگوں کا یہ فعل سخت ناگوار ہوتا تھا۔

جن کے پاس کتابیں ہوتی ہیں اور وہ استفادہ کے لیے دینے میں بخل سے کام لیتے ہیں اس بارے میں فرمایا کرتے علم کو طالب علم سے روکنا مناسب نہیں۔ ❶ ایک صاحب کا بیان ہے میں دمشق آیا تو میرے پاس خرچ بالکل نہیں تھا۔ جان پہچان بھی کوئی نہیں تھی۔ میں گلیوں میں حیران پھر رہا تھا کہ ایک شیخ تیزی سے میری طرف آیا۔ سلام کہا اور میرے ہاتھ میں ایک تھیلی دے دی۔ جس میں کچھ نقدی تھی۔ اور کہا آپ اسے خرچ کرو اور خاطر جمع رکھو اللہ تعالیٰ تم کو ضائع نہیں کرے گا۔ یہ کہہ کر چلا گیا۔ میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون ہے کہنے لگے۔ ''ابن تیمیہ رحمہ اللہ'' اور عجیب بات ہے کہ میرے سفر دمشق کی زیادہ غرض امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی ملاقات ہی تھی۔ ❷

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ راوی ہیں کہ امام صاحب جمعہ کی نماز کو جاتے ہوئے گھر میں جو چیز موجود ہوتی۔ ......روٹی ہو یا کوئی دوسرے شے...... لے لیتے اور راستے میں ایسے مخفی طور پر خرچ کرتے جاتے اور فرمایا کرتے کہ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مناجات میں صدقہ کا حکم دیا ہے تو حق تعالیٰ سے مناجات سے قبل بدرجہ اولیٰ صدقہ کرنا مناسب ہے۔ ❸

اسی طرح کے اور بھی متعدد واقعات آپ کی سخاوت وایثار کے مروی ہیں۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ کا کہنا ہے:

((وهو احد الاجواد الاسخياء الذين يضرب بهم المثل .)) ❹

تواضع وفروتنی:

بایں ہمہ عبقریت وجلالت قدر امام صاحب غایت درجے کے متواضع تھے آپ کے ایک سیرت نگار علامہ مرعی بن یوسف المتوفی ۱۰۳۳ھ لکھتے ہیں:

---

❶ الکواکب، ص: ۱۵۷۔ ۱۵۸. ❷ ایضاً، ص: ۱۵۹.

❸ زاد المعاد، ص: ۱۱۰، ج: ۱. ❹ الکواکب، ص: ۱٤٦.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((ما سمع باحد من اهل عصره مثله رحمه الله فى ذلك فكان يتواضع الكبير والصغير والجليل والحقير والفقير ويدنيه و يكرمه و يباسطه بحديث زيادة عن الغنى حتّى انه خدمه بنفسه واعانه بحمل حاجته جبرا لقلبه وكان لا يسأم ممن يستقبله او يسأله بل يقبل عليه ببشاشة وجه ولمن عريكة ويقف معه حتى يكون هو الذى يفارقه ...... الى قوله ...... وكان يلزم التواضع فى حضوره مع الناس و مغيبه عنهم فى قيامه و قعوده ومشيه ومجلسه ومجلس غيره .)) ❶

''کم از کم امام صاحب کے زمانے میں ان جیسا متواضع کوئی شخص نہیں سنا گیا۔ ہر بڑے چھوٹے، معزز اور عامی کے لیے بھی متواضع تھے، نادار آدمی کو پاس بٹھاتے اس کی بہت عزت کرتے اور اس کے بپاسِ خاطر ضرورت سے زیادہ باتیں کرتے تھے۔ اس کی خدمت بجا لاتے اور اس کا کام خود کر کے اس کا ہاتھ بٹاتے ہر عذر قبول کرتے اور کسی قسم کے سوال سے نہ صرف کہ اکتاتے نہ تھے بلکہ پوری خندہ پیشانی سے سائل کی بات سنتے تھے اور اس وقت تک اس کے پاس کھڑے رہتے جب تک کہ وہ خود نہ جانا چاہے اور یہ کچھ ظاہری وضع داری نہ تھی بلکہ حاضر و غائب اور دوسرے سب حالات میں متواضع ہی رہا کرتے تھے۔''

آپ نے ایک جگہ فرمایا ہے:

((العارف لا يرى له على احد حقا ولا شهد له على غيره فضلا .)) ❷

''عارف نہ تو کسی پر اپنا حق سمجھتا ہے نہ اپنی فضیلت۔''

اس قال کے مطابق حال کی شہادت آپ کے شاگرد اور سوانح نگار ابن عبدالہادی رحمہ اللہ کی ہے جنہوں نے آپ کے اخلاق میں تواضع کو شمار کیا ہے۔ ❸

استغناء:

امرائے دولت سے بے نیازی کی یہ شان تھی کہ جب حکومت مصر کو تاتاریوں سے جہاد پر آمادہ کرنے کے لیے آئے تو ایک صاحب علم شیخ علامہ شرف الدین کے ہاں قیام کیا، حکومت کی طرف سے ایک گنی

---

❶ الکواکب، ص: ۱۵۹۔

❷ مدارج: ص: ۲۹٦، ج: ۱۔

❸ العقود، ص: ٦۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روزانہ وظیفے کی پیش کش کی گئی تو آپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کے علاوہ اور بھی اگر کچھ بھیجا گیا تو نہیں لیا۔ ❶

پھر آپ کو مصر میں قید کر دیا گیا وہاں بھی آپ نے حکومت سے کسی قسم کی کوئی شے قبول نہیں کی۔ ❷

یاد رہے کہ آپ کے جملہ اخراجات کی کفالت آپ کے بھائی (بدر الدین محمد بن خالد ۷۱۷ھ) کرتے تھے۔ ❸

زہد و قناعت:

زہد و قناعت بھی امام صاحب کا خاص وصف تھا۔ متوسط لوگوں کی طرح لباس بالکل سادہ تھا۔ عموماً کل دس بارہ روپے کی قیمت کا، تکلف سے کبھی زاہدانہ لباس پہنا نہ شوق سے کوئی کپڑا بنوایا بس جیسا وقت پر میسر آیا پہن لیا۔ کثرتِ مشاغل کے باعث کبھی کبھی کپڑے دھونے میں بھی دیر ہو جاتی تا آں کہ توجہ دلائی جاتی۔ ❹ جوتا بھی بالکل معمولی قیمت کا ہوتا تھا۔ ❺ دنیوی کاروبار، خرید و فروخت، مال و دولت روپے پیسے سے کوئی تعلق خاطر نہیں تھا۔ ❻ قلمی، لسانی اور بدنی جہاد میں اس قدر انہماک و استغراق رہا کہ شادی کی نوبت ہی نہیں آسکی۔ ❼ نہ ہی آپ میں خوبصورت عورتوں کی طرف خواہش دیکھی گئی۔ ❽ کھانا بہت کم کھاتے تھے۔ ❾ اور وہ بھی جب ملتا اور جیسا مل جاتا تناول فرما لیتے تھے۔ عموماً کھانے کا مطالبہ نہیں کرتے تھے۔ ❿ صاحب الکواکب کہتے ہیں جس کو بھی آپ کو دیکھنے اور ساتھ رہنے کا موقعہ ملا ہے اس نے یہی کہا کہ:

((انه ما رای مثله فی الزهد فی الدنیا.))

''ان کے جیسا زاہد کوئی نہیں دیکھا گیا۔''

بلکہ آپ کا زہد ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر گیا۔

---

❶ الرد الوافر، ص: ۳۳.
❷ ذیل طبقات الحنابلہ، ص: ۳۹۸، ج: ۲.
❸ ایضًا، ص: ۳۹۵.
❹ الکواکب، ص: ۱۵۹.
❺ ذیل طبقات الحنابلہ، ص: ۲۹۵، ج: ۲.
❻ الکواکب، ص: ۱۵۷۔ ذیل طبقات الحنابلہ، ص: ۱۱.
❼ ذیل طبقات الحنابلہ، ص: ۳۹۵.
❽ الکواکب، ص: ۱۵۷.
❾ الکواکب، ص: ۱۵۷.
❿ ذیل طبقات الحنابلہ، ص: ۱۵۷.

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((واشتهر عنه ذلك حتى لو سئل عامى من اهل بلد بعيد من ازهد اهل العصر واكملهم فى رفض فضول الدنيا واحرصهم على طلب الآخرة لقال ما سمعت بمثل ابن تيمية .)) ❶

''کسی دور کے آدمی سے یہ پوچھا جائے تو وہ یہی کہے گا کہ اس زمانے میں ان کے جیسا دنیا سے معرض اور آخرت کی لگن رکھنے والا کوئی شخص نہیں ہے۔''

حافظ ذہبی کا بیان ہے:

((نشأ فى تصون تام و عفاف و تعبد واقتصاد فى الملبس والماكل .)) ❷

''پوری عفت، عبادت اور لباس وخوراک کی میانہ روی میں زندگی بسر کی۔''

علامہ عینی حنفی شارح صحیح بخاری فرماتے ہیں:

((خشن العيش والقناعة من دون طلب الزيادة .)) ❸

''بہت ہی سادہ اور قناعت کی زندگی بسر فرماتے تھے۔''

علامہ علم الدین برزالی (۷۳۸ھ) کے الفاظ میں خلاصہ یہ ہے:

((جرى على طريقة واحدة من اختيار الفقر والتقلل من الدنيا ورد ما يفتح به عليه .)) ❹

''ساری زندگی ایک ہی طریقے پر کاربند رہے، فقیری کو پسند رکھا، دنیا سے تعلق بس برائے نام ہی اور (جو کسی امیر کی طرف سے) ملا واپس کر دیا۔''

بیماری میں شغل مطالعہ:

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے امام صاحب سے نقل کیا ہے کہ ''میں ایک مرتبہ بیمار ہو گیا۔ طبیب نے کہا ''علمی مباحث اور مطالعہ سے پرہیز کیجیے۔ اس سے مرض بڑھے گا۔'' میں نے کہا: ''یہ مشکل ہے! اچھا! آپ ہی پر فیصلہ رہا، طبیعت کی فرحت و بشاشت سے کیا مرض کے لیے قوتِ مدافعت پیدا نہیں ہوتی؟ اس نے کہا: ''کیوں نہیں؟'' میں نے کہا: ''تو بس مجھے علم سے فرحت حاصل ہوتی، آرام ملتا اور طبیعت میں قوت آتی ہے۔'' کہنے لگا۔ پھر آپ ہمارے علاج سے خارج ہیں۔ ❺

❶ الكواكب، ص: ۱۱۷.

❷ ابجد العلوم، ص: ۸۱٤۔ بحواله للدرة التيمية فى السيرة التيمية للحافظ الذهبى رحمه الله.

❸ الرد الوافر، ص: ۸۵. ❹ ايضًا، ص: ٦٥.

❺ روضة المحبين للحافظ ابن القيم، ص: ۸۰.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سرعت تصنیف:

تصنیف میں سرعت کا یہ حال تھا کہ بسا اوقات ایک دن میں پوری جلد لکھ ڈالتے تھے۔ ❶ رسالہ حمویہ ظہر وعصر کے مابین ایک نشست میں لکھ دیا تھا۔ ❷ اگرچہ لکھتے ایسا تھے جو مشکل سے پڑھا جاتا۔

یہ ہے مختصر تذکرہ امام صاحب کے عام اخلاق و عادات کا۔ ان کے سوا آپ کی شجاعت، عفو وحلم وغیرہ اوصاف کا بیان آئندہ صفحات میں آ رہا ہے۔

معمولات:

شب و روز عبادت اور ذکر الٰہی میں وقت بسر ہوتا تھا۔ خصوصاً رات کا وقت خلوت میں اپنے پروردگار سے راز و نیاز اور اس کی بارگاہ میں آہ وزاری میں گذرتا تھا۔ تلاوت قرآن مجید پر مواظبت رکھتے تھے، رات دن کی عبادات مسنونہ سب بجالاتے۔ ❸ آپ کے تلمیذ ابوحفص بزار کہتے ہیں کہ سنت نبوی کی تعظیم اور اس کے اتباع کی حرص میں امام صاحب سے بڑھ کر میں نے کسی کو نہیں پایا۔ ❹ نماز با جماعت کا اہتمام کرتے تھے اور خود پڑھاتے تو اس طرح کہ قیام، رکوع، سجود معتدل ومتوازی ہوتے تھے۔ ❺ خشوع وخضوع ایسا کہ آپ پر (خدا کے خوف وجلال سے) کپکپی طاری ہو جاتی تھی۔ ❻ علامہ زین الدین عمر بن مظفر ابن الوردی (۷۴۹ھ) کا بیان ہے کہ میں نے امام صاحب کے پیچھے ایک دفعہ تراویح کی نماز پڑھی۔ قراءت میں بہت خشوع تھا۔ اس نماز میں جو میں نے آپ کی اقتداء میں پڑھی ایسی رقت طاری ہوئی کہ دل تک پہنچ رہی تھی۔ ❼

فجر کی نماز کے بعد نصف دن کے قریب تک ذکر وفکر میں مشغول رہتے تھے۔ اور فرماتے کہ میرا صبح کا ناشتہ ہے۔ یہ نہ ہو تو میری طاقت زائل ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ ❽ اس کے بعد کبھی افتاء کا کام کرتے اور خدمت خلق کے کاموں میں مصروف ہو جاتے۔ ظہر کی نماز با جماعت پڑھ کر اسی قسم کے امور میں مصروف رہتے۔ نماز مغرب کے بعد طلبہ کو درس دیتے پھر عشاء کی نماز کے بعد کافی رات گئے تک علمی کاموں میں منہمک رہتے۔ اور اس دوران میں ذکر الٰہی اور استغفار میں برابر لگے رہتے۔ ❾

حافظ ذہبی کہتے ہیں:

((كان دائم الابتهال كثير الاستغاثة قوي التوكل رابط الجأش له أوراد و

---

❶ ذيل طبقات الحنابلة: ۳۹۱/۱.
❷ ایضا.
❸ الكواكب، ص: ۱۵۶.
❹ الكواكب، ص: ۱۴۹.
❺ ذيل طبقات الحنابلة، ص: ۳۹۵، ج: ۲.
❻ الكواكب، ص: ۱۵۶.
❼ ابجد العلوم، ص: ۸۲۰.
❽ الوابل الصيب، ص: ۵۹۔ طبع مصر والرد والوافر، ص: ۳۶.
❾ الكواكب، ص: ۱۵۶.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اذکار یدمنها بکیفیة وجمعیة .)) ❶

''ہمیشہ بارگاہِ الٰہی میں گریہ وزاری، اللہ ہی سے فریاد اور اسی پر توکل آپ کا شیوہ تھا۔ مستقل مزاجی سے اوراد واذکار پر جمعیۃ خاطر کے کیف میں دوام رکھتے۔''

علامہ بدر الدین عینی حنفی (۸۵۵ھ) شارح صحیح بخاری فرماتے ہیں:

"کثیر الذکر والصوم والصلاۃ ." ❷

صوم وصلوۃ اور ذکر واذکار کثرت سے کرنے والے تھے۔

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ آپ سے نقل کرتے ہیں کہ میں صرف ستانے کے وقت ذکر الٰہی ترک کرتا ہوں اور وہ بھی اس لیے کہ دوسرے وقت کے لیے تیار ہو جاؤں۔ ❸ ایام قید میں سجدہ کی حالت میں بکثرت پڑھا کرتے تھے:

((اللهم اعني على ذكرك و شكرك وحسن عبادتك .)) ❹

''الٰہی مجھے اپنے ذکر وفکر اور اعلیٰ قسم کی عبادت کی توفیق دے۔''

یا حي یا قیوم لا اله الا انت برحمتك استغیث کا ورد بکثرت آپ کی زبان پر جاری رہتا تھا۔ اور فرمایا کرتے کہ فجر کی سنت اور فرض کے درمیان ۴۰ مرتبہ ان کلمات کا دوامی ورد دل کو زندہ رکھنے اور اس کو روحانی موت سے بچانے کا اکسیر نسخہ ہے۔ ❺ ابتدائی زندگی میں آپ کا یہ معمول تھا کہ اگر کسی مسئلہ میں کوئی اشکال پیش آ جاتا تو کم وبیش ایک ہزار مرتبہ استغفار کرتے، خود فرماتے ہیں کہ اس عمل سے شرح صدر ہو کر مسئلہ واضح طور پر سامنے آ جاتا ہے۔ یہ اشکال گلی، بازار، مسجد، مدرسہ کسی جگہ بھی دل میں آتا فوراً ذکر و استغفار میں مشغول ہو جاتے حتیٰ کہ مقصد حاصل ہو جائے۔ ❻ آپ کا اپنا بیان ہے کہ بعض وقت ایک آیت قرآنی سمجھنے کے لیے سو تفسیر کا مطالعہ کرتا ہوں۔ جب بھی بات ذہن میں نہیں آتی تو کسی بے آباد جگہ میں جا کر اپنی پیشانی زمین پر رگڑتا ہوا اللہ تعالیٰ سے سوالی ہوتا ہوں۔ یا معلم ابراهیم علمنی یا معلم ابراهیم فهمنی ❼ (اے ابراہیم کے معلم مجھے سکھا دے، مجھے سمجھا دے)۔

ہر جمعہ کی صبح کو قرآن مجید کا تفسیری درس دیتے جس سے سامعین کو بہت کچھ روحانی اور علمی فیضان ہوتا تھا۔

"وكان يجلس في صبيحة كل جمعة يفسر القرآن العظيم فانتفع بمجلسه وبركة دعائه وطهارة انفاسه وصدق نيته وصفاء ظاهره وباطنه وموافقة

---

❶ ذیل طبقات الحنابلہ، ص: ۳۹۵، ج: ۲۔ ودرر کامنہ، ص: ۵۹، ج: ۱۔

❷ الرد الوافر، ص: ۸۵

❸ الوابل الطیب: ۵۹۔

❹ طبقات الحنابلہ، ص: ۴۰۲، ج: ۲۔ والوابل، ص: ۶۶۔

❺ مدارج السالکین، ص: ۲۵۳، ج: ۱

❻ العقود، ص: ۶۔ الکواکب، ص: ۱۴۷۔

❼ الکواکب، ص: ۱۵۳، ص: ۷۴۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قوله بعمله واناب الى الله خلق كثير." ❶

مصر میں بعض اوقات نماز جمعہ کے بعد نماز عصر تک بھی تقریریں کیا کرتے تھے۔ ❷ جیل کی زندگی میں سنت یوسفی پر عمل پیرا ہوتے ہوئے لوگوں کو تبلیغ کرتے رہے۔ جس کے اثر سے بہت سے لوگوں نے جیل میں برائیاں چھوڑ دیں اور نماز روزہ وغیرہ عبادات بلکہ تسبیح وتہلیل میں لگ گئے۔ ❸ راستہ چلتے کوئی منکر دیکھتے تو اس کو زائل کرنے کی کوشش کرتے۔ ❹ بلکہ اسی جذبہ سے کبھی اس قدر سرشار ہو جاتے کہ جب تاتاریوں کے ساتھ جہاد میں سلطان ناصر کی معیت میں آپ میدان جنگ میں دادِ شجاعت دے رہے تھے کہ سلطان نے نعرہ لگایا: یا خالد بن الولید! امام صاحب نے فوراً باآواز بلند کہا ایسا مت کہو، بلکہ یوں کہو: ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ سلطان نے اسی وقت تعمیل کی اور مسلمانوں کو فتح ہوگئی۔ ❺

مشکلات میں مبتلا ہوتے وقت آپ کا معمول یہ تھا کہ آیات سکینت ❻ کی تلاوت فرمایا کرتے، جن کی برکت سے وہ مشکل دور ہو جاتی۔ آپ نے اپنے شاگرد حافظ ابن القیم سے اپنا واقعہ بیان کیا کہ "میں ایک مرتبہ شیطان کے اثر سے ایک شدید بیماری میں مبتلا ہوگیا تھا۔ میں نے اس وقت کے حاضرین سے کہا کہ آیات سکینت تلاوت کرو۔ بس ان آیات کا تلاوت ہونا تھا کہ بیماری اس طرح رفع ہوگئی گویا کوئی تکلیف تھی ہی نہیں۔ ❼

(ماہنامہ رحیق، مئی ۱۹۵۹ء)

---

❶ الکواکب، ص: ١٤٢۔ ❷ ایضاً، ص: ١٨٠۔ ❸ ایضاً، ص: ١٨١۔ ❹ ایضاً، ص: ١٥٦۔

❺ الکواکب، ص: ١٦٤۔ یہ واقعہ علامہ محمد منیر دمشقی رحمہ اللہ نے الوابل الصیب کے حاشیہ پر ذکر کیا ہے۔ (م۔ح)

❻ وہ آیات چھ ہیں:

(۱)...... ﴿وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ﴾ (البقرہ: ٢٤٨)

(۲)...... ﴿ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ﴾ (التوبۃ: ٢٦)

(۳)...... ﴿إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ (التوبۃ: ٤٠)

(۴)...... ﴿هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا مَّعَ إِيمَانِهِمْ وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾ (الفتح: ٤)

(۵)...... ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا﴾ (الفتح: ١٨)

(۶)...... ﴿إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا﴾ (الفتح: ٢٦)

❼ مدارج، ص: ٢٧٨، ج: ٢۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور مسئلہ نزولِ باری تعالیٰ

ابن بطوطہ سیاح کی ایک غلط بیانی کی علمی تحقیق

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۶۶۰.....۷۲۸ھ) کی مساعی اصلاح وتجدید کو ناکام بنانے کے لیے ان کے مخالف فقہاء نے سب سے بڑا حربہ جو استعمال کیا وہ ان کی طرف غلط باتیں منسوب کرنا تھا۔ تاکہ عوام کو بدگمان اور اہل علم کو ان کے متعلق شک میں ڈالا جائے۔ ان کی زندگی سے لے کر اب تک ان سے ایسا ہی سلوک ہو رہا ہے اور لطف یہ کہ جو بات کسی ایک نے ان کے ذمے لگا دی اسی کی بے سوچے سمجھے نقل در نقل جاری رہی۔ اگرچہ تاریخی واقعات بلکہ خود حضرت امام رحمہ اللہ کی اپنی تصریحات کیسی ہی صراحت سے اس ''الزام'' کے خلاف شہادت دے رہی ہوں۔ چنانچہ آٹھویں صدی ہجری (چودھویں صدی مسیحی) کے مشہور سیاح ابوعبداللہ محمد ابن بطوطہ (م ۷۷۱ھ/ ۱۳۶۹ء) کے سفر نامے میں امام صاحب رحمہ اللہ کے متعلق ایک سراسر غلط بیانی پائی جاتی ہے جس کو یورپ کے مستشرق پھر ان کے جامد مقلد اور امام صاحب کے مخالف لے اڑے حالانکہ اس میں ذرہ برابر صداقت نہیں۔

قبل اس کے کہ ابن بطوطہ کی اس غلط بیانی کا جائزہ لیا جائے ابن بطوطہ اور ان کے سفر نامے کی اصل حیثیت واضح کر دینا مناسب ہے۔

ابن بطوطہ افریقہ کے ایک شہر طنجہ کے رہنے والے تھے وہ تقریباً (۷۲۵ھ/ ۱۳۲۵ء) میں بغرض سیاحت گھر سے نکلے۔ تقریباً تیس اکتیس برس سیاحت میں صرف کر دیے جس میں دس سال تو صرف ہندوستان ہی میں قیام کیا..... یہ عہد سلطان محمد تغلق م ۷۷۱ھ..... سیاحت کے کئی سال بعد انہوں نے روزنامچے کی طرز کا یہ سفر نامہ اپنے حافظے سے املا کرایا اور لکھنے والے نے زیادہ تر اپنے لفظوں میں اسے لکھا۔

آغا مہدی حسن ایم اے پروفیسر آگرہ کالج، آگرہ۔ اپنی کتاب ''سلطان الہند محمد شاہ بن تغلق'' کے دیباچے میں لکھتے ہیں کہ ابن بطوطہ نے:

> ''یہ سفر نامہ (۷۵۶ھ/ ۱۳۵۵ء) میں لکھا۔ یہ سفر نامہ کیا ہے؟ ابن بطوطہ کا روزنامچہ ہے جسے اس نے تیس اکتیس برس کے سفر کے بعد وطن میں بیٹھ کر اطمینان سے لکھا۔ سفر کے دوران میں اس نے کچھ یادداشتیں لکھی تھیں لیکن معبر سے لوٹتے وقت سینور اور فاکنور کے درمیان دریائی لٹیرے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے جہاز پر ٹوٹ پڑے۔ اس کا سارا اسباب لٹ گیا۔ اسی میں ابن بطوطہ کی یادداشتیں تھیں۔ یادداشتیں نہ ہونے کے سبب ابن بطوطہ نے جو کچھ لکھا حافظہ سے لکھا۔ حافظہ بلا کا تھا۔ خاصی مجلد کتاب لکھ دی۔ اگرچہ بعض جگہ ترتیب کی اور بعض جگہ جغرافیے اور بعض جگہ واقعات کی غلطیاں ہو ہی گئیں۔'' ❶

پروفیسر صاحب نے شاید غور نہیں کیا۔ سفرنامے کے دیباچے میں لکھا ہے کہ انہوں نے یہ سفرنامہ خود نہیں لکھا بلکہ محمد بن محمد بن جزی الکلبی نے سلطان ابوعنان کے حکم سے ابن بطوطہ کے سفر کی داستان کو اپنے لفظوں میں مرتب کیا چنانچہ ابن جزی الکلبی لکھتے ہیں کہ:

((نقلت معاني كلام الشيخ ابي عبدالله بالفاظ موفية للمقاصد التي قصدها موضحة للمناحي التي اعتمدها وربما اوردت لفظه على وضعه واوردت جميع ما اورده من الحكايات والاخبار ولم اتعرض لبحث عن حقيقة ذلك و الاختبار .)) ❷

''میں نے ابن بطوطہ کے بیان کو اپنے لفظوں میں لکھا ہے گو بعض جگہ خود ان کے لفظ بعینہٖ بھی آ گئے ہیں ویسے ان کی باتیں میں نے لکھ دی ہیں۔ میں نے واقعات کے صحت و سقم سے تعرض نہیں کیا۔''

پروفیسر آغا مہدی حسن صاحب نے جن خامیوں کی طرف اشارہ کیا ہے اس کی وجہ بھی غالباً یہی ہے کہ ایک تو واقعات و حکایات کو سالہا سال کے بعد لکھوایا گیا دوسرے مرتب نے بھی اس کی ترجمانی ہی کی۔ ابن بطوطہ کے الفاظ قلم بند نہیں کیے۔

اس قسم کے اغلاط کی مثالیں اس کتاب میں متعدد ملتی ہیں۔ مگر یہاں اس کی ایسی مثال پیش کی جاتی ہے جس کا زیر بحث موضوع سے قدرے تعلق بھی ہے۔

سفرنامہ میں ہے:

((وصنف في السجن كتابا في تفسير القرآن سماه بالبحر المحيط في نحو اربعين مجلداً .)) ❸

''اس (ابن تیمیہ رحمہ اللہ) نے جیل میں چالیس جلدوں پر مشتمل ایک تفسیر قرآن لکھی جس کا نام

---

❶ سلطان الہند محمد شاہ تغلق ص: ۹، شائع کردہ ہندوستانی اکیڈمی الہ آباد ہند ۱۹۳۷ء۔

❷ تحفة النظار في غرائب الامصار معروف بہ رحلۃ ابن بطوطہ کا دیباچہ، ص: ۱۱، طبع پیرس۔

❸ تحفة النظار في غرائب الامصار معروف بہ رحلہ ابن بطوطہ، ص: ۲۱۶ طبع پیرس۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''البحر المحیط'' رکھا۔''

حالانکہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کامل تفسیر لکھی ہی نہیں۔ جس کی وجہ بھی انہوں نے اپنے بعض تلامذہ سے بیان کر دی تھی۔ ❶

''البحر المحیط'' نام کی تفسیر دراصل شیخ الاسلام رحمہ اللہ کے معاصر علامہ ابو حیان نحوی رحمہ اللہ کی تصنیف ہے ابن بطوطہ نے مغالطہ سے اسے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی تصنیف سمجھ لیا۔

علاوہ ازیں محقق مورخوں کے نزدیک ابن بطوطہ اپنے بیانوں میں محتاط نہیں سمجھے گئے بلکہ ان کو غلط گو تک کہا گیا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ابن بطوطہ کے تذکرے میں مغرب کے ایک بڑے مشہور مالکی عالم علامہ ابو البرکات محمد بن ابراہیم ابن البلفیقي (متوفی ۷۷۱ھ) کے متعلق لکھا ہے کہ (رماہ بالکذب) ❷ ''انہوں نے ابن بطوطہ کو غلط گو کہا ہے۔'' گویا شیخ سعدی رحمہ اللہ کے اس مقولہ ''جہاں دیدہ بسیار گوید دروغ'' کی تصدیق ہوگئی! خلاصہ یہ کہ سفرنامہ ابن بطوطہ اور اس کے مصنف دونوں کی استنادی حیثیت کوئی ایسی قابل اعتماد نہیں۔

سنا سنایا افسانہ:

اب اس الزام کا جائزہ لیا جاتا ہے جو ابن بطوطہ نے حضرت امام رحمہ اللہ پر لگایا ہے۔ ویسے تو حضرت امام رحمہ اللہ کے متعلق ابن بطوطہ کے بیان کا اکثر حصہ خلاف واقعہ امور پر مشتمل ہے لیکن ہم یہاں صرف ایک ہی بات سے بحث کریں گے۔

ابن بطوطہ کہتے ہیں کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے ساتھ معرکہ آرائیوں کے دنوں میں دمشق میں موجود تھا:

((کنت اذ ذاك بدمشق فحضرته يوم الجمعة وهو يعظ الناس على منبر الجامع ويذكرهم فكان من جملة كلامه ان قال ان الله ينزل الى السماء الدنيا كنزولي هذا ونزل درجة من درج المنبر .)) ❸

''جمعہ کے دن جامع مسجد دمشق میں گیا تو ابن تیمیہ رحمہ اللہ منبر پر وعظ کہہ رہے تھے دوران وعظ یہ کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ (رات کے آخری حصے میں) پہلے آسمان پر اترتا ہے پھر منبر کی اوپر کی سیڑھی سے ایک سیڑھی نیچے اتر کر کہا کہ یوں اترتا ہے جیسے میں اترا ہوں۔''

یہ ہے وہ سنا سنایا افسانہ جسے ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی نقل کیا جاتا رہا ہے لیکن سنیے اس کی حقیقت!

---

❶ دیکھیے: العقود الدریہ لابن عبدالهادی، ص: ۲۷۔

❷ درر کامنہ ص: ۴۸۱، جلد: ۳۔

❸ رحلہ ابن بطوطہ ص: ۴۷، ج: ۱، طبع بیروت۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واضح رہے کہ یہ بیان متعدد وجوہ سے غلط ہے:

۱۔ ابن بطوطہ ۹؍ رمضان ۷۲۶ھ جمعرات کے دن دمشق پہنچے ہیں۔ ❶ جبکہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ۱۶؍ شعبان ۷۲۶ھ سوموار کے دن ❷ یعنی ابن بطوطہ کے پہنچنے سے ۲۳ دن قبل قلعہ دمشق میں محبوس ہو چکے تھے اور خود اسی کے بقول اسی قید ہی میں ۷۲۸ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ابن بطوطہ نے امام صاحب سے نہ کوئی بات سنی نہ اس کو امام صاحب کے ساتھ کسی جگہ جمع ہونے کا اتفاق ہوا۔

۲۔ ابن بطوطہ کے بیان سے مترشح ہوتا ہے کہ امام صاحب جامع مسجد کے منبر پر خطبہ جمعہ دے رہے تھے حالانکہ یہ درست نہیں کیونکہ ابن بطوطہ نے خود ہی لکھا ہے کہ جامع مسجد دمشق کے خطیب و امام قاضی القضاۃ جلال الدین قزوینی تھے۔ ❸ اور یہ معلوم ہے کہ محکمہ قضا سے حضرت امام رحمہ اللہ کا جھگڑا چل رہا تھا، ایسے حالات میں امام جامع نے کاہے کو امام صاحب کو منبر پیش کیا ہوگا خصوصاً جبکہ قزوینی کا شمار بھی امام صاحب کے مخالفین میں ہوتا ہے۔ ❹

۳۔ ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ امام صاحب کے اس فقرے پر ایک فقیہ کے اعتراض کرنے پر شور ہوگیا جو امام صاحب کی قید پر منتج ہوا لیکن اس سلسلے میں محکمہ قضا نے جو فرد جرم امام صاحب پر لگا کر ان کو جیل میں مقید کیا۔ ان میں نزولِ الٰہی کے مسئلہ کا ذکر نہ ابن بطوطہ نے کیا ہے اور نہ ہی کسی دوسری جگہ اس کا نشان ملتا ہے۔ ❺ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ افسانہ طرازی اگر عمداً نہیں کی گئی ہے تو سفر نامہ کے مرتبین کی چوک کو ضرور اس میں دخل ہے۔

۴۔ جتنی اہمیت ابن بطوطہ نے اس واقعہ کو دی ہے اگر واقعی وقوع میں آیا ہوتا تو دوسرے واقعات نگار اس کا ذکر ضرور کرتے حالانکہ کہیں اس کا نشان نہیں ہے حتیٰ کہ مخالفین تک خاموش ہیں۔

۵۔ اندازہ یہ ہے کہ امام صاحب کے مخالفین نے یہ شاخسانہ ان کے خلاف اٹھایا ہوا تھا ابن بطوطہ نے سنی سنائی بات ذکر کر دی، اس کی تائید حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے اس بیان سے ہوتی ہے کہ امام صاحب کے

---

❶ ایضاً، ص: ۱۸۷، ج: ۱

❷ البدایہ والنہایۃ، ص: ۱۲۳، ج: ۱۴۔

❸ رحلہ ابن بطوطہ، ص: ۲۱۰، ج: ۱ طبع پیرس۔

❹ درر کامنہ، ص: ۱۴۵، ج: ۱۔

❺ وہ مسئلے دو تھے، مسئلہ طلاق اور مسئلہ زیارت قبر نبوی ﷺ (رحلہ ابن بطوطہ، ص: ۲۱۸، ج: ۱) بلکہ البدایہ، ص: ۱۲۳، ج: ۱۴ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسئلہ زیارت ہی اس فتنہ کا باعث ہوا تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشہور مخالف بلکہ دشمن نصر بخی (صوفی) اور اس کے ساتھیوں نے:

((ضبطوا علیه کلمات فی العقائد مغیرة وقعت فی مواعظه وفتاویه فذکروا انه ذکر حدیث النزول فنزل عن المنبر درجتین فقال کنزولی هذا فنسب الی التجسیم .)) ❶

''چند عقائد اپنی طرف سے ادل بدل کر کے امام صاحب کے ذمے لگا دیئے۔ اور یہ مشہور کر دیا کہ انہوں نے منبر کی اوپر کی سیڑھی سے اتر کر ''کنزولی هذا'' کہا اور یوں انہیں ''مجسمہ'' بنانے کی ناکام کوشش کی۔''

اور یہ واقعہ ان کے قیام مصر کے زمانہ کا ہے بس وہی بات کہیں سے ابن بطوطہ نے سن پائی اور دمشق کی بنا ڈالی۔

۶۔ ابن بطوطہ سے ایسا سہواً (اگر عمداً نہیں کیا گیا) ہرگز مستبعد نہیں اس لیے کہ وہ واقعہ بتاتا ہے ۷۲۶ھ کا اور لکھوا رہا ہے ۷۵۷ھ میں، تقریباً اکتیس برس بعد، بہت سے ممالک کی سیر و سیاحت سے فارغ ہو کر، پھر وہ بھی صرف حافظے سے، کیونکہ تحریری یادداشتیں تو وہ مدتوں پہلے ضائع کر چکا ہے۔ ان حالات میں معلوم نہیں اسے کیونکر درست باور کیا جا سکتا ہے۔

۷۔ ابن بطوطہ عقائد میں امام ابن تیمیہ سے دوسری سمت پر ہے جیسا کہ اسی سفر نامہ میں بیان کردہ بعض واقعات سے پتہ چلتا ہے اور زیر بحث افسانہ کے انداز بیان سے بھی ظاہر ہوتا ہے علامہ تاج سبکی (م ۷۷۱ھ) لکھتے ہیں کہ:

((لا ینبغی ان یقبل قول مخالف فی العقیدة علی الاطلاق الا ان یکون ثقة وقد روی شیئا مضبوطا عاینه او حققه .)) ❷

''عقیدے میں مخالف شخص کی بات اس کے مخالف کے بارے میں نہیں قبول کرنی چاہیے الا یہ کہ وہ قابل اعتماد ہو اپنا دیکھا یا تحقیق کردہ واقعہ بیان کرے۔''

اور یہ کہ اوپر معلوم ہو چکا کہ ابن بطوطہ قابل اعتماد بھی نہیں نہ اس نے دیکھا نہ ہی تحقیق کی ہے۔

۸۔ حضرت امام رحمہ اللہ کی اپنی تصریحات سراسر اس کے خلاف ہیں۔ نزول الٰہی کے مسئلہ پر انہوں نے متعدد جگہ بحث کی ہے بلکہ مستقل کتاب تصنیف فرمائی ہے۔ دوسرے مقامات کے علاوہ اس کتاب میں

---

❶ درر کامنة، ص: ۱۵۴، ج: ۱.

❷ طبقات الشافعیة الکبری، ص: ۱۹۸، ج: ۱.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے صراحت سے لکھا ہے کہ نزول الٰہی بلا کیف ہے اور وہ ہرگز ہرگز انسانوں کے نزول جیسا نہیں۔ ''انسانوں جیسے نزول'' کو وہ گمراہی اور بدعت تصور کرتے ہیں۔

کتاب مذکور میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

((ونزوله واستواءه ليس كنزولنا واستوائنا.)) [1]

''اللہ تعالیٰ کا نزول اور استواء ہم انسانوں کے جیسا ہرگز نہیں۔''

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

((والذي يجب القطع به ان الله ليس كمثله شيئا في جميع ما يصف به نفسه فمن وصفه بمثل صفات المخلوقين في شئي من الاشياء فهو مخطئ قطعًا كمن ظن انه ينزل فيتحول وينتقل كما ينزل الانسان من السطح الى اسفل الدار فهذا باطل يجب تنزيه الرب عنه وهذا هو الذي تقوم على نفيه وتنزيه الرب عنه الادلة الشرعية والعقلية.)) [2]

''یہ قطعی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی کسی بھی صفت میں کسی شئی کے مثل نہیں، جو کوئی اللہ تعالیٰ کو اس کی کسی مخلوق سے کسی صفت میں مماثل ثابت کرتا ہے وہ یقیناً غلط کار ہے۔ مثلاً اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کی طرح نزول کرتا ہے۔ اوپر سے نیچے کو آتا ہے تو اس کی بات سراسر باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے منزہ اور پاک ہے ادلہ شرعیہ وعقلیہ کا مقتضا یہی ہے۔''

اس کتاب میں ایک مقام پر یہ صراحت ہے:

((المأثور عن سلف الامة وائمتها انه لا يزال فوق العرش ولا يخلوا منه العرش مع دنوه ونزوله الى السماء الدنيا ولا يكون العرش فوقه وليس نزوله كنزول اجسام بني آدم من السطح الى الارض.)) [3]

''سلف امت اور اس کے آئمہ کرام سے یہ مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے عرش پر مستوی ہے۔ آسمان دنیا کے قرب اور نزول کے باوجود عرش اس سے خالی نہیں ہوتا کہ عرش اس سے اوپر ہو جائے۔ حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ کا نزول ایسا نہیں جیسا اجسام چھت سے زمین کی طرف

---

[1] شرح حدیث النزول ص: ۱۰۵۔ طبع امرتسر۔

[2] شرح حدیث النزول، ص: ۱۱۳۔ طبع امرتسر۔

[3] ایضاً، ص: ۳۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیچے اترتے ہیں۔"

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی یہ صراحتیں ابن بطوطہ کی صاف تکذیب کر رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کی اس عظیم الشان لغزش کو معاف فرمائے جو ایک مجدد اسلام اور امت کے مصلح امام کے متعلق غلط فہمیاں پیدا کرنے کی باعث بن گئی۔

سب اہل سنت والجماعت کا یہی مسلک ہے:

رات کے آخری حصے میں یا بعض دوسرے موقعوں پر اللہ تعالیٰ کے بلا کیف نزول فرمانے کے مسئلہ کی بنیاد ان احادیث صحیحہ پر ہے جو کم وبیش ۲۹ صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہونے کی وجہ سے تواتر کے درجے تک پہنچی ہوئی ہیں جیسا کہ (فتح الباری، ص: ۶۰۵، ج: اطبع ہند) اور حافظ ابن القیم رحمہ اللہ کی کتاب "الصواعق المرسلہ" (ص: ۳۰، ص: ۲۴۸، جلد: ۲) سے معلوم ہوتا ہے۔ ازاں جملہ صحیح بخاری کی یہ حدیث درج ذیل ہے:

((ان رسول اللہ ﷺ قال ينزل ربنا تبارك و تعالىٰ كل ليلة الى السماء الدنيا حين يبقى ثلث الليل الاخر يقول من يدعونى فاستجيب له من يسألنى فاعطيه من يستغفرنى فاغفرله .)) ❶

"ارشاد نبوی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہر رات کے آخری حصہ میں آسمانِ دنیا پر نزول فرما کر اعلان فرماتا ہے۔ کون ہے جو مجھ سے درخواست کرے تو میں اس کی دعا قبول کروں۔ کون ہے جو مجھ سے مانگے تو میں اس کو دوں۔ کوئی ہے جو مجھ سے گناہوں کی معافی چاہے تو میں اس کو معافی دے دوں۔"

اس بارے میں جو مسلک امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا ہے وہی سلفاً وخلفاً سارے اہل سنت والجماعت کا ہے۔ (ملاحظہ ہو: جامع ترمذی شریف، باب ماجاء فی فضل الصدقة)

واضح رہے کہ اس نزول الٰہی کی جتنی تاویلات ...... نزولِ رحمت، نزولِ فرشتہ وغیرہ۔ کی جاتی ہیں سب ہی فاسد، غلط اور باطل ہیں۔ تفصیل کے لیے شرح حدیث النزول امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور الصواعق المرسلہ (ص: ۲۱۷ ...... ص: ۲۶۲، جلد: ۲) کا مطالعہ کافی ہے۔

واللہ يقول الحق وهو يهدى السبيل .

(ماہنامہ رحیق، جون - جولائی ۱۹۵۹ء)

---

❶ صحيح بخارى باب الدعاء والصلوة من اخر الليل.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا فقہ حنفی اسلام کی کامل اور صحیح تعبیر ہے؟ ❶

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصول اور فروع دونوں کی تعلیم سے سرفراز فرمایا، اختلاف تو اصول اور فروع دونوں میں ہوا، لیکن اہل حق و ائمہ سنت کا اصول میں بہت کم اختلاف ہوا۔ اصول میں ائمہ اربعہ اور ائمہ حدیث میں کوئی نمایاں اختلاف نہیں، متکلمین، سنت میں امام ابوالحسن اشعری اور ابوالمنصور ماتریدی، علم کلام میں دونوں امام اور مقتدی متصور ہوتے ہیں اور ائمہ اربعہ کے اکثر مقلد اصول وعقائد میں ائمہ اربعہ کے بجائے ان بزرگوں کو اپنا مقتدا مانتے ہیں۔ گویا عقیدت دو حصوں میں منقسم ہوگئی، فروع میں ائمہ اربعہ سے اور اصول میں ان دونوں بزرگوں سے۔ البتہ ائمہ حدیث، فقہاء محدثین اور خود ائمہ اربعہ رحمہم اللہ اصول میں تاویل سے بچتے رہے اور تفویض کے سختی سے پابند رہے، یہی ائمہ سلف کی راہ تھی۔ ائمہ حدیث اور فقہاء محدثین نے اصول اور فروع دونوں میں ائمہ سلف یعنی صحابہ و تابعین کا اتباع فرمایا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس حقیقت کا بیان بحوالہ امام ابوالحسن محمد بن عبدالملک کرخی المتوفی ۵۳۲ھ بڑے عجیب انداز سے فرمایا ہے:

((فنقول ان فی النقل عن هٰؤلاء الزامًا للحجة عن كل من ينتحل مذهب امام يخالفه فی العقيدة فان احدهما لا محالة يضلل صاحبه او يبدعه او يكفره فانتحال مذهبه مع مخالفة له فی العقيدة مستنكر والله شرعا و طبعًا فمن قال انا شافعی الشرع اشعری الاعتقاد قلنا له هٰذا من الاضداد لابل من الارتداد اذ لم يكن الشافعی اشعری الاعتقاد ومن قال انا حنبلی فی الفروع معتزلی فی الاصول قلنا قد ضللت اذا عن سواء السبيل فيما نزعمه اذ لم يكن احمد معتزلی الدين والاجتهاد ...... الخ .)) ❷

''یعنی مقلدین مذاہب مروجہ کا معتزلہ یا متکلمین سے اصول عقائد کے نقل میں ان پر الزام ہے، کیونکہ ائمہ فروع سے ہر ایک ان متکلمین کو یا گمراہ کہتا ہے یا بدعتی یا ان کی تکفیر کرتا ہے۔ فروع

❶ یہ مضمون ۶ اقساط میں ۱۸ ستمبر ۱۹۶۴ء سے ۲۳ اکتوبر ۱۹۶۴ء تک ایڈیٹوریل صفحہ پر شائع ہوا تھا، اس دور میں ہفت روزہ الاعتصام کی ادارتی ذمہ داریاں مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ ادا کرتے رہے۔ اگرچہ یہ مضمون ''مبصر کے قلم سے'' کے فرضی نام سے شائع ہوا، لیکن تحریر وعنوان سے ہم یقین کر سکتے ہیں کہ یہ مولانا رحمہ اللہ کا ہی لکھا مضمون ہے۔

❷ نقض المنطق، ص: ١٤٤.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ان کی تقلید کے ساتھ اصول میں ایک طرف نسبتاً شرعاً اور طبعاً بالکل معیوب ہے، فروع میں شافعی ہونے کے ساتھ اعتقاد میں اشعریت یہ جمع بین الاضداد ہے۔ بلکہ من وجہ ارتداد ہے۔ کیونکہ امام شافعی عقیدۃً اشعری نہ تھے، اسی طرح حنبلی اگر اصول میں معتزلی ہو، تو ہم اسے گمراہ سمجھیں گے، کیونکہ امام احمد قطعاً معتزلی نہ تھے۔"

حضرت امام رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اصول میں اختلاف کی نوعیت ایسی معمولی نہیں کہ دونوں تقلیدیں معاً جائز تصور کی جائیں۔ یہ بڑی عجیب بات ہوگی جو امام فروع میں مجتہد ہے اور اس کا اجتہاد قابل قبول ہے، معاً جب وہ اصول اور عقاید کی بات کرے تو اس کی قوت اجتہاد جواب دے دے اور جو امام کہ اصول میں اس کی رائے مستند ہو، فروع میں گفتگو کرے تو اس کی اصابت رائے محل نظر ہو جائے۔ علامہ زمخشری اور بشر مریسی اصول میں معتزلی ہیں اور واصل بن عطاء کو اپنا مقتداء مانتے ہیں، لیکن فروع میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو اپنا مقتداء سمجھتے ہیں، حالانکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ معتزلہ کو گمراہ اور باطل پرست سمجھتے ہیں اور اسی طرح معتزلہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے عقائد کو غلط اور گمراہ کن سمجھتے ہیں۔ اصول کی حد تک تو یہ درست ہے کہ نہ یہ بدعتی ایک دوسرے کو حق پر سمجھتے ہیں نہ ائمہ سنت انہیں حق تصور کرتے ہیں، نہ وہ ائمہ سنت کو ان عقائد میں برسر حق سمجھتے ہیں۔

فروع میں اختلاف کی نوعیت:

فروع میں اختلاف کی صورت اس سے بالکل مختلف ہے۔ امام ابو الحسن کرخی اور دوسرے ائمہ سنت کے نزدیک امت میں ائمہ اجتہاد کی کافی تعداد موجود ہے۔ ائمہ اربعہ کے علاوہ امام اوزاعی، امام لیث، ابن ابی لیلیٰ، اسحاق بن راہویہ، ابن خزیمہ، حافظ ابن جریر طبری، امام داؤد ظاہری، امام ابو یوسف، امام محمد اور امام محمد بن اسمٰعیل بخاری وغیرہم سب مجتہد ہیں۔ ان میں اکثر مذاہب بتدریج حوادث زمانہ کی نظر ہوتے رہے، اسباب کی دنیا میں انہیں وہ اسباب اور مادی وسائل میسر نہ آ سکے جو ائمہ اربعہ اور ان کے اتباع کو میسر آئے۔ ان میں صرف ائمہ اربعہ اور فقہا محدثین ہیں جو ہر دور میں زندہ رہے، عدد کی کمی بیشی تو مختلف ممالک اور مختلف ظروف و احوال میں ہوتی رہی، لیکن پانچوں جماعتوں کو اپنے اپنے نہج پر دین کی خدمت کا موقع ملتا رہا۔ فروع میں اختلاف کے باوجود باہم تضلیل و تکفیر اور ایک دوسرے کو بدعتی کہنے کی نوبت نہیں آئی، اپنے طریق پر عمل اور اپنی تحقیق کی پابندی کے باوجود ایک دوسرے کو سنی مسلمان اور حق پسند سمجھتے رہے۔

بلکہ قرون ماضیہ میں جہاں تک حق پسند علماء کا تعلق ہے، انہوں نے حق کو اپنے افکار اور اپنے امام یا اپنے فرقہ میں حصر کی کوشش نہیں کی۔ آخری دور میں جبکہ اذہان پر تقلید چھا گئی اور علم و تحقیق کی جگہ جمود اور عقیدت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پرستی نے لے لی، ان حضرات میں بعض اوقات خاصی تلخیاں ہوتی رہیں، ہنگامے بھی ہوتے رہے ہمز ولمز اور طعن وتشنیع بھی ہوتی رہی، رواۃ پر جرح وتعدیل میں اپنے مکتبِ فکر کی اعانت بھی ہوتی رہی، مگر اکفار وتکفیر کی نوبت نہیں آئی۔

تنابز بالالقاب:

تیرہویں صدی کے آخر میں جب عمل بالحدیث کا برصغیر میں چرچا ہوا اور علمی حلقوں میں اس سے بیداری کی لہر دوڑی تو اسی جمود کی بدولت تنابز بالالقاب کے مرض نے سر اٹھایا اور وہابی، لا مذہب، مقلد، غیر مقلد ایسے الفاظ وضع کر کے نفرت پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی رہی۔ اس کے ساتھ ہی کچھ غلط صحیح خیالات اس انداز سے بیان کیے جاتے ہیں جن سے نفرت بڑھے ..... افسوس ہے آج کل ہمارے نو آمیز دیو بندی دوست یہ خدمت بڑی دلچسپی سے سر انجام دے رہے ہیں۔ حالانکہ یہی ہتھیار تھوڑا عرصہ ہوا ان کے خلاف بھی استعمال کیا گیا تھا، بلکہ اب بھی استعمال ہو رہا ہے، عصبیت کا یہ حال ہے کہ جب بریلوی حضرات یہ ہتھیار ان کے خلاف استعمال کریں تو اسے بد دیانتی سے تعبیر فرماتے ہیں اور جب یہ حضرات کسی دوسرے کے خلاف استعمال کریں تو یہ جہاد اور دین کی خدمت سمجھا جاتا ہے اور اپنے مسلک کی حمایت میں بہت بڑا شاہکار..... حال ہی میں چند کتابیں نظر سے گزریں جو اسی نہج پر لکھی گئی ہیں۔ السہم الحدید، مقام ابو حنیفہ، طائفہ منصورہ وغیرہ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو علم کے ساتھ عقل اور اخلاص کی توفیق مرحمت فرمائے، یہ انداز نہ مسلک کی خدمت ہے نہ اسلام کی، بلکہ قارئین کرام کے وقت کی اضاعت کے سوا اس سے کوئی فائدہ نہیں۔ ہمیں اعتراف ہے کہ بعض اہل حدیث حضرات بھی بعض وقت دل خراش انداز سے لکھتے ہیں، اگرچہ بطور ردِ عمل ایسا کرنے پر غالباً مجبور ہوتے ہیں، لیکن ہماری قطعی رائے ہے کہ یہ طریق کار مستحسن ہے نہ اہل حدیث کی شاندار روایات کے مطابق، اہل حدیث کو ایسی نچلی سطح پر ہرگز نہیں آنا چاہیے کہ دیانت تک مشتبہ نظر آنے لگے..... بریلوی حضرات کریں تو چنداں افسوس نہیں کہ ان کے مشن ..... کی بنیاد ہی نفرت اور عصبیت پر ہے اور اس کے ساتھ نعرے اور اہانت ان حضرات کا شاہکار ہے، لیکن اہل حدیث اور دیو بندی حضرات کا یہ موقف نہیں۔ ان حضرات کو اختلافات کے اظہار میں علمی انداز اور سنجیدگی کو کبھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔

"ادع الى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة"

ایک فقیہ محترم کا ارشادِ تازہ:

نو آموز مصنفین اور چھوٹے غیر معروف اداروں کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ یہ لوگ اُمت کے مصالح سے نا آشنا ہیں، اسلام کے اعلیٰ اور عمومی مقاصد سے ناواقف ہیں، یا ان میں بعض حضرات ایسے ہیں جنہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے جذبات پر قابو نہیں، یا چونکہ سنجیدہ دینی لٹریچر کی ملک میں مانگ نہیں، اس لیے مسائل کو تیز اور دو آتشہ کرنا ضروری ہوتا ہے۔

لیکن آپ سن کر حیران ہوں گے کہ بعض مستند اور سلجھے ہوئے اہل علم بھی محدودیت میں گرفتار اور حزبی ذہن سے بے حد متاثر کیے گئے ہیں اور اسلامی مصالح سے واقفیت کے باوجود ان کے ذہن اور قلم تعصب نامناسب سے محفوظ نہیں رہ سکے۔ الی اللّٰہ المشتکی!

نیو ٹاؤن کراچی کے مدرسہ عربیہ کا ایک ماہوار مجلّہ ہے، نام ''بینات''۔ یہ رسالہ اور مدرسہ گو فقہ العراق کے ترجمان ہیں، لیکن ان کے نگران حضرت مولانا محمد یوسف بنوری علمی حلقوں میں بڑی عزت سے دیکھے جاتے ہیں۔ ان کی نظر فقہ اور حدیث دونوں پر ہے، ان کے متعلق ہماری رائے یہ تھی کہ وہ اپنے مسلک کی حمایت کے ساتھ اسلام کی عمومی اقدار کا بھی خیال رکھیں گے اور دوسرے سنی مسالک کے ساتھ بھی وہ انصاف کو نظر انداز نہیں فرمائیں گے۔ لیکن بینات شمارہ نمبر۳ جلد۳ کا اداریہ دیکھ کر ہماری حیرت کی حد نہ رہی، قارئین کرام بھی یہ دیکھ کر حیران ہوں گے کہ اتنے اونچے لوگ بھی اس قدر نیچے آ سکتے ہیں اور ایسی سطح کی بات کہہ سکتے ہیں۔ ملاحظہ ہو......:

''اس وقت دنیائے اسلام میں ہماری ہی مملکت وہ مملکت ہے جو اسلام کے نام پر بنی اور اسلامی حکومت کے قیام کے عزم سے قائم ہوئی ہے۔ اس لیے اس کو اسلامی قالب عطاء کرنے کی ذمہ داری سب سے زیادہ ہم ہی پر عائد ہوتی ہے اور سچ یہ ہے کہ اگر عزمِ صمیم ہو، تو یہ کام ایسا دشوار بھی نہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ ہمارے ملک کی اکثریت بلکہ بڑی غالب اکثریت فقہ حنفی کی پیرو ہے اور جمہوری اصول کے ماتحت جب بھی اسلامی حکومت قائم ہو، اسی فقہ کی ترویج ضروری ہو گی اور یہ وہ فقہ ہے جو نہایت منظم، مدون، محفوظ اور ہر عملی پہلو کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے اور اس پر صدیوں تک عظیم الشان حکومتیں کامیابی سے چل چکی ہیں۔ اس لیے ہم کو فوری طور پر قانون سازی میں زیادہ وقت لگانے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ ان قوانین کا نفاذ ہمارا پہلا قدم ہونا چاہیے۔''

''بلاشبہ موجودہ معیشت کے پیدا کردہ مسائل کا حل ہماری قدیم فقہ میں نہیں ملتا اور ان مسائل کو حل کیے بغیر پوری توانائی سے آگے بڑھا بھی نہیں جا سکتا۔ لیکن یہ کام مدونہ قانون اسلامی کی تنفیذ کے ساتھ زیادہ آسانی اور مستعدی سے انجام پا سکتا ہے، کیونکہ جب ایک بار فقہ حنفی کی سرکاری حیثیت مسلم ہو جائے گی تو لازمی طور پر ان نئے مسائل کا حل اسی روشنی میں تلاش کرنا ہو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گا۔ تا کہ اہل ملک کے لیے قابل تسلیم ہو اور اس کام کے اہل صرف وہی علماء ہو سکیں گے جو فقہ حنفی کے ماہر ہوں اور جن کے علم و قوت، اجتہاد اور دیانت پر مسلمانوں کو اعتماد ہو۔ اس طرح موجودہ تحقیقاتی رسہ کشی بھی ختم ہو جائے گی، میکگل اور شکاگو کے تعلیم یافتہ یا قیادت اور صحافت کی راہ سے بنے ہوئے محققین خود بخود میدان چھوڑنے پر مجبور ہو جائیں گے۔''

ہم نے یہ ارشاد بار بار پڑھا اور ہمیں افسوس ہوا، اس لیے کہ حضرت مولانا بنوری کی نگرانی میں ملکی اور ملی ضرورت کے متعلق جو کچھ لکھا جائے اس کا معیار اس سے بہت اونچا اور انداز اس سے بہت وسیع ہونا چاہیے۔ اس کے متعلق تنقیدی گزارش سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آسانی کے لیے اس کا اختصار اور تجزیہ کر لیا جائے، اس تجزیہ کے جس حصہ کا انکار فرمایا جائے، ہمیں اس پر اصرار نہیں ہوگا۔

۱۔ یہ ملک اسلامی ہے، اس لیے حکومت کا فرض ہے کہ اس کے نظام کو اسلامی قالب عطا کرے۔

۲۔ اور یہ کام اس لیے مشکل نہیں کہ اس ملک کی اکثریت فقہ حنفی کو مانتی ہے۔

۳۔ جمہوری اصولوں کے مطابق اس ملک میں فقہ حنفی کی ترویج ضروری ہے۔

۴۔ فقہ حنفی کے سہارے پر بڑی حکومتیں چلتی رہیں۔

۵۔ معیشت کے نئے مسائل واقعی فقہ حنفی میں نہیں اور ان کے حل کے سوا چارہ بھی نہیں۔

۶۔ فقہ حنفی کو اگر سرکاری حیثیت مل جائے تو اسلامی قانون کے نفاذ میں آسانی ہوگی۔

۷۔ نئے مسائل کا حل فقہ حنفی کی روشنی میں ہونا چاہیے۔

۸۔ ان مسائل کے حل کے لیے صرف فقہ حنفی کے ماہرین سے کام لینا چاہیے۔

یہ بالکل درست ہے، یہ ملک اسلامی ہے اور اس میں قوانین کو اسلامی قالب دینا چاہیے۔ مطالبہ نمبر ا کے بعد نمبر ۲ بالکل بے جوڑ ہے۔ جب ائمہ اربعہ اور ان کی فقہ اور صحابہ اور تمام ائمہ سلف مسلمان ہیں اور وہ سب اسلام کی ترجمانی فرماتے ہیں...... تو پھر اسلام کو سکیڑ کر صرف فقہ حنفی کے قالب میں کیوں بند کر دیا جائے؟ فقہ حنفی صرف ایک مکتب فکر ہے، جس میں علماء عراق کے خیالات اور اہل کوفہ کے تصورات کی ترجمانی کی گئی۔

۱۹۵۲ء میں دستور کے متعلق جو میٹنگ بتیس (۳۲) علماء کی کراچی میں ہوئی تھی، اس میں دستوری سطح پر فیصلہ ہوا تھا کہ تمام مکاتب فکر کو اپنے اپنے نقطہ نظر کی پابندی کے لیے کھلی اجازت ہوگی۔ حتیٰ کہ سنت کا مفہوم وہی معتبر ہوگا، جو اس مکتب فکر کے ارباب حل و عقد کے نزدیک مسلم ہوگا...... دستور میں اس قدر توسیع گنجائش اور قوانین میں یہ تنگ دلی، بے جوڑ سی بات ہوگی۔

جب ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا ہے تو اس میں پورے اسلام کو برسر اقتدار رہنا ہے، کسی مکتب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فکر کو بھی خارج البلد نہیں ہونا چاہیے۔ اختلاف کی صورت میں قضاۃ اور قانونی عدالتوں کو مخصوص اختیارات دیے جانے چاہئیں، جنہیں وہ استعمال کریں اور مختلف مکاتب فکر کے لوگوں میں فیصل خصومات کرسکیں یا مخصوص حالات میں کسی مکتب فکر کو ترجیح دے سکیں۔ لیکن ملک پر کسی مکتب فکر اور اس کی فقہیات کو مسلط نہیں کرنا چاہیے۔ اگر واقعی اس ملک میں احناف کی اکثریت ہے تو غیر احناف کی اس سے نہ اہمیت کم ہوتی ہے، جبکہ ان کو اہمیت حاصل ہے اور نہ ان کی مشکلات کو نظر انداز ہی کیا جا سکتا ہے۔

(نمبر ۳) دین کے معاملات میں مروجہ جمہوری اصولوں کو کوئی اہمیت نہیں دی جا سکتی، ائمہ کی فقہیات کا تعلق دین سے ہے، دینی امور کا فیصلہ کبھی مروجہ جمہوری اصولوں کے ماتحت نہیں کیا گیا۔ اگر کوئی سیاسی مسئلہ ہوتا یا کسی دُنیوی نزاع کا رفع کرنا پیش نظر ہوتا تو غیر جمہوری اصول زیر بحث آ سکتے تھے، لیکن...... نکاح، طلاق، نماز وغیرہ...... معاملات میں جب شریعت کے مطابق فیصلہ کرنا ہو تو کسی شخص کو مجبور نہیں کیا جا سکتا کہ اپنے ضمیر کے خلاف یہ فیصلہ اس لیے قبول کر لے کہ یہ اکثریت کا خیال ہے، فقہ حنفی کی قانونی حیثیت تو بڑی بات ہے، اس مطالبہ کا خیال بھی نہیں آنا چاہیے۔

اکثریت کہاں؟

آپ فرماتے ہیں، اس ملک میں احناف کی اکثریت ہے۔ میں یہ گزارش کروں گا: آپ مختلف طبقات اور ان کے مذہبی خیالات پر نگاہ ڈالیں، کیا بریلوی حضرات آپ کے نزدیک یقیناً حنفی ہیں؟ کیا ملک کا عام تعلیم یافتہ طبقہ جس کو ملک کا دماغ کہنا چاہیے، وہ بھی اکثر ان مصنوعی پابندیوں سے آزاد نہیں؟ اور آزاد رہنا نہیں چاہتا؟

اگر آپ یہاں بوقت ضرورت بریلوی حضرات کو اپنا رفیق تصور فرما لیں تو بھی تقلید کے پابند حضرات کچھ زیادہ نہیں ہوں گے، ویسے مذہب کے معاملہ میں ایسا تساہل آپ حضرات کے لیے مناسب بھی نہیں ہوگا، اکثریت کے شوق میں حنفیت کو بھی خطرے میں نہ ڈال دیں...... پھر یہ اکثریت کی پناہ دین میں واقعی اگر اصول کا مقام رکھتی ہو تو کیا فقہ کے مسائل کی چھان پھٹک بھی اسی اصل کے ماتحت ہو سکتی ہے؟ کیا جن مسائل میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ جمہور کے خلاف ہوں، وہاں حضرت امام رحمہ اللہ کا مسلک ترک کر دیا جائے اور جمہور کے مسلک کو ترجیح دی جائے؟ جہاں ائمہ ثلاثہ حضرت امام کے خلاف ہوں، وہ بھی ترک کر دیے جائیں، اور جہاں حضرت امام کے تلامذہ حضرت امام سے اختلاف فرمائیں، انہیں خیر باد کہہ دیا جائے۔

پھر اس چیز پر بھی غور فرمائیں! آیا آپ کی نظر میں متعارف اصطلاح کے مطابق یہ ملک جمہوری ہے، یہ تو درست ہو سکتا ہے کہ چونکہ حکومت نے شہروں، دیہات اور قصبات میں یونین کمیٹیاں بنائی ہیں، انہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جمہوریتوں کا بھی کہیں کہیں نام دیا جاتا ہے۔ جناب اسے اس اصطلاح کے مطابق جمہوری ملک کہہ دیں تو ہو سکتا ہے، لیکن اصل جمہوریت کے لیے تو لوگ جیلوں کی زیارت پر مجبور ہیں، اس وقت ساری جمہوریت لپیٹ کر کنونشن مسلم لیگ کے پیٹ میں رکھ دی گئی ہے، یہ جمہوری اصولوں کی بات جناب کس دُنیا میں فرما رہے ہیں؟

فقہ حنفی اور حکومتیں:

مولانا پچھلی تاریخ پر غور فرمائیں! آیا واقعی جو بڑی بڑی حکومتیں مذہباً حنفی تھیں، وہ فقہ حنفی پر چلتی بھی رہیں! حقیقت یہ ہے کہ حکومتیں اپنے مادی اسباب اور قوت کے سہارے چلتی رہی ہیں، یعنی چلنے کی اصل وجہ قوت تھی، فقہ نہ تھی۔ بلکہ ایسے واقعات آپ کو تاریخ میں ملیں گے کہ جب کوئی فقہ یا کوئی فقیہ حکومت کی خواہشات کی راہ میں حائل ہوا تو اسے نوورِ بازو سے ہٹا دیا گیا۔

چنانچہ دیکھیے کہ اس وقت بھی حکومت ''حنفی'' ہی ہے، آپ صدر ایوب صاحب سے دریافت فرمائیں، ان کے وزراء سے پوچھیں، وہ فرمائیں گے: ہم حنفی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود آپ مطالبہ فرما رہے ہیں کہ اس ملک میں فقہ حنفی کو قانونی حیثیت دی جائے، بادشاہ کا حنفی ہونا اور بات ہے اور ملک کا قانون قرار پانا دوسری بات ہے۔

پھر کسی فقہ کے سہارے پر کسی حکومت کا چلنا اس کی صداقت یا صحت کا ثبوت نہیں، پورے یورپ میں ''لا دینی فقیہوں'' کے سہارے پر بڑی بڑی بادشاہتیں چل رہی ہیں، رومن فقہ اور کمیونزم کی فقہ دونوں دو بڑے عظیم الشان ملکوں کے قانون کی اساس ہیں۔ ان ملکوں کی مادی قوتوں کا یہ حال ہے کہ وہ دوسرے ملکوں کو بھی مجبور کرتے ہیں کہ وہ ان ''فقیہوں'' کے تقاضوں کو قبول کریں، یہ کوئی دلیل نہیں، کوئی فقہ ہو جس کی سرپرستی حکومت کرے وہ نظام اسی سرپرستی کے سہارے پر چلے گا، یہ فقہ کی خوبی نہیں، سرپرست کی خوبی کہی جا سکتی ہے۔

پھر یہ فقہ حنفی پر کیا موقوف ہے، ائمہ اربعہ کے فقیہوں کے اعتماد پر کئی حکومتیں چلتی رہیں۔ حجاز، مصر، یمن، خراساں وغیرہ ممالک میں شافعی حکومت رہی...... الجزائر، بربر اور مغرب کے کئی ممالک میں سلفی الخیال حکومت کرتے رہے۔ اندلس پر مالکی اسی طرح حکومت کرتے رہے جس طرح کئی سال ہندوستان اور افغانستان پر حنفی حکومت کرتے رہے۔ ایران پر مدت سے روافض حکومت کر رہے ہیں...... یہ حق کے لیے کہاں تک دلیل ہو سکتی ہے؟...... یہ معلوم نہیں کہ جن ممالک پر حنفی فقہ کے تعاون سے حکومت ہوتی رہی، ان ممالک میں دوسرے مکاتب فکر کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا گیا۔ جبراً ان پر فقہ حنفی ٹھونسی گئی یا ان کو ان کی صواب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دید کے مطابق عمل میں مراعات دی گئیں اور آپ حضرات کی طرح درخواست کر کے فقہ حنفی کو مسلط کیا گیا۔

متوازن مشورہ:

ہماری رائے تو یہ ہے کہ اس ملک میں پورے اسلام کو موقع ملنا چاہیے، تمام مکاتب فکر کھلے طور پر اپنی اپنی فقہ پر عمل کریں اور لوگ آزادی سے جس مسئلہ میں چاہیں جس مکتب فکر کو پسند کریں اسے اپنا لیں، اس پر عمل کریں اور کوئی تعصب نہ ہو۔ اس لحاظ سے یہ ملک دُنیا کے لیے مثالی ہو کہ اس میں کسی عصبیت کے لیے کوئی جگہ نہ ہو۔

فقہ حکومتوں کے سہارے پر:

(۴) حکومتوں کے اثر سے کیا کیا تغیرات ملکوں میں ہوئے، کبھی بادشاہ نے فقہ کا سہارا لیا، کبھی فقہ نے بادشاہ کا سہارا لیا، اب آپ نے اسے فقہ کی کامیابی کی دلیل قرار دے دیا۔ مقریزی نے الخطط والآثار میں مذاہب اور حکومتوں اور مروجہ مذاہب کے باہم تعاون کے متعلق کئی اوراق لکھے ہیں، الخطط کی جلد ۴ کے ابتدائی صفحات میں انہوں نے اذان میں حکومتی سطح پر جو تبدیلیاں ہوئیں، ان کا ذکر بڑی دلچسپی سے فرمایا ہے:

آنحضرت ﷺ سے شروع کر کے معزلدین اللہ کے زمانہ ۳۵۹ھ تک فرماتے ہیں:

((كان الاذن اولاً بمصر كاذان اهل المدينة وهو الله اكبر وباقيه كما هو اليوم فلم يزل الامر بمصر على ذالك فى جامع عمرو بالفسطاط وفى جامع العسكر وفى جامع احمد بن طولون وبقية المساجد الى ان جاء القائد جوهر بجيوش المعز لدين الله وبنى القاهره ...... الخ .)) ❶

''یعنی مصر میں اذان سنت کے مطابق رہی، جامع عمرو بن عاص، جامع العسکر اور جامع ابن طولون وغیرہ میں بدستور اسی طرح ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ جوہر نامی معزلدین اللہ کی فوجوں کا قائد مصر میں آیا اور اس نے قاہرہ..... کی بنیاد رکھی اور اذان میں حي علی خير العمل کا اضافہ کیا۔ پھر بتدریج الصلاة والسلام عليك يا رسول الله کا اضافہ کیا، پھر یہ کمی بیشی کا سلسلہ آٹھویں صدی کے اواخر تک چلتا رہا۔''

یہاں تک کہ نور الدین محمود نے مدرسہ حنفیہ کی بنیاد رکھی، اور اس اذان کو سختی سے روکا اور مسنون اذان رائج کی۔ پھر سلطان صلاح الدین ایوبی نے شافعی مسلک اور اشعری عقائد کو نافذ فرمایا اور اذان سے زائد کلمات حکماً خارج کرا دیے اور فقہ حنفیہ کا التزام کیا گیا۔

❶ ص: ٤٤، ج: ٤.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احباب ہی فیصلہ فرمائیں، فقہ نے حکومت کا سہارا لیا یا حکومت فقہ کے بل بوتے پر چلتی رہی؟

پھر جب ترکوں نے مصر میں دینی مدارس قائم کیے اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مسلک کی مصر میں اشاعت ہوئی تو اہل حجاز کے بجائے حنفی مدارس میں اہل کوفہ کی اذان رائج کر دی گئی۔ ۷۶۰ھ میں عبداللہ بن عبداللہ برنسی کے حکم سے اذان کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کا اضافہ کیا گیا...... اور نجم الدین محمد طبندی نے الصلاة والسلام عليك يا رسول الله کا فقرہ اذان میں بڑھا دیا، مقریزی فرماتے ہیں:

((وتمت هٰذه البدعة واستمرت الى يومنا هٰذا فى جميع ديار مصر وبلاد الشام وصارت العامة واهل الجهالة ترى ان ذالك من جملة الاذان الذى لا يحل تركه وادى الى ان زاد بعض اهل الالحاد فى الاذان فى بعض القرٰى السلام بعد الأذان على شخص من المعتقدين الذين ماتوا ولا حول ولا قوة الا بالله وانا لله وانا اليه راجعون.)) [1]

”یعنی اب یہ بدعت مصر اور شام کے تمام شہروں میں پوری طرح جاری ہے، جہلا اور عوام سمجھتے ہیں کہ یہ اذان کا جزو ہے جسے ترک نہیں کیا جا سکتا، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ بعض دیہات میں ملحدین نے اپنے بعض ان بزرگوں کے نام پر اذان کے بعد سلام پڑھنا شروع کر دیا جو عرصہ سے مر چکے ہیں، لا حول ولا قوة الا بالله وانا لله وانا اليه راجعون.“

حکومت کی سرپرستی سے خالص بدعات برسوں جاری رہی ہیں، اب ہمارے بریلوی دوست جو اس ملک میں باطنیوں کے نقال ہیں، وہ آپ کی طرح فرما دیں گے کہ بڑی بڑی حکومتیں ان بدعات کے سہارے پر چلتی رہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جیسے یہ بدعتیں حکومت کے زور سے چلتی رہیں، اسی طرح یہ فقہیں حکومتوں کے اثر سے چلتی رہیں، جہاں جس مکتب فکر کا زور ہوا اس کی فقہ چل نکلی، نجد میں حنبلی فقہ، جاوا، اور مصر میں شافعی فقہ، سوڈان اور الجزائر وغیرہ میں مالکی فقہ، ابن حزم رحمہ اللہ بیچارا مالکیوں سے اتنا ہی نالاں ہے جس طرح یہاں اہل حدیث کے متعلق آپ حضرات کو شکایت ہے۔

ابن خلدون اور مقریزی استاد شاگرد نے ان فقہوں کے تغلب کا بڑا محققانہ جائزہ لیا ہے، مقریزی نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی فتح مصر سے لے کر اپنے وقت تک کے مسالک فکر کے تغیرات کا کسی قدر تفصیلی تذکرہ فرمایا ہے۔ فتح مصر سے تابعین کے آخری ایام تک تو دین کی وہی صورت رہی کہ لوگ بلا تخصیص اپنے شہر یا علاقہ کے علماء سے مسائل دریافت فرماتے اور ان پر عمل کرتے۔

[1] الخطط للمقريزى، ص: ٤٧، ج: ٤.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہاں تک کہ ۱۷۰ھ کے بعد خلیفہ ہارون الرشید نے قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کو قاضی القضاۃ مقرر فرمایا: عراق، شام، اور مصر میں تمام قاضی ان کی صوابدید سے مقرر ہوتے اور اسی طرح اندلس میں مقصر باللہ مرتضی...... بن ہشام کی حکومت قائم ہوئی تو انہوں نے عہدہ قضاء یحییٰ بن یحییٰ بن کثیر مالکی کے سپرد کیا، یہ امام مالک کے شاگرد تھے، فرماتے ہیں:

((فلم يقلدنى سائر اعمال الاندلس قاض الا باشارته واعتناء ه .))

''اندلس کے تمام علاقوں میں ان کے اعتنا اور اشارے کے بغیر کوئی قاضی مقرر نہیں ہوسکتا تھا۔''

((وكانت افريقية الغالب عليه السنن والآثار الى ان قدم عبدالله بن فروج ابى محمد الفارسي بمذهب أبى حنيفه .)) ❶

''افریقہ میں عبداللہ بن فروج فارسی کی آمد سے پہلے تمام لوگ سنن اور آثار کی اطاعت کرتے تھے، عبداللہ بن فروج نے یہاں حنفیت کی اشاعت کی۔''

پھر جب افریقہ سحنون بن سعید تنوخی کے قبضہ میں آیا تو افریقہ میں مالکی مسلک کو فروغ ہوا، مقریزی کی رائے حسب ذیل ہے:

((فرجع اهل افريقية واهل الاندلس الى مذهب مالك الى اليوم رغبة فيما عند السلطان وحرصا على الدنيا اذ كان القضاء والافتاء فى جميع نلك المدن وسائر القرى لا يكون الا لمن تسمى بالفقه على مذهب مالك فاضطرت العامة الى احكامهم وفتاواهم ففشا هذا المذهب هناك فشوا طبق تلك الا قطار كما فشا مذهب ابى حنيفة ببلاد المشرق .)) ❷

''دنیا کی حرص اور بادشاہ کے ساتھ تعلقات کی وجہ سے تمام افریقہ اور اندلس آج تک مالکی مذہب کے پابند ہیں، کیونکہ اس تمام علاقے میں قضاء و افتاء کے مستحق وہی لوگ قرار پائے جو مالکی ہوتے، عوام اس کے لیے مجبور تھے۔ مالکی مذہب ان علاقوں میں اسی طرح عام ہوگیا، جس طرح مشرقی علاقوں میں حنفی مذہب عام ہوگیا۔''

مقریزی نے مذاہب کی اشاعت کا تذکرہ بڑی دلچسپی سے فرمایا ہے، فقیہوں میں تھوڑی بہت جاذبیت بھی ہو، مگر اصل مسئلہ تو حضرت العصاۃ کا ہے، اگر کوئی من چلا یہ کہہ دے کہ آپ بھی موجودہ حکومت کی قوت سے فائدہ اٹھانے کے لیے ہی یہ مطالبہ فرما رہے ہیں تو اسے ہم کیا کہیں؟ اگر فقہ حنفی میں کوئی ذاتی خوبی ہے تو

❶ خطط، ص: ۱۴۴، ج: ۴. ❷ خطط، ص: ۱۴۴، ج: ۴.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ حکومت کے منت کش کیوں ہوتے ہیں؟ اپنے اثر و رسوخ سے طبائع کو متاثر کرنے دیجیے۔

مطالبہ کیا ہونا چاہیے؟

جب یہ ساری فقہیں کتاب و سنت سے ماخوذ ہیں اور اصل کتاب و سنت ہے تو آپ کتاب و سنت ہی کا کیوں مطالبہ نہیں فرماتے؟ اس ضمن میں ایک ایسا قانون بن جائے جس کی بنیاد فقہ المذاہب الاربعہ پر رکھی جائے، ملک آزاد ہو، اس پر کوئی فقہی پابندی نہ ہو، قاضی اور جج دینی علوم سے واقف ہوں، انہیں اختیار ہو کہ وقت اور حالات کے لحاظ سے جس مسئلہ میں جو فقہ صحت مند ہو اور معاشرہ کی ضرورت کو حسب مصالح پورا کر سکے اس کے مطابق فیصلے کیے جائیں۔

نصوص قرآن و حدیث کی وسعت:

حقیقت یہ ہے کہ کسی مکتب فکر میں اس قدر وسعت نہیں جس قدر وسعت کتاب و سنت کے نصوص میں ہے، یہ تمام مکاتب فکر مخصوص احوال کی تخلیق ہیں اور مخصوص ذہنوں نے ان مکاتب کی تشکیل فرمائی، اس لیے وہ ان ظروف و احوال اور اسی قسم کے اذہان کے لیے سازگار ہو سکتے ہیں جن کے لیے ان کی تخلیق ہوئی، پوری دنیا کے لیے قانون بننے کی نہ ان میں اہلیت ہے نہ ان کا مزاج اس وسعت کے لیے موزوں، اگر ایسا ممکن ہوتا ......تو ان مکاتب فکر میں اختلاف کی خلیج اس قدر وسیع نہ ہوتی، جس قدر ہم دیکھ رہے ہیں۔

پوری دُنیا کے لیے جو چیز تمام ظروف و احوال میں مفید ہوسکتی ہے وہ صرف ... کتاب و سنت..... کی نصوص ہیں، اللہ تعالیٰ ہی کا علم تمام کائنات کی ضروریات کا کفیل ہے، اس کے پیغمبر ﷺ کا مزاج ہی ایسا ہے کہ..... وہ پوری دنیا کی قانونی ذمہ داری کے فہم اور ادراک کے لیے مناسب زبان استعمال کر سکے۔ اسی لیے کتاب و سنت تو ان تمام مکاتب فکر کا ماخذ بن سکتے ہیں، لیکن کتاب و سنت کو کھینچ تان کر ان مکاتب فکر کے تابع کرنا نہایت نامناسب اور معیوب ہے..... آنحضرت فداہ ابی و امی کو حنفی، یا شافعی، مالکی یا حنبلی بنانا ذوق کی سلامتی کی دلیل نہیں ہوسکتا...... تعجب ہے کہ خود ائمہ اربعہ اور دوسرے ائمہ اجتہاد تو کتاب و سنت کو ماخذ سمجھ کر ان کی طرف رجوع فرماتے رہے اور یہی طریق عمل صحیح بھی تھا، لیکن متاخرین فقہاء نے تاویل کی راہوں کو اس طرح ہموار فرمایا کہ قرآن و سنت اور آنحضرت ﷺ ان مدارس فکر کے دست نگر اور خوشہ چین محسوس ہونے لگے، مثلاً:

آنحضرت ﷺ نے حلالہ کے تمام ذمہ دار افراد کو ملعون قرار دیا، لیکن بعض مکاتب فکر نے چونکہ طلاق ثلاثہ کے رجوع کے لیے حلالہ کو بطور حیلہ استعمال کرنے کا فیصلہ فرمایا تو حدیث: ((لعن اللّٰه المحلل والمحلل له)) کا مفہوم یوں بیان فرمایا گیا کہ ((لعله يحتمل انه اراد باللعنة الرحمة .)) [1] یعنی

---

[1] عيني على الكنز، ص: ١٢٦.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آنحضرت ﷺ نے شاید لعنت سے رحمت کا مفہوم لیا ہو۔ سوچیے! ائمہ حدیث اور خود آنحضرت ﷺ جب تک احناف کے مروجہ مدارس سے استفادہ نہ فرمائیں کبھی نہیں فرما سکتے کہ لعنت سے مراد رحمت ہے۔ معاذ اللہ!

قدیم فقہ کی بے چارگی:

(۵) پہلے تو فرمایا جاتا تھا کہ ائمہ حدیث صرف بیطار (دوا فروش) ہیں، ادویہ کے خواص اور دوا سازی اور مرکبات کا تھوک سٹاک صرف فقہا نے قرآن وسنت سے نچوڑ کر فقہ کے دفاتر میں رکھ دیا ہے۔ شکر ہے کہ اب محسوس فرمایا گیا ہے، بلاشبہ معیشت کے پیدا کردہ نئے مسائل کا حل ہماری قدیم فقہ میں نہیں اور ان مسائل کو حل کیے بغیر پوری توانائی سے آگے بڑھا بھی نہیں جا سکتا۔

گویا یہ فقہاء حضرات بھی پورا نسخہ نہیں بتا سکے، اس لیے تحقیق کے مریضوں کو کسی اور طرف رجوع کی ضرورت پڑے گی..... اسی لیے مدیر بینات فرماتے ہیں کہ..... اس غیر مکمل اور ناقص فقہ کو ملک کا سرکاری قانون بنا دو تو یہ کمی پوری ہو جائے گی ... ! اس دلیل میں کتنا وزن ہے؟ اسے ہم ناظرین پر چھوڑتے ہیں..... نقص کا اعتراف کرنے کے بعد یہ خواہش کہ..... وہ ملک کا قانون ہو، اس میں بھلا کہاں ... تک مناسبت ہے؟

ہماری ادبا گزارش ہے کہ جب اس محدود اور مقید فقہ کا ماخذ قرآن وسنت ہے، تو کتاب وسنت ہی کو ملک میں بلاتقیید اپنی اصلی ہیئت میں آنے دیجیے، آپ کے پرانے مکاتب فکر بھی بطور خدام اس کے ساتھ آئیں اور جدید اہل علم کو بھی کتاب وسنت کی روشنی میں تحقیق و اجتہاد کا موقعہ دیں۔ آپ میں سے بعض حضرات ممکن ہے، نبوۃ کی طرح اجتہاد کو بھی ختم تصور کرنے پر مجبور ہوں تو اس وقت یہ نئے اور نو وارد اہل علم ان حضرات کی جگہ کام کریں گے، اور ملک اور معیشت کے پیش آمدہ مسائل حل ہو سکیں گے، اور قدیم فقہ آثار قدیمہ کی طرح پورے احترام کی مستحق ہوگی۔ اگر آپ نے تحقیق کی اجازت دی تو بہتر ورنہ اپنی طبعی عمر کو پہنچنے کے بعد آخر ہر چیز کو ختم ہونا ہے، اس کے لیے آپ کو زیادہ فکر مند نہیں ہونا چاہیے، اگر آپ پرانی اور اسی ناتمام فقہ کو کتاب وسنت کی طرح خواہ مخواہ ہر جگہ پیش فرماتے رہے اور حکومت اور عوام کو مجبور کرتے رہے تو خطرہ ہے کہ اس ملک کا حشر ترکی اور روس کی طرح نہ ہو کہ آپ حضرات ملک پر حنفیت کو مسلط فرماتے فرماتے اسلام سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں۔ ان دونوں ملکوں میں پہلے جو اسلام کی حیثیت تھی وہ بھی معلوم ہے، اور علماء کی تنگ ظرفی کی وجہ سے جو نتائج برآمد ہوئے وہ بھی آپ حضرات سے مخفی نہیں۔

حنفیت کے ساتھ محبت اور اسلام کے ساتھ محبت میں آپ سے بہتر کون موازنہ کر سکتا ہے؟

سرکاری حیثیت اور اس کے اثرات:

(۶) فقہ حنفی کے لیے سرکاری حیثیت کا مطالبہ یہ آپ حضرات کی زبان سے بھلا معلوم نہیں ہوتا، فقہ حنفی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب مدلل مکتبِ فکر ہے، اس کا تعلق کتاب وسنت...... سے واضح اور مضبوط ہے، جیسا کہ ہم نے اوپر اشارہ کیا، آپ حکومت کے احسان مند کیوں ہوتے ہیں؟ آپ نے کبھی غور کیا ہے، کنونشن مسلم لیگ نے جب سے سرکار کی سرپرستی قبول فرمائی، کیا ملک میں اس کا وقار بڑھ گیا؟ کیا اس کا نام طنزاً سرکاری مسلم لیگ نہیں رکھا جاتا؟ کیا یہ حقیقت نہیں کہ اس میں عموماً جو عنصر آرہا ہے وہ کسی فعال اور باوقار جماعت کے لیے مناسب نہیں؟ اگر آپ حضرات نے بھی حکومت کی سرپرستی قبول فرمائی تو کیا آپ کا بھی وہی حشر نہیں ہوسکتا؟

امام مالک رحمہ اللہ کا مثالی طرزِ عمل:

مولانا! آپ حضرات نے جو مطالبہ فرمایا ہے، یہی مطالبہ تھا جو بعض عباسی خلفاء نے بطور پیش کش امام مالک رحمہ اللہ سے فرمایا تھا کہ مؤطا کو بالفاظ دیگر موالک کی فقہ کو ملک میں سرکاری مذہب کا مرتبہ دے دیا جائے، امام مالک رحمہ اللہ نے اسے کس طرح ٹھکرا دیا:

((ولما حج المنصور قال لمالك قد عزمت ان آمر بكتبك هٰذه التى صنفتها فتنسخ ثم ابعث فى كل مصر من امصار المسلمين منها نسخة وآمرهم ان يعملوا بها فيها ولا يتعدوه الى غيره فقال يا امير المومنين لا تفعل هٰذا فان الناس قد سبقت اليهم اقاويل وسمعوا احاديث ووردوا روايات واخذ كل قوم بما سبق اليهم واتوا به من اختلافات الناس فدع الناس وما اختار اهل كل بلد لانفسهم ويحكٰى نسبته هٰذا القصة الى هارون الرشيد.)) ❶

''خلیفہ منصور نے حج کے موقعہ پر امام مالک رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ میں نے طے کرلیا ہے کہ آپ کی کتاب مؤطا کے متعدد نسخے نقل کرا کے ہر علاقہ میں بھیج دوں اور لوگوں کو حکم دے دوں کہ وہ اس کے سوا کسی دوسری فقہی کتاب پر عمل نہ کریں۔ امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: امیر المومنین! لوگوں کے پاس مختلف اقوال، روایات اور احادیث پہنچ چکی ہیں اور ہر علاقہ اپنے معلومات پر ان مختلف مسائل میں عمل کررہا ہے۔ لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ بعض مورخین نے اس قصہ کی نسبت ہارون الرشید کی طرف کی ہے، ہارون نے امام مالک رحمہ اللہ کے جواب کو بے حد پسند کیا۔''

آپ غور فرمائیں! کیا عباسی خلیفہ نے وہی پیش کش امام مالک رحمہ اللہ سے نہیں فرمائی جسے آپ عرض داشت کی صورت دے رہے ہیں؟ کیا امام مالک رحمہ اللہ کا جواب اہل علم اور عوام کے لیے اسوہ نہیں؟ کہ وہ ان فقہیات کو حکومت کی سطح پر ٹھونسنا قطعی ناپسند فرماتے تھے اور چاہتے تھے کہ لوگ ان فروعی مسائل میں اپنے گردو

❶ حجة الله البالغة، ص: ١١٦، ج: ١۔ مقدمه ابن خلدون.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش کے علماء کی طرف رجوع کریں اور لوگ اس اختلاف اور عملی تنوع کو گوارا کریں۔ ابن عبدالبر نے جامع بیان العلم میں خلیفہ منصور اور امام مالک کا واقعہ ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے: (وهذا غاية في الانصاف لمن فهم، ج: ۱، ص: ۱۳۲) ایک فہیم کی نظر میں امام مالک کا ارشاد انتہائی منصفانہ ہے۔

• علم و تفقہ کو اپنی قوت سے دلوں میں پیوست ہونا چاہیے، انہیں حکومت کی لاٹھی کے سہارے پر چلنے کی عادت نہ ڈالیے، خصوصاً جبکہ مسائل فروعی ہوں یا اعتقادی ان کے پیچھے کسی کا جبر نہیں ہونا چاہیے، نہ عوام اور اکثریت کا، نہ حکومت کی قوت اور مصالح کا۔

حکومتوں کا مزاج:

آپ نے گزارش فرماتے وقت غور نہیں فرمایا کہ حکومتیں ایسی گزارشات جب بھی قبول کریں گی وہ آپ سے اس کے عوض کئی مطالبات منوائیں گی..... آج کی حکومتوں کا مزاج اموی اور عباسی حکومتوں کی طرح دینی نہیں، یہ دین کے معاملہ میں نہ اتنی عقیدت مند ہیں اور نہ خود فہم، آپ حنفی فقہ کو سرکاری بنانا چاہتے ہیں اور وہ پورے اسلام کو سرکاری بنانا چاہتے ہیں، آپ نے عائلی قوانین کا حشر اور اسلامی مشاورتی کونسل کا حشر اپنے سامنے دیکھ لیا۔

فقہ حنفی کا ایک سرسری جائزہ:

ہماری رائے فقہ حنفی کے متعلق اس لیے زیادہ عقیدت مندانہ نہیں کہ اس میں قیاس صحیح سے زیادہ آراء رجال کا دخل ہو چکا ہے، اس سبب سے اس میں بہت زیادہ ظاہریت اور حشویت آ گئی ہے اور قیاس صحیح جس کا قرآن حکیم نے صحیح تر نام میزان رکھا ہے، اس کا بہت کم لحاظ رکھا گیا ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے عقیدت رکھنے والے معتزلہ اور جہمیہ معطلہ ایسے بدعتی حضرات بھی تھے: قاضی عیسیٰ بن ابان، بشر مریسی، بختری اور بعض شیعہ بھی تقیہ کے ساتھ یہ خدمت سرانجام دیتے رہے، جیسے تاریخ سے ظاہر ہے۔ ایسے ذخیرہ کو حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرنا اور فقہ حنفی سمجھنا بھی حقیقت کے لحاظ سے درست نہیں، مندرجہ ذیل جزئیات پر غور فرمائیے: اس میں قیاس صحیح کا کہاں تک لحاظ رکھا گیا ہے.....

علامہ قاضی خاں رحمہ اللہ نے باب التعلیق میں بعض عجیب قسم کی جزئیات درج فرمائی ہیں، جن میں کوئی فقہی خوبی معلوم نہیں ہوتی:

((امرءة علمت ان زوجها طلقها ثلاثا وهو ينكر ولا تقدر المرة على منع نفسها منه وسعها ان تقتله لانها عجزت عن دفع الشر عن نفسها فيباح لها القتل ولكن ينبغي ان تقتله بالدواء لا بالة القتل لانها لو قتله بالة جارحة

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقتل قصاصًا .)) ❶

''عورت کو خاوند نے تین طلاقیں دیں، اب وہ انکار کرتا ہے، عورت اس سے اپنے آپ کو بچا نہیں سکتی، اسے جائز ہے کہ خاوند کو قتل کر دے، لیکن دوائی سے قتل کرے، تیز دھار آلہ سے قتل نہ کرے، ورنہ قصاص میں خود قتل ہو جائے گی۔''

غور فرمائیے! ان میں کیا تفقہ ہے؟ ایک عورت اپنے سابق خاوند سے مجبور ہے، آپ اسے قتل کی تلقین فرماتے ہیں، پھر اسے قتل کا طریق بتلاتے ہیں، ایسے مجبوری کے واقعات غیر خاوند سے بھی ہو سکتے ہیں اور بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ خاوند اتنا ذلیل ہو اور اس قدر بے بس، اس مجبوری سے بچنے کے لیے قتل کی تجویز مفتی کی طرف سے بڑی غیر معقول تجویز ہے، پھر اگر قتل کے بعد تفتیش شروع ہو تو ان کے پاس کیا ضمانت ہے کہ دوائی سے مارنے کا راز فاش نہیں ہوتا۔ اگر دیانت داری سے کیس کی تفتیش کی جائے تو یقین ہے، قصاص سے بچنا مشکل ہوگا اور یہ فقہی نسخہ بے کار ثابت ہوگا اور اگر یہ نسخہ چل نکلے، تو اس کی کیا ضمانت ہے کہ عورتیں اس کا غلط استعمال نہیں کریں گی، اس سے تو بہتر ہے کہ آپ اسے صبر کی تلقین فرمائیں، جبر کی صورت میں وہ شرعاً تو مجرم نہیں۔ اس میں کوئی تفقہ نہیں، محض ایک جذباتی فتویٰ ہے۔

دوسری جزئی بھی سنیے:

((رجل قال لامرأة ان فعلت كذا فنسائ طوالق ففعلت وقع الطلاق عليها وعلى غيرها لان المعلق بالشرط عنه وجود الشرط كالمرسل فصار كانه قال بعد الشرط نسائى طوالق.)) (ص: ٤٣١)

''ایک آدمی نے اپنی اہلیہ کو کہا کہ اگر تو نے فلاں کام کیا تو میری تمام بیویوں کو طلاق ہو گی، اس نے وہ کام کر دیا تو تمام بیویوں پر اس بیوی سمیت طلاق ہو جائے گی۔ کیونکہ شرط کے وقوع کے بعد اس کی حیثیت یہ ہوگی کہ شرط کے بغیر خاوند نے سب بیویوں کے متعلق کہا کہ: ''نسائی طوالق'' ''میری عورتوں کو طلاق ہے۔''

اس میں بھی کوئی تفقہ نہیں، اولاً تو ان افسانوی طلقات کی ضرورت ہی کیا ہے، اسے اگر فرض کر بھی لیا جائے تو ایک عورت کو اس کی سوکنوں کی طلاق تفویض کرنا، کون سا تفقہ ہے۔ اپنی طلاق تو خیر اسے تفویض ہو سکتی ہے، ایک عورت جسے اپنی طلاق کا بھی شرعاً اختیار نہیں وہ وقوع کی شرط کے بعد اتنی با اختیار ہوگی، ''كانها صارت زوجا لضراتها و قدرت على طلاقهن'' گویا خاوند کی بیوقوفی سے اسلام کا مزاج بھی بدل گیا۔ سوکن کو

❶ ص: ٤٣١، ج: ١.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حق مل گیا کہ وہ باقی سوکنوں کو طلاق دے، بالکل غیر فقہی نتیجہ ہے، جس کے لیے قیاس صحیح میں کوئی گنجائش نہیں، زیادہ سے زیادہ اس کا اثر اس کی ذات پر ہونا چاہیے، دوسری عورتوں کو اس کی سزا کیوں دی جائے۔

ایک اور صورت:

((رجل قال لامرأته ان لم يكن فرجي احسن من فرجك فانت طالق وقالت المرءة ان لم يكن فرجي احسن من فرجك فجاريتي حرة، قال الشيخ الامام ابو الفضل ابوبكر محمد بن الفضل رحمة الله تعالى (۳۸۱هـ) ان كان قائمين عند المقالة برت المرءة وحنث الزوج ولو كانا قاعدين بر الزوج وحنث المرءة لان فرجها حالة القيام احسن من فرج الزوج والامر على العكس في حالة القعود.)) ❶

علماء جانتے ہیں اس مضحکہ خیز شرط اور امام ابوبکر محمد بن الفضل کے جواب میں کوئی تفقہ معلوم نہیں ہوتا، شرم گاہ کی خوبصورتی یا بد وضعی کا فیصلہ کرنے سے پہلے کوئی حسن کا معیار مقرر ہونا چاہیے، بیٹھنے اُٹھنے سے خوبصورتی پر کیا اثر پڑتا ہے، اس میں فقیہ ابوبکر کے بجائے خود متکلمہ کا نقطہ نظر معلوم ہوتا ہے۔ صورت کچھ بھی ہو اس میں القیاس الصحیح کے لحاظ سے کوئی معقول بات نہیں فرمائی گئی، ایسی جزئیات کا ذکر نہ بھی آتا تو کوئی بات نہ تھی، اصل بتا دینا کافی تھا، معلوم ہوتا ہے، یہ کتابیں اسی دور کی یادگار ہیں جب حضرات فقہاء حنفیہ فارغ البال تھے، اسی قسم کی فرضی صورتیں ہی ان کی علمی استعداد کا صحیح مظہر تھیں۔

ایک اور صورت پر غور فرمایئے:

"اذا قرأ المصلي من المصحف فسدت صلوٰته في قول ابي حنيفة رحمه الله." ❷

اگر نماز میں قرآن مجید سے دیکھ کر پڑھے تو امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی۔ (اس لیے کہ یہ عمل کثیر ہے)۔

((ولو نظر الى فرج المطلقة طلاقا رجعيا عن شهوة يصير مراجعًا ولا تفسد صلوٰته في رواية.)) ❸

''مطلقہ رجعیہ کی شرم گاہ جنسی جذبہ کے ماتحت دیکھے، رجوع ہو جائے گا، لیکن نماز فاسد ہو گی۔''

کس قدر درایت کے خلاف اور غیر فقہی مسئلہ ہے، عمل کثیر سے نماز فاسد ہونے کا مطلب یہ ہے کہ طبیعت نماز سے ہٹ کر دوسری طرف مشغول ہو گی، قرآن کو دیکھ کر پڑھنا گویا عمل کثیر ہوا اور واجب الستر

❶ قاضی خان ج:۱، ص: ۲۳۲۔ مطبوعہ مصر۔ ❷ قاضی خاں، ص: ۱۱۱، ج: ۱۔ ❸ ص: ۱۱۱، ج: ۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقام کو جنسی جذبات سے دیکھنا گویا یہ مشغلہ عمل کثیر نہ ہوگا، اس لیے اس کا نماز پر کوئی اثر نہ ہوگا۔ انا للہ!

بعینہٖ یہی صورت اشباہ والنظائر (ص: ۲۰۷ مطبوعہ مطبع تعلیمیہ) میں مرقوم ہے، اس میں فی روایت کے بجائے اس کی وجہ بتائی ہے: "لان الاول تعليم و تعلم فيها لا في الثاني" "کیونکہ دیکھ کر پڑھنے سے درس و تدریس کی صورت ہو جائے گی، شرم گاہ دیکھنے میں یہ لازم نہیں آتا۔" تعلیم و تعلم نہ بھی ہو، شغل تو اس سے کہیں زیادہ ہوگا جو حقیقتاً نماز کے قطعاً منافی ہے، قرآن میں یہ کیفیت بالکل نہ ہوگی اور تعلیم و تعلم کہاں ہوا، درس و تدریس تکرار اور سوال و جواب سے ہوتا ہے، یہاں تو یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، قراءت عرفاً الفاظ..... کی تلاوت کا نام ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے غلام ذکوان کا عمل مذکور ہے، وہ رمضان میں قرآن سے پڑھتے تھے، ذکوان تابعی ہیں، ان کا قول حجت ہے یا نہیں، اس سے ویسے ہی انکار کر دیا جاتا تو کیا حرج تھا، ان علل کی ضرورت ہی کیا تھی، عمل کثیر ایک تخمینی اور مختلف فیہ مسئلہ درمیان میں لا کر بے ضرورت بحث کا دروازہ کھول دیا گیا۔

گزارش کا مقصد آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ مروجہ فقہ حنفی بے شک ایک علمی اور نظریاتی ذخیرہ تو ہے، لیکن یہ کوئی ایسی کامیاب یادداشت نہیں جسے اسلام کی صحیح تعبیر کہا جائے، نہ یہ اس قدر مکمل ہے کہ اسے کسی ملک کا قانون تصور کیا جائے، نہ یہ اس قدر معقول ہی ہے کہ اسے خواہ مخواہ ملک پر مسلط کر دیا جائے۔

ہمارے ہاں نواب صدیق حسن خاں صاحب مغفور نے بعض کتابیں خاص فقہی نہج پر لکھی ہیں، ان میں بعض مسائل آ گئے ہیں، شکر ہے کہ ہمارے ہاں ان کتابوں کو اسلامی تعبیر کا مرتبہ نہیں دیا گیا، بلکہ ایک علمی خدمت سمجھ کر ان سے استفادہ کیا جا رہا ہے۔ یہ فقہیں ہمیشہ خاص ماحول کے ماتحت مسائل کی وقتی تعبیر سمجھی گئی ہیں، اسے اسلام کی دائمی اقدار کا درجہ کبھی بھی نہیں دیا گیا، امام مالک رحمہ اللہ نے خلیفہ منصور کو یہی سمجھایا تھا، مؤطا ایسی کتاب بھی دنیا پر مسلط نہیں کی جا سکتی۔ آپ حضرات سے بہتر کون جانتا ہے کہ متاخرین کی مؤلفات فقہیہ کا مؤطا سے کیا مقابلہ کیا جا سکتا ہے، مؤطا کو دنیا میں جو قبولیت حاصل ہوئی ہے متاخرین کی فقہی مساعی اس کی گرد راہ کو بھی نہیں پا سکتیں، پھر آپ ایسا دانش مند اور عالم آدمی یہ کیسے درخواست کر سکتا ہے کہ فقہ حنفی کو اسلامی قانون کے طور پر تسلیم کیا جائے اور لوگوں کو اس کے قبول پر مجبور کیا جائے۔

فقہ حنفیہ میں استدلالی توازن:

فقہیات کا ایک طالب علم آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ فقہ حنفی کا انحصار اساسی طور پر فقہاء عراق کے آراء و افکار پر ہے، وہی اس کا اصل ماخذ ہیں، اس لیے کتاب و سنت سے استدلال میں صحیح توازن قائم نہیں رہ سکا، بعض جگہ صحیح سنت کو ترک کر دیا گیا اور اپنی اور اپنے بزرگوں کی آراء کو ترجیح دی گئی اور کہیں انتہائی ضعیف اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کمزور حدیث پر استدلال کی بنیاد رکھ دی گئی اور صحابہ رضی اللہ عنہم تک زیرِ عتاب آ گئے، مثلاً:

حدیث مصراۃ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اگر کوئی کسی جانور کا دودھ روک دے، تاکہ منڈی میں زیادہ قیمت پا سکے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''خریدار کو حق ہے کہ صحیح حالات واضح ہونے پر بیع کو منظور کرے یا بیع واپس کر دے اور اس کے ساتھ بائع کو ایک صاع کھجور (دودھ کا معاوضہ) اس کے ہمراہ دے دے'' ...... یہ حدیث صحیح ہے۔ اس کا متن اور اسناد بالکل درست ہیں، لیکن فقہاء حنفیہ نے اپنے اکابر کے فہم کو اساس قرار دے کر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم وغیرہ کو غیر فقیہہ بنا کر حدیث کو مسترد کر دیا، قاضی عیسیٰ بن ابان کی حکومت میں بیچارے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ غیر فقیہہ قرار پا گئے۔ ❶ حالانکہ وہ اپنے وقت کے فقیہہ اور مجتہد تھے، مدینہ کے گورنر اور مفتی رہ چکے تھے، یہاں صحیح حدیث کو محض اکابر پروری کی بنا پر ترک کیا گیا۔ ❷

اس حدیث صحیح کے رد میں جو معاذیر فرمائے گئے ہیں وہ سب قریباً ایسے قیاسات ہیں جو نصوص صحیحہ سے معارض بھی نہیں ہو سکتے، چہ جائیکہ ان کی وجہ سے نصوص کو رد کر دیا جائے۔ جب اصول ادلہ میں کتاب اور سنت اصل ہیں تو اصول وقواعد (عراق میں وضع کیے جائیں یا حجاز وخراساں میں وضع ہوں یا اندلس میں۔ یہ محنت علامہ بزدوی کریں یا حافظ شاطبی، ابن حزم کریں یا ابن قدامہ اور علامہ آمدی) کا سنت صحیح سے ان کا تقابل ہی درست نہیں۔ ترجیح، توفیق، رد یا تقدیم کا تو سوال ہی بعد میں پیدا ہو گا، گو اس معاملہ میں فقہاء عراق عموماً زیادہ بدنام ہیں، لیکن دراصل یہ مرض ان کے متاخرین میں ظاہر ہوا، وہ بڑی بے تکلفی سے اکابر کے وضع کردہ اصولوں کو احادیث سے لڑاتے ہیں اور احادیث کے متعلق سقوط کا فتویٰ دیتے ہیں اور اس مرض کے سب سے زیادہ مریض وہ حضرات ہیں جو جہمیت اور اعتزال سے متاثر ہیں۔ پھر متاخرین نے ان کو اپنے اکابر اور اسلاف سمجھ کر ان کمزور نظریات کو اصول سمجھتے ہوئے درسیات میں انہیں درج کر دیا، جس سے طلباء کے ذہن میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق بدگمانی پیدا ہو گئی۔ اس کا اثر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، انس بن مالک رضی اللہ عنہ ایسے اکابر اور فقیہ صحابہ پر پڑا اور ان متاخر علماء سے اس معاملہ میں اس قدر تساہل یا ذہول ہوا کہ ملاجیون نور الانوار میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کو ایک صفحہ پہلے بمعہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ غیر فقیہ قرار دیتے ہیں۔ (نور الانوار، ص: ۱۷۷) اور اس سے تھوڑی دور بعد ص: ۱۷۸ پر انہیں اکابر صحابہ سے شمار فرماتے ہیں۔

اس سے اندازہ لگائیے، جو طالب علم ان درسیات کو پڑھیں گے، وہ انصاف پسند ہوں گے یا متعصب، اکابر کا ادب کریں گے یا بے ادبی، کیا اس سے یہی اثر نہ لے گا کہ اگر صحابی ہمارے مفروضات کی حمایت

---

❶ نور الانوار، ص: ۱۷۷۔ ❷ تفصیل ملاحظہ ہو: اعلام الموقعین ہندی، ابن القیم، ص: ۱۵۵، ج: ۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرے تو وہ اکابر سے ہوگا، اگر احناف کی مخالفت کرے تو وہ بے چارہ فوراً... غیر فقیہ اور جاہل ہوگا۔

پھلوں کا اندازہ:

صحیح احادیث میں مرقوم ہے: عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ "انگور اور کھجور کا زکوٰۃ سے قبل خرص (اندازہ) کیا جائے۔" اسی طرح سہل بن حثمہ سے بھی مروی ہے کہ "جب تم خرص کرو تو ثلث منہا کردو یا کم از کم ربع۔" چنانچہ عبداللہ بن رواحہ اس ڈیوٹی پر تشریف لے جاتے تھے۔ صحیح بخاری اور مسلم میں زید بن ثابت سے عرایا کے متعلق خرص کی اجازت مروی ہے۔ لیکن فقہاء حنفیہ اسے جوا تصور فرماتے ہیں، صحیح احادیث کے خلاف یہ عذر انتہائی نامناسب اور غیر موزوں ہے، حافظ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((ویاللّٰہ اتعجب أکان المسلمون یقامرون الی زمن خیبر ثم استمروا علی ذالك الی عهد الخلفاء الراشدین ثم اقضی عصر الصحابة وعصر التابعین علی القمار ولا یعرفون ان الخرص قمار حق بینه بعض فقهاء الکوفة هٰذا واللّٰه الباطل حقا.)) ❶

"تعجب ہے کہ مسلمان زمانہ خیبر سے عصر تابعین تک جوا ہی کھیلتے رہے، یہاں تک کہ عراق کے بعض فقہاء نے یہ انکشاف فرمایا: یہ یقیناً باطل ہے اور غلط۔"

صحیح احادیث سے صرف نظر کا یہ انداز ہی غیر متوازن ہے، سمجھ میں نہیں آتا، اسے تصلب کہا جائے یا تعصب؟

وتر ایک رکعت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ، ابی مجلز، حضرت عثمان، سعد بن ابی وقاص، عبداللہ بن عباس، ابوایوب، معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم سے ایک وتر کا جواز مروی ہے۔ اس کے جواب میں انتہائی مبہم اور ضعیف روایات سے استدلال کیا گیا ہے اور ایک وتر کی اجازت نہیں دی گئی، رجال پر نظر رکھنے والے لوگ جانتے ہیں اس سنت صحیح کے ردّ میں بڑی بے انصافی سے کام لیا گیا ہے۔

رفع الیدین:

رفع الیدین عندالرکوع کی اصح الاسانید احادیث کو نظر انداز کر کے قطعی ضعاف پر اعتماد فرمایا گیا، صحیح بخاری، صحیح مسلم اور موطا کی روایات سے اس سنت کے استمرار و مداومت بھی سمجھ میں آتی ہے، لیکن اس سنت سے انکار میں بڑی بے انصافی استعمال فرمائی گئی ہے۔ کبھی اسے منسوخ فرمایا گیا۔ ❷ کہیں فرمایا گیا کہ منسوخ تو نہیں لیکن اس کا دوام اور استمرار ثابت نہیں۔ ❸

---

❶ اعلام، ج: ۱، ص: ۲۹۲ ھند. ❷ عینی علی البخاری ص: ۸، ج: ۳. ❸ ایضاح الادلہ محمود الحسن.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح ارشادات کو آخر کیوں ٹالا جائے۔ سمرۃ بن جندب کی حدیث: ((ما لی اراکم رافعی ایدیکم کانها اذناب خیل شمس .)) ''تم گھوڑوں کی دموں کی طرح ہاتھ کیوں اٹھاتے ہو۔'' یہ حدیث صحیح ہے، لیکن تشہد اور سلام کے وقت اشاروں سے روکا گیا ہے۔ اکابر علماء عراق رحمہم اللہ کو بھی اس غلط استدلال سے حجاب محسوس نہیں ہوا، بلکہ سنت صحیحہ کی تردید کے لیے گھوڑے دوڑا دیے گئے۔ اس روش پر جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے، حضرات فقہاء عراق کے علمی ذخائر کا ایسا عظیم سرمایہ موجود ہے جس میں سینہ زوری سے سنت صحیح کو ترک فرمایا گیا ہے۔

یہی فقہ ہے جسے آپ چاہتے ہیں حکومت سے سفارش کرا کر بزور بازو اسے ملک پر مسلط کیا جائے۔ آپ غور فرمائیں! اس سے سنت کا استخفاف ہو گا یا احترام، احادیث صحیحہ کے لیے تسلیم و انقیاد کی روح پیدا ہو گی یا اس انداز سے انکار حدیث کی حوصلہ افزائی ہو گی؟

جمعہ کی فرضیت:

جمعہ کی فرضیت قرآن عزیز کے عموم سے ثابت ہے، فقہاء حنفیہ رحمہم اللہ نے دیہات کو اس عموم سے مستثنیٰ فرمایا اور استثناء کی دلیل نہ قرآن میں ہے نہ کسی صحیح حدیث میں۔ بلکہ اس کا تمام تر انحصار حضرت علی کے اثر پر ہے، جسے حکماً مرفوع بنانے کے لیے پورا زور صرف فرمایا گیا۔ حالانکہ یہ استدلال بے حد کمزور ہے، اور جب اکابر علماء اس مسئلہ پر خامہ فرسائی فرماتے ہیں تو ان کا انداز بھی اس مسئلہ میں اصاغر سے بہتر نہیں ہوتا۔ استدلال کے سلسلہ میں کوئی مضبوط ٹھوس چیز فقہائے عراق رحمہم اللہ کے ہاں نہیں، اوثق العری، احسن القریٰ ایسی مسائی حضرات اکابر دیوبند زید فیوضہم کی نظر کے سامنے ہیں اور ان کا جامد اور غیر متوازن طریق استدلال بھی نظر میں ہے۔ ایسے غیر متوازن ذخیرہ کو آپ ملک پر مسلط کرنے کی سرکاری کوشش کیوں فرماتے ہیں؟ آپ اپنی حد تک جو چیز پسند فرمائیں کوئی اعتراض نہیں۔

قیام رمضان:

قیام رمضان نہ فرض ہے نہ واجب، صحیح یہی ہے کہ یہ نفلی نماز ہے، اس کی کوئی ایسی تعداد جس سے کمی بیشی ناجائز ہو، شرعاً ثابت نہیں۔ ہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا طرزِ عمل آٹھ رکعت کے پس و پیش صحیح احادیث سے ثابت ہے، فقہائے اسلام کا عمل اسی حدیث کے مطابق ہے، لیکن وہ نوافل میں اضافہ ممنوع یا بدعت نہیں سمجھتے، مگر حضرات علماء دیوبند نے جو طریق عمل اختیار فرمایا ہے، قطعی غیر متوازن ہے۔ کبھی تہجد اور قیام رمضان کو الگ الگ بتایا جاتا ہے، کبھی بیس کو واجب کہا جاتا ہے، کبھی آٹھ کی سنیت سے انکار اور جمود کے لیے استدلال آثار صحابہ سے کیا جاتا ہے، جن کی سند اور مفہوم کسی طرح بھی صحیح احادیث کے متعارض نہیں ہو سکتا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نکاح طلاق کے مسائل میں یہ عدمِ توازن اور بھی زیادہ ہو گیا ہے، پھر معلوم نہیں آپ ایسے وسیع المطالعہ...... اور معتدل الفکر حضرات اس قسم کی بے اعتدالی کیوں فرماتے ہیں؟ ما لکم کیف تحکمون۔

اپنی روایات پر اعتماد:

چند مسائل ایسے بھی ہیں جن میں انتہائی ضعیف روایتوں پر اعتماد فرمایا گیا ہے، غالبًا اس لیے کہ ائمہ عراق کی روایات یہاں قیاس کے خلاف تھیں۔ مثلاً قہقہہ سے وضو کا ٹوٹنا معلوم ہے کہ قہقہہ قیاساً ناقضِ وضو سے نہیں اور جس حدیث پر اعتماد کیا گیا انتہائی ضعیف ہے۔

کھجور کے شیرہ سے وضو کا جواز قیاس کے خلاف ہے اور حدیث بے حد ضعیف "دس درہم سے کم قیمت کی چیز چرانے سے ہاتھ نہ کاٹنا" حدیث بالکل کمزور ہے۔

اقامت جمعہ کے لیے مصر کی شرط جس روایت سے اخذ کی گئی ہے وہ بے حد ضعیف ہے، اور پانی کی طہارت کے متعلق آثار پر اعتماد فرمایا گیا نہ قیاس پر مبنی ہے، نہ کسی صحیح حدیث پر۔ جس ذخیرہ کا یہ حال ہو، اسے آپ سرکاری سطح پر لا کر لوگوں کو اس کے قبول پر کیوں مجبور کرانے کی کوشش فرماتے ہیں ؟ ائمہ عراق اور فقہائے حنفیہ کی علمی خدمت اور ان کے فقہی کارناموں سے انکار نہیں کیا جا سکتا، لیکن بہت سی خوبیوں کے باوجود یہ قطعی نامناسب ہے کہ اسے خواہ مخواہ لوگوں پر مسلط کیا جائے؟

باہم متصادم فقہی آراء:

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے متعدد نظایر کا ذکر فرمایا ہے جن میں احادیث کو اس لیے نظر انداز فرمایا گیا ہے کہ یہ نصوص فقہاء کے بعض طے فرمودہ اصول سے متصادم تھیں، حالانکہ یہ فقہی آراء خود بھی باہم متصادم ہیں:

(۱)...... ایک لونڈی جس سے مالک کا تعلق میاں بیوی کی طرح معلوم اور متعارف ہے۔ اگر اس سے اولاد پیدا ہو تو جب تک مالک اس کا دعویٰ نہ کرے وہ اولاد مالک سے ثابت النسب نہیں ہوگی اور ایک آزاد عورت سے ایسی صورت میں نکاح کرے، مرد مشرق میں ہو اور عورت مغرب میں آباد دونوں میں یقیناً ملاقات نہ ہوئی ہو، ایسی عورت سے اولاد پیدا ہو تو یقیناً یہ اولاد اسی خاوند کی متصور ہوگی۔ یہ مسئلہ حدیث "الولد للفراش" کے بھی خلاف ہے اور قیاس پر بھی متصادم ہے۔

(۲)...... نماز سے خروج کے لیے حدث کو سلام پر قیاس کرنا اور اصول کی بنا پر اسے صحیح سمجھنا نہ قیاساً درست ہے نہ کوئی صحیح حدیث اس باب میں مروی ہے۔ قیاس اور حدیث دونوں کے خلاف ہے، کلام یا نقضِ وضو کے دوسرے اسباب کو سلام کا ہم پایہ نہیں قرار دیا جا سکتا۔

(۳)...... ذمی اگر جزیہ سے ایک دینار کم دے تو اس کا ذمہ ٹوٹ جائے گا، مسلمان اس کے مال اور جان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی حفاظت کے ذمہ دار نہیں ہوں گے۔ لیکن اگر مسجد نبوی اور بیت اللہ کو جلا دے اور خدا اور رسول کے حق میں بدزبانی کرے ..... تو اصول فقہاء کا تقاضا ہے کہ اس کا ذمہ نہیں ٹوٹے گا۔ ایسے بدزبان اور بدقماش آدمی کی حفاظت اسلامی حکومت کے ذمہ ہوگی..... محض ظاہر پرستی اور حشویت ہے، کوئی تفقہ نہیں۔

(۴) ..... کوئی آدمی کسی عورت کو بدکاری اور حرام کمائی کے لیے رکھتا ہے یا اسے کپڑے دھونے کے لیے اجیر رکھتا ہے اور اس سے بدکاری کرتا ہے۔ فقہاء کے اصول کا تقاضا یہ ہے اس کو حد نہیں لگے گی..... اور ایک نابینا کے بستر پر کوئی عورت مل جائے اور وہ اسے بیوی سمجھ کر اس سے وطی کر لے، تو اسے زنا کی حد لگ جائے گی، اسے شبہ کا فائدہ نہیں دیا جائے گا۔

ایسے متعارض اور متصادم اصول حکومت کے واسطہ سے کیوں منوائے جائیں اور ان ''اصول'' کی روشنی میں اجتہاد کی جو راہیں آئندہ کھلیں گی وہ کہاں تک تقویٰ اور طہارت پر مبنی ہوں گی۔

(۵) ..... کسی کنویں میں ہزاروں من پانی ہو، اس میں ایک قطرہ خون یا پیشاب گر جائے تو یہ پانی پلید ہو گا، اس سے وضو کے ساتھ نماز درست نہیں ہوگی۔ لیکن ایک درہم کے برابر گندی نجاست کپڑے پر لگی ہو، یا نجاست خفیفہ سے چوتھائی کپڑا ملوث ہو تو اس میں نماز درست ہوگی..... یہ سب اصول کے تقاضے ہیں۔ طہارت انسان کا فطری تقاضا ہے، کنویں کے پانی میں یہ تقاضا کتنا تن گیا ہے اور کپڑے اور پیشاب میں اسے کتنا ڈھیلا کر دیا گیا ہے..... ایسے غیر متوازن مسائل حکومت ہی کے زور سے منوائے جا سکتے ہیں، عمومی عقل کے لیے اس کی پذیرائی مشکل ہے۔

اعلام الموقعین ج ۱ میں یہ سلسلہ ص: ۲۷۷ سے ۲۸۰ تک چلا گیا ہے، جس میں حنفی اور شافعی اور دیگر فقہیوں پر نقض فرمایا گیا۔

شاہ ولی اللہ کا اصول تحقیق:

آخر میں یہ بھی عرض کر دینا شاید مناسب ہو کہ ہم نے جو کچھ عرض کیا ہے، یہ ہماری اپنی اپج نہیں، بلکہ گزارشات ہم سب کے مسلم بزرگ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کے فرمودہ اصول پر مبنی ہیں، چنانچہ تفہیمات میں فرمایا ہے:

((ونشاء فی قلبی داعیة من جهة الملاء الاعلٰی تفصیلها ان مذهبی ابی جنیفة والشافعی هما مشهوران فی الامة المرحومة وهما اکثر المذاهب تبعًا وتصنیفًا وکان جمهور الفقهاء المحدثین والمفسرین والمتکلمین والصوفیة متمذهبین بمذهب الشافعی وجمهور الملوك وعامة الیونان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متمذهبين بمذهب ابى حنيفة وان الحق الموافق لعلوم الملاء الاعلى اليوم ان يجعلا كمذهب واحد يعرضان على الكتب المدونة فى حديث النبى ﷺ من الفرقين (الفريقين) فما كان موافقا بها يبقى وما لم يوجد له اصل يسقط والثابت منها بعد النقد ان توافق بعضه بعضا فذلك الذى يعض عليه بالنواجز وان يخالف تجعل المسئلة على قولين ويصح العمل عليهما ...... الخ.)) ❶

خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ حنفی، شافعی فقہوں کو ملا کر ایک کر لیا جائے، اس کے بعد صحاح ستہ کی احادیث صحیحہ کی روشنی میں ان کو جانچا پرکھا جائے، موافق حدیث مسائل کو رکھ کر باقی کو ترک کر دیا جانا چاہیے۔ الخ!

ایک دوسرے مقام پر شاہ صاحب نے تمام اہل سنت کے مشہور مذاہب کے بارے میں یہی طرز عمل اختیار کرنے کی طرف اشارہ فرمایا ہے..... ملاحظہ ہو شاہ صاحب رحمہ اللہ کا ایک مکتوب مندرجہ کلمات طیبات ص: ۱۶۱ طبع مجتبائی۔

اور یہی کچھ ہم نے نہایت ادب سے گزارش کرنے کی جسارت کر ڈالی ہے۔

ہم پورے وثوق اور آپ حضرات کی وسعت علمی سے امید رکھتے ہیں کہ...... آپ موجودہ فقہ حنفی کو اسلام کی ترجمان یا اس کی مترادف سمجھتے ہوئے اسے سرکاری سطح پر لانے کی سعی نہیں فرمائیں گے۔

بلکہ ائمہ اربعہ کی فقہ اور فقہاء حدیث کی مساعی کو اساس قرار دے کر پیش آمدہ مسائل کو حل فرمائیں اور تقلید اور جمود کی بندشوں کو توڑنے دیں۔ اس میں آپ کا بھی بھلا ہو گا اور اسلام کا بھی بھلا ہو گا، اور عامۃ المسلمین پر آپ کا احسان ہو گا، اگر آپ انہیں ان اغلال سے آزاد ہونے کا موقع دیں۔

واللہ یعینکم ویؤیدکم بمنہ و کرمہ.

www.KitaboSunnat.com

❶ ص: ۲۱۲، ج: ۱.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیعہ سنی اتحاد کی اساس ...... جہاد اور مرزائیت

اس سرخی کے تحت معاصر ''المنبر'' لائل پور، ایک طول طویل وعظ فرماتے ہوئے رقم طراز ہے:

''شیعہ حضرات کی (ہمارے علم کی حد تک) اکثریت خلفاء ثلاثہ کو سب وشتم کی قائل نہیں۔''

(ص: ۲۰ ماہوار ایڈیشن مئی ۶۵ء)

کاش! معاصر کا ''معلوم'' امر واقعہ بھی ہوتا، تعجب ہے عام شیعہ ذاکرین اور شیعہ پریس کے مسلسل جارحانہ طرز عمل سے شیعہ حضرات کی ''اکثریت'' کی ذہنیت معاصر کیوں نہ سمجھ سکا، اور اصل حقیقت تو یہ ہے کہ شیعہ دوستوں کا ضمیر ہی بغض صحابہ رضی اللہ عنہم سے اٹھایا گیا ہے۔ ان کی ہر تقریر، ذاکرانہ وعظ اور تحریر کا محوری موضوع یہی ہوتا ہے، نمونہ کے طور پر بڑی تقطیع کے بارہ سو صفحات پر مشتمل ایک ''تفسیر مقبولی'' کو اٹھا کر دیکھ لیا جائے، بظاہر یہ کتاب قرآن مجید کی تفسیر دکھائی دیتی ہے، لیکن اس میں نہ صرف قرآن مجید کی تنزیل وترتیب، کمی بیشی کے صدہا بہتان تراشے گئے ہیں، بلکہ خلفائے ثلاثہ، عشرہ مبشرہ، امہات المومنین، اور دیگر صحابہ کرام کو ایسی فحش گالیاں دی گئیں، جن کو کوئی شریف آدمی سننا گوارہ نہیں کر سکتا اور شیعہ اکثریت میں اس تفسیر کی مقبولیت کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس کے متعدد ایڈیشن ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو چکے ہیں، جو گراں قیمت پر دھڑا دھڑ فروخت ہو رہے ہیں۔ اور پھر دور نہ جایئے ابھی حال ہی میں رسالہ ''المبلغ'' سرگودھا کا ''شہید نمبر'' نکلا ہے، جو دفتر ''المنبر'' میں بھی آیا ہوگا۔ اس کے ایک مضمون نگار صاحب نے ''قتل حسین کی ذمہ داری کس پر ہے''؟ سرخی جما کر اس کے تحت ساری ذمہ داری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر ڈال دی ہے اور جو شیریں زبان استعمال کی ہے وہ یہ ہے:

''اگر پہلی ہی دفعہ، یہ حکومت، اہل بیت کے سپرد کر دی جاتی تو یہ جھگڑے رونما نہ ہوتے...... یہ طریقہ عربوں کے مزاج کے مطابق تھا، لیکن چند ''غنڈوں'' کی یہ سیاست تھی کہ اہل بیت کو عوام کی طرح کر لیا جائے۔''

اس قسم کے لٹریچر کی موجودگی میں ''شیعہ سنی اتحاد'' کی کوئی ''اساس'' اگر ہو سکتی ہے، تو اہل سنت سے زیادہ اس کی خوشی کسی کو نہ ہوگی۔ ہمارے نزدیک ایسی ''اساس'' ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ ہمارے شیعہ بھائی، ہر صحابی کی عزت کرنا سیکھیں۔ یعنی خلفائے ثلاثہ ہی نہیں حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ غرض یہ کہ ایک ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ عقیدہ رکھیں کہ وہ سب جنتی ہیں۔ اگر کسی صحابی میں کوئی بشری کمزوری تھی... وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ ہوں یا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ ہوں یا حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ... تو اللہ تعالیٰ نے سب کی مغفرت فرمادی اور سب ہی سے جنت کا وعدہ ہے: ﴿وَكُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى﴾ (الحدید)۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتخاب کرنے والے سب جنتی لوگ تھے۔ سب مخلص تھے، مدبر تھے۔ آئندہ واقعات نے جو صفحہ تاریخ پر ثبت ہیں ثابت کر دیا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فاروق اعظم... اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سب انتخابات صحیح تھے (حضرت علی رضی اللہ عنہ کا معاملہ اختلافی نہیں) اور ان کی صحت خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمائی۔ ❶

بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی بلا چون و چرا خلافت صدیقی کو تسلیم کرنے والے تھے۔ ❷

اُلٹی گنگا؟

اور پھر انتخاب خلافت صدیقی رضی اللہ عنہ کے نصف صدی بعد ہونے والے ایک حادثہ کی ذمہ داری صحابہ رضی اللہ عنہم کی مقدس جماعت پر ڈالتے وقت مضمون نگار صاحب کو اپنے گھر کے اندر بھی جھانک کر دیکھ لینا چاہیے تھا کہ ؎ ہوتا ہے جو خراب وہ تیرا ہی گھر نہ ہو

یہ تو سب جانتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اہل کوفہ کے بلانے پر (سب خیر خواہانہ مشوروں کے علی الرغم) وہاں گئے تھے، بلانے والے یہ کون لوگ تھے؟ یہ انہوں نے اپنے خطوط میں واضح کر دیا تھا:

''یہ عریضہ شیعوں اور مخلصوں کی طرف سے بخدمت ''امام'' حسین بن علی بن ابی طالب ہے۔'' ❸

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بعد جوابی خطوط میں بھی یہ صراحت ملتی ہے۔

''یہ خط حسین بن علی کا مومنوں، مسلمانوں شیعوں کی طرف ہے۔'' ❹

اور سنیے حسب تصریحات حضرات شیعہ مثلاً علامہ مجلسی در جلاء العیون۔

''جب میدان کربلا میں ظہر و عصر کی نماز میں کوفیوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اقتدا کی۔''

اور سنیے حسب تصریحات حضرات شیعہ:

قتل حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بعد جب کوفی شیعوں نے آہ و بکا اور نالہ و شیون سے آسمان سر پر اٹھا لیا تھا تو: سید سجاد باواز ضعیف فرمود ہاں!

---

❶ نہج البلاغہ، ص: ۷، ج: ۲۔ ❷ البدایہ والنہایہ، ج: ۵

❸ جلاء العیون ج: ۲، ص: ۴۳۱۔ از ملا باقر مجلسی

❹ جلاء العیون، ص: ۴۳۱ و ناسخ التواریخ ج: ۶، ص: ۶۳۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اے مردم بد ما سے گریند و بر ما نوحہ می کنند پس کشتندہ ما کیست؟ مارا کہ کشت و کہ اسیر کرد۔ ❶

''یعنی جناب سید زین العابدین نے فرمایا: تعجب ہے خود ہی قتل کرتے ہو اور خود ہی واویلا کرتے ہو، ہم کو قید اور قتل کرنے والا تمہارے سوا کون ہے؟''

مجھے قتل کر کے وہ بھولا سا قاتل
لگا کہنے یہ کس کا تازہ لہو ہے؟
کسی نے کہا جس کا وہ سر پڑا ہے
کہا بھول جانے کی کیا میری خو ہے

آل علی پر ناوک فگنی:

نامہ نگار نے یہ بھی لکھا ہے:

''بہر کیف تمام ارشادات سن کر پھر حسین کی نصرت نہ کرنے والے اصحاب بھی یزید کے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔'' (ص: ۴۷)

لہٰذا حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کی ذمہ داری ہر اس شخص کی ہے جس نے اصول خلافت کو پست کیا اور یزید جیسا ''ولد الحرام'' (نقل کفر کفر نباشد) خلیفہ بن بیٹھا۔ (ص: ۴۹)

تاریخ متفقہ طور پر یہ بتاتی ہے کہ:

''خود حضرت محمد بن الحنفیہ نے بھی نہ صرف حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی کوئی مدد نہیں فرمائی، بلکہ ان کو کوفہ جانے سے روکا بھی تھا۔'' افسوس ۔

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

رہا یزید رحمہ اللہ سے متعلق جو گل افشانی فرمائی گئی ہے، اس سلسلہ میں اتنا ہی عرض کر دینا شاید کافی ہو کہ آپ حضرات اب یزید رحمہ اللہ کے متعلق بھی ذرا سوچ کے گفتگو فرمایا کریں، اس لیے کہ اس مبحث کے سلسلہ میں ٹھوس تاریخی حقائق منظر عام پر آ گئے ہیں۔

اردو دان طبقہ بھی اب آسانی سے آپ لوگوں کی افسانہ طرازیوں سے مرعوب نہیں ہوگا۔

محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی

(۲ر جولائی ۱۹۶۵ء)

❶ ناسخ التواریخ ج: ۶، ص: ۲۴۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معجزہ اور معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

﴿سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ﴾ (بنی اسرائیل : ۱)

''پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے (یعنی پیغمبر اسلام) کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کہ اس کے اطراف کو ہم نے بڑی ہی برکت دی ہے، سیر کرائی اور اس لیے سیر کرائی کہ اپنی نشانیاں اسے دکھا دیں۔ بلاشبہ وہی ذات ہے جو سننے والی دیکھنے والی ہے۔''

قمری حساب سے یہ رجب کا مہینہ ہے، اس کی ۲۷/ تاریخ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کا واقعہ پیش آیا۔ واقعہ معراج اللہ کی ایک نہایت ہی عظیم الشان اور فقید النظیر آیت (نشانی) ہے، جس سے آنحضرت مشرف ہوئے۔ معراج کے دوران میں رسول اکرم فداہ ابی و امی کو جو کچھ پیش آیا، اس کی تفصیلات بڑی ہی اہم اور بدرجہ غایت دلچسپ ہیں اور یہ سب تفاسیر اور احادیث و سیر کی کتابوں میں پوری وضاحت کے ساتھ مذکور ہیں۔

اس واقعہ کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگائیے کہ یہ کتب احادیث میں اٹھائیس صحابہ عظام رضی اللہ عنہم اجمعین سے مروی ہے، پھر ایک ایک صحابی سے ان کے کئی کئی شاگردوں نے روایت کیا ہے، ان صحابہ کرام میں مہاجر بھی شامل ہیں اور انصار بھی......! یعنی اگرچہ واقعہ معراج ہجرت سے قبل مکہ مکرمہ میں پیش آیا، لیکن اس کی شہرت و اہمیت کا یہ عالم تھا کہ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ اور اس کے گرد و نواح کے انصار صحابہ بھی برابر اس کو پورے شوق اور جذبہ خاطر کے ساتھ سنتے اور اس کی تفصیلات کو آگے بیان کرتے رہے۔ کیونکہ جہاں یہ ایک عدیم المثال واقعہ تھا، وہاں اس میں مسلمانوں کے اعمال و افعال کی ایک بہت بڑی تاریخ وابستہ تھی۔

اس سلسلہ میں یہ چیز ذہن میں رکھنے کی ہے کہ اس واقعہ کو جہاں صحابہ نے اپنے تلامذہ (تابعین) سے بیان کیا، وہاں کئی صحابہ نے بھی متعدد صحابہ کے سامنے ذکر کیا، ان صحابہ میں امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا، اسماء بنت خلیفۃ المسلمین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ، صہیب رومی رضی اللہ عنہ، ابو ایوب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انصاری رضی اللہ عنہ، ابو لیلیٰ رضی اللہ عنہ، مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ، ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ، جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ ایسے اجلہ صحابہ کے نام خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

جن کتب احادیث میں یہ واقعہ ذکر ہوا ہے ان میں صحیح بخاری، صحیح مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، مسند امام احمد، ابن ماجہ، بیہقی، ابن ابی حاتم، ابن جریر، طبرانی، ابن عساکر، بزار، ابن مردویہ، حاکم خصوصیت سے لائق تذکرہ ہیں۔

معراج کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت بڑا ''معجزہ'' قرار دیا جاتا ہے، قبل اس کے کہ واقعہ معراج اور اس کی تفصیلات بیان کی جائیں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ لفظ معجزہ اور اس کے حدود کو مختصر طور سے موضوع بحث ٹھہرایا جائے۔

''معجزہ'' کا لفظ ''عجز'' سے مشتق ہے اور عجز قوت وقدرت کے مقابلہ میں مستعمل ہوتا ہے۔ عجز کا معنیٰ ہے بے بسی، درماندگی اور عدم قوت وطاقت کا اظہار۔ عجز کا لفظ انسان کے پچھلے حصہ پر بھی بولا جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنقَعِرٍ﴾ (قمر: ۲۰)

''جیسے کہ وہ کھجور کی اُکھڑی ہوئی جڑیں ہیں۔''

پھر اس سے کسی کام کی انجام دہی میں تاخیر کرنے کا مفہوم بھی لیا جاتا ہے، اس کے بعد یہ کسی فعل میں بے بسی اور عدم قدرت وطاقت کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔

لفظ ''عجوز'' بھی اسی سے تعلق رکھتا ہے، یہ لفظ اس مرد یا عورت پر استعمال کیا جاتا ہے جو عمر کی آخری منزل میں ہونے کی وجہ سے بعض امور کو سرانجام دینے کی طاقت نہ رکھتا ہو، جیسا کہ حضرت لوط علیہ السلام کے واقعہ میں قرآن کہتا ہے:

﴿إِلَّا عَجُوزًا فِي الْغَابِرِينَ﴾ (الشعراء: ۱۷۱)

''لیکن ایک بڑھیا پیچھے رہنے والوں میں تھی۔''

نافرمان اور متمرد مخالفین اسلام کو خطاب کرتے ہوئے بھی قرآن مجید نے یہ لفظ استعمال فرمایا ہے:

﴿وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ﴾ (التوبة: ۲)

''یاد رکھو! تم اللہ کو عاجز و درماندہ نہ کر سکو گے۔''

آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل نے جب اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر ڈالا تھا اور اسے یہ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ اس کی لاش کا کیا کرے تو اتنے میں ایک کوے نے اس کے سامنے آ کر زمین کو کرید کر دوسرے کوے پر مٹی ڈال

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر اسے دفن کیا تھا تو قابیل نے کوے کو دیکھ کر یہ کہا تھا:

﴿یٰوَیْلَتٰۤی اَعَجَزْتُ اَنْ اَکُوْنَ مِثْلَ ہٰذَا الْغُرَابِ﴾ (المائدۃ: ۳۱)

''افسوس کہ میں تو اس کوے جیسا بننے سے بھی بے بس ہو گیا۔''

جن لوگوں نے آیت قرآن سے استہزاء کیا اور اپنی نظر میں ان کو نقائص کا پیکر سمجھا، ان کے بارہ میں فرمایا:

﴿وَالَّذِیْنَ سَعَوْا فِیْۤ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ﴾ (الحج: ۵۱)

''جن لوگوں نے اللہ کی نشانیوں کے خلاف لڑ کر کامیاب ہونا چاہا وہ دوزخی ہیں۔''

یہ تو لفظ عجز کے لغوی معنی تھے، لیکن ہمارے ہاں لفظ معجزہ کا استعمال انبیاء علیہم السلام کے ان افعال نبوت و اعمالِ رسالت پر کیا جاتا ہے جن سے ان کی شانِ نبوت کا اظہار ہوتا ہے، مگر یہاں یہ بات نہ بھولنا چاہیے کہ کتاب و سنت کے اوراق میں اس معنی میں اس کے استعمال کا کہیں پتا نہیں چلتا۔

معجزہ کے ساتھ ہی ایک لفظ ''خرق عادت'' بھی بولا جاتا ہے۔

عادت کا مطلب یہ ہے کہ ایک چیز ہمیشہ سے قوانین فطرت کے مطابق چلتی رہے، اور ''خرق'' یہ ہے کہ اس میں قوانین فطرت کا عام دستور اور اس کی دائمی رفتار باقی نہ رہے، بلکہ اس کا بطلان ہو جائے۔

بحث کا یہ دوسرا رخ ہے، اس وقت اس میں جانا مقصود نہیں، اس وقت یہ عرض کرنا ہے کہ معجزہ کا اطلاق اللہ کے نبی کے اس فعل اور عمل پر ہوتا ہے جو دوسروں کو ایسا کرنے سے عاجز و بے بس کر دے، لیکن یہ تعریف بھی اعتراض و شبہ سے خالی نہیں۔ اس پر یہ شبہ وارد ہو سکتا ہے کہ اگر کوئی غیر نبی ایسا ہی فعل و عمل سرانجام دینے پر قادر ہو جائے تو اسے کیا کہا جائے گا؟ کیا اسے بھی معجزہ ہی سمجھا جائے گا؟

شبہات کے ان کانٹوں سے دامنِ شریعت کو محفوظ رکھنا اور انبیاء کی ذات اقدس کا ہر پہلو سے تحفظ و دفاع کرنا چونکہ ہمارا اولین فرض ہے، اس لیے ہم یہ گزارش کریں گے کہ ان معنوں میں ''معجزہ'' یا ''خرق عادت'' کا لفظ کتاب و سنت میں کہیں وارد ہی نہیں ہوتا، لہٰذا ہمیں اس بحث میں پڑنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

قرآن مجید میں اس قسم کے واقعہ پر ''آیت'' کا لفظ استعمال فرمایا گیا ہے، معراج کے لیے بھی قرآن مجید نے لفظ ''آیت'' ہی کا استعمال فرمایا ہے، چنانچہ آغاز مضمون میں سورہ بنی اسرائیل کی جو آیت لکھی گئی ہے، اس میں بھی یہی لفظ مستعمل ہے۔

لفظ آیت کے بارہ میں یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ یہ اپنے اندر بڑی ہی وسعت رکھتا ہے۔۔۔ یہ کشائش رزق، فراخی دولت اور آسودگی حال کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے، جیسا کہ سورہ سباء میں قوم سباء کے مال و

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دولت کے متعلق قرآن نے کہا:

﴿لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِي مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ﴾ (سبا: ۱۵)

''سبا والوں کے لیے اپنے وطن میں نشانی تھی۔''

رات اور دن کو آیت کا نام دیا گیا ہے، قرآن نے فرمایا:

﴿وَمِنْ اٰيَاتِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ﴾

''رات اور دن اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔''

عبرت انگیز اور سبق آموز واقعات پر آیت کا لفظ بولا جاتا ہے، جیسا کہ فرعون کی لاش کے بارہ میں قرآن نے کہا:

﴿لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً﴾ (یونس: ۹۲)

(تیری لاش کو اس بنا پر محفوظ رکھا جائے گا) کہ تو بعد میں آنے والوں کے لیے نشانی (یعنی باعث عبرت وسبق) بنے۔

آسمان اور زمین کے وجود و قیام کو بھی آیت سے تعبیر کیا:

﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ﴾ (الروم: ۲۵)

''یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس کے حکم سے زمین و آسمان ٹھہرے ہوئے ہیں۔''

حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کو بھی اللہ تعالیٰ نے آیت قرار دیا:

﴿فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَجَعَلْنٰهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ (العنکبوت: ۱۵)

''ہم نے نوح کو اور کشتی والوں کو نجات دی اور کشتی کو سب کے لیے ایک نشان بنایا۔''

اس طرح متعدد اہم امور کو قرآن نے آیت سے تعبیر کیا ہے۔ چوں کہ معراج کا واقعہ بھی انتہائی اہمیت اور رفعت وعظمت کا حامل ہے اس لیے یہ بھی اللہ کی آیت قرار پایا۔

واقعہ معراج:

قرآن حکیم میں واقعہ معراج کا ذکر دو سورتوں میں ہوا ہے، ایک سورہ بنی اسرائیل کے آغاز میں جس میں فرمایا گیا ہے:

﴿سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ (بنی اسرائیل: ۱)

''پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کی سیر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرائی، جس کے اردگرد کو ہم نے بابرکت بنا دیا ہے، تاکہ ہم اس کو اپنی نشانیاں دکھائیں، یقیناً وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔''

''سُبۡحٰنَ'' کا لفظ تنزیہ کے لیے استعمال فرمایا گیا ہے، مطلب یہ کہ اللہ تمام نقائص سے پاک اور ہر قسم کے عیوب سے مبرہ ہے، اس نے اپنے بندہ (محمد ﷺ) کو اپنی قدرت کاملہ سے جو (آیات) نشانات دکھائے ہیں وہ اس کے حیطہ اختیار میں ہیں اور ان کو ظہور میں لانے کے لیے اس کے سامنے کوئی رکاوٹ، کسی قسم کی عاجزی اور کسی نوع کی بے بسی و درماندگی نہیں ہے، وہ تمام معاملات پر پوری طاقت وقوت رکھتا ہے۔

اس نے مسجد اقصیٰ کے گرد و نواح کو کئی قسم کی برکات سے نوازا ہے، یہی وہ خطہ مبارکہ ہے، جو کہ اکثر انبیاء کا مولد و مسکن، وحی الٰہی کا مہبط، معجزات کا مصدر اور نیکی و خیرات کا مرکز رہا ہے۔ اس میں یہودیوں کے اقبال و ادبار، عروج و زوال، عزت و ذلت اور مسکنت و شوکت کے متعدد نشانات موجود ہیں...... پھر یہی وہ مقام عز و شرف ہے، جہاں سے آنحضرت ﷺ معراج کو تشریف لے گئے اور ساتوں آسمانوں کی سیر فرمائی، اور لطف کی بات یہ ہے کہ اس سیر میں کوئی زیادہ دیر نہیں لگی...... بلکہ ''لَیۡلاً'' رات کے بہت ہی تھوڑے عرصہ میں یہ تمام منازل طے ہوگئیں۔

واقعہ معراج کا ذکر دوسری جگہ سورہ النجم میں ہوا ہے، فرمایا:

﴿لَقَدۡ رَاٰی مِنۡ اٰیٰتِ رَبِّہِ الۡکُبۡرٰی﴾ (النجم: ۱۸)

''اس (محمد ﷺ) نے اپنے رب کی ان آیات کو دیکھا جو اس کی بارگاہ عالی میں بہت ہی بڑی ہیں۔''

یعنی جبرئیل، سدرۃ المنتہیٰ اور وہ انوار قدسیہ جو اس پر چھائے ہوئے تھے، جنت و دوزخ وغیرہ سبھی نشانات کبریٰ ہیں اور آنحضرت ﷺ نے ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ رسول اکرم ﷺ نے ان سب چیزوں کو نہایت ہی شوق و ثبات، تحمل و وقار اور ادب و احترام کے تمام تقاضوں کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے دیکھا، قرآن اس موقع کی تصویر کھینچتے ہوئے کہتا ہے:

﴿مَا زَاغَ الۡبَصَرُ وَمَا طَغٰی﴾ (النجم: ۱۷)

''اس نہایت ہی نازک موقعہ پر نہ آپ کی آنکھ نے لغزش کھائی اور نہ سرکشی کی۔''

مطلب یہ کہ خوب آنکھیں بھر کر آپ ﷺ نے ان مشاہدات الٰہی کو دیکھا۔

اس وقت آپ ﷺ نے جس قوتِ استقلال اور عزم و جزم کا ثبوت بہم پہنچایا، اس کا اندازہ اس سے لگائیے کہ:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ آپ ﷺ کی آنکھ جھپکتی ہے اور نہ ادھر اُدھر تاکتی ہے، نہ آپ نے چھوٹی چیز کو بڑی دیکھا اور نہ بڑی کو چھوٹی محسوس کیا، بلکہ معاملہ بالکل صحیح اور سالم رہا۔

پھر آپ ﷺ کی آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے وہ واقعہ کے عین مطابق ہے، اس میں قطعاً کسی نوع کی غلطی نہیں ہے، قرآن ہی کے الفاظ میں:

﴿مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی﴾ (النجم: ۱۱)

''جو کچھ آنکھوں نے دیکھا، دل نے اُس کو جھٹلایا نہیں۔''

ایسا نہیں ہوا کہ حقیقتاً کوئی شئی طول وعرض یا وزن میں بڑی تھی مگر آنکھوں نے اسے چھوٹی محسوس کیا، یا کوئی شئی دراصل چھوٹی تھی لیکن آنکھوں نے اس کو بڑا پایا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر ہر معاملہ میں وجدان وخیال، دل اور آنکھیں باہم متفق اور ہم آہنگ رہے، حقیقت حال کسی سے بھی اوجھل نہیں ہوئی ..... اور کوئی بھی غلط فہمی کا شکار نہیں ہوا۔

معراج ایک عظیم الشان واقعہ ہے، یہ رسول اللہ ﷺ کو حالتِ بیداری میں پیش آیا، عالم خواب میں نہیں۔

اگر اس کا تعلق خواب سے ہوتا تو اس کو کوئی اہمیت حاصل نہ ہوتی، کیونکہ خواب میں تو انسان بڑے بڑے واقعات سے دوچار ہوتا ہے لیکن درحقیقت وہ کچھ بھی نہیں ہوتے، ادھر آنکھ کھلی اور ادھر بات ختم ہوگئی۔ لیکن بیداری کی بات ہمیشہ قائم ودائم رہتی ہے اور اس کے اثرات اتنے قوی اور مضبوط ہوتے ہیں کہ کبھی ختم ہونے میں نہیں آتے..... اسی معراج کے واقعہ کو لیجیے اگر یہ خواب کی کوئی بات ہوتی تو اس کو ہرگز اتنی اہمیت حاصل نہ ہوسکتی اور لوگ اس کو مضحکہ بنا لیتے..... لیکن یہ معاملہ چونکہ بیداری سے تعلق رکھتا تھا اور آنحضرت ﷺ اپنے جسم اطہر کے ساتھ مسجد اقصیٰ اور آسمانوں کی سیر کو اللہ کے حکم خاص سے تشریف لے گئے تھے، اس لیے اس کو انتہائی اہمیت کا حامل قرار دیا گیا۔

واقعات کی پوری ترتیب اگر سامنے رکھی جائے تو یہ بات نمایاں ہو جاتی ہے کہ خود کفار مکہ اور منکرین اسلام بھی اس کو بیداری ہی کی بات سمجھتے تھے، خواب وخیال کی نہیں۔

انہوں نے جس انداز اور صورت سے آنحضرت ﷺ سے واقعات دریافت کیے، اس سے یہی چیز ظاہر ہوتی ہے کہ وہ معراج کو جسمانی اور حقیقی واقعہ ہی سمجھتے تھے۔ چنانچہ ان واقعات کے سلسلہ میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مشہور صحابی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے ایک حدیث مروی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

((قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَمَّا كَذَّبَنِيْ قُرَيْشٌ حِيْنَ اُسْرِيَ بِيْ اِلٰى بَيْتِ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْمَقْدِسِ قُمْتُ فِي الْحِجْرِ فَجَلَّى اللّٰهُ لِي بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَطَفِقْتُ أُخْبِرُهُمْ عَنْ آيَاتِهِ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهِ .))

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کفار نے میرے بیت المقدس جانے کی تکذیب کی (اور امتحان کی غرض سے مجھ سے نشانات پوچھنے لگے) تو میں حطیم میں کھڑا ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میرے سامنے کر دیا، میں عمارت کو دیکھتا جاتا تھا اور جو جو نشان وہ پوچھتے تھے، ان کو بتاتا جاتا تھا۔''

اس سے صاف پتہ چلا کہ یہ واقعہ جسمانی طور پر عالم بیداری میں پیش آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کچھ اپنی ان آنکھوں سے دیکھا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو حضور سرور کائنات صاف لفظوں میں فرما دیتے کہ میں نے جو کچھ دیکھا ہے وہ خواب کی بات تھی، بیداری کی نہیں اور جو کچھ پیش آیا وہ روحانی طور پر تھا جسمانی طور پر نہیں۔

اس واقعہ میں اہمیت وعظمت اور رفعت شان اسی صورت میں پیدا ہوتی ہے جبکہ یہ جسمانی طور پر عالم بیداری میں وقوع پذیر ہوا ہو۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری کی کتاب التفسیر میں عکرمہ کی روایت سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے قرآن کی آیت:

﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ﴾ (بنی اسرائیل: ۶۰)

کے تحت لکھا ہے:

((هِيَ رُؤْيَا عَيْنٍ أُرِيَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ .))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کچھ شب معراج کو دکھایا گیا وہ آنکھوں کا نظارہ تھا۔''

پھر مفسر قرآن اور حبر اُمت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ:

''میرا یہ ایمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج بیداری اور جسم کے ساتھ تھا۔''

صحابہ عظام، تمام محدثین، آئمہ حدیث اور علماء سنت کا یہی مسلک ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ معراج کا تعلق بیداری اور جسم اطہر کے ساتھ ہے ..... اور اسی صورت میں یہ واقعہ عظمت واہمیت کا حامل قرار پاتا ہے، بصورت دیگر نہ اس میں زور پیدا ہوتا ہے اور نہ اس کی قدر وعظمت میں کوئی وزن ہی باقی رہتا ہے۔

معراج میں مسلمانوں کو جو روحانی اور دینی فوائد حاصل ہوئے وہ حد شمار سے باہر ہیں، جنت و دوزخ اور جزاء وسزا کی پوری کیفیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہدہ و معاینہ کے بعد ہمارے سامنے آ گئی اور ہمیں پوری

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توضیح و تفصیل سے یہ معلوم ہو گیا کہ کون کون سے اعمال انسان کو دوزخ کی آگ میں دھکیلنے کا باعث بنتے ہیں اور وہاں عذاب کی کیا صورت ہے۔

اسی طرح یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ کون کون سے اعمال جنت میں لے جانے کا موجب بنتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کا کس انداز و اسلوب سے بدلہ دیا جائے گا۔

اگر ہم عقل و خرد اور دین و مذہب کی پونجی سے بالکل ہی دامن جھاڑ نہ بیٹھے ہوں، تو ان واقعات سے ہماری آنکھیں کھل جانی چاہئیں، اور غلط راہوں کو چھوڑ کر ہمیں صحیح راہِ عمل اختیار کر لینی چاہیے۔

علاوہ ازیں نماز اور روزے کی فرضیت کا تعلق بھی واقعہ معراج ہی کے ساتھ وابستہ ہے، یہ پانچ نمازیں اور تیس روزے اسی دوران میں فرض ہوئے۔

واقعہ معراج پر آج سے کچھ عرصہ پیشتر بعض حلقوں کی طرف سے بے شمار اعتراضات کیے جاتے تھے، جن میں ایک اعتراض یہ تھا کہ زمین سے لے کر آسمان تک کے طویل راستہ میں کئی گرم و سرد اور ہوائی کرّے آتے ہیں اور کسی شخص کا ان کو عبور کر لینا اور بعافیت ان سے گزر جانا ممکن نہیں۔ کیونکہ ان کی آب و ہوا انسانی جسم کے ساتھ بالکل مطابقت نہیں کھاتی، لہٰذا یہ کہنا کہ رسول اللہ ﷺ ان کرّوں کو عبور کر کے ساتویں آسمان تک جا پہنچے اور پھر بخیریت واپس بھی آ گئے، نہ واقعات سے ہم آہنگ ہے اور نہ عقل و دانش اس کی تائید کر سکتے ہیں۔

لیکن اب حالات نے جو پلٹا کھایا اور سائنس نے جو ترقی کی ہے، اس نے واقعات میں انقلاب و تغیر کی حیرت انگیز لہریں پیدا کر دی ہیں ..... اب انسان چاند پر پہنچتا ہے، زمین سے اڑ کر آسمان کی خبریں لاتا ہے، ستاروں پر کمندیں ڈالتا ہے، سمندر کی گہری سے گہری تہہ میں اتر کر زیرِ زمین کے تمام راز فاش کر دیتا ہے۔ اس نے فضائے آسمانی کا چپہ چپہ چھان ڈالا ہے، اس نے پہاڑوں کی سربفلک چوٹیوں پر اپنی فتح و نصرت کے جھنڈے گاڑ دیے ہیں اور بلند سے بلند مقام پر اپنی کامیابی کا علم لہرا دیا ہے۔ زمین کے کونے کونے کی باتیں معلوم کر لی ہیں اور اس کے سامنے پوری دنیا ایک محلے اور قصبے کی صورت اختیار کر گئی ہے، انتہائی دور دراز کی خبریں چند ثانیوں میں ساری دنیا میں پھیل جاتی ہیں اور کوئی شخص ..... ان حیرت انگیز کارناموں میں اظہار تعجب نہیں کرتا ..... بلکہ خوش ہوتا ہے۔

جب مادی طاقت کے ذریعے اور علوم سائنس کی بنا پر ایک عاصی و خطا کار انسان یہ سب کچھ کر سکتا ہے تو کیا اللہ میں یہ قدرت نہیں کہ وہ اپنے معصوم عن الخطا ہادی برحق اور پیارے پیغمبر کو چند ساعتوں میں مکہ سے بیت المقدس لے جائے، اور پھر ساتوں آسمانوں کی سیر کرا دے؟

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ مذہب و دیانت اور عقل و ہوش کی کس درجہ جان کنی ہے کہ ہم مادی ذرائع پر تو یقین رکھتے اور انہیں کامیاب سمجھتے ہیں...... لیکن روحانی وسائل کو کوئی اہمیت نہیں دیتے اور ان کے کفر و انکار پر ڈٹے ہوئے ہیں۔

اگر حقیقت حال سے واقعات کا جائزہ لیا جائے تو ہم اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ اب غور و فکر کی راہیں بالکل بدل گئی ہیں اور واقعہ معراج پر جو اعتراضات وارد کیے جاتے تھے، عقل و سائنس کی موجودہ بے پناہ ترقیوں نے ان کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا ہے، بلکہ صحیح ترین الفاظ میں کہنا چاہیے کہ یہ چیزیں معراج نبوی اور باقی تمام معجزات کی تصدیق کرتی ہیں۔

معراج انتہائی عظیم الشان واقعہ ہے، جو رسول اللہ ﷺ کو شرف حاصل ہے اس میں ہمارے لیے بے شمار نصائح پائی جاتی ہیں، اس سے ہماری عملی اور دینی زندگی کے نئے دور کا آغاز ہوتا ہے اور اس موقع پر ہم پر کئی نئے بنیادی فرائض عائد ہوتے ہیں۔

لیکن اب ہم اس دن کو جس طریقہ سے منا رہے ہیں وہ بڑا ہی افسوس ناک طریقہ ہے، قرآن و حدیث میں اسراف و تبذیر سے سختی کے ساتھ منع فرمایا گیا ہے اور انسان کی جان کو محفوظ و مامون رکھنے کی تلقین خود آنحضرت ﷺ نے فرمائی ہے...... مگر افسوس ہے، ہم اپنے عمل و فعل سے اس کی برملا مخالفت کرتے ہیں...... یہ آتش بازی اور پٹاخے جہاں اسراف کی تعریف میں آتے ہیں اور ان کے چلانے سے خود انسانی جانیں خطرے میں پڑ جاتی ہیں اور ہر لمحہ ان پر خطرات منڈلاتے رہتے ہیں، ان سے دامن بچانا ہمارا فرض ہے۔

بتایا جائے...... آتش بازی چھوڑنا کہاں اسلام اور کہاں کی اتباع رسول ہے؟ اور پٹاخے چلانا شریعت کے کس حکم کی رُو سے جائز ہے......

تعجب ہے، ایک طرف ہم اسوہ رسول کی اتباع کا دم بھرتے ہیں اور دوسری طرف خود اپنے عمل سے اس کی مخالفت کرتے ہیں......!

آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس سے محبت اور جوشِ عقیدت کا اظہار بڑی اچھی چیز ہے، لیکن اس کا انداز مطابق سنت ہونا چاہیے، نہ کہ خلاف اسلام!

ایسے مواقع پر حکومت کا فرض ہے کہ وہ اس قسم کی چیزوں پر کڑی نگاہ رکھے اور لوگوں کو ان خلاف شرع امور کے ارتکاب سے ہر ممکن طریقہ کے ساتھ روک دے۔

(۲۷ نومبر-۴ دسمبر ۱۹۶۴ء)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسراء ومعراج

﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ٥﴾ (الاسراء: ۱)

''پاکیزگی ہے اس ذاتِ پاک کے لیے جس نے اپنے بندے (محمد ﷺ) کو راتوں رات سیر کرائی مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک، کہ جس کے اطراف میں ہم نے برکت دی ہے۔ اس لیے کہ اس کو اپنی نشانیاں دکھائیں۔ بلاشبہ وہی اللہ پاک سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔''

''اسراء'' کے معنی رات کو لے جانے کے ہیں۔ چونکہ یہ سفر رسول اللہ ﷺ کو رات کے وقت کرایا گیا تھا، اس لیے قرآن مجید میں اس کو ''اسراء'' فرمایا۔ ''معراج'' عروج سے مشتق ہے جس کے معنی چڑھنے اور بلند ہونے کے ہیں۔ اس مبارک سفر کے لیے بیت المقدس سے فراغت کے بعد آسمان کی طرف لے جانے کے لیے احادیث میں لفظ ''عـــرج بـــی'' استعمال ہوا، یا اس لیے کہ آسمانی سفر کے لیے آپ کو ''معراج'' (زینہ) مہیا کیا گیا، معراج کہلایا۔

قبل اس کے کہ رسول اللہ ﷺ کے اس عظیم القدر معجزہ کے مستند واقعات بہت اختصار کے ساتھ ذکر کیے جائیں، چند ضروری امور کا بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

اسراء ومعراج کا اجمالی ذکر سورۂ بنی اسرائیل کی ابتدائی آیت (جو زیبِ عنوان ہے) اور سورۃ والنجم کی ابتدائی آیات شریفہ میں ہے اور اس اجمال کی تفصیل میں جو احادیث مروی ہیں وہ تواتر کے درجے کی ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ایک جگہ فرماتے ہیں:

((و احـادیـث مـعـراج و صـعـوده الی ما فوق السموات -الی- معروف متواتر فی الاحادیث ...... الخ .)) ❶

ان روایات کو حافظ ابن کثیر نے خاصے استقصاء اور تحقیق وتنقید کے ساتھ اپنی تفسیر میں ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ فتح الباری میں بھی متفرق طور پر ان سب روایات کے الفاظ آ گئے ہیں۔

علمائے محققین کی کثیر تعداد کے نزدیک یہ مبارک معجزانہ سفر رسول اللہ ﷺ نے جاگتے ہوئے اپنے

❶ الجواب الصحیح: ٤/١٦٠-١٦١.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جسدِ مبارک عنصری سے طے کیا۔ مکہ معظمہ سے بیت المقدس تک اور وہاں سے ساتوں آسمانوں سے اوپر سدرۃ المنتھی تک۔ جیسا کہ قاضی عیاض رحمہ اللہ "الشفاء" (صفحہ ۸۶ طبع بریلی)، امام ابن جریر طبری مفسر رحمہ اللہ "تفسیر" (۱۵/۱۷)، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ "تفسیر" (۵/۱۴۱) اور تاریخ البدایہ (۳/۱۱۳-۱۱۴)، حافظ ابن حجر عسقلانی اور مولانا قاضی محمد سلیمان منصوری رحمہ اللہ مصنف "رحمۃ للعالمین" وغیرہم نے لکھا ہے۔

"فتح الباری (۳/۴۵۱ طبع دہلی، باب حدیث الاسراء) میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((و انی هذا ذهب الجمهور من علماء المحدثين و الفقهاء و المتكلمين و تواردت عليه ظواهر الاخبار الصحيحة و لا ينبغي العدول عن ذلك و ليس في العقل ما يحيله حتى يحتاج الى تاويل انتهى.))

"محدثین، فقہاء اور متکلمین اسلام کی بڑی اکثریت اس کی قائل ہے اور صحیح احادیث کی صراحت بھی یہی ہے۔ اس سے انحراف کی کوئی معقول وجہ نہیں۔" لہٰذا صحیح عقیدہ یہی ہے۔

اس قدر تو محقق معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ معراج ہجرت سے ایک دو سال قبل کا ہے۔ لیکن مہینہ کون سا تھا؟ تاریخ کیا تھی؟ اس میں سخت اختلاف ہے۔ قدیم اور جدید اس موضوع پر لکھنے والوں نے رجب کے مہینے اور اس کی ۲۷ تاریخ کو ترجیح دی ہے۔ [1]

تاہم شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ اس کو نہیں تسلیم کرتے۔ [2]

اس ابہام کی وجہ یہ ہے کہ اسلام کی بنیاد حقائق پر ہے۔ اصل مقصد یہ ہے کہ اس عظیم الشان معجزے میں ہم امتیوں کو تعلیم کیا دی گئی ہے اور اس سے تاریخوں اور یادگاروں کا خاص تعلق نہیں۔ وہ تو رسوم و عوائد ہو کر رہ جاتی ہیں۔ چنانچہ غلط صحیح جو تاریخیں شہرت پا گئی ہیں ان میں بدعات کا اہتمام زور و شور سے ہوتا ہے کہ بقول ڈاکٹر اقبال مرحوم

؎ حقیقت خرافات میں کھو گئی

❀ حضرت عائشہ و حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب ہے۔ سیرت ابن ہشام اور ابن اسحاق کے حوالے سے تفسیر ابن جریر میں ہے کہ یہ معراج روحانی تھا لیکن ان دونوں کی سندیں پایہ اعتبار سے ساقط ہیں۔ اول الذکر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کنندہ بعض آل ابی بکر ہے جو مجہول ہے، کوئی اتا پتا نہیں کون ہے؟ کیسا ہے؟ لہٰذا ناقابل اعتبار۔ ثانی الذکر میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے راوی، یعقوب بن

---

[1] فتح الباری: ۳/۴۵۳۔ البدایة: ۳/۱۰۹۔ روح المعانی: ۴/۴۶۹۔ سیرة النبی اردو، جلد سوم.

[2] ما ثبت بالسنة، ص: ۱۹۸، طبع کانپور: ۱۹۲۳ء.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عتبہ ہے۔ جو طبقہ سادسہ کا ہے۔ (تقریب التہذیب) اور طبقہ سادسہ کے متعلق تقریب کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ لم یثبت لھم لقاء احد من الصحابة . (ان میں سے کسی کی ملاقات کسی صحابی سے ثابت نہیں۔) لہٰذا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے یعقوب کی تو ملاقات ثابت نہ ہوئی اور درمیان کے راوی کا پتا نہیں۔ لہٰذا یہ سند منقطع اور یہ اثر مجروح ٹھہرا۔

اندریں صورت، احادیث صحیحین کے مقابلہ میں ایسی روایتوں کی کیا افادی حیثیت باقی رہ جاتی ہے۔ روح المعانی (۴/۴۷۰) میں البحر المحیط کے حوالے سے ذکر کیا گیا ہے لعله لم یصح عنهما .

علاوہ ازیں حافظ ابن جریر رحمہ اللہ نے ''معراج روحانی'' کے قول پر بڑی کڑی اور مدلل تنقید فرمائی ہے۔ ❶

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((و قد تعقبه ابو جعفر بن جریر فی تفسیره بالرد و الانکار و التشنیع بان هذا خلاف ظاهر القرآن و ذکر من الادلة علی رده ...... الخ .)) ❷

❀ واعظوں میں یہ بات مشہور ہے کہ رسول اللہ ﷺ جوتوں سمیت عرش معلیٰ پر چلے گئے۔ لیکن یہ سراسر غلط ہے۔ عرشِ معلیٰ تک آنحضرت ﷺ کی رسائی کا ذکر کسی بھی روایت میں نہیں اور ''جوتوں سمیت'' والی بات بھی بالکل جھوٹ ہے۔ جیسا کہ اہل تحقیق علماء نے اس کی صراحت کر دی ہے۔ مولانا محمد عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ ''غاية المقال فيما يتعلق بالنعال'' میں لکھتے ہیں:

((ان هذه القصة موضوعة مخترعة باطلة مختلفة .)) ❸

بلکہ کتاب فتح المتعال کے حوالہ سے یہ بھی لکھا ہے:

((و صوله الی ذروة العرش لم یثبت فی خبر صحیح و لا حسن و لا ثابت اصلا و انما صح فی اخبار انتهاء ه الی سدرة المنتهی فحسب ...... الخ .))

''آنحضرت ﷺ کا سدرۃ المنتہیٰ تک جانا ہی ثبوت کو پہنچا ہے، اس سے آگے نہیں۔''

اس میں بڑی نفیس بحث کے آخر میں فیصلہ لکھتے ہیں کہ

((و بالجملة فرقيه ﷺ علی السموات بنعله و وطیه به لم یثبت و ما لم یثبت لا یجوز لنا ان نجتریء علی ذکره بل یجب علینا ان لا نذکره .)) (ص: ۱۵۱)

---

❶ روح المعانی: ۱۷/۵ طبع جدید.

❷ طبع المنار: ۱۴۲/۵.

❸ مجموعہ ثمانیہ رسائل: ۱۵۰، طبع لکھنو۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"رسول اللہ ﷺ کا جوتوں سمیت آسمانوں پر جانا ثابت نہیں اور ایسی بے ثبوت کے بیان کرنے پر دلیر نہیں ہونا چاہیے۔"

ان چند ضروری معروضات کے بعد واضح رہے کہ واقعہ معراج کم وبیش ۴۵ صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ جن میں صحیح اور کمزور سب ہی قسم کی روایات ہیں جن کو حافظ ابن کثیر نے تفسیر میں مع نقد و جرح اور سیوطی نے "الدر المنثور" میں اپنی عادت کے مطابق جمع کر دیا ہے۔ فتح الباری میں کتاب الصلاۃ، کتاب الانبیاء اور کتاب التوحید میں بھی بہت سا ذخیرہ آ گیا ہے۔

واقعہ معراج:

اسراء و معراج کے سلسلہ میں چند ضروری امور کا تمہیداً ذکر پیچھے گزر چکا ہے۔ اب صحیحین وغیرہ سے واقعہ معراج مناسب تلخیص کے ساتھ اور اس کے بعد چند ملاحظات بتوفیقہ تعالیٰ پیش خدمت ہیں:

نبی اکرم ﷺ نے شب معراج کی صبح کو ارشاد فرمایا:

گزشتہ شب میرے اللہ نے مجھے اپنے خاص مجد و شرف سے نوازا۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ شب گزشتہ جبکہ میں سو رہا تھا رات کے ایک حصہ میں جبرائیل علیہ السلام آئے اور مجھ کو بیدار کیا۔ ابھی پوری طرح جاگ بھی نہ پایا تھا کہ حرم کعبہ میں اٹھا لائے۔ تھوڑی دیر لیٹا تھا کہ پوری طرح بیدار کر کے اول میرا سینہ چاک کیا اور (ملأ اعلیٰ کے ساتھ مناسبت تام پیدا کرنے کے لیے عالم دنیا کی کدورتوں کو) دھویا اور ایمان وحکمت سے بھر دیا۔

اس کے بعد حرم کے دروازے پر لایا گیا اور وہاں جبرئیل علیہ السلام نے میری سواری کے لیے خچر سے کچھ چھوٹا جانور "براق" پیش کیا جو سفید رنگ تھا۔ جب میں اس پر سوار ہو کر روانہ ہوا تو اس کی سبک رفتاری کا یہ عالم تھا کہ حد نگاہ اور حد رفتار کہاں نظر آتی تھی کہ اچانک بیت المقدس میں جا پہنچے۔

یہاں جبرائیل علیہ السلام کے اشارے پر براق کو مسجد کے دروازہ کے اس حصہ سے باندھ دیا جس سے انبیاءِ بنی اسرائیل مسجد اقصیٰ کی حاضری پر اپنی سواریاں باندھا کرتے تھے (اور جو اس وقت تک بطور یادگار قائم تھا) پھر میں مسجد اقصیٰ میں داخل ہوا اور دو رکعتیں پڑھیں۔ فارغ ہو کر نکلا تو اول جبرائیل علیہ السلام نے میرے سامنے دو پیالے پیش کیے۔ ان میں سے ایک شراب (خمر) سے لبریز تھا تو دوسرا دودھ (لبن) سے۔ میں نے دودھ کا پیالہ قبول کیا اور شراب کا پیالہ مسترد کر دیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے یہ دیکھ کر کہا آپ ﷺ نے دودھ کا پیالہ قبول کر کے دینِ فطرت کو اختیار کیا ہے (یعنی خدا کی جانب سے جو میں نے آپ کو دو پیالے پیش کیے تو دراصل یہ تمثیل تھی، دین فطرت اور دین زیغ کی۔ مگر آپ نے اس حقیقت کو پہچان لیا اور دودھ کے پیالے کو قبول فرما کر جو دین فطرت کی تمثیل تھا۔ دین فطرت کو قبول فرما لیا) اس کے بعد آسمان کی طرف کا سفر شروع

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوا۔ چنانچہ ایک زینہ (معراج) کے ذریعہ مجھ کو آسمان کی جانب لے جایا گیا۔

جب ہم پہلے آسمان (سماء دنیا) تک پہنچ گئے۔ تو جبرائیل علیہ السلام نے نگہبان فرشتے سے دروازہ کھولنے کو کہا۔ نگہبان فرشتے نے دریافت کیا، کون ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا: میں جبرائیل ہوں۔ فرشتے نے دریافت کیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ فرشتے نے کہا کیا اللہ کی طرف سے بلائے گئے ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا بے شک۔ فرشتے نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا: ایسی ہستی کا آنا مبارک ہو۔ جب ہم اوپر گئے تو حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ جبرائیل علیہ السلام نے میری جانب مخاطب ہو کر کہا: یہ آپ کے والد اور نسل انسانی کے مورث اعلیٰ آدم علیہ السلام ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو سلام کہیے۔ میں نے ان کو سلام کہا۔ انہوں نے جوابِ سلام دیتے ہوئے فرمایا:

((مرحبا بالابن الصالح والنبی الصالح .))

''خوش آمدید برگزیدہ بیٹے اور برگزیدہ نبی''

اس کے بعد دوسرے آسمان تک پہنچے اور پہلے آسمان کی طرح سوال و جواب ہو کر دروازے میں داخل ہوئے تو وہاں یحییٰ و عیسیٰ علیہما السلام سے ملاقات ہوئی۔ جبرائیل علیہ السلام نے ان کا تعارف کرایا اور کہا کہ آپ سلام پر پیش قدمی فرمایئے۔ میں نے سلام کہا۔ ان دونوں نے جواب دیتے ہوئے فرمایا:

((مرحبا بالاخ الصالح والنبی الصالح .))

''خوش آمدید اے برگزیدہ بھائی اور برگزیدہ نبی''

پھر تیسرے آسمان تک پہنچ کر یہی مرحلہ پیش آیا اور جب ہم آسمان ثالث تک پہنچ گئے تو حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ جبرائیل علیہ السلام نے تقدیم سلام کے لیے کہا اور میرے سلام کہنے پر یوسف علیہ السلام نے بھی جواب سلام کے بعد یہی کلمہ کہا:

((مرحبا بالاخ الصالح والنبی الصالح .))

''خوش آمدید اے برگزیدہ بھائی اور برگزیدہ نبی''

بعد ازاں چوتھے آسمان پر اس سوال و جواب کے بعد حضرت ادریس علیہ السلام سے ویسی ہی ملاقات ہوئی۔ اس کے بعد سابق سوال و جواب کا مرحلہ طے ہو کر جب میں ساتویں آسمان پر پہنچا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی؟ جو بیت المعمور سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے اور جس میں ہر روز ستر ہزار نئے فرشتے (عبادت کے لیے) داخل ہوتے ہیں۔ انہوں نے میرے سلام کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

''مبارک! اے میرے برگزیدہ بیٹے اور برگزیدہ نبی''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر یہاں سے مجھ کو سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچایا گیا (اس کا معنی ہے انتہا کی بیری کا درخت) جس کا پھل (بیر) ہجر کی ٹھلیا کے برابر ہے اور جس کے پتے ہاتھی کے کان کی طرح چوڑے ہیں۔ اس پر ملائکۃ اللہ جگنو کی طرح بے تعداد چمک رہے تھے اور خدا کی خاص تجلی نے اس کو حیرت انگیز طور پر روشن و پر کیف بنا دیا تھا۔

ان مشاہدات کے بعد مجھ کو (دوبارہ) شراب (خمر) دودھ اور شہد کے پیالے پیش کیے گئے اور میں نے دودھ قبول کر لیا۔ اس پر جبرائیل علیہ السلام نے مجھے بشارت سنائی کہ آپ نے دینِ فطرت قبول کر لیا (یعنی جو ہر قسم کی کدورتوں سے پاک اور شفاف ہے۔ عمل میں شیریں اور خوشگوار اور نتیجہ میں بے حد مفید اور احسن ہے)۔

پھر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ تم پر شبانہ روز پچاس نمازیں فرض قرار دی گئیں۔ جب میں ان اسرار الٰہیہ کے مشاہدات سے فارغ ہو کر نیچے اترنے لگا تو درمیان میں موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، انھوں نے دریافت کیا: معراج کا کیا تحفہ لائے؟ میں نے کہا پچاس نمازیں۔ انھوں نے کہا: تمھاری امت اس بارگراں کو برداشت نہ کر سکے گی۔ اس لیے واپس جایئے اور تخفیف کی التجا کیجیے۔ کیونکہ میں تم سے پہلے اپنی امت کو آزما چکا ہوں۔

چنانچہ میں درگاہِ الٰہی میں رجوع ہوا تو اللہ کی جانب سے پانچ کی تخفیف ہو گئی۔ موسیٰ علیہ السلام تک لوٹ کر آیا تو انھوں نے اصرار کیا کہ اب بھی زیادہ ہیں اور کم کراؤ، اور میں اس طرح چند مرتبہ آتا جاتا رہا۔ حتی کہ صرف پانچ نمازیں رہ گئیں، مگر موسیٰ علیہ السلام مطمئن نہیں ہوئے اور فرمایا کہ میں بنی اسرائیل کا کافی تجربہ اور ان کی اصلاح کر چکا ہوں۔ اس لیے مجھے اندازہ ہے کہ آپ کی امت یہ بھی برداشت نہ کر سکے گی۔ اس لیے تخفیف کے لیے مزید عرض کیجیے میں نے کہا: اب عرض کرتے شرم آتی ہے۔ اب راضی برضا اور اس کے فیصلے کے سامنے سر جھکاتا ہوں۔ جب میں یہ کہہ کر چلنے لگا تو ندا آئی: ''ہم نے اپنا فرض نافذ کر دیا اور اپنے بندوں کے لیے تخفیف کر دی۔ یعنی مشیت ایزدی قبل ہی یہ فیصلہ کر چکی ہے کہ امتِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر بصورت ادا اگرچہ پانچ نمازیں فرض رہیں گی مگر ان کا اجر و ثواب پچاس ہی کے برابر ہو گا۔ اور یہ تخفیف ہمارا فضل و کرم ہے۔''

انہی روایات میں ہے کہ میں نے جنت و جہنم کا مشاہدہ کیا اور پھر مشاہدات کی تفصیل بھی منقول ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اس آسمانی سفر کے لیے آپ واپس بیت المقدس تشریف لائے اور وہیں سب انبیاء علیہم السلام کی امامت کرائی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((ثم هبط الى بيت المقدس و هبط معه الانبياء فصلى بهم فيه الخ ❶ و الصحيح انه اجتمع بهم فى السموات ثم نزل الى بيت المقدس ثانيا و هم معه و صلى بهم فيه ثم انه ركب البراق و كر راجعا الى مكة ❷ و فى رواية ام هانىء من طريق الكلبى (وهو متروك بمرة ساقط) فى ذكر الاسراء فلما كان قبيل الفجر أهبنا رسول الله ﷺ فلما صلى الصبح و صلينا معه الخ .)) ❸

پھر براق پر سوار ہو کر مراجعت فرمائے مکہ مکرمہ ہوئے۔ اور ایک کمزور روایت کو اگر مان لیا جائے تو صبح کی نماز مکہ معظمہ ہی میں ادا فرمائی۔ ﷺ

ملاحظات

شب معراج کے عطیے:

صحیح مسلم (ج ۱) وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے: ((اعطى الصلوات الخمس، و اعطى خواتيم سورة البقرة ❹ و غفر لمن لا يشرك بالله المقحمات .)) یعنی ''رسول اللہ ﷺ کو شب معراج اللہ تعالیٰ کی طرف سے تین عطیے مرحمت فرمائے گئے (۱) پانچ نمازیں (۲) سورۃ البقرۃ کی آخری آیات کہ اسے پڑھنے والے کے لیے جنت میں باغ تیار ہوتے ہیں۔ اور (۳) جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرے اسے بخش دیا جائے گا۔ ❺

نماز کی تعلیم کا اہتمام:

شبِ معراج کے بعد آنے والے دن میں ظہر کے وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو جمع فرما لیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے باجماعت نماز پڑھائی، اس طرح کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی اقتداء آپ فرما رہے تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کی اقتداء کر رہے تھے۔ ❻

الاعتصام: ۳—۱۰ / اکتوبر ۱۹۶۹ء
۱۴ / مئی، ۲۱ / مئی ۱۹۸۲ء

---

❶ تفسیر ۵/ ۱٤۱. ❷ تفسیر ۵/ ۳.

❸ من تفسیر ابن کثیر ۵/ ۱۳۹، و الدر المنثور ص ٤/ ۱٤۰.

❹ یہ کتنی آیتیں ہیں، اس کی صراحت کسی روایت میں راقم کی نظر سے نہیں گزری، لیکن احادیث میں فضیلت خاتمہ سورۃ بقرہ جن آیتوں سے ہے وہ آخری دو آیتیں ہیں۔ یعنی آمن الرسول سے آخر سورۃ تک۔

❺ تفسیر الدر المنثور ۳/ ۵۳.

❻ سیرت ابن هشام مع شرحه الروض الانف ۱/ ۱٦۳، البدایه ۳/ ۱۷، ۱۸، و فتح الباری ۱/ ۲۹۷.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حج اور عمرہ کے فضائل میں چالیس احادیث نبویہ ❶

صدی گزشتہ (۱۳ ویں ہجری) کے مجددِ علومِ عربیہ حضرت مولانا سید محمد صدیق حسن خان رحمہ اللہ (ف ۱۳۰۷ھ) نے خالص اسلامی عقائد واعمال کے سلسلے میں ایک ایک موضوع پر بعض دفعہ متعدد کتابیں (عربی، فارسی، اردو) لکھیں۔ حج کے موضوع سے بھی حضرت موصوف کو بہت دلچسپی تھی۔ اس پر بھی آپ نے بعض مستقل اور بعض ضمنی تالیفات فرمائیں۔ مثلاً:

۱: ایضاحِ المحجه فی العمرة والحجه (اردو)

۲: طرازُ الخمره فی الحج والعمرة (اردو)

۳: تعلیم الحج (اردو)۔

٤: رحلة الصدیق الی البیت العتیق (عربی)

۵: اربعون حدیثاً فی فضائل الحج والعمرة (عربی)

٦: ضوء الشمس من شرح حدیث بنی الاسلام علی خمس (اردو)

۷: وسیلة النجاة باداء الصلوٰة والصوم والحج والزکوٰة (اردو)۔

۸: بذل المنفعة فی ایضاح الارکان الاربعه (اردو)

ان میں حج وعمرہ پر اہم مباحث ہیں۔ لطف یہ ہے کہ ہر جگہ انداز جداگانہ اور لطائف ونکات یگانہ ہیں۔ للہ دره ماعظم فوائده واجره.

رسالہ ۵ اصول حدیث میں حضرت کی بے مثل مشہور کتاب "منہج الاصول الی اصطلاح احادیث الرسول" کے آخر میں ملحق ہے۔ اس موضوع پر یہ انتخاب بہت پسند آیا۔ جی چاہا کہ "الاعتصام" کے ذریعے بتوفیقہ تعالیٰ اس خوان یغما کو عام کردینے کی سعادت حاصل ہو جائے۔ چنانچہ پورا رسالہ مع ترجمہ نذرِ قارئین کرام ہے۔ سرسری طور پر مصادر کی طرف مراجعت بھی کرلی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیقِ اخلاص سے نوازے۔ اپنے بندوں کے لیے اس کو مفید بنائے اور قبول فرمائے۔

(خاکسار: محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی)

❶ دسمبر ۱۹۷۰ء، جنوری ۱۹۷۱ء۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اربعون حدیثا فی فضائل الحج و العمرة

الحمد لله الذی قال فی کتابه العزیز ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا﴾ والصلوٰة والسلام علی افضل من حج واعتمر صلوٰة تامة و سلاما جمیلا و علی آله و اصحابه و اتباعه من اهل الحدیث بکرة واصیلا۔ و بعد فهذه اربعون حدیثا من جمع العبد الضعیف ابی الطیب صدیق بن حسن الحسینی القنوجی البخاری حشره الله تعالی فی زمرة الصدیقین و جعل له لسان صدق فی الآخرین زاد الله حجاج والمعتمرین وجعلها وسیلة لنجاته یوم یقوم الناس لرب العالمین وکان ذالك التدوین فی سنة الف و مأتین و اربع و ثمانین ۱۲۸۴ھ وبالله التوفیق وهو المستعان المعین.

۱۔ ((عن عائشه رضی اللہ عنہا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ نَرَى الْجِهَادَ اَفْضَلَ الْاَعْمَالِ أَفَلَا نُجَاهِدُ قَالَ لَكِنَّ أَفْضَلَ الْجِهَادِ وَأَجْمَلَهُ حَجٌّ مَبْرُورٌ ثُمَّ لُزُوْمُ الْحَصْرِ قَالَتْ فَلَا أَدَعُ الْحَجَّ بَعْدَ إِذْ سَمِعْتُ هٰذَا.)) ❶

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! جب ہم سمجھتی ہیں کہ سب عملوں سے افضل، اللہ کی راہ میں جہاد وقتال ہے تو پھر ہم (عورتیں جہاد کیوں نہ کریں؟ فرمایا: لیکن تم عورتوں کے لیے حج مبرور (جس میں پوری پوری احتیاط ملحوظ رکھی جائے) ہی باوقار اور افضل جہاد ہے۔ حج سے فارغ ہو کر پھر اپنے گھروں میں بند رہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اس ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں ہمیشہ حج کرتی ہوں۔''

۲۔((وَعَنْ سُهَيْلِ بْنِ سَعِيْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يُلَبِّی اِلَّا لَبَّ مَا عَنْ يَمِينِهِ وَ شِمَالِهِ مِنْ حَجَرٍ اَوْ شَجَرٍ حَتّٰى تَنْقَطِعَ الْاَرْضُ مِنْ هٰهُنَا.)) ❷

''حضرت سہیل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بھی مسلمان (حج وعمرہ

❶ اخرجه البخاری، الاقوله ثم لزوم الحصر والنسائی لطوله. ❷ بخاری.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہوئے) لبیک کہتا ہے تو اس کے چاروں طرف سے زمین کے آخری کناروں تک ہر چیز لبیک کہتی ہے۔"

۳۔((وعن ابن عباس رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ تَابِعُوا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَإِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ وَالذُّنُوبَ كَمَا يَنْفِي الْكِيرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ.)) ❶

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حج کے ساتھ ہی عمرہ بھی کر لیا کرو کیونکہ ان دونوں کے جمع کرنے سے انسان گناہ سے اس طرح صاف ہو جاتا ہے، جیسے آگ کی بھٹی میں سونے یا چاندی کی میل دور ہو جاتی ہے اور (یاد رکھو یہی کیا کم ہے کہ) حج مبرور کا بدلہ جنت ہے۔"

٤۔((وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا وَالْحَجُّ الْمَبْرُورُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ.)) ❷

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک عمرہ سے دوسرے عمرہ تک، ان دونوں کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے اور حج مبرور (یعنی جس میں کوئی خلافِ سنت کام نہ کیا جائے) کی جزا بس جنت ہے۔" ❸

٥۔((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ خَمْسِيْنَ مَرَّةً خَرَجَ مِنْ ذُنُوبِهِ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ۔ قلت: المقصود بذالك خمسون طواف كاملا دون الاشواط.)) ❹

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کعبۃ اللہ کے پچاس طواف کرنے والا گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے گویا کہ وہ آج ہی پیدا ہوا ہے۔"

٦۔((عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ مَنْ أَهَلَّ بِحَجَّةٍ أَوْ عُمْرَةٍ مِنَ الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى إِلَى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ أَوْ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ شَكَّ الراوى أَيَّتُهُمَا قَالَ.)) ❺

---

❶ اخرجه النسائي ورواه احمد وابن ماجه عن عمرو رواه الترمذى عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ وزادوالذهب۔ والفضة وليس للحجة المبرورة ثواب الاالجنة.

❷ اخرجه الستة الاباداؤد و رواه مالك فى الموطا.

❸ كتب ستہ. ❹ اخرجه الترمذى. ❺ اخرجه ابوداؤد و ابن ماجه.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''حضرت ام سلمہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص بیت المقدس سے بیت اللہ کا حج یا عمرہ کے لیے احرام باندھ کر آئے، اس کے اگلے پچھلے گناہ سب معاف کر دیئے جاتے ہیں۔''

۷۔ ((وَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قال: لِامْرَأَةٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ يُقَالُ لَهَا أُمُّ سِنَانٍ عُمْرَةٌ فِي رَمَضَانَ تقضى حَجَّة اَوْحَجَّةً مَّعِيْ فاذا جآء رَمَضَان فَاعْتَمِرِى فِيهِ فَإِنَّ عُمْرَةً فِيهِ تَعْدِلُ حَجَّةً .))❶

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک انصاری خاتون سے فرمایا: ''تم رمضان میں عمرہ کر لینا اس لیے کہ رمضان میں عمرہ حج کی برابری کرتا ہے۔''

۸۔ ((وَ عَن ابى بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمنِ يَقُولُ جَاءَ تْ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ إِنِّى قَدْ كُنْتُ تَجَهَّزْتُ لِلْحَجِّ فَاعْتَرَضَ لِي فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اعْتَمِرِى فِي رَمَضَانَ فَإِنَّ عُمْرَةً فِيهِ كَحَجَّةٍ .))❷

''بروایت ابوبکر بن عبدالرحمٰن (تابعی) دوسری کسی خاتون کو بھی آں حضرت ﷺ کا یہی ارشاد مروی ہے۔''

۹۔ ((وَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا عَمِلَ آدَمِيٌّ عَمَلًا يَوْمَ النَّحْرِ أَحَبَّ إِلَى اللّٰهِ مِنْ اراقة الدماء إِنَّهَا لَتَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِقُرُونِهَا وَأَشْعَارِهَا وَأَظْلَافِهَا وَأَنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللّٰهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ أَنْ يَقَعَ مِنْ الْأَرْضِ فَطِيبُوا بِهَا نَفْسًا .))❸

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یوم النحر (۱۰ ذی الحجہ) کے دن سب سے افضل اور برتر عمل قربانی کرنا ہے (جن کی اصل جگہ حج کے موقع پر منیٰ کا مقام ہے) قربانیوں کے یہ جانور اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں سمیت قیامت کے دن آئیں گے۔ قربانی کا خون زمین پر گرنے سے قبل ہی اللہ کے ہاں اونچا رتبہ حاصل کر لیتا ہے، سو تم خوشی اور اخلاص سے قربانیاں ذبح کرو (نیز فرمایا: یاد رکھو) قربانی کے جانور کے ہر بال کے بدلے ایک نیکی ملے گی۔''

❶ اخرجه الشيخان الى قوله معى والنسائى بتمامه.

❷ اخرجه مالك وابوداؤد.

❸ اخرجه الترمذى وزاد رزين وان لصاحب الاضحية بكل شعرة حسنة.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۰۔ ((وعن ابی بکر الصدیق قال: النبی ﷺ: سئل أی الحج أفضل؟ قال: العج والثج.)) ❶

''حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ سے سوال ہوا سب سے زیادہ درجے کس حج کے حاصل ہوں گے؟ فرمایا جس میں بلند آواز سے لبیک کی کثرت ہو، اور جس میں زیادہ سے زیادہ قربانی کے جانور ذبح کیے جائیں۔''

۱۱۔ ((وعن أبی هریرة عن رسول اللّٰه ﷺ قال جهاد الكبير والصغير والضعيف والمرأة الحج والعمرة.)) ❷

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آں حضرت ﷺ کا فرمان نقل فرمایا: کہ بوڑھے، بہت کمزور اور عورت کا جہاد، ان کا حج اور عمرہ کر لینا ہے۔''

۱۲۔ ((وعن علی قال قال رسول اللّٰه ﷺ من ملك زادا وراحلة تبلغه إلی بیت اللّٰه ولم یحج فلا علیه أن یموت یهودیا أو نصرانیا و ذلك أن اللّٰه یقول: وللّٰه على الناس حج البيت من استطاع إلیه سبیلا.)) ❸

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آں حضرت ﷺ سے روایت کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے پاس بیت اللہ تک پہنچنے کا سامان (خرچ اور سواری وغیرہ) موجود ہو پھر وہ حج نہ کرے (اور وہ اسی حالت میں مر جائے) تو اس کا شمار یہودیوں اور عیسائیوں میں ہے (مسلمانوں میں نہیں) پھر آپ ﷺ نے قرآن مجید کی آیت (دلیل) میں تلاوت فرمائی۔''

﴿ولله على الناس حج البيت﴾

۱۳۔ ((وعن أبی أمامة قال قال رسول اللّٰه ﷺ من لم یمنعه من الحج حاجة ظاهرة أو سلطان جائر أو مرض حابس فمات ولم یحج فلیمت إن شاء یهودیا وإن شاء نصرانیا.)) ❹

''حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جس شخص کے لیے (جب کہ حج اس

---

❶ اخرجه الترمذی۔قلت العج رفع الصوت بالتلبیة والثج اراقة دماء الهدی والضحایا.

❷ اخرجه النسائی.

❸ اخرجه الترمذی وقال هذا حدیث غریب وفی اسناده مقال و هلال بن عبدالله مجهول والحارث یضعف فی الحدیث(قلت) وقدروی ایضا بمعناه عن ابی امامة والحدیث اذا روی من غیر وجه وان کان ضعیفا غلب علی الظن صدقه.

❹ رواه الدارمی.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر فرض ہو چکا ہو) حج پر جانے کے لیے کوئی مانع موجود نہ ہو۔ مثلاً کوئی واقعی ضرورت شدیدہ اور کوئی ظالم حکومت، یا کوئی سخت قسم کی بیماری۔ اور وہ اسی حالت میں مر جائے تو اس کا شمار یہودیوں عیسائیوں میں ہوگا۔''

۱۴۔ ((وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَلَى النِّسَاءِ جِهَادٌ؟ قَالَ: نَعَمْ. عَلَيْهِنَّ جِهَادٌ لَا قِتَالَ فِيهِ، الْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ.)) ❶

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بارگاہِ رسالت ﷺ میں سوال کیا: عورتوں پر جہاد و قتال فرض ہے؟ فرمایا: ہاں، لیکن ایسا جہاد جس میں لڑائی نہیں اور وہ حج او رعمرہ ہے۔''

۱۵۔ ((وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ؟ فَقَالَ: إِيمَانٌ بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ قِيلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، قِيلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: حَجٌّ مَبْرُورٌ.)) ❷

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ سے سوال ہوا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ فرمایا (دلوں کے عملوں میں) اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانا۔ عرض کیا گیا: اس کے بعد؟ فرمایا: اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔ عرض کیا گیا: اس کے بعد؟ فرمایا: ایسا حج جو ''مبرور'' ہو۔ یعنی ایسا حج جس میں کسی گناہ کا ارتکاب نہ ہو اور اس میں ریاء اور نمائش کا شائبہ نہ ہو۔''

۱۶۔ ((وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ حَجَّ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ.)) ❸

''جس شخص نے ایسا حج کیا جس میں کوئی بے شرمی کی بات نہیں کی۔ نہ گالی گلوچ کیا اور فاسقانہ کاموں سے بھی بچا رہا تو حج کے بعد یوں گناہوں سے صاف ہوگیا گویا آج ہی پیدا ہوا ہے''

۱۷۔ ((وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الْحُجَّاجُ وَالْعُمَّارُ وَفْدُ اللّٰهِ إِنْ دَعَوْهُ أَجَابَهُمْ وَإِنِ اسْتَغْفَرُوهُ غَفَرَ لَهُمْ.)) ❹

---

❶ رواه احمد۔ و ابن ماجة و اسناده صحيح.

❷ متفق عليه۔ قلت وهو ما لا يخالطه الاثم ولا سمعة ولا رياء.

❸ متفق عليه. (مشكوة) قلت: "الرفث" التصريح بذكر الجماع قال الازهرى: هو كلمة جامعة لكل ما يريده الرجل من المرأة وقيل: الرفث فى الحج اتيان النسآء والفسوق السباب والجدال المماراة مع الرفقاء والخدم ولم يذكر الجدال فى الحديث اعتماداً على الآية.

❹ رواه ابن ماجه (مشكوة و ترغيب).

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی نے روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:'' حاجی لوگ اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوتے ہیں اگر وہ دعا کریں تو وہ قبول فرماتا ہے اور اگر اس سے مغفرت طلب کریں تو گناہ معاف فرما دیتا ہے۔''

۱۸۔ ((وَ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ وَفْدُ اللّٰهِ ثَلَاثَةٌ الْغَازِيْ وَالْحَاجُّ وَالْمُعْتَمِرُ .)) ❶

قلت: الْوَفْدُ الَّذِيْنَ يَقْصُدُوْنَ الْاُمَرَاءَ لِزِيَارَةٍ اَوِاسْتِرْفَادٍ وَالْعُمَّارُ جَمْعُ عَامِرٍ معنى مُعْتَمِرٍ مِنْ عَمَرَ بمعنى اعْتَمَرَ .

''نیز وہی روایت کرتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:'' تین قسم کے شخص اللہ کے مہمان ہوتے ہیں۔ غازی، حاجی اور عمرہ کرنے والا۔ جنہوں نے اللہ کی دعوت پر لبیک کہا اور اس کو قبول کیا۔ لہٰذا اب وہ بھی جو کچھ اللہ سے مانگیں گے، وہ ان کو دے گا۔''

۱۹۔ ((وَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا لَقِيتَ الْحَاجَّ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ وَصَافِحْهُ وَمُرْهُ أَنْ يَسْتَغْفِرَ لَكَ قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بَيْتَهُ فَإِنَّهُ مَغْفُورٌ لَهُ .)) ❷

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حج سے واپس آنے والے سے ملاقات کرو تو اس پر سلام کہو۔ اس سے مصافحہ کرو اور اس سے کہو کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہونے سے پہلے تمہارے لیے دعائے مغفرت کرے۔ اس کے تو اس وقت تک گناہ معاف کر دیے گئے ہیں (اگر اس کا حج صحیح قسم کا ہوگا)۔''

۲۰۔وَعَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ خَرَجَ حَاجًّا أَوْ مُعْتَمِرًا أَوْ غَازِيًا ثُمَّ مَاتَ فِيْ طَرِيْقِهٖ كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ أَجْرَ الْغَازِيْ وَالْحَاجِّ وَالْمُعْتَمِرِ .)) ❸

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی حج یا عمرہ یا غزوہ کرنے کے لیے گھر سے نکلے پھر راستہ میں ہی وہ مرجائے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس غزوے، حج اور عمرے کا ثواب مرحمت فرما دیتا ہے۔''

---

❶ رواہ النسائی وابن حبان فی صحیحه والحاکم وصححه علی شرط مسلم وزاد ابن حبان فی بعض طرقه دعاهم فاجابوه وسئالوه فاعطاهم ورواه البیهقی فی شعب الایمان۔مشکوٰۃ وترغیب.

❷ رواہ احمد (مشکوٰۃ).

❸ رواہ البیهقی فی شعب الایمان (مشکوٰۃ).

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۱۔ ((وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: الطَّوَافُ حَوْلَ الْبَيْتِ مِثْلُ الصَّلَاةِ إِلَّا أَنَّكُمْ تَتَكَلَّمُونَ فِيهِ فَمَنْ تَكَلَّمَ فِيهِ فَلَا يَتَكَلَّمَنَّ إِلَّا بِخَيْرٍ .)) ❶

''عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کعبۃ اللہ کا طواف (احترام وسکون میں) نماز کی طرح ہے۔ اتنے فرق کے ساتھ کہ اس میں بات چیت کی جا سکتی ہے۔ تاہم گفتگو کرنی ہو تو اچھی ہونی چاہیے۔ یعنی لغو اور بیہودہ سے اجتناب مناسب ہوگا۔''

۲۲۔ ((وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: نَزَلَ الْحَجَرُ الْأَسْوَدُ مِنَ الْجَنَّةِ وَهُوَ أَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ فَسَوَّدَتْهُ خَطَايَا بَنِي آدَمَ .)) ❷

''وہی رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ ''حجر اسود'' جنت سے نازل شدہ ہے۔ اس وقت وہ دودھ سے زیادہ سفید تھا (لیکن) وہ اولادِ آدم کے گناہوں سے سیاہ ہو گیا۔''

۲۳۔ ((وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ إِنَّ الرُّكْنَ وَالْمَقَامَ يَاقُوتَتَانِ مِنْ يَاقُوتِ الْجَنَّةِ طَمَسَ اللّٰهُ نُورَهُمَا وَلَوْ لَمْ يَطْمِسْ نُورَهُمَا لَأَضَاءَتَا مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ .)) ❸

''عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے میں نے سنا فرماتے تھے: رکن اور مقام (ابراہیم، دونوں) جنت کے یاقوت ہیں (لیکن) ان کا نور اللہ تعالیٰ نے ختم کر دیا جو اگر موجود رہتا تو مشرق و مغرب (چار دانگ عالم) اس سے خوب خوب روشن ہو جاتے۔''

۲۴۔ ((وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فِي الْحَجَرِ وَاللّٰهِ لَيَبْعَثَنَّهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَهُ عَيْنَانِ يُبْصِرُ بِهِمَا وَلِسَانٌ يَنْطِقُ بِهِ يَشْهَدُ عَلَى مَنِ اسْتَلَمَهُ بِحَقٍّ .)) ❹

''وہی راوی ہیں کہ آں حضرت ﷺ نے حجر اسود کے بارے میں بتایا کہ خدا کی قسم! قیامت کے دن ایسی حالت میں اس کو اٹھائے گا کہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے وہ دیکھے گا۔ نیز

---

❶ رواہ الترمذی، والنسائی والدارمی وذکر الترمذی جماعۃ وقفوہ علی ابن عباس (مشکوٰۃ).

❷ رواہ احمد والترمذی وقال ھذا حدیث صحیح (مشکوٰۃ).

❸ رواہ الترمذی، مشکوٰۃ.

❹ رواہ الترمذی وابن ماجۃ والدارمی (مشکوٰۃ) ابو حاتم قال الھروی علی ھاھنا بمعنی اللام لان اللام للنفع وعلی للضرر یعنی من استلمہ عن اعتقاد صحیح ومحبۃ واعزاز لہ یشھد لہ بخیر ومن استلمہ عن. استخفاف واستھزاء یشھد علیہ بشر ویکون لہ یوم القیامۃ خصما.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کو زبان ملے گی جس سے وہ اس شخص کے حق میں شہادت دے گا جس نے اخلاص سے اس کو ہاتھ لگایا تھا۔"

۲۵۔ ((وَعَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يُزَاحِمُ عَلَى الرُّكْنَيْنِ زِحَامًا مَا رَأَيْتُ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ يَفْعَلُهُ يَقُولُ إِنَّ مَسْحَهُمَا كَفَّارَةٌ لِلْخَطَايَا وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ مَنْ طَافَ بِهٰذَا الْبَيْتِ أُسْبُوعًا فَأَحْصَاهُ كَانَ كَعِتْقٍ.))

"حضرت عبید اللہ بن عمیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (بھیڑ کے سبب) بہت محنت سے حجر اسود پر ہاتھ پھیرتے تھے اور فرماتے تھے یہ اس لیے کرتا ہوں کہ حجر اسود پر ہاتھ پھیرنا گناہوں کے کفارہ کا سبب ہے۔ جیسا کہ آں حضرت ﷺ کا ارشاد ہے۔ نیز میں نے یہ بھی آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ کعبۃ اللہ کے سات چکر لگانے والے (یعنی طواف کرنے والے) کو اگر وہ ان کا خوب دھیان رکھے تو اس کو ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب حاصل ہوگیا۔ نیز فرماتے کہ ہر قدم رکھتے اور اٹھاتے ہوئے ایک گناہ معاف ہوجاتا ہے اور ایک نیکی (نامۂ اعمال میں) درج کردی جاتی ہے۔"

۲۶۔ ((وَعَنْ عَابِسِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ جَاءَ إِلَى الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ فَقَبَّلَهُ فَقَالَ إِنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ.)) [1]

"حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حجر اسود کا بوسہ لیتے وقت فرماتے مجھے یقین ہے کہ تو ایک پتھر ہے، نہ تو کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے، نہ نقصان۔ اگر آں حضرت ﷺ کو تیرا بوسہ لیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تیرا بوسہ نہ لیتا۔"

۲۷۔ ((وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ وُكِّلَ بِهِ سَبْعُونَ مَلِكًا يَعْنِي الرُّكْنَ الْيَمَانِيَ فَمَنْ قَالَ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ قَالُوْا آمِيْنَ.)) [2]

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "رکن یمانی" پر ستر ہزار فرشتوں کی ڈیوٹی ہے۔ سو جو شخص اس جگہ یہ دعا کرے یا اللہ میں تجھ سے معافی اور صحت وعافیت مانگتا ہوں دنیا اور آخرت دونوں میں۔ اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں "حسنہ" عنایت کر اور

[1] متفق علیہ، مشکوۃ۔ [2] رواہ ابن ماجہ، (مشکوۃ)۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آخرت میں "حسنة" سے سرفراز فرما اور ہم سب کو دوزخ کی آگ سے بچالے۔" تو وہ فرشتے آمین کہتے ہیں۔"

۲۸۔ ((وَ عَنْهُ رضی اللہ عنہ اَنَّ النبی ﷺ قَالَ: مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا وَلَا يَتَكَلَّمُ إِلَّا بِسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ مُحِيَتْ عَنْهُ عَشْرُ سَيِّئَاتٍ وَكُتِبَ لَهُ عَشْرُ حَسَنَاتٍ وَرُفِعَ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ وَمَنْ طَافَ فَتَكَلَّمَ وَهُوَ فِيْ تِلْكَ الْحَالِ خَاضَ فِي الرَّحْمَةِ بِرِجْلَيْهِ.)) ❶

"وہی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی شخص کعبہ شریف کے سات چکر لگائے (طواف کرے) پھر اس دوران کسی سے بات نہ کرے اور صرف یہ وظیفہ پڑھے۔ ((سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ.)) تو اس کی دس برائیاں معاف کر دی جاتی ہیں اور (اس کے اعمال نامے میں) دس نیکیاں درج کر دی جاتی ہیں (مزید) اس کے لیے دس درجوں میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ لیکن گفتگو بھی کسی سے اگر کرے تو بھی (محروم نہیں رہتا) اس حالت میں بھی وہ گویا رحمت الٰہی کے سمندر میں مصروفِ عمل ہے۔"

۲۹۔ ((وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَا مِنْ يَوْمٍ أَكْثَرَ مِنْ أَنْ يُعْتِقَ اللّٰهُ فِيْهِ عَبْدًا مِنَ النَّارِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ وَإِنَّهُ لَيَدْنُو ثُمَّ يُبَاهِي بِهِمُ الْمَلَائِكَةَ فَيَقُولُ مَا أَرَادَ هٰؤُلَاءِ.)) ❷

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آں حضرت ﷺ سے روایت کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کسی بھی دن اتنی کثرت سے اللہ تعالیٰ گناہ گار بندوں کو دوزخ کی آگ سے رہائی نہیں دیتا جس قدر عرفہ کے دن کو مغفرت کا اعلان عام ہوتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ قریب ہو کر فرشتوں میں اس بات کا فخر کرتا ہے کہ یہ لوگ (اور) کیا چاہتے ہیں۔"

۳۰۔ ((وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ خَيْرُ الدُّعَاءِ دُعَاءُ يَوْمِ عَرَفَةَ وَخَيْرُ مَا قُلْتُ أَنَا وَالنَّبِيُّونَ مِنْ قَبْلِي لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ.)) ❸

---

❶ رواہ ابن ماجه (مشکوٰۃ). ❷ رواہ مسلم (مشکوٰۃ).

❸ رواہ الترمذی و روی مالك عن طلحه بن عبیدالله الی قوله لاشریك له (مشکوٰۃ).

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عرفہ کے دن (میدان عرفات میں) بہترین دعا یہ ہے۔ یہی میری دعاء ہے اور یہی انبیاء سابقین کی۔

((لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ.))

۳۱۔ ((وَعَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ كَرِيزٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَا رُئِيَ الشَّيْطَانُ يَوْمًا هُوَ فِيهِ أَصْغَرُ وَلَا أَدْحَرُ وَلَا أَحْقَرُ وَلَا أَغْيَظُ مِنْهُ فِي يَوْمِ عَرَفَةَ وَمَا ذَاكَ إِلَّا لِمَا رَأَى مِنْ تَنَزُّلِ الرَّحْمَةِ وَتَجَاوُزِ اللّٰهِ عَنِ الذُّنُوبِ الْعِظَامِ إِلَّا مَا رُءِيَ يَوْمَ بَدْرٍ قِيلَ مَا رَأَى يَوْمَ بَدْرٍ قَالَ أَمَا إِنَّهُ قَدْ رَأَى جِبْرِيلَ يَزَعُ الْمَلَائِكَةَ)) ❶

''طلحہ بن عبیداللہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان کبھی اتنا ذلیل، حقیر، دھتکارا ہوا اور بہت زیادہ غصے کی حالت میں نہیں دیکھا گیا جس قدر عرفہ کے دن اس کی حالت ہو جاتی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ کی رحمت خوب خوب نازل ہوتی دیکھتا ہے۔ نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ اس دن (اپنے مسلمان بندوں کے) بڑے بڑے گناہوں سے درگزر فرماتا ہے۔ ہاں غزوہ بدر کے دن اس سے بھی زیادہ ذلیل ہوا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ حضرت جبریل علیہ السلام (میدان بدر میں) فرشتوں کی صف بندی کر رہے ہیں۔''

۳۲۔ ((وَعَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِذَا كَانَ يَوْمُ عَرَفَةَ إِنَّ اللّٰهَ يَنْزِلُ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيُبَاهِيْ بِهِمُ الْمَلَائِكَةَ فَيَقُوْلُ: أُنْظُرُوْا إِلٰى عِبَادِيْ أَتَوْنِيْ شُعْثًا غُبْرًا ضَاجِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ، أُشْهِدُكُمْ أَنِّيْ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ، فَيَقُوْلُ الْمَلَائِكَةُ: يَا رَبِّ فُلَانٌ كَانَ يَرْهَقُ وَ فُلَانٌ وَ فُلَانَةٌ، قَالَ: يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: فَمَا مِنْ يَوْمٍ أَكْثَرُ عَتِيْقًا مِنَ النَّارِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ.)) ❷

(قوله) ضَاجِين اى رَافِعِينَ اَصْوَاتَهُمْ بِالتَّلْبِيَةِ (الضج) رَفْعُ الصَّوْتِ وَالْجَزْعِ والتَّضَرُّعِ قوله يرهق اى يتهم بسوء وينسب الى غشيان المحارم.

❶ رواه مالك مرسله (مشكوٰة).

❷ رواه في شرح السنة، (مشكوٰة).

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

’’حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عرفہ کے دن اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے اور فرشتوں کو فخریہ انداز میں بتاتا ہے کہ دیکھو میرے بندے میرے حضور حاضر ہوئے ہیں۔ ایسے حال میں کہ بال بکھرے ہوئے خاک آلودہ ہیں (لبیک اور تکبیر کی پرزور آوازوں کے ساتھ) دور دراز راہوں سے شور ڈالتے ہوئے آ رہے ہیں۔ تم گواہ رہو۔ میں نے ان سب کو بخش دیا ہے‘ فرشتے عرض کرتے ہیں۔ اے ہمارے رب! (لیکن) ان میں سے فلاں فلاں مرد و عورت تو سخت قسم کے گناہ کا ارتکاب کر چکے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے (ٹھیک کہتے ہوتا ہم) میں نے ان سب کو معاف کر دیا ہے پھر یہ بھی آپ نے فرمایا، کسی بھی دن اتنے لوگ دوزخ سے نجات نہیں پاتے، جس قدر عرفہ کے دن۔‘‘

۳۳۔ ((وَعَنْ عَبَّاسِ بْنِ مِرْدَاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَعَا لِأُمَّتِهِ عَشِيَّةَ عَرَفَةَ بِالْمَغْفِرَةِ فَأُجِيبَ إِنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ مَا خَلَا الْمَظَالِمَ فَإِنِّي آخُذُ لِلْمَظْلُومِ مِنْهُ قَالَ: أَيْ رَبِّ إِنْ شِئْتَ أَعْطَيْتَ الْمَظْلُومَ مِنَ الْجَنَّةِ وَغَفَرْتَ لِلظَّالِمِ فَلَمْ يُجَبْ عَشِيَّتَهُ فَلَمَّا أَصْبَحَ بِالْمُزْدَلِفَةِ أَعَادَ الدُّعَاءَ فَأُجِيبَ إِلَى مَا سَأَلَ قَالَ: فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ أَوْ قَالَ: تَبَسَّمَ فَقَالَ لَهُ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ! بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي إِنَّ هٰذِهِ لَسَاعَةٌ مَا كُنْتَ تَضْحَكُ فِيهَا فَمَا الَّذِي أَضْحَكَكَ؟ أَضْحَكَ اللّٰهُ سِنَّكَ قَالَ: إِنَّ عَدُوَّ اللَّهِ إِبْلِيسَ لَمَّا عَلِمَ أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدِ اسْتَجَابَ دُعَائِي وَغَفَرَ لِأُمَّتِي أَخَذَ التُّرَابَ فَجَعَلَ يَحْثُوْهُ عَلٰى رَأْسِهِ وَيَدْعُوْ بِالْوَيْلِ وَالثُّبُورِ فَأَضْحَكَنِيْ مَا رَأَيْتُ مِنْ جَزَعِهِ.)) ❶

’’حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن مرداس راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کے دن تیسرے پہر اپنی امت کے لیے مغفرت کی دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے قبول تو فرمالی مگر ساتھ ہی فرمایا کسی شخص پر ظلم معاف نہیں ہوگا۔ میں مظلوم کا حق (ظالم سے) لے کر دوں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا اے میرے رب! اگر تو چاہے تو مظلوم کو (خود جنت سے) اس کا حق دے دے اور ظلم کرنے والے کو معاف کرے (اس درخواست کا شام تک جواب نہیں آیا) چنانچہ حسب معمول رات

❶ رواہ ابن ماجة وروى البيهقى فى كتاب البعث والنشور نحوه (مشكوة،قوله) ماخلا المظالم اى حقوق الناس (قوله)يدعو الويل اى يقول ياويلاه يا ثبوراه الويل حلول الشر وهى كلمة عذاب واسم وادفى جهنم والثبور الهلاك والمراد بالامة قالوا هم الواقفون بعرفة ومن ههنا(قيل)ان الحج يكفر حقوق العباد ايضاً وقيل هو محمول على المظالم التى تاب عنها اوعجز (عن؟) وفاء الحقوق.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مزدلفہ (دسویں ذوالحجہ کی) صبح کو وہاں جب پھر یہی درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالی۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے بلکہ ہنس پڑے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ نے یہ منظر دیکھ کر عرض کیا حضور! اس موقعہ پر تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت ہنسنے کی نہیں، آج اس کی کیا خاص وجہ ہے؟ فرمایا: اللہ کے دشمن ابلیس نے میری دعا قبول ہوتے دیکھ کر اپنے سر پر مٹی ڈالتے ہوئے واویلا شروع کر دیا، اس پر مجھے ہنسی آ گئی (کہ کسی انسان کے دوزخ سے بچ جانے سے اس بدبخت کو کس قدر رنج پہنچتا ہے)۔

۳۴۔ ((وَعَنْ يَحْيَى بْنِ الْحُصَيْنِ عَنْ جَدَّتِهِ أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ دَعَا لِلْمُحَلِّقِينَ ثَلَاثًا وَلِلْمُقَصِّرِينَ مَرَّةً وَاحِدَةً .)) ❶

''ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر سر منڈانے والوں کے لیے تین دفعہ دعا فرمائی اور کترانے والوں کے لیے ایک دفعہ (اس سے معلوم ہوا منڈوانا کٹانے سے افضل ہے)۔''

۳۵۔ ((وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِمَكَّةَ مَا أَطْيَبَكِ مِنْ بَلَدٍ وَأَحَبَّكِ إِلَيَّ وَلَوْلَا أَنَّ قَوْمِي أَخْرَجُونِي مِنْكِ مَا سَكَنْتُ غَيْرَكِ .)) ❷

((''قلت'' وفي رواية عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَدِيِّ ابْنِ حَمْرَاءَ الزُّهْرِيِّ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَاقِفًا عَلَى الْحَزْوَرَةِ فَقَالَ وَاللَّهِ إِنَّكِ لَخَيْرُ أَرْضِ اللَّهِ وَأَحَبُّ أَرْضِ اللَّهِ إِلَى اللَّهِ وَلَوْلَا أَنِّي أُخْرِجْتُ مِنْكِ مَا خَرَجْتُ .)) ❸

((''قوله'' الحزورة بفتح الحاء المهملة وسكون الزاء المعجة على وزن قسورة هي في اصل بمعنى التل الصغير سمى بذالك موضع بمكة لان نياك تلاصغيرا وفي العقد الثمين الحزورة كانت سوقابمكة سابقا وقددخل في المسجد الحرام فيما زيدفيه وهومحل المنارة المعروفة الآن بباب الوداع انتهى .))

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ شریف کو (مخاطب کرتے ہوئے) فرمایا: تو کتنا اچھا شہر ہے! اور مجھے کس قدر پیارا ہے۔ اگر میری قوم مجھے یہاں سے نہ

❶ مسلم.

❷ رواه الترمذي، وقال هذاحديث حسن صحيح غريب اسناد.

❸ رواه احمد والترمذي وابن ماجة وابن حبان والنسائي وسعيدبن منصوروقال الترمذي حديث حسن صحيح .

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نکال دیتی تو میں تیرے سوا کسی جگہ سکونت نہ پسند کرتا۔'' اللہ کی قسم! تو سارے روئے زمین سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہتر ہے۔''

۳۶۔ ((وَعَنْ عَيَّاشِ بْنِ رَبِيعَةَ الْمَخْزُومِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: لَا تَزَالُ هَذِهِ الْأُمَّةُ بِخَيْرٍ مَا عَظَّمُوْا هَذِهِ الْحُرْمَةَ حَقَّ تَعْظِيمِهَا فَإِذَا ضَيَّعُوا ذَلِكَ هَلَكُوا. (قلت) وقد ضيعت الامة بعض تعظيمها منذ زمان كثير فلذا تراهم قد هلكوا او قلوا اثم ماذا يكون بعد ذلك والله اعلم.)) ❶

''حضرت عیاش بن ربیعہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ امت اس وقت تک خیریت سے رہے گی، جب تک بیت اللہ کی اس کے شان شایان عزت بجالاتے رہیں گے۔ جب اس کو ضائع کریں گے، تباہ ہوں گے، میں کہتا ہوں (افسوس!) امت محمدیہ (اب) ایک مدت سے اس کے ضیاع کے درپے ہے (شاید) جبھی وہ پستی کی طرف جارہے ہیں (معلوم نہیں) آئندہ کیا ہونے والا ہے۔''

۳۷۔ ((وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْأَحْوَصِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ! أَلَا وَإِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ أَيِسَ أَنْ يُعْبَدَ فِي بِلَادِكُمْ هَذِهِ أَبَدًا وَلَكِنْ سَتَكُونُ لَهُ طَاعَةٌ فِيمَا تَحْتَقِرُونَ مِنْ أَعْمَالِكُمْ فَسَيَرْضَى.)) ❷

''حضرت عمرو بن احوص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے آنحضرت ﷺ کو فرماتے سنا حجۃ الوداع کے دن، دیکھو! (اے اہل مکہ) شیطان اس سے مایوس ہوگیا ہے کہ تم آئندہ کبھی بھی اللہ کے سوا کسی کی پرستش کروگے۔ البتہ تم سے ایسی ایسی باتوں اور اعمال میں اپنی اطاعت کرائے گا جنہیں تم معمولی سمجھوگے مگر اس کے وہ پسندیدہ کام ہوں گے۔''

۳۸۔ ((وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِنِّي أُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لَابَتَيِ الْمَدِينَةِ أَنْ يُقْطَعَ عِضَاهُهَا أَوْ يُقْتَلَ صَيْدُهَا وَقَالَ الْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ لَا يَدَعُهَا أَحَدٌ رَغْبَةً عَنْهَا إِلَّا أَبْدَلَ اللّٰهُ فِيهَا مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْهُ وَلَا يَثْبُتُ أَحَدٌ عَلَى لَأْوَائِهَا وَجَهْدِهَا إِلَّا كُنْتُ لَهُ شَفِيعًا أَوْ شَهِيدًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ.)) ❸

((قلت قيل هذا الابدال في زمنه صلى الله عليه وسلم والظاهر انه مطلق

---

❶ رواه ابن ماجه

❷ رواه ابن ماجه والترمذي وصححه. ❸ مسلم.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شامل لجميع الازمان .))

''حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے مدینہ کے دونوں جانبوں کے درمیان کے حصے کو (ویسے ہی) حرم قرار دیا ہے (جیسے کعبۃ اللہ حرم ہے لہٰذا) اس جگہ کے (درختوں کے) کانٹے (بھی) نہ کاٹے جائیں، نہ یہاں شکار کیا جائے۔ نیز فرمایا: (مدینہ والوں کے لیے) مدینہ میں قیام بہتر رہے گا۔ اگر وہ جانیں (تاہم) جو بھی یہاں سے (مدینہ میں رہائش کی بہتری کو نظر انداز کرتے ہوئے) چلا جائے گا، اس کی جگہ اللہ تعالیٰ اس سے بہتر شخص کو (مدینہ میں) لے آئے گا (یاد رکھو) مدینہ میں رہائش کی مشکلات پر صبر کرنے والے کی میں قیامت کے دن سفارش کروں گا۔''

۳۹۔ ((وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَمُوتَ بِالْمَدِينَةِ فَلْيَمُتْ بِهَا فَإِنِّي أَشْفَعُ لِمَنْ يَمُوتُ بِهَا .)) ❶

''بروایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ میں موت آنے کی آرزو اور کوشش کے نتیجے میں مدینہ منورہ میں مرنے والا میری شفاعت کا مستحق ہوگا۔''

۴۰۔ ((وَعَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اللّٰهُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِينَةِ ضِعْفَيْ مَا جَعَلْتَ بِمَكَّةَ مِنَ الْبَرَكَةِ .)) ❷

''حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا روایت کی ''یا اللہ! مدینہ میں مکہ سے دوگنی برکت دے۔''

۴۱۔ ((وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اللّٰهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِينَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ .)) ❸

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ''یا اللہ'' مدینہ ہمارے (مکہ سے ہجرت کرنے والوں کے) لیے ویسا ہی محبوب بنا دے جیسے مکہ کی محبت ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔''

۴۲۔ ((وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى سَمَّى الْمَدِينَةَ طَابَةَ .)) ❹

---

❶ رواه احمد والترمذي، وقال هذا حديث حسن صحيح غريب اسناداً.

❷ متفق عليه. ❸ متفق عليه مختصراً.

❹ رواه مسلم.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے ''مدینہ'' کا نام ''طابہ'' فرمایا۔''

٤٣۔ ((وَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ مَا عَلَى الْأَرْضِ بُقْعَةٌ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ يَكُونَ قَبْرِي بِهَا مِنْهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ يَعْنِي الْمَدِينَةَ .)) [1]

''موطا امام مالک رحمہ اللہ کی ایک مرسل روایت ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس سرزمین میں میری قبر ہوگی وہ ساری روئے زمین سے زیادہ مجھ کو پسندیدہ ہے۔''

٤٤۔ ((وَ عَنْ أَبِي هريرة ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْحَاجِّ وَلِمَنِ اسْتَغْفَرَ لَهُ الْحَاجُّ .)) [2]

((قلت: و عن مجالد قال: قال عمر يغفر للحاج ولمن استغفر له الحاج بقية ذى الحجة و المحرم و صفر و عشر من شهر ربيع الاوّل)) [3]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ یا اللہ! ہر حج کرنے والے کو اور جس کے لیے وہ مغفرت کی دعا کرے (دونوں کو) بخش دے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان بھی یہ تھا کہ حج سے مشرف ہونے والا شخص اور جس کے لیے وہ دعائے مغفرت کردے دونوں کے (کم ازکم) تین ماہ کے گناہ معاف فرما دیے جاتے ہیں۔ ذوالحجہ کے بیس دن محرم، صفر اور ربیع الاول کے دس دن''

٤٥۔ ((وَ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رضي الله عنه .وَ وَاثِلَةَ ابْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرْبَعٌ حَقٌّ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى عَوْنُهُمْ اَلْغَازِيْ وَ الْمُتَزَوِّجُ وَ الْمُكَاتِبُ وَ الْحَاجُّ .)) [4]

''حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ اور حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان روایت کیا کہ چار قسم کے لوگوں کی اللہ تعالیٰ ضرور مدد فرماتا ہے (۱) نکاح کرنے والا۔ (۲) مکاتب۔ (۳) غازی اور (۴) حاجی۔''

---

[1] رواه مالك مرسلا.

[2] رواه البيهقى و صححه الحاكم.

[3] رواه ابن أبى شيبه فى مصنفه و راجع اصلة فى الترغيب من رواية أبى هريرة و تخريج ابن خزيمة و غيره.

[4] اخرجه الشيخ محب الدين الطبرى (اورده السيوطى فى الجامع الصغير من رواية سنن ابى هريره رضي الله عنه و احال على مسندالامام احمد و رمز لحسنه.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۶۔ ((وَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ: قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ: يَقُوْلُ: مَا تَرْفَعُ إِبِلُ الْحَاجِّ رَجُلًا وَّلَا تَضَعُ إِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ بِهَا حَسَنَةً وَمَحَا عَنْهُ بِهَا سَيِّئَةً وَ رَفَعَ بِهَا دَرَجَةً۔)) ❶

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، فرماتے تھے ''جن اونٹوں پر حاجی سوار ہوتے ہیں، ان کے ہر قدم اٹھانے اور رکھنے پر ایک نیکی اللہ تعالیٰ لکھ لیتا ہے۔ ایک گناہ پر قلم پھیر دیتا ہے اور ایک درجہ بلند کر دیتا ہے۔''

۴۷۔ ((و عن ابن عباس قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: تَعْجِلُوْا إِلَى الْحَجِّ فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَا يَدْرِيْ مَا يَعْرِضُ لَهٗ۔)) ❷

''بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لوگو! حج کو جلد از جلد ادا کرو، کیا خبر کون سی رکاوٹ پیش آجائے۔''

الاعتصام: ۱۸ر دسمبر ۱۹۷۰ تا ۱۵ جنوری ۱۹۷۱ء

جلد: ۲۲، شمارہ ۱۹ تا ۲۴

❶ رواہ البیہقی وابن حبان فی صحیحہ (الترغیب والترہیب و لفظہ أو محی عنہ سیئۃ او رفع بہا درجۃ).

❷ رواہ ابو القاسم الاصبہانی (الترغیب والترہیب بلفظ روی عن ابن عباس).

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نصوصِ قرآن و حدیث میں تبدیلی، اسلام سے انحراف ہے [1]

زکوۃ کی شرح اور چور کے ہاتھ کاٹنے کے بارے میں یہودیانہ مشورہ؟

حکومت آزاد کشمیر کے ناظم تعلیمات شیخ محمود احمد صاحب نے کچھ عرصہ قبل ایک کالج کے جلسۂ تقسیم اسناد کے موقعہ پر اپنے عہدے سے ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہوئے اپنے خلاف اسلام خیالات کی تبلیغ شروع کر دی اور وہ بھی بڑے نازنخروں سے ..... موصوف نے فرمایا کہ ''حالات وظروف'' کے مطابق قرآن و حدیث کے واضح نصوص میں تبدیلی کر ڈالنے کی بڑی ضرورت ہے، تاکہ ''عوام کی مشکلات'' حل کی جا سکیں۔ ان کی اس تقریر نما تبلیغ سے ملک میں بجا طور پر ہیجان پیدا ہوا اور مختلف ..... خصوصاً آزاد کشمیر کے حلقوں سے صدائے احتجاج بلند کی گئی ..... حسن اتفاق سے موجودہ حکومت آزاد کشمیر نے اس کا اپنے انداز کا نوٹس لیا، اور یہ بات قابل تعریف ہے کہ آزاد کشمیر کے موجودہ حکام نے اس مسئلے میں سرد مہری اور بے اعتنائی نہیں برتی جو ہمارے حکمرانوں کا شیوہ بن چکی ہے۔ چنانچہ حکومت آزاد کشمیر نے ایک سوال نامہ مرتب کر کے مختلف مکاتب فکر کے علماء کی طرف بھیجا، ساتھ ہی وہ تقریر بھی ٹیپ ریکارڈ سے نقل کر کے بھیجی ہے تاکہ مقرر کا پورا نقطۂ نظر اور اس کا پورا سیاق و سباق سامنے رہے، تاکہ حکومت ناظم تعلیمات کے اُٹھائے ہوئے ان مسئلوں میں صحیح شرعی حل سے آگاہ ہو سکے، جن میں ''قطع و برید'' کا مشورہ دیا گیا ہے۔

ان سوالات اور تقریر کی ایک کاپی ہمارے نام بھی موصول ہوئی ہے، بنابریں ہم اپنی گذارشات ''الاعتصام'' کے ذریعہ پیش کرنا چاہتے ہیں، واللہ ولی التوفیق والهدایة۔ مقرر مذکور نے اپنی اس ''تبلیغی تقریر'' میں جو مسائل اُٹھائے ہیں، وہ یہ ہیں:

☆ زکوۃ کی شرح قابل تبدیلی ہے۔

☆ قرآنِ مجید میں چور کی سزا قطع ید کا ایک نیا مفہوم۔

☆ قرآنی احکامات کے مفہوم اور معانی میں تبدیلی کے امکانات ہیں۔

لیکن ہم صرف مذکورہ بالا عنوانات پر بحث کو مرکوز رکھنے کی بجائے پوری تقریر پر نقد و تبصرہ کریں گے، کیونکہ وہ تقریر بجائے خود مغالطوں کا پلندہ ہے۔ اس طرح مذکورہ عنوانوں کی تنقیح بھی ہو جائے گی اور

[1] یہ مضمون ہفت روزہ الاعتصام میں ۱۱ جون ۱۹۷۱ء سے ۲۷ اگست ۱۹۷۱ء تک ۹ اقساط میں ایڈیٹوریل صفحات پر شائع ہوا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مغالطوں کا ازالہ بھی۔

سوچنے کی ایک ضروری بات:

سب سے پہلے یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ قرآن و حدیث کی تصریحات اور منصوص ارشادات میں تغیر و تبدل اور قطع و برید کا مشورہ دینے والے لوگ کون ہیں؟ اُن کا ذہن و مزاج اور مقصد کیا ہے؟ اور ان میں اسلام اور اس کی تعلیمات کے فہم کی استعداد و صلاحیت کتنی ہے؟ جب تک پہلے مرحلے میں ہی یہ طے نہیں کر لیا جائے گا کہ فی الواقع اسلام کے فہم و شعور سے آشنا اور اُسے اپنی زندگیوں میں نافذ کرنے کے داعیہ اور جذبے سے بہرہ ور کون ہے اور کون نہیں؟ اس وقت تک اس بحث کا کوئی فائدہ نہیں۔ یہ نظریاتی زور آزمائی ذہنی عیاشی تو ہو سکتی ہے فی الواقع اسلام کو نافذ کرنے کے جذبے سے سرشار حکومت کی مشینری کا کام نہیں۔

ذرا سوچیے! ہر کہ و مہ شخص اُٹھ کر اسلام کے خلاف جو بھی ہرزہ سرائی کر دے اسے ٹیپ کر کے مختلف علماء کے پاس بھیجتے رہیں کہ فرمایئے! ان صاحب کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے اور ان کے نظریات کس حد تک اسلام کے مطابق ہیں؟ تو آخر آپ کب تک اس بحث و تکرار کو جاری رکھیں گے؟ اور اس طرح وہ موقعہ کب آئے گا کہ ایسے سرپھروں کا خاتمہ ہو اور آپ یکسوئی سے اسلام کو نافذ کر سکیں؟

محترم! یہ طرزِ عمل ہی غلط ہے، اگر آپ اسلام کو نافذ کرنے میں مخلص ہیں تو تقریباً ڈیڑھ ہزار سال سے جو مسائل اُمت محمدیہ میں مسلم اور معمول بہ چلے آرہے ہیں، اُنھیں بغیر کسی بحث و تکرار کے پوری جرأت سے نافذ کر دیجیے۔ یہی ایک واحد راہ ہے جس کے ذریعہ سے آپ اسلام کا نفاذ کر سکتے ہیں، تیرہ سو سال کا عرصہ کوئی معمولی عرصہ نہیں۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ ان تیرہ صدیوں میں انقلابات نہیں آئے؟ حالات و ظروف میں تبدیلیاں نہیں ہوئیں اور نت نئے تقاضوں نے سر نہیں اُبھارا؟ آپ کو سوچنا چاہیے کہ منصوص احکام میں تبدیلی کی ذرا بھی گنجائش ہوتی تو آج تک اسلام کا ہر حکم بدل چکا ہوتا، یا اگر اب اس کی اجازت دے دی گئی تو پورے اسلام کا تیا پانچہ ہو کر رہ جائے گا۔ اسلام اپنی اصلی حالت میں اب تک موجود صرف اسی لیے ہے کہ ایک طرف اس کے منصوص احکام غیر مبدل ہیں، دوسری طرف اس میں اتنی جامعیت ہے کہ منصوص احکام میں تبدیلی کیے بغیر وہ ہر دور کے تقاضوں سے عہد برآ ہو سکتا ہے۔

نصوص قرآن و حدیث کی یہی وہ ہمہ گیر وسعت ہے جو اس کو دوسرے مذاہب سے ممتاز کرتی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ اسلامی احکام میں تشکیک پیدا کرنے والے اور اس میں قطع و برید کا مشورہ دینے والے اسلام کے خیر خواہ نہیں، اس کے دُشمن ہیں، وہ اس کے روئے آبدار کو مسخ کر دینا چاہتے ہیں، اور اس کی جامعیت و ہمہ گیریت کو ختم کر کے درحقیقت اس کو اپنے نفسانی تقاضوں کے مطابق ڈھالنا چاہتے ہیں۔ کیا ایسے لوگوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مشوروں کو اہمیت دینا اسلام کے ہمدردوں کا کام ہے؟

متجددین کا حدود اربعہ:

بنابریں یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ ان متشککین کا دماغ کسی صالح اور اسلامی معاشرے کی قیادت کا اہل نہیں۔ ان کا دماغ تو ایک کباڑ خانہ ہے جس میں اشتراکیت کے فرسودہ فارمولے بھی ہیں، انکارِ حدیث کے جراثیم بھی ہیں، تجدد کے شکستہ پیمانے بھی ہیں اور ان سب پر مستزاد اسلامی احکام سے ناواقفیت کے باوجود زعم ہمہ دانی۔ ان کا ذہن کبھی اشتراکی ڈگر پر سوچتا ہے، کبھی مغربی افکار ان کے رہنما ہوتے ہیں اور کبھی ہمہ دانی کے زعم میں بڑبڑانے لگتے ہیں ...... بقولِ اقبالؒ ان کے تو دماغ میں تنوانہ ہے ...... نکتۂ توحید ان کی سمجھ میں کس طرح آ سکتا ہے؟ آپ دیکھیں گے کہ بیک وقت ان صاحب کے دماغ میں بھی ساری چیزیں موجود ہیں، جس کی وجہ سے ان کا دماغ فکری انتشار کی آماجگاہ بنا ہوا ہے۔

ا۔ روٹی، کپڑا اور مکان:

ان تمہیدی گذارشات کے بعد اب ہم اصل نقد شروع کرتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ ایسے حضرات کی ساری کاوشوں کی تان صرف ''پیٹ'' پر آ کر ٹوٹتی ہے، جیسا کہ اسلامی نظام کے سلسلے میں یہ صاحب بھی فرماتے ہیں کہ ''اگر ہم صرف تین آیات قرآنی پر فی الحال عمل کرنا شروع کر دیں تو ہمارے مسائل طے ہو جاتے ہیں۔'' اس کے بعد فرماتے ہیں:

> ''سب سے پہلا مسئلہ جسے نعرے کی زبان میں روٹی، کپڑا اور مکان کہا گیا ہے اور جسے عملی زبان میں روزگار کہتے ہیں، وہ سب سے پہلا مسئلہ ہے اور اس کا جواب ہمیں ملنا چاہیے۔''

اس کے بعد مقرر مذکور نے سود کی شناعت وقباحت بیان کرتے ہوئے بیروزگاری کی اصل وجہ سودی نظام کو قرار دیا ہے۔ یعنی سود کی قباحت صرف اس لیے ہے کہ وہ روزگار کے آڑے آتا ہے، حالانکہ اسلام نے جو سود کی حرمت میں سخت رویہ اختیار کیا ہے، اور متعلقات سود پر اس نے اتنی کڑی نظر رکھی ہے اس کی وجوہ بہت اونچی اور رُوحانی ہیں۔ صرف روزگار کے مسئلے کو اسکا محور قرار دینا، اس مادی ذہن کی غمازی کرتا ہے جو اشتراکیت اور مغربی نظریات کا پیدا کردہ ہے۔ ''روزگار'' کا مسئلہ اپنی جگہ اہم ہے، اسلام اس سے ہرگز صرف نظر نہیں کرتا۔ تاہم اسلام میں اس کی وہ حیثیت بھی نہیں جو حیثیت آج کل اسے معلوم وجوہ کی بنا پر دے دی گئی ہے۔ مادی واشتراکی ذہن نے ''پیٹ'' کے مسئلے کو ہی سب کچھ بنا دیا ہے اور اسی بنیاد پر پورے نظام زندگی کا نفاذ کرتا ہے۔ جب کہ اسلام کے نزدیک یہ مسائل حیات کا ایک جزء ہے، کلی مسئلہ حیات نہیں۔ وہ اسے مجرد معاشی نقطہ نظر سے حل نہیں کرتا بلکہ وہ ایمان واخلاق کے حوالہ سے اس کی درستگی کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قائل ہے، اس لیے اسلام کی نظر میں سرفہرست معاش کا مسئلہ نہیں، ایمان و اخلاق کی پختگی و درستگی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ افراد معاشرہ اگر ایمان سے بہرہ ور اور اخلاقی اوصاف سے متصف ہوں گے، تو وہاں مسئلہ معاش ازخود آسان اور فطری طریقے سے حل ہو جائے گا۔ اگر افراد معاشرہ ایمان و اخلاق سے بے بہرہ ہوں گے تو کبھی بھی یہ مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی دعوت کا آغاز روٹی، کپڑا اور مکان کے نعرے سے نہیں کیا، حالانکہ امیر و غریب میں تفاوت اور معاشی ناہمواری اس دور میں بھی بدترین شکل میں موجود تھی، بلکہ آپ ﷺ نے اپنی دعوت کا آغاز شرک کی واشگاف تردید اور توحید الوہیت کی تبلیغ سے کیا۔ عقیدے کی پختگی اور درستگی کے بعد آپ ﷺ نے تزکیہ نفس اور تطہیر اخلاق پر زور دیا اور دنیا نے دیکھ لیا کہ عقیدہ و اخلاق کی درستگی نے ''پیٹ کے مسئلہ'' کو پیدا ہی نہیں ہونے دیا، ازخود اس کے حل کی راہیں نکل آئیں۔ بنابریں آج بھی ہمارے معاشرے کا سب سے اہم مسئلہ روزگار کا مسئلہ نہیں، جس طرح کہ مقرر مذکور جیسے لوگوں کا خیال ہے، بلکہ اصل ضرورت ایمان و اخلاق کے درست کرنے کی ہے اور اسی پر معاش کی درستگی کا انحصار ہے۔ ایمان و اخلاق کی تصحیح کے بغیر مجرد معاشی اصلاح کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔

۲۔ دولت کی ناہموار تقسیم:

دوسرا...... مقرر مذکور کی نظر میں دولت کی ناہموار تقسیم ہے۔

اس میں بھی اولاً وہی مادی ذہن کارفرما ہے، جس کی نشان دہی ہم نے کی ہے۔ ثانیاً مقرر کا ذہن عجیب انتشار فکری کا شکار ہے، ایک طرف وہ اشتراکی نظریات کی زلف گرہ گیر کے اسیر ہیں۔ دوسری طرف وہ پرویزی ذہن یعنی انکار حدیث میں کھلم کھلا مبتلا ہیں۔ چنانچہ اسی معجون مرکب ذہن کی پرفریب تکنیک اور مغالطہ انگیز استدلال سے کام لیتے ہوئے انھوں نے جو کچھ فرمایا ہے اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

قرآن میں ہے:

﴿يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ﴾

''اے رسول یہ تم سے پوچھتے ہیں کہ ہم کیا خرچ کریں اللہ کی راہ میں، تم انھیں کہہ دو جو تمھاری ضرورت سے فاضل ہے وہ خرچ کرو۔''

''زکوٰۃ کا حکم قرآن میں بیسیوں جگہ موجود ہے، شرح زکوٰۃ کہیں بیان نہیں ہوئی، کیونکہ شرح زکوٰۃ متبدل چیز ہے، حضور نے اپنے زمانے میں اپنے ماحول کے مطابق کچھ شرحیں معین فرمائیں، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے میں گھوڑوں پر زکوٰۃ کی شرح عائد کی جو حضور نے عائد نہیں کی۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیت قُلِ الْعَفْو سے غلط استدلال:

یہاں سب سے پہلے یہ تضاد قابل غور ہے کہ مقرر ایک طرف اس آیت کہ مدار استدلال بناتے ہوئے کہتے ہیں کہ ضرورت سے زائد جو کچھ ہے وہ بطور زکوۃ حکومت وصول کر سکتی ہے، دوسری طرف وہ شرح زکوۃ، گو غیر متبدل نہ سہی، کے بھی قائل ہیں۔ حالانکہ یہ بات واضح ہے کہ اگر آیت کا مفہوم یہ ہے کہ ضرورت سے زائد سب زکوۃ میں وصول کر لیا جائے تو ہر دور میں شرح زکوۃ کے تعین کی ضرورت ہی کیا ہے؟ زائد از ''ضرورت'' ہی شرح زکوۃ ہے، اس سے واضح ہے کہ مقرر موصوف کا ذہن علم وفکر اور استدلال کی باریکیوں سے نا آشنا ہے، انھوں نے محض اشتراکیوں کی طرح چلتے ہوئے نعرے کے طور پر اس آیت کو بیان کر دیا ہے اور بس، نہ وہ اس کا صحیح مفہوم سمجھتے ہیں نہ انھیں یہ معلوم ہے کہ میں جس ضمن میں اسے ذکر کر رہا ہوں وہاں وہ مفید بھی ہے یا نہیں، پھر موصوف نے آیت کا ترجمہ بھی صحیح نہیں کیا اور اس میں یہ خط کشیدہ الفاظ...... اللہ کی راہ میں...... اضافہ شدہ ہیں۔

آیت کا صحیح مفہوم:

اس آیت کی تفسیر وتشریح میں مفسرین کے درمیان اگرچہ اختلاف ہے لیکن مآل سب کا ایک ہے، دوسرے کسی مفسر نے اس سے وہ مطلب اخذ نہیں کیا جو مقرر جیسے خام مطالعہ حضرات کر رہے ہیں۔

اس آیت کے متعلق بعض مفسرین کا خیال ہے کہ ابتدائے اسلام میں جبکہ نصاب زکوۃ کی تعیین نہیں ہوئی تھی، اس وقت یہ حکم دیا گیا تھا جو بعد میں نصاب زکوۃ کی تعیین کے ساتھ منسوخ ہو گیا۔

بعض کا خیال ہے کہ آیت مجمل ہے جس کی تفسیر وتوضیح نبی اکرم ﷺ نے نصابِ زکوۃ بیان کر کے فرما دی، اس طرح یہ آیت نہ منسوخ ہے نہ اس کا تعلق خارج از زکوۃ سے ہے۔

بعض مفسرین کے نزدیک سرے سے اس کا تعلق زکوۃ سے ہے ہی نہیں، صدقات نافلہ سے اس کا تعلق ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ زائد از ضرورت مال میں سے جو نقدی بآسانی خرچ کر سکتا ہو، اسے انسانیت کی فلاح وبہبود پر صرف کرنا چاہیے۔

ان میں سے جو مطلب بھی لیا جائے، یہ بہرحال واضح ہے کہ اس سے وہ مفہوم کسی طرح بھی اخذ نہیں کیا جا سکتا جو ایسے لوگ کشید کر رہے ہیں اور کسی بھی مفسر اور فقیہہ نے اس آیت کو اس کی دلیل نہیں بنایا کہ ''شرح زکوۃ متبدل چیز ہے'' بلکہ سب نے بالواسطہ شرحِ زکوۃ کو بایں طور غیر متبدل تسلیم کیا ہے کہ آیت کا تعلق یا تو ابتدائے اسلام سے تھا، یا یہ ایک مجمل چیز تھی جس کی توضیح حضور ﷺ نے فرما دی یا اس کا تعلق ہی زکوۃ سے نہیں، نفلی صدقات سے ہے۔ علاوہ ازیں پوری اُمت کا تعامل اس آیت سے وہ مفہوم اخذ کرنے میں مانع

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے جو مقرر مذکور نے کیا ہے۔

ایک نہایت غلط استدلال:

پھر یہ کہنا کہ قرآنِ مجید میں شرح زکوٰۃ کا چونکہ ذکر نہیں اس لیے زکوٰۃ تو غیر متبدل ہے۔ اور اس کی شرح ''حالات وظروف'' کے مطابق بدل سکتی ہے۔'' نہایت عجیب ''نظریہ'' ہے، جو اسلام کی پوری چودہ صدیوں میں کسی کو نہیں سوجھا۔ مقرر کا ہمیں شکر گذار ہونا چاہیے کہ اس نے اپنا پرویزی ذہن بالکل کھول کر سامنے رکھ دیا ہے۔ پرویز صاحب حدیث رسول ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی وحی نہیں مانتے، نہ اس کو دلیل شرعی سمجھتے ہیں، یہ اپچ انہی کی ہے مگر جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے وہ حدیث شریف کو اجماعاً حجت شرعی سمجھتے ہیں۔ بنابریں جب حدیث پاک میں شرح زکوٰۃ کو کھول کر بیان کر دیا گیا ہے تو وہ بھی بالکل اسی طرح غیر متبدل ہے جس طرح قرآنی احکام غیر متبدل ہیں۔ شرح زکوٰۃ کو محض اس وجہ سے متبدل اور تغیر پذیر قرار دینا کہ وہ قرآن میں مذکور نہیں اور حدیث رسول ﷺ سے صرف نظر کر لیا جائے تو اس طرح سارا مذہب اسلام ہی ختم ہو کر رہ جاتا ہے۔ حج کا قرآن میں حکم ہے، لیکن اس کے ارکان ومناسک اور دیگر تفصیلات کا ذکر اس میں نہیں۔ کیا اس سے یہ استدلال صحیح ہوگا کہ حج کی موجودہ صورت جو چودہ صدیوں سے متوارث چلی آرہی ہے، متبدل چیز ہے، اس لیے کہ قرآن میں یہ تفصیلات مذکور نہیں اور یہ اُمت کی غلطی ہے کہ اس نے اسے مخصوص ہیئت وارکان کے ساتھ غیر متبدل بنا دیا ہے۔

اقامت صلوٰۃ کا حکم قرآن میں ہے، لیکن اس کی تفصیلات قرآن میں نہیں ملتیں، کیا اس سے یہ استدلال صحیح ہوگا کہ نماز کی تعداد، رکعات کی تعداد اور ان کے ارکان وہیئات، وضو، قراءت، رکوع، سجود، قومہ، تشہد وغیرہ یہ سب چونکہ حالات وظروف کے مطابق بدلنے والے ہیں اس لیے کہ قرآن نے ان کا ذکر نہیں کیا اور یہ اُمت کی غلطی ہے کہ اس نے اس کی تعداد اور مخصوص ہیئت کو غیر متبدل بنا دیا ہے۔ روزہ کا حکم قرآن میں ہے لیکن اس کی بہت سی ان تفصیلات کا ذکر قرآن میں نہیں ہے جو اُمت میں متوارث چلی آرہی ہیں۔ کیا یہاں یہ کہنا صحیح ہوگا کہ یہ سب متبدل چیزیں تھیں جنھیں خواہ مخواہ غیر متبدل بنا دیا گیا ہے، الغرض اگر رسول ﷺ کی اُس تبیین وتشریح کو ہم نظر انداز کر دیں جو قرآنِ مجید کی رو سے رسول کا منصب تھا جس کی بناء پر اس رسول نے قرآن کے مجملات کو واضح کیا۔ اس کے مقید کو مطلق اور مطلق کو مقید فرمایا اور قرآن کی تفسیر وتشریح کی:

﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ۝﴾ [النحل: ٤٤]

''اور ہم نے آپ کی طرف ذکر (کتاب) نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے واسطے وہ چیز کھول کھول کر بیان کریں جو ان کی طرف نازل کی گئی ہے اور تاکہ وہ غور وفکر کریں۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر اس طرح مذہب کا سارا ڈھانچہ ہی ختم ہو کر رہ جائے گا۔ اس کی ہیئت ہی بدل جائے گی اور پوری اُمت مسلمہ جاہل و احمق قرار پائے گی، جسے چودہ سو سال تک اصل حقیقت کا ہی پتا نہیں چلا اور آج تک متبدل احکام کو غیر متبدل سمجھتی چلی آ رہی ہے۔ آخر سوچیے! اس قماش کے لوگ کہتے کیا ہیں، اس کے نتائج کیا ہیں اور وہ کسی درجہ میں بھی درخورِ اعتناء ہیں؟ ﴿مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ﴾

زکوٰۃ شرعاً عبادت ہے، ٹیکس نہیں!

دراصل ایسے لوگ زکوٰۃ کی شرعی حیثیت میں غلط فہمی یا مغالطہ کا شکار ہیں، وہ اس کو ایک قسم کا ٹیکس سمجھتے ہیں جس میں حکومت وقت کو اپنی ضروریات اور حالات وظروف کے مطابق کمی بیشی کا حق ہوتا ہے، حالانکہ زکوٰۃ ٹیکس نہیں، عبادت ہے۔ اس لیے اس مسئلے کو سمجھنے کے لیے زکوٰۃ کی تعبدی شان کا سمجھنا ضروری ہے۔ بنابریں یہاں مختصراً اس کی عباداتی شان کی وضاحت کے لیے چند نقاط پیش کیے جاتے ہیں:

- جن پانچ ارکان پر اسلام کی بنیاد رکھی گئی ہے: ((بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ .)) ان میں کلمہ توحید کے بعد حج، نماز، روزہ اور زکوٰۃ ہے اور ان چاروں ارکان کی شرعی حیثیت عبادت کی ہے، ان میں کسی قسم کی تفریق نہیں کی جا سکتی۔
- قرآن میں بیشتر مقامات پر نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا بھی ذکر ہے، قرآن بار بار أَقِيمُوا الصَّلٰوةَ کے ساتھ وَآتُوا الزَّكٰوةَ کی بھی تلقین کرتا ہے، جس سے صاف واضح ہے کہ اس کی نظر میں زکوٰۃ بھی اسی طرح عبادت ہے جس طرح نماز ہے۔
- خلافت صدیقی میں صحابہ کرام کا سب سے پہلا اجماع منکرین زکوٰۃ کے ارتداد اور واجب القتل ہونے پر ہوا اور ان سے کافروں کی طرح جنگ کی گئی، ان کے مردوں کو قتل اور عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا گیا۔ اگر زکوٰۃ کی حیثیت ٹیکس کی ہوتی، تو ٹیکس کے انکار سے کوئی مسلمان کافر اور واجب القتل نہیں ہوتا۔ درآں حالیکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان مانعین زکوٰۃ کو باجماع مرتد قرار دیا اور ان سے جنگ کی۔
- زکوٰۃ صرف مسلمانوں پر فرض ہے، اسلامی قلمرو میں بسنے والے کافروں پر نہیں۔ حالانکہ اگر یہ ٹیکس ہوتا تو بلا تفریق مسلم و کافر اسلامی قلمرو میں بسنے والے ہر شخص پر یہ عائد ہوتا نہ کہ صرف مسلمانوں پر۔
- قرآن نے زکوٰۃ کی وہ مدات بھی بیان کر دی ہیں جہاں زکوٰۃ صرف کی جائے گی اور وہ آٹھ صارف ہیں، ان کے علاوہ کسی جگہ زکوٰۃ خرچ نہیں کی جا سکتی اور کسی حکومت کو بھی حتیٰ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس میں تبدیلی کا مجاز نہیں قرار دیا گیا۔ حالانکہ اگر یہ ٹیکس ہوتا تو اس کے مصارف متعین نہ ہوتے، ہر حکومت کو حق حاصل ہوتا کہ وہ اپنی صوابدید اور ضروریات کے مطابق جس طرح چاہے خرچ کرے،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس طرح عموماً ٹیکسوں میں ہوتا ہے۔

- علاوہ ازیں زکوٰۃ کے لیے جو شرعی الفاظ مستعمل ہیں وہ بجائے خود اس کی عبادتی شان کے مظہر ہیں۔ زکوٰۃ تزکیہ سے ماخوذ ہے، جس کا مطلب ہے کہ زکوٰۃ، زکوٰۃ ادا کرنے والے کے نفس اور مال کی تطہیر کا سبب ہے، جس طرح کہ قرآن و حدیث میں اس کی صراحت آ گئی ہے، اس کے لیے دوسرا لفظ صدقہ ہے جو بکثرت زکوٰۃ کے لیے استعمال کیا گیا ہے:

﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا﴾

''اے نبی! آپ ان کے مالوں سے صدقہ لے کر ان کے مالوں کو پاک اور ان کے نفوس کا تزکیہ کر دیں۔'' (التوبہ)

ظاہر ہے کہ صدقہ اسی کو کہتے ہیں جو محض اللہ کے لیے اجر و ثواب کی نیت سے ادا کیا جائے، اور یہ اجر و ثواب کی نیت ہی اس کے عبادت ہونے پر سب سے بڑی دلیل ہے۔ ٹیکس کو نہ کسی نے کبھی صدقہ سے تعبیر کیا ہے نہ اس کی ادائیگی میں اجر و ثواب کی نیت ہوتی ہے۔

- پھر یہ بات بھی نہیں کہ ٹیکس کے لیے عربی زبان میں کوئی لفظ نہ آتا ہو اور الفاظ کی تنگ دامانی کی وجہ سے ٹیکس کو ہی زکوٰۃ سے تعبیر کر دیا گیا ہو، بلکہ ٹیکس کے لیے عربی میں عام طور پر ضریبۃ (جمع ضرائب) بولا جاتا ہے۔ اس سے اجتناب ہی اس بات کی دلیل ہے کہ ٹیکس (ضریبۃ) اور ہے اور زکوٰۃ اور۔

بہر حال مذکورہ امور سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ زکوٰۃ اسی طرح ایک عبادت ہے۔ جس طرح روزہ، حج، نماز اور دیگر عبادات ہیں اور جس طرح دوسری عبادات کی ہیئت (کیفیت و کمیت) میں تبدیلی کا کوئی مجاز نہیں، اسی طرح شرحِ زکوٰۃ میں بھی کمی بیشی کا کسی کو اختیار حاصل نہیں ہے۔ پھر ان سب سے بڑھ کر اُمت کا اجماع ہے۔ چودہ سو سال سے اُمت مسلمہ زکوٰۃ ادا کرتی آ رہی ہے۔ بڑے بڑے انقلاب آئے، حکومتیں بدلیں، حکمراں بدلے، حالات و ظروف میں تبدیلیاں آتی رہیں لیکن تغیر حالات سے کسی نے یہ استدلال نہیں کیا کہ زکوٰۃ کی شرح میں تبدیلی کر دی جائے۔ حالات صرف آج ہی نہیں بدلے، یہ تو بدلتے ہی آئے ہیں، لیکن ان کے ساتھ ساتھ اگر اسلامی احکام کے بھی بدلنے کی اجازت ہوتی جس طرح آج کل متجددین کی سعی و خواہش ہے تو مذہب اسلام میں وہ تبدیلیاں کبھی کی رونما ہو چکی ہوتیں، جن کے لیے آج یہ متفکرین و متجددین پیچ و تاب کھا رہے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور گھوڑوں کی زکوٰۃ کا مسئلہ:

مقرر موصوف نے سلسلۂ ''استدلال'' میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا کہ اُنھوں نے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

2

''اپنے زمانے میں گھوڑوں پر زکوٰۃ کی شرح عائد کی جو حضور نے نہیں عائد کی، مالِ تجارت پر زکوٰۃ لگائی جو حضور نے نہیں لگائی، جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سمجھتے تھے کہ زکوٰۃ جو ہے (؟) اس کی شرح ایک متبدل چیز ہے اور (؟) اگر حضور کے زمانے میں ایک چیز کی ضرورت نہیں تھی، آج اس چیز کی ضرورت ہے تو اب اس کو کرلینا چاہیے۔''

گذارش یہ ہے کہ ''علم وفکر'' کے اس نادر نمونہ کا سارا صغریٰ کبریٰ خلاف واقعہ ہے، جو ناواقفیت پر مبنی ہے۔ اصل یہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف ارشاد فرمایا ہے کہ گھوڑے میں زکوٰۃ ہے ہی نہیں۔

((لَيْسَ عَلَى المسلم صدقة في عبده ولا في فرسه۔ متفق عليه عن ابي هريرة .)) ❶

یعنی ''گھوڑے پر کوئی زکوٰۃ نہیں۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے:

((قد عفوت عن الخيل والرقيق .)) [الحديث]

''گھوڑے اور غلاموں پر میں نے زکوٰۃ عائد نہیں کی ہے۔'' ❷

اسی بناء پر صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین اور آئمہ مجتہدین رحمہ اللہ علیہ کی اکثریت ...... امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام بخاری، امام ابوعبید، حافظ ابن حزم۔ یہاں تک کہ امام ابویوسف اور امام محمد وغیرہ محققین حنفیہ ...... کے نزدیک بھی گھوڑوں پر (جبکہ وہ تجارت کے لیے نہ ہوں) کوئی زکوٰۃ نہیں۔ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہی مذہب تھا جیسا کہ مؤطا امام مالک رحمہ اللہ علیہ میں ہے کہ اہل شام نے (زکوٰۃ کی ادائیگی کے شوق میں) حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ ہم سے گھوڑوں اور غلاموں کی بھی زکوٰۃ وصول کرلیا کریں۔ اُنھوں نے انکار کردیا۔ تاہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں یہ معاملہ لکھ بھیجا، اُنھوں نے بھی انکار فرمادیا (یہ پوری روایت مع عربی متن کے آگے آرہی ہے)۔

ظاہر ہے کہ دونوں بزرگ صحابیوں نے اسی لیے انکار فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں پر زکوٰۃ عاید نہیں فرمائی تھی، جیسا کہ خود اہل شام کے اس واقعہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے، جس سے مقرر نے اپنے استدلال کا تانا بانا بنا ہے، جس کی تفصیل بھی آگے آرہی ہے۔ اُس وقت اہل شام کے جواب میں آپ نے یہی فرمایا...... ما فعله صاحباى قبلى . ❸

---

❶ مشكوٰة. ❸ اخرجه ابو داؤد وغيره واسناده حسن۔ فتح البارى، ص: ٤٠، ج: ٢، طبع دهلى.

❷ سنن دار قطنى، ص: ٢١٤.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

هذا شيء لم يفعله اللذان كانا قبلي . ❶

''اہل شام نے جب اس شوق کا اظہار کیا کہ ہمارے گھوڑوں وغیرہ پر آپ زکوۃ عائد کر دیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''یہ ایسا کام ہے جو مجھ سے پہلے میرے پیشرووں (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) نے نہیں کیا ہے۔''

شام کے واقعہ کی حقیقت:

آج کل کے بعض لوگ اہل شام کے ایک واقعہ کو خوب اچھال رہے ہیں اور اس پر اپنی ترقی پسندی کا محل تعمیر کر رہے ہیں، اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ لگے ہاتھوں سنداً و متناً اس واقعہ کی حقیقت واضح کر دی جائے۔

اوّلاً: اپنی اس تفصیل کے ساتھ جو پیش کی جا رہی ہے اس روایت کی صحت بدو وجہ مشکوک ہے۔ ایک تو اس لیے کہ اس کی سند میں ایک راوی 'ابو اسحاق (عمرو بن عبداللہ) سبیعی ہے، جو تیسرے درجے کا مدلس ہے، جس کی روایت عند المحدثین اس وقت تک قابل حجت نہیں جب تک وہ سماع و تحدیث کی صراحت نہ کرے۔ اس روایت میں چونکہ ابو اسحق، حارثہ بن مقرب سے عن کے ساتھ روایت کرتا ہے، لہٰذا قابل قبول نہیں۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: ((منهم من اكثر من التدليس فلم يحتج الائمة من احاديثهم إلا بما صرّحوا فيه بالسماع .)) ❷

یعنی ''طبقہ ثالثہ کے مدلس راوی کثرت سے تدلیس کے عادی ہیں، پس ائمہ حدیث ان کی ان احادیث کو جن میں وہ سماع کی صراحت نہ کریں، قابل حجت نہیں مانتے۔''

دوسری وجہ یہ ہے کہ تفصیلات میں یہ روایت مضطرب ہے۔ کسی میں اصحاب واقعہ اہل مصر کو بتایا گیا ہے۔ ❸

کسی میں اہل شام ہیں۔ پھر کسی جگہ ہے کہ حج کے موقعہ پر اہل شام نے پوچھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مشورہ فرمایا۔ کسی میں ہے کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے لکھنے پر یہ سب کچھ ہوا اور ایسی روایت قابل حجت نہیں ہوتی۔

روایت کا متن:

یہ تو ہوئی تفصیلی روایت کی سندی حیثیت۔ پھر اس کے متن کے الفاظ سامنے رکھے جائیں تو ان سے حقیقت حال مزید واضح ہو جاتی ہے اور ان حضرات کا وہ استدلال غلو قرار پاتا ہے جس پر اتنا زور دیا جاتا ہے۔

''حارثہ بن مضرب بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج میں شریک تھا، آپ کی خدمت میں شام کے کچھ معززین آئے اور عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین! ہمارے پاس بہت

❶ شرح معاني الآثار، ص: ۳۱۰، ج: ۱. ❷ طبقات المدلسين ص: ۲، طبع مصر. ❸ سنن دار قطني.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے گھوڑے، دوسرے جانور اور غلام وغیرہ ہیں۔ آپ ان کا صدقہ لے کر ہم کو پاک کر دیجئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھ سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تو گھوڑے اور غلام پر کوئی ''صدقہ'' نہیں لیا، اچھا ذرا ٹھہرو! میں اہل رائے مسلمانوں سے مشورہ کرلوں، چنانچہ آپ نے ممتاز صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا تو سب نے اہل شام کی درخواست قبول کر لینے کی رائے دی، مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ اب تک خاموش تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کی رائے معلوم کی تو اُنھوں بھی عام صحابہ کی تائید کی مگر اس شرط کے ساتھ ان لم یکن امرا واجباً ولا جزیۃ راتبۃ یؤخذون بھا. اس کو (نہ اُن پر (شرعاً) فرض قرار دیا جائے، نہ اس کو ہمیشہ کے لیے ان پر لازم کر دیا جائے کہ اُس کی وصولی ضروری ہو۔ چنانچہ اس کے بعد عام گھوڑوں پر دس درہم سالانہ، ہجین گھوڑوں پر آٹھ اور برذون وغیرہ پر پانچ درہم سالانہ صدقہ تجویز کیا گیا۔''[1]

اس میں اوّلاً قابل غور پہلو یہ ہے کہ گھوڑوں میں ''صدقہ'' دینے کی خواہش خود اُن لوگوں کی طرف سے ہوئی جن کے پاس گھوڑے وغیرہ تھے۔ ورنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو انکار کر دیا تھا گویا کوئی سیاسی وحکومتی مصلحت وغرض اس کی مقتضی نہیں ہوئی۔

ثانیاً: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سلسلے میں صحابہ کرام سے مشورہ کیا، از خود فیصلہ کرنے سے احتراز فرمایا۔ ظاہر ہے کہ یہ طرزِ عمل اس شخص کا نہیں ہوسکتا جو اپنے آپ کو احکامِ شرعیہ میں تغیر وتبدل کا مجاز سمجھتا ہو۔

ثالثاً: تاہم یہ نہیں ہوا کہ ہمیشہ کے لیے گھوڑوں پر صدقہ عائد کر دیا جائے، بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق یہ قرار پایا کہ اسے اس طرح امر واجب یا ''جزیۃ راتبہ'' نہ بنایا جائے کہ ہمیشہ کے لیے اس کی ادائیگی لازمی سمجھی جائے، گویا اسے صرف شائقین کو اپنا شوقِ حصولِ ثواب پورا کرنے سے زیادہ حیثیت نہیں دی گئی۔

رابعاً: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق اسے ''نفلی صدقہ'' قرار دیا گیا تھا، لہٰذا یہ زکوۃ کی شرح میں کوئی نیا اضافہ ہرگز نہیں۔

گھوڑوں پر عائد شدہ صدقہ کی اصل حیثیت:

ہم نے ابھی اوپر ذکر کیا ہے کہ گھوڑوں میں صدقہ از قبیل زکوۃ نہیں، بلکہ نفلی صدقہ کے طور پر تھا جو نہ فرض تھا اور نہ عدم ادائیگی کی صورت میں جبری وصولی کی جاتی تھی، اس سلسلے میں مزید تفصیل ملاحظہ ہو۔

مؤطا امام مالک کی ایک روایت ہے، جس کا کچھ حصہ ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں اس پر کافی روشنی پڑتی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

[1] شرح معاني الآثار ج: ١، ص: ٣١٠۔ ٣٣١۔ طبع دهلي.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((ان اهل الشام قالوا لابی عبیدة بن الجراح خذ من خیلنا ورقیقنا صدقة فأبی ثم کتب الیٰ عمر بن الخطاب فأبی عمر، ثم کلموه ایضاً فکتب الیٰ عمر فکتب الیه عمر ان احبوا فخذها منهم واردُدها علیهم وارزق رقیقهم .)) ❶

''اہل شام نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ ہمارے گھوڑوں اور غلاموں میں زکوٰۃ (صدقہ) لیں، اُنھوں نے انکار کر دیا۔ پھر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بارے میں لکھا تو اُنھوں نے بھی انکار کر دیا۔ اہل شام نے دوبارہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں گفتگو کی تو اُنہوں نے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھا، اس کے جواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لکھا ''اگر وہ دینا پسند کرتے ہیں تو ان سے لے لو، اور انہی کے فقراء اور غلاموں پر اسے واپس لوٹا دو۔''

اس میں بھی یہ بات واضح ہے کہ پہلے تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ دونوں نے بالکل انکار کر دیا، پھر ان کے اصرارِ شوق پر آمادہ ہوئے بھی تو بطورِ زکوٰۃ فرض قرار نہیں دیا بلکہ فرمایا ''اگر وہ دینے کا شوق رکھتے ہیں تو لے لو۔'' اس سے ظاہر ہے کہ یہ ان کی صوابدید پر ہے، اگر ان میں سے کوئی نہ دینا چاہے تو اس سے امرِ واجب کی طرح وصولی ضروری نہیں۔ علاوہ ازیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے بھی کہ ''انہی کے فقراء اور غلاموں پر اسے تقسیم کر دو۔'' یہی مترشح ہوتا ہے کہ اُنھوں نے اسے نفلی صدقہ سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں دی۔ چنانچہ قاضی ابوالولید باجی مالکیؒ اس روایت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

((فکتب عمر الیه خذ منهم ان احبوا یرید ان هذا تطوع منهم، ومن تطوع بشيء اخذ منه سواء کان مما تجب فیه الصدقة او من غیره .)) ❷

''یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے کہ ''اگر وہ دینا ہی پسند کرتے ہیں تو لے لو۔'' معلوم ہوتا ہے کہ اس سے ان کا ارادہ نفلی صدقہ (دل کی خوشی سے) کا تھا، اور جو شخص اس طرح از خود دل کی خوشی سے کچھ دینا چاہے تو لے لینا چاہیے۔ چاہے اس میں زکوٰۃ واجب ہو یا نہ ہو۔''

حافظ ابن حزم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((وقد صح ان عمرؓ انما اخذها علیٰ انها صدقة تطوع منهم لا واجبة .)) ❸

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے جو کچھ لیا نفلی صدقہ کی حیثیت سے لیا فرض و واجب سمجھ کر نہیں۔''

---

❶ موطا امام مالك، باب ماجاء فی صدقة الرقیق والخیل والعسل.

❷ المنتقیٰ شرح المؤطا، ص: ۷۲، ج: ۲ طبع السعادة مصر.

❸ المحلی، ص: ۲۸۸، ج: ۵.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام طحاوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ حارثہ بن مضرب کی روایت ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

((فدل هذا الحديث على ان ما اخذ منهم عمر من اجله ما كان اخذ منهم في ذلك انه لم يكن زكوٰة ولكنها صدقة غير زكوٰة .))

''یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے جو کچھ لیا، وہ زکوٰۃ نہیں تھی بلکہ وہ زکوٰۃ کے علاوہ ایک عام صدقہ تھا۔''

آگے وہ الفاظ روایت سے استدلال کرتے ہوئے اپنی رائے کو مؤکد کرتے ہیں، پھر آخر میں لکھتے ہیں:

((ان عمر انما كان اخذ منهم بسؤالهم اياه ان ياخذه منهم فيصرفه في الصدقات وان لهم منع ذلك منه متى احبوا ثم سلك عمر بالعبيد ايضًا في ذلك مسلك الخيل ولم يكن ذلك بدليل على ان العبيد الذين لغير التجارة يجب فيه صدقة وانما كان ذلك على التبرع من مواليهم باعطاء ذلك .)) ❶

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے جو کچھ لیا تو خود ان کی اس خواہش پر لیا کہ ان سے یہ لے کر مصرفِ صدقات پر لگا دیا جائے، اور انھیں اس بات کا حق تھا کہ وہ جب چاہیں اس کا دینا بند کر دیں، پھر غلاموں کے بارے میں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گھوڑوں والا مسلک اختیار کیا۔ اب ظاہر ہے کہ یہ اس بات کی دلیل نہیں ہوگی کہ غیر تجارتی غلاموں میں بھی زکوٰۃ ہوگی، کیونکہ یہ تو از خود ان کے مالکوں نے اپنی مرضی اور دل کی خوشی سے دینا قبول کیا تھا۔''

امام ابن قدامۃ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی پانچ دلائل اس امر میں بیان کیے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے ہوئے اس صدقہ کی حیثیت نفلی تھی، اہلِ علم مراجعت فرما سکتے ہیں۔ ❷

ان تصریحات سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ کی شرح میں کوئی نیا اضافہ نہیں کیا۔ گھوڑوں میں صدقہ لینے کی وجہ یہ نہ تھی کہ وہ شرح زکوٰۃ میں ترمیم و اضافہ کے قائل تھے یا ملک کی اقتصادی حالت غیر مستحکم ہو رہی تھی، یا کوئی اور سیاسی و ملکی غرض کارفرما تھی، بلکہ یہ سرے سے زکوٰۃ ہی نہیں تھی، بلکہ خود اصحاب الخیل کی خواہش پر ان سے بطورِ صدقہ کچھ لیا گیا تھا اور اس میں بھی انھیں حق تھا کہ وہ جب چاہیں بند کر دیں۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد پھر کسی اور حکومت میں اس کی جبری وصولی کا اہتمام نہیں کیا گیا اور جمہور ائمہ و علماء بھی گھوڑوں میں زکوٰۃ کے قائل نہیں ہیں۔

❶ شرح معانی الآثار، ص: ۳۱۱، ج: ۱۔ ❷ المغنی، ج: ۲، صفحہ: ۶۲۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انھی اُمور کے پیشِ نظر ہمارا خیال ہے کہ جہاں تک گھوڑوں پر کچھ نہ کچھ لینے کا تعلق ہے وہ تو بالکل محقق ہے۔ مؤطا امام مالک کی روایت سے اس کی تائید ہوتی ہے، لیکن جہاں تک دس درہم، آٹھ درہم اور پانچ درہم کی تعیین کا تعلق ہے، یہ بات غیر صحیح معلوم ہوتی ہے، کیونکہ یہ ابواسحق سبیعی کی روایت میں ہے، جس کا قابلِ احتجاج نہ ہونا ہم واضح کر چکے ہیں۔ حافظ ابن حزم رحمہ اللہ کا رجحان بھی یہی معلوم ہوتا ہے، چنانچہ اُنھوں نے ابواسحق کی یہ روایت کو نظر انداز کر دیا ہے، غالباً اس لیے کہ ان کے نزدیک وہ حصہ روایۃً صحیح نہیں۔

علمائے احناف کی توجیہات:

علمائے حال کے بعض علمائے احناف نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور کے اس واقعہ پر غالباً ایک خاص ذہنی تحفظ کے سبب زیادہ غور و فکر نہیں کیا اور اسے زکوۃ ہی کی ایک شکل باور کر کے بعض مجمل اور بعض ضعیف احادیث اور دور از کار توجیہات کے ذریعہ سے حل کرنا چاہا ہے، لیکن افسوس کہ ہم ان کا ساتھ دینے سے قاصر ہیں۔

واقعہ یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں کو زکوۃ سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ بعض روایات سے جو گھوڑوں کی زکوۃ پر استدلال کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فعل کی توجیہ کی گئی ہے، ان میں یا استدلالاً ضعف ہے یا سنداً نا قابلِ احتجاج ہیں، جمہور ائمہ و علماء بھی اسی بات کے قائل ہیں۔ ائمہ اربعہ میں سے صرف امام ابوحنیفہؒ گھوڑوں کی زکوۃ کے قائل ہیں اور وہ بھی صرف اس صورت میں جبکہ کسی کے پاس نر اور مادہ دونوں ہوں۔ پھر ان کے قریب ترین شاگرد امام محمد اور امام ابویوسف بھی اس مسئلے میں جمہور کے ہمنوا ہیں، جیسا کہ شرح معانی الآثار امام طحاوی، مختصر امام طحاوی (ص: ۴۶، طبع مصر) مؤطا امام محمد (التعلیق المجد) وغیرہ میں ہے۔

اہلِ تحقیق علمائے احناف بھی اسی طرف ہیں۔ مثلاً مولانا بحر العلوم (رسائل الارکان) مولانا محمد عبدالحی وغیرہم اور ملا علی قاریؒ نے فتاویٰ قاضی خاں کے حوالہ سے لکھا ہے فتویٰ صاحبین کے قول پر دیا جاتا ہے۔ [1]

اسی قوت دلائل کی بناء پر مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کو بھی حدیث قد عفوت عن صدقة الخيل والرقيق کے تحت یہ لکھنا پڑا:

((هذا دليل لما قال الصاحبان من عدم وجوب الزكوٰة فى الخيل ، ومن اقوى ادلة الصاحبين ان النبى ﷺ لما لم يبين مقدار نصاب الخيل ولا مقدار الواجب فيه علم انه لا زكوٰة فيها والا فكيف يتصور عنه ﷺ ان لا يذكر هذا النوع مع كثرة احتياجهم اليه ولم يخل عن استعماله زمان عسرٍ ولا يسر والجهاد ماض الىٰ يوم القيمة وعلىٰ هذا المذهب قرائن من كلام

[1] مرقاة، ص: ۱۴۰، ج: ۴، طبع ملتان.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

النبي ﷺ لا يتمشى في اكثرها تاويل ولا جواب فالظاهر أن الذى ذهبا اليه هو الصواب .)) ❶

''یہ حدیث (جس میں گھوڑوں کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے) صاحبین (امام محمدؒ اور امام ابویوسفؒ) کے اس مسلک کی دلیل ہے کہ گھوڑوں میں زکوٰۃ نہیں، اور صاحبین کے لیے ایک قوی ترین دلیل یہ ہے کہ جب نبی ﷺ نے گھوڑوں کے لیے نصاب متعین نہیں فرمایا، نہ اس میں عائد شدہ مقدار واجب بیان کی، تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ وگرنہ یہ کس طرح متصور ہو سکتا ہے کہ نبی مکرم ﷺ اس نوع کا ذکر نہ کرتے۔ دراں حالیکہ گھوڑے بکثرت ضرورت کی چیز ہے اور عسر و یسر کا کوئی دوران سے خالی نہیں۔ پھر جہاد بھی قیامت تک جاری ہے (واقعہ تو یہ ہے) کہ صاحبین کے مسلک پر نبی ﷺ کے کلام سے ایسے قرائن موجود ہیں جن میں تاویل کوئی کام نہیں دے سکتی، نہ ان کا کوئی جواب بن پڑتا ہے۔ پس ظاہر یہی ہے کہ صاحبین کا مسلک ہی صواب ہے۔''

بنابریں اس واقعہ کی لمبی چوڑی توجیہات میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور کے واقعہ کی جو تفصیل ہم نے پیش کی ہے، اس کے بعد اس کی ضرورت ہی نہیں رہتی ہے۔

بہرحال اس تفصیل سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نہ کوئی نئی شرح زکوٰۃ مقرر کی ہے نہ کسی کو ایسا کرنے کا حق ہی حاصل ہے۔ زکوٰۃ اسی طرح ایک عبادت ہے جس طرح نماز وغیرہ ہیں، جس طرح نماز جیسی عبادت میں کسی کو کمی بیشی کا حق نہیں، اسی طرح زکوٰۃ کی شرح مقدار، نصاب اور مدات زکوٰۃ سب متعین و مقرر ہیں، اس میں کسی کو تغیر و تبدل اور ترمیم و اضافہ کا حق حاصل نہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور مالِ تجارت پر زکوٰۃ:

اس کے بعد مقرر نے ایک اور الزام حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر یہ لگایا ہے کہ مالِ تجارت پر بھی اُنہوں نے ہی زکوٰۃ عائد کی تھی، آنحضرت ﷺ نے نہیں، لیکن یہ بھی سراسر غلط ہے۔ مال تجارت پر زکوٰۃ خود نبی اکرم ﷺ کی مقرر فرمودہ ہے، جیسا کہ صحاح ستہ کی مشہور اور متداول کتاب سنن ابی داود میں ہے:

((عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَأْمُرُنَا أَنْ نُخْرِجَ الصَّدَقَةَ مِنَ الَّذِيْ نُعِدُّ لِلْبَيْعِ .)) ❷

---

❶ الكوكب الدري، ص: ۲۳۴، ج: ۱، طبع هند.

❷ باب العروض اذا كانت للتجارة هل فيها زكوٰة.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”حضرت سمرة بن جندب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں حکم فرمایا کرتے تھے کہ اس مال میں سے زکوٰۃ ادا کیا کریں جو تجارت کے لیے ہو۔“

اسی طرح اس مفہوم کی اور بھی بعض روایات آتی ہیں جن میں فرداً فرداً اگرچہ کچھ سندی ضعف ہے لیکن ان کا مجموعہ بطور قدر مشترک درست اور قابل حجت ہے۔

((فالحديث بمجموع طرقه حسن صالحٌ للاحتجاج .)) ❶

لہٰذا یہ حدیث عموم قرآن کی موید ٹھہری، اور ظاہر ہے کہ قرآنِ مجید کا عموم مال تجارت میں وجوب زکوٰۃ پر دلالت کناں ہے، جسے ﴿ يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ ﴾ [البقرہ : ۲۲] اور ﴿ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ ﴾ [المعارج : ٢٤] مَا كَسَبْتُمْ اور فِي أَمْوَالِهِمْ کے عموم سے علماء نے مالِ تجارت میں زکوٰۃ کا حکم مستنبط کیا ہے۔ ❷

دوسرے ان احادیث پر عمل درآمد کے نتیجے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور فقہائے اُمت کا اجماع ہے۔ ❸

نیز سنن ابی داؤد کے ایک فاضل شارح جناب محمود خطاب السبکیؒ (مصری متوفی ۱۳۵۰ھ) لکھتے ہیں:

((لكن الاحاديث وان كانت ضعيفة تتقوى بالاجماع من الصحابة وغيرهم وبعموم الادلة الدالة على ايجاب الزكوٰة فى الاموال مطلقًا، ويقوى هذا الاطلاق مارواه الترمذى والدار قطنى عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده، ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال من ولى يتيمًا له مالٌ فليتجر لهٗ وَلا يتركه حتّٰى تاكله الصَّدقة، فارشد صلی اللہ علیہ وسلم من ولى اموال اليتيم الٰى التجارة بمال الصبى لينموا فيخرج زكوٰته خشية ان يذهب بدون استثمارٍ ولا يعقل ان المال اذا كان نقداً لا يثمر تخرج زكوٰته واذا كان تجارة يثمر فلا تخرج زكوٰته .)) ❹

”خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ گو ان روایتوں کی الگ الگ سندیں کمزور ہیں، مگر ان کے مضمون کی صحابہ وائمہ کا اجماع تائید کرتا ہے، پھر قرآنِ مجید میں مطلق مال پر زکوٰۃ فرض کی ہے جس میں مال

---

❶ مرعاة المفاتيح، ج: ۳، ص: ۸۵، طبع هند.

❷ ملاحظہ ہو: احكام القرآن لابن العربی مالكی، ص: ۲۳۵، ج: ۱، طبع جديد واحكام القرآن الجصاص الحنفی، ص: ۵۴۳، ج: ۱ والتفسيرات الاحمديه، ص: ٤٢ طبع بمبئی.

❸ المغنی لابن قدامه، ص: ۲۹، جلد: ۳.

❹ المنهل العذب المورود شرح سنن ابی داؤد، ج: ۹، ص: ۱۳٤، طبع مصر.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تجارت بھی داخل ہے۔ علاوہ ازیں ایک حدیث کی رو سے یتیم کے مال کو اس لیے تجارت میں لگانے کا حکم فرمایا کہ سالانہ زکوٰۃ سے کہیں وہ ختم ہی نہ ہو جائے۔ الخ۔''

(ملحوظہ: المنہل کی عبارت میں مالِ یتیم پر زکوٰۃ سے متعلق حدیث کی تحقیق تحفۃ الاحوذی، ص: ۱۵، ج: ۲) الغرض مالِ تجارت میں زکوٰۃ کی فرضیت قرآن و حدیث دونوں سے ثابت ہے، ایسا ہرگز نہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بدلے ہوئے حالات کے تحت اسے فرض کیا ہو یا اس میں کوئی تبدیلی کی ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب قول سے عجیب وغریب استدلال:

اس کے بعد جناب مقرر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک غیر مستند اور مبہم قول ذکر کر کے عجیب بات بنائی ہے، فرماتے ہیں:

''حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک قول زکوٰۃ کے متعلق بڑا معنی خیز ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر معاشرے میں احتیاج باقی ہو تو یہ سمجھنا چاہیے کہ یہاں زکوٰۃ نہیں دی جا رہی، گویا زکوٰۃ کسی شرح سے وابستہ نہیں ہے، بلکہ ایک نتیجے سے وابستہ ہے۔ اگر احتیاج ・ ٹ گئی ہے جس بھی شرح سے وہ مٹ سکتی ہو وہ شرح شرحِ زکوٰۃ ہوگی۔''

جواب: اوّلاً: جب تک اس اثر کا اتہ پتہ نہ بتایا جائے یکسر مسترد کر دینے کے قابل ہے۔

ثانیاً: بصورتِ صحت اس سے بھی اگر معلوم ہوتا ہے تو اسی قدر کہ اسلامی معاشرے میں ادائیگی زکوٰۃ کا اہتمام ہو تو محتاجی ختم ہو جاتی ہے، گویا اس میں زکوٰۃ کی تحسین ہے نہ کہ زکوٰۃ کی شرح کو متبدل تسلیم کیا گیا ہے۔ اس سے مقرر نے جو استدلال کیا ہے وہ اس امر کی شہادت کے لیے کافی ہے کہ ایسے لوگ قرآن و حدیث کے اسرار و معارف تو کیا سمجھیں گے یہ تو عربی کے کسی سیدھے سادھے اور سہل ترین مقولے کے مفہوم کے سمجھنے سے بھی عاجز ہیں۔

قابلِ غور بات یہ ہے کہ کیوں نہ خود اللہ تعالیٰ نے ہی اپنے کلام (قرآنِ مجید) میں اسی مفہوم کی کوئی آیت اتار دی؟ افصح العرب والعجم حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں نہ ایسا کوئی کلمہ جامعہ ارشاد فرما دیا ہوتا؟ گویا زکوٰۃ کی صحیح تعبیر کے لیے نہ اللہ تعالیٰ کو ایسا کوئی لفظ ملا نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر قادر ہو سکے۔ یہ اندازِ بیان صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حصے میں آیا اور زکوٰۃ کی اگر صحیح حقیقت کھلی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر جا کر...... نعوذ باللّٰہ من ذلك.

اور یہ نتائج......!!

ان ''دلائل'' کے بعد مقرر نے دولت کی ناہمواری کو ختم کرنے کے لیے یہ طریقہ تجویز کیا ہے کہ اراضی، فرموں اور بنکوں کے حصص کی ملکیت محدود کر دی جائے اور باقی حصص و اراضی بحق سرکار ضبط کر لیے جائیں،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا نام مقرر کے نزدیک "زکوٰۃ" ہے۔ گویا مقرر کی تان اسی نکتہ پر آ کے ٹوٹی ہے کہ اشتراکیت کی طرح حکومت کو ملک میں لوگوں کے اموال وحقوق میں من مانی کرنے کی کھلی اجازت ہونی چاہیے، چہ خوب؟ جس طرح مقرر کے وہ دلائل خوب تھے جن کا پوسٹ مارٹم کیا جا چکا ہے اسی طرح یہ نتائج بھی کسی لطیفہ سے کم نہیں۔

بہرحال زکوٰۃ کی شرح کے بارے میں مقرر مذکور نے جو کچھ فرمایا ہے وہ سراسر دین میں تحریف اور تعامل اُمت کے یکسر خلاف ہے اور اسلام میں ایسے خیالات کی کوئی گنجائش نہیں۔ اسی طرح اس ضمن میں مقرر نے حد ملکیت سے متعلق جو کچھ کہا ہے اس کا بھی زکوٰۃ اور شرحِ زکوٰۃ سے کوئی تعلق ہے نہ اصلاحِ احوال کے لیے چنداں مفید۔ یہ صرف سوشلسٹوں کی بے ہنگم صدائے بازگشت ہے۔

حضرت اقبال رحمۃ اللہ علیہ پر نوازش:

تیسری آیت جس پر مقرر نے نظر کرم فرمائی ہے وہ چور کے چوری پر ہاتھ کاٹ ڈالنے والی آیت ہے، لیکن قبل اس کے کہ مقرر اس آیت میں تحریف معنوی کا ارتکاب کریں اُنہوں نے اشتراکیوں کی طرح اقبال رحمہ اللہ کو استعمال کیا ہے اور اُنھیں بھی نعوذ باللہ قرآن کے معانی و مفہوم میں تبدیلی کا قائل باور کرایا ہے۔ حالانکہ یہ اقبال پر اسی طرح ایک افتراء ہے جس طرح آج کل اُنھیں اشتراکی خیالات کا حامل بتلایا جا رہا ہے۔ مقرر نے "جاوید نامہ" سے جو اشعار پیش کیے ہیں۔ افسوس! ان کا بھی وہ مطلب نہیں سمجھ سکے اور بیٹھ گئے ان اشعار میں ایسی بات اخذ کرنے جو ان میں نہیں۔ پھر یہ لوگ نہیں جانتے کہ اقبال تو پوری سختی سے قرآن و حدیث کی اسی تعبیر کے قائل ہیں جو اسلاف اہل سنت کی تعبیر ہے اور اجتہادِ عالمان کم نظر کے مقابلے میں اسلاف کی پیروی کو محفوظ تر اور ان کی عقل وفکر کو معتبر قرار دیتے ہیں اور ہر "لیئم" کو رازدارِ دین ماننے سے انکار کرتے اور اسرار دین سے بیگانہ لوگوں کے اختلاف کو مقراضِ حیات سمجھتے ہیں، چنانچہ مثنوی "رموزِ بے خودی" میں فرماتے ہیں:

از اجتہادِ عالمان کم نظر
اقتداء بر رفتگانِ محفوظ تر
عقلِ آبایت ہوس فرسودہ نیست
کارِ پاکاں از غرض آلودہ نیست
فکر شاں ریسد ہے باریک تر
ورع شاں با مصطفےٰ نزدیک تر
تنگ برما رہگزارِ دیں شد است
ہر لئیمے رازدارِ دیں شد است

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اے کہ از اسرار دیں بیگانۂ
با یک آئین ساز اگر فرزانۂ
من شنیدستم از نباضِ حیات
اختلافِ تست مقراضِ حیات
از یک آئینی مسلماں زندہ است
پیکر ملت نہ قرآن زندہ است [1]

جاوید نامہ کے جن اشعار کو مقرر نے نقل کیا ہے ان میں بھی اقبالؒ نے یہی کہا ہے کہ مشرق کی اگر نجات ہے تو اس کے اپنے مذہب کی پیروی میں نہ کہ مغرب کی تقلید میں، چنانچہ وہ کہتے ہیں:

شعلۂ افرنگیاں نم خوردہ ایست
چشم شاں صاحب نظر دل مردہ ایست!
سوز و مستی راجو از تاکِ شاں
عصر دیگر نیست در افلاک شاں!
زندگی را سوز و ساز از نارِ تست
عالم نو آفریدن کارِ تست!

اس کے بعد حضرت علامہ نے مصطفےٰ کمال کی مغرب زدگی پر سخت تنقید کی ہے، فرماتے ہیں:

مصطفیٰ کو از تجدد می سرود
گفت نقش کہنہ را باید زدود
نو نگردد کعبہ را رخت حیات
گر ز افرنگ آیدش لات و منات
ترک را آہنگ نو در چنگ نیست
تازہ اش جز کہنۂ افرنگ نیست
سینۂ او رادمے دیگر نبود
در ضمیرش عالمے دیگر نبود

[1] اسرار و رموز، ص: ۱۴۴، طبع سوم، ۱۹۴۸ء۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لاجرم با عالم موجود ساخت
مثلِ موم از سلوز ایں عالم گداخت

اس کے بعد مرحوم نے مسلمانوں کو قرآن کی طرف متوجہ کرتے ہوئے وہ اشعار کہے ہیں جن کو مقرر نے مغالطہ کے لیے استعمال کیا ہے۔

چوں مسلماناں گر داری جگر
در ضمیر خویش و در قرآں نگر
صد جہان تازہ در آیاتِ اوست
عصرہا پیچیدہ در آفات اوست
یکؔ جہانش عصر حاضر رابس است
گیر اگر در سینہ دل معنی رس است
بندۂ مومن ز آیات خدا است
ہر جہاں اندر بروا چوں قباست
چوں کہن گرد و جہانے در برش
ی و ہد قرآں جہانے دیگر است [1]

ظاہر ہے کہ جس پس منظر میں یہ اشعار کہے گئے ہیں اس کا مطلب واضح ہے کہ اُمت مسلمہ کو یورپ کی تقلید سے صرف نظر کرکے قرآنِ حکیم میں غور وفکر کرنا چاہیے۔ جس میں معانی وافکار کے صد جہاں موجود ہیں اور ان میں سے ایک جہاں ہی عصر حاضر کے لیے کافی ہے۔ ان اشعار میں حضرت علامہ نے کہیں بھی قرآن کے مفہوم ومعانی کی اس تبدیلی کی طرف اشارہ نہیں کیا ہے، جس کا علمبرداران اشعار کو نقل کرکے مقرر مذکور نے اقبالؒ کو ثابت کرنا چاہا ہے۔ بلکہ ''رموزِ بے خودی'' کی تصریحات کی روشنی میں قرآنِ مجید کے وہی معانی و مفہوم متعین ہیں جو سلف اُمت سے بتواتر چلے آئے ہیں، کیونکہ محفوظ تر اقتداء اپنے رفتگان کی ہے۔

چوری کی سزا ''قطع ید'' میں تحریف وتبدیلی:

حضرت اقبال پر نوازش فرما کر جناب مقرر نے قرآنِ مجید میں بیان کردہ چوری کی سزا ''قطع ید'' کے متعلق جو گوہر افشانی کی ہے وہ سراسر قرآن میں تحریف ہے۔ تقریباً چار صفحوں پر پھیلے ہوئے ان صاحب کے خیالات نادرہ کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

[1] جاوید نامہ، صفحہ: ۷۱-۷۲، طبع دوم، ۱۹۴۷ء۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⊙ ''چوری کا وہی مفہوم نہیں جو عام طور پر سمجھا اور بولا جاتا ہے، بلکہ اس لفظ کے اندر بڑی وسعت ہے۔ رشوت خوری، منافع خوری (Profiteing) سمگلنگ، بلیک مارکیٹنگ، دودھ اور دیگر اشیاء میں ملاوٹ یہ سب سرقہ کی مختلف صورتیں ہیں۔ پھر یہ جرائم اور خود چوری بھی اپنی شدت اور سنگینی کے اعتبار سے یکساں نہیں ہے، مثلاً ایک چوری ایسی ہے جس میں برائی کی ایک اکائی ہے اور ایک چوری ایسی ہے جس میں برائی کی ہزار اکائیاں ہیں تو ان سب کے لیے ایک مشترکہ سزا جو ہے وہ کچھ طبیعت کو سمجھ نہیں آتی۔''

''ہدایہ (فقہ حنفی کی متداول و مستند کتاب) میں ''قطع ید'' کے حکم سے تیس چالیس اشیاء کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے جن کے سرقہ پر یہ حکم لاگو نہیں ہوتا، جب ایک فقیہ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کلامِ پاک کے حکم میں مستثنیات کر سکتے ہیں تو کوئی دوسرا ''فقیہ'' مزید مستثنیات کر سکتا ہے اور چالیس استثنا ئیں ہو سکتی ہیں تو چار سو کیوں نہیں؟''

لغت کی کتاب المنجد میں ''ید'' کے معنی انعام و اکرام کے بھی ہیں، اس لیے لغت سے یہ مسئلہ یوں حل ہو جاتا ہے کہ قطع ید کا مطلب ہے انعام و اکرام کی بندش۔ جو شخص رشوت لے، بددیانتی کرے، سرقہ کرے، بلیک مارکیٹنگ کرے، سمگلنگ کرے اور ہمچو قسم کے عیوب جنہوں نے ہمیں گھن کی طرح کھالیا ہے، تو ایسے لوگوں سے وہ انعامات واپس لے لیے جائیں جو سوسائٹی اور معاشرے نے اس پر کیے ہیں اس کی منقولہ (Moveable) اور غیر منقولہ (Unmoveable) جائداد ضبط (Confiscate) کر لی جائے۔''

مقرر کے یہ خیالات نہ صرف یہ کہ آیت قرآنی میں الحاد ہے، بلکہ ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ اسلامی شریعت، عربی زبان اور محاوراتِ عرب سے بھی بالکل ناواقف ہیں: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي آيَاتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا﴾ [حم السجدة: ٤٠]

چوری (سرقہ) کے مفہوم کو اتنا وسیع کر دینا کہ اس میں معاشرے کی ہر بدعنوانی شامل ہو جائے، سرقہ کے لغوی اور شرعی دونوں مفہوم کے اعتبار سے غلط ہے۔ ہدایہ ہی میں سرقہ کے لغوی معنی یہ لکھے ہیں: اخذ الشيء من الغير علىٰ سبيل الخفية والاستسرار. (کسی دوسرے کی چیز چھپا کر اور آنکھ بچا کر اڑا لینا) یہی وجہ ہے کہ چوری عام طور پر رات کی تاریکی اور سناٹے میں کی جاتی ہے اور کسی ایسے ہی فعل کو ہماری زبان میں بھی ''چوری'' کہا جاتا ہے۔ رشوت اور ملاوٹ وغیرہ کو کوئی بھی چوری نہیں کہتا، نہ رشوت خور اور ملاوٹ کرنے والے کو ''چور'' کہا جاتا ہے۔ پھر شریعت میں چوری کے تحقق کے لیے کچھ شرائط اور قیدیں بھی ضروری ہیں جن کے بغیر حد سرقہ جاری نہیں ہو سکتی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔ مال کی ایک حد مقرر کردی گئی ہے کہ کم از کم اتنا ہونا چاہیے، اس سے کم چوری، چوری نہیں کہلائے گی۔

۲۔ چور کے لیے عاقل اور بالغ ہونا ضروری ہے۔ دیوانہ، مجنوں اور بچہ چور نہیں سمجھا جائے گا۔

۳۔ یہ بھی ضروری ہے کہ مال مقامِ محفوظ میں رکھا ہو، راستے میں پڑی ہوئی بے حفاظت چیز کے اُٹھا لینے پر سرقہ کی دفعہ لاگو نہیں ہوگی۔

ظاہر ہے کہ ان تمام قیود کا اسی وقت اعتبار ہوگا جب ''سرقہ'' کا ایک خاص مفہوم لیا جائے، اور وہ وہی ہے جسے عربی میں ''سرقہ'' اور ہماری زبان میں ''چوری'' کہا جاتا ہے۔ اگر اس لفظ میں اتنی وُسعت پیدا کردی جائے جو مقرر نے بیان کی ہے تو پھر یہ قیود بھی بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے۔

پھر یہ کہہ کر کہ ''چوری'' اپنی شدت اور سنگینی کے اعتبار سے یکساں نہیں ہے، اس لیے ان کی ایک ہی سزا سمجھ میں نہیں آتی۔ چوری کی قرآنی سزا میں تشکیک پیدا کرنا یکسر غلط ہے۔ آخر دُنیا میں وہ کون سا قانون ہے جس نے ایک جرم کے لیے اس کے تناسب کے اعتبار سے مختلف سزائیں تجویز کی ہوں، کیا شراب کا ایک جام پینے والے کی سزا پوری ایک بوتل پینے والے سے کم، اور ایک بوتل پینے والے کی سزا دو چار بوتلیں پینے والے سے کم ہوگی؟ یا ان سب کے لیے قانون میں ایک ہی سزا ہے؟ اگر رشوت پانچ دس روپے لیے جائیں تو کیا اس کی سزا سو دو سو روپے رشوت لینے والے کی سزا سے مختلف ہوگی؟ دو چار ہزار روپے لینے والے کی اس سے مختلف اور دو چار لاکھ لینے والے کی اس سے مختلف؟ کیا جرم کی شدت اور سنگینی کے اعتبار سے قانون میں یہ درجات و تناسب متعین کیا گیا ہے؟ ایک بھکارن کی آبروریزی اور ایک شہزادی کی آبروریزی عقل، قانون اور شریعت میں کیوں یکساں ہیں؟ کیا Intensity Veriable نہیں ہے؟ جرمِ قتل، چاہے مقتول مفلس ہو یا امیر، عالم ہو یا جاہل، قانون کی نظر میں ایک جیسا نہیں؟ کیا ان میں یکسانیت ہے جو سزا یکساں رکھی گئی ہے؟

ایک اور پہلو یہ قابلِ غور ہے کہ دو چار ہزار روپے اگر کسی ایسے غریب آدمی کے چرا لیے جائیں جس کا کل اثاثہ یہی ہو تو ظاہر ہے کہ یہ جرم اپنی شدت اور سنگینی کے اعتبار سے اس سے کہیں زیادہ گھناؤنا اور قابلِ سزا ہے جو کسی لکھ پتی کی اتنی رقم چرا لینے میں ہے۔ لیکن کیا قانون اس نتیجہ کا اعتبار کرے گا؟ یا نفس چوری دونوں صورتوں میں یکساں قابلِ مواخذہ سمجھی جائے گی؟

دراصل مقرر سزا کا مقصد سمجھنے سے قاصر رہے ہیں۔ سزا کا مقصد صرف یہ ہے کہ مجرم کو آئندہ اس جرم سے باز رکھا جائے اور یہ مقصد اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب سزا سخت، عبرت ناک اور یکساں ہو۔ اگر ایک جرم کی سزا، جرم کے تناسب کے اعتبار سے کم و بیش رکھ دی جائے تو اس سے اس جرم کا کلیتہً انسداد ممکن نہیں ہوگا، مثلاً یہی چوری کی سزا لے لیجیے۔ پچاس ہزار سے ایک لاکھ کی رقم تک قطع ید، دس ہزار سے پچاس ہزار

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک پانچوں اُنگلیوں کے کاٹنے کی سزا رکھ دی جائے۔ ہزار سے دس ہزار تک اُنگلیوں کے پورے کاٹ دیئے جائیں اور ہزار تک کی رقم کی چوری پر کچھ تعزیری انداز کی سزا مقرر کر دی جائے، تو اوّلاً ایک تو اس طرح مقدمہ میں پیچیدگی پیدا ہوگی، سارق اپنی چوری کی مقدار کو کم سے کم اور صاحب مال مسروق اس کو زیادہ سے زیادہ ثابت کرنے کی کوشش کرے گا، پھر اس سے مقدمے میں طوالت اور تاخیر بھی ہوگی، جس سے سزا کا اصل مقصد فوت ہو جائے گا، جیسا کہ آج کل عام طور پر ہو رہا ہے۔ دوسرے، اس طرح جرم کا دروازہ بالکل بند نہیں ہو سکے گا، کم از کم جرم کی وہ مقدار ضرور معاشرے میں جاری رہے گی جس پر تناسب جرم کے اعتبار سے کم از کم سزا ہوگی، ظاہر ہے کہ ایک حکیم وخبیر ذات کا حکم ایسا نہیں ہو سکتا جس سے کوئی مقصد ہی حاصل نہ ہو۔ افسوس! یہ مجتہدین دین اور اسلام میں ترمیم پسند حضرات اللہ تعالیٰ کے احکام کو ایسا ہی بے مقصد اور بے نتیجہ بنا دینا چاہتے ہیں۔ ہاں جہاں تک عقل ومنطق کا تقاضا ہے اس کو شریعت محمدیہ اور فقہائے اسلام نے پہلے ہی ملحوظ رکھا ہے کہ شئ مسروقہ کی فی الجملہ اہمیت ہونی چاہیے، چنانچہ حنفیہ کے نزدیک اس کی مقدار دس درہم، شوافع کے نزدیک ۴/۱ دینار، مالکیہ کے ہاں تین درہم ہوں تو سرقہ کا مصداق ہو سکے گا۔

''ہدایہ'' میں مستثنیات اور اُن کی حقیقت:

پھر مقرر صاحب کا یہ کہنا ہدایہ میں تیس چالیس اشیاء کو قطع ید کے حکم سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے، اس لیے ہمیں بھی حق ہونا چاہیے کہ ہم کلامِ پاک کے حکم میں مزید مستثنیات کر سکیں، بڑی جاہلانہ بات ہے۔ اوّلاً فقہاء کی تشریحات اور ان کے اقوال حجت کی حیثیت نہیں رکھتے۔ اگر وہ قرآن وحدیث کے منطوق ومفہوم کو سمجھنے میں کہیں ٹھوکر کھا جائیں تو ان کی وضاحتوں کو ردّ کیا جا سکتا ہے۔ اگر صاحب ہدایہ نے ایسا کیا ہوتا تو وہ کسی کے لیے حجت نہیں ہو سکتا تھا، لیکن امر واقعی یہ ہے کہ جناب مقرر نے ہدایہ کا یہ مقام بالکل سمجھا ہی نہیں اور بے سوچے سمجھے فتویٰ دینے کو بیٹھ گئے۔

صاحب ہدایہ نے جتنی بھی مستثنیات بتلائی ہیں، ان پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی بنیاد عام طور پر تین چیزوں پر ہے:

۱۔ وہ اشیاء مال متقوم میں شامل نہیں، اور بالکل حقیر اور معمولی سمجھی جاتی ہیں جن کے سرقہ کو صاحب مال کوئی اہمیت نہیں دیتا۔

۲۔ عدم احراز۔ یعنی مال کو حفاظت سے نہ رکھنا، سرراہ پڑے رہنے دینا، ایسے مال کی چوری پر حد نہیں۔

۳۔ آثار وروایات سے جن اشیاء کا استثناء ثابت ہے۔

جو اشیاء مستثنیٰ قرار دی گئی ہیں ان میں ان تین وجھوں میں سے کوئی وجہ ضرور پائی جاتی ہے، یہی وجہ ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ ان اشیاء میں ائمہ کے درمیان اختلاف ہے۔ کیونکہ بعض کے نزدیک وہ وجہ پائی جاتی ہے اور بعض کے نزدیک وہ وجہ نہیں ہوتی، مثلاً ہدایہ میں درج ذیل اشیاء کو قطع ید کے حکم سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔

خشب (لکڑی) حشیش (گھاس پھوس) قصب (سرکنڈا) سمک (مچھلی) طیر (پرندہ) صید (شکار) زرنیخ (ہرتال) مغرہ (گیری۔ سرخ مٹی) اور نورۃ (چونہ قلی)

لیکن امام ابویوسفؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک ان میں بھی قطع ید ہوگا۔ سوائے ٹھیکری، مٹی اور گوبر (طین، تراب اور سرقین) کے۔ اسی طرح ہدایہ میں ہے کہ ان چیزوں کی چوری پر بھی قطع ید نہیں ہوگا جو جلد خراب ہوجانے والی ہیں: جیسے دودھ، گوشت اور تر میوے۔ ولا قطع فیما یتسارع الیه الفساد۔ لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک ان میں قطع ید ہوگا، اختلاف کی وجہ آثار و روایات کی صحت و عدم صحت ہے۔ احناف کے مسلک کی بنیاد بعض روایات پر ہے جبکہ امام شافعی وغیرہ کے نزدیک وہ روایات درجۂ ثبوت کو نہیں پہنچتیں۔

ہدایہ میں ہے کہ مصحف (قرآنِ مجید) کی چوری پر قطع ید نہیں ہوگا چاہے اس پر جز دان بھی چڑھا ہوا ہو، اس لیے کہ ان کے نزدیک اس میں مالیت نہیں پائی جاتی، لیکن امام شافعیؒ اور ابویوسف کے نزدیک یہ مال متقوم ہے...... اس لیے اس کے سرقہ پر قطع ید ہوگا۔

صلیب (سولی) پر قطع ید نہیں، لیکن ابویوسف کہتے ہیں کہ اگر عبادت خانے سے چرائی جائے تب تو قطع ید نہیں ہوگا، کیوں وہاں حفاظت کا اہتمام نہیں کیا گیا۔ لعدم الاحراز لیکن کسی گھر سے اگر صلیب چرائی جائے تو قطع ید ہوگا، کیونکہ اس صورت میں اس میں مالیت بھی ہے اور اس کی حفاظت کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔ یقطع لکمال المالیة والحرز۔

الغرض ہر جگہ یہ اختلاف موجود ہے اور اسی ہدایہ میں اس کی نشاندہی کر دی گئی ہے۔ تعجب ہے کہ مقرر کو تیس چالیس مستثنیات تو نظر آ گئیں لیکن یہ اختلاف نظر نہیں آیا (جو ان کی بنیاد ہے) حالانکہ اس طرح مستثنیات کی تعداد گھٹ کر بالکل مختصر رہ جاتی ہے۔ اور اس کے لیے ایسے معقول وجوہ ہیں جن سے کوئی صاحب عقل سلیم انکار نہیں کر سکتا، نہ ان مستثنیات کو کلامِ پاک میں مزید اضافہ اور اس کے مفہوم و معانی میں تبدیلی قرار دے سکتا ہے۔

علاوہ ازیں ان مستثنیات سے یہ بات تو پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ نفس سرقہ اور اس پر قطع ید سے کسی کو انکار نہیں، جبکہ مقرر اس بنیاد ہی کو ڈھا دینے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ تعجب ہے ہدایہ کی جو تفصیل سرقے کی حد "قطع ید" کو مضبوط و مستحکم کر رہی ہے، اسی کو جناب مقرر صاحب مذکورہ سزا میں تشکیک پیدا کرنے کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔ فیا للعجب!

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''قطع ید'' کے مفہوم میں تحریف:

تیسری بات مقرر نے یہ ارشاد فرمائی ہے کہ ''المنجد'' میں ''ید'' کے معنی انعام و اکرام کے بھی ہیں، اس لیے قطع ید کا مفہوم ہے ''انعام و اکرام کی بندش''۔ یعنی جو شخص سرقہ کرے، رشوت لے، بلیک مارکیٹنگ یا سمگلنگ کرے تو ایسے لوگوں سے وہ انعامات واپس لے لیے جائیں جو سوسائٹی اور معاشرے نے اس پر کیے ہیں، اس کی منقولہ و غیر منقولہ جائداد ضبط کر لی جائے۔''

لیکن یہ استدلال بھی بڑا انوکھا اور جہالت کا آئینہ دار ہے۔

اوّلاً: اس لیے کہ ''ید'' کے حقیقی معنی ''ہاتھ'' کے ہیں اور اس کے علاوہ جو معانی آتے ہیں وہ سیاق و سباق عبارت اور قرائن واضحہ کے اعتبار سے ہوتے ہیں، جس کو دوسرے لفظوں میں یوں بھی تعبیر کیا گیا ہے کہ وہ معانی مجازی ہوں گے، یعنی سیاقِ کلام اس کے مجازی معنی پر صاف دلالت کرتا ہو۔

افسوس! ان تجدد پرستوں کو علم سے کوئی تعلق تو ہے نہیں، المنجد جیسی عیسائیوں کی بنائی ہوئی کتاب لغت اُٹھائی اور پنساری بن بیٹھے۔ حالانکہ لغت کی مشہور تحقیقی کتاب قاموس اور اس کی شرح تاج العروس میں لکھا ہے:

((]الید[لکف اومن اطراف الاصابع ومن المجاز (الجاه والوقار) ...... (والنعمة) السابغة وانما سمیت یدا لانها انما یکون بالاعطاء والاعطاء انالة بالید.)) ❶

اور یہ بات کوئی عربی زبان کے ساتھ خاص نہیں، خود اپنی زبان اُردو میں بھی یہی صورت ہے۔ مثال کے طور پر ہمارے ہاں متداول لفظ پانی کو لیجیے: جس کے حقیقی معنی اس سادہ سیال شئی کے ہیں جو پینے کے استعمال میں آتی ہے۔ لیکن اس کے علاوہ یہ اور بھی بہت سے معنوں میں مستعمل ہے جو سب مجازی ہیں، جس پر سیاقِ کلام اور ترکیب کی ساخت صاف دلالت کرتی ہے۔ اس کے چند استعمال ملاحظہ فرمائیے:

''تم ہو کتنے پانی میں؟'' ...... ''ہم پانی پانی ہوگئے۔'' ...... ''اس برتے پر تتا پانی۔'' ...... ''ہمارے سامنے پانی بھرتا رہا۔'' ...... ''اس کے دیدوں کا پانی ڈھل گیا۔'' ...... ''پانی پلا پلا کے مارنا۔'' ...... ''دودھ کا دودھ پانی کا پانی'' وغیرہ وغیرہ۔

یہاں ''پانی'' مختلف معنوں میں استعمال ہوا ہے، جس پر ترکیب و سیاق کلام صاف دلالت کر رہا ہے

...... ثانیاً جب ''ید'' انعام و احسان کے مجازی معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے تو اس وقت وہ بغیر اضافت

❶ تاج العروس، ج: ۱، ص: ۴۱۹.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ہوتا ہے۔ اس وقت اضافت کے ساتھ اس کا استعمال کلامِ عرب میں نہیں پایا جاتا، جیسے: ((لَـهٗ عِنْدِیْ یَدٌ یا وَلَہٗ عِنْدِیْ اَیَادٌ)) تو بولتے ہیں۔ لَہٗ عِنْدِیْ یَدُہٗ، یا یَدَاہُ عِنْدِیْ نہیں بولتے اور قرآن کی اس آیت ﴿السَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا أَيْدِيَهُمَا﴾ میں بالاضافت استعمال ہوا ہے جو اس کے حقیقی معنوں پہ دال ہے۔

ثالثاً: امام ابن القیمؒ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں کہیں بھی ''ید'' کو بمعنی نعمت اور نعمت کو بمعنی ید استعمال نہیں کیا ہے، بلکہ ید کو ''ید'' ہی کے معنی ''ہاتھ'' اور نعمت کو نعمت ہی کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ گویا ''ید'' کو قرآنِ مجید میں کہیں بھی مجازی معنوں میں استعمال نہیں کیا گیا، چنانچہ قرآن کے استعمالات کو سامنے رکھنے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے۔

...... يَدُ اللّٰهِ مغلولة ،

...... غُلَّت ايديهم وَلُعِنُوْا بما قالوا بل يداه مبسوطتان

...... فسبحان الذى بيده ملكوت كل شىء

...... تبارك الذى بيده الملك

...... يد الله فوق ايديهم

...... ولا تجعل يدك مغلولة الى عنقك

...... والملائكة باسطوا ايديهم

...... ما منعك ان تسجد لما خلقت بيدى

...... وغير ذلك من الاستعمالات . ❶

رابعاً: فاقطعوا ايديهما سے اُمت مسلمہ نے بالاتفاق قطع ید ہی مراد لیا ہے، سردست دو حوالے ملاحظہ فرمالیں۔ امام ابوبکر جصاص رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

لم تختلف الامة فى ان اليد المقطوعة باول سرقة هى اليمين . ❷

اُمت کا اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ پہلی مرتبہ چوری پر جو ہاتھ کاٹا جائے گا، وہ دایاں ہاتھ ہے۔''

امام ابن حزم رحمہ اللہ کو تجدد زدہ حضرات اپنی مقصد براری کے لیے جا و بے جا لیے پھرتے ہیں، ان کا بھی ارشاد سن لیجیے:

---

❶ مزید وضاحت کے لیے ملاحظہ ہو: الصواعق المرسله على الجهمية والمعطلة، ج: ۲، ص: ۱۵۲ ـ ۱۷۴.

❷ احكام القرآن، ج: ۲، ص: ۵۰۳.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((واتفقوا ان من سرق ، كما ذكرنا ، فقطعت يده اليمنىٰ انه قد اقيم عليه الحد .)) ❶

امت کا اس پر اتفاق ہے کہ جو چوری کرے اس پر حد جاری کر کے اس کا دایاں ہاتھ کاٹ ڈالا جائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن و حدیث کی رو سے قطعی قانون اسلامی یہی ہے کہ چوری کی حد سزا چور کے ہاتھ کاٹ دینا ہے۔ اس کے خلاف کوئی بھی مفہوم قرآنِ مجید میں تحریف اور اجماع کے خلاف ہے، چونکہ اجماع کا ماننا عقیدۂ اسلام کا ایک حصہ ہے لہٰذا اس کا انکار گمراہی ہے، جو بعض صورتوں میں کفر تک پہنچ جاتا ہے۔ یہ مسئلہ بہت سی اصول و کلام کی کتابوں میں موجود ہے، مثلاً امام ابوالمظفر اسفرائنی لکھتے ہیں:

" ان الاجماع حقٌّ وما اجتمع عليه الامة يكون حقا مقطوعًا حقيقته قولا كان او فعلا . " ❷

'' اجماع حق ہے، جس امر پر اُمت کا اجماع ہو جائے وہ قطعی طور پر حق ہوگا، مجمع علیہ قول ہو یا کوئی فعل اور مسئلہ زیر بحث میں قولاً اور فعلاً دونوں طرح کا اجماع ہے۔''

نیز امام عبدالقادر بن طاہر بغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

((اكفر والنظّام فى انكاره حجة الاجماع وحجة التواتر وقوله بجواز اجتماع الامة على الضلالة .)) ❸

'' اہل سنت نے نظام کو اس بنا پر کافر قرار دیا ہے کہ اس نے اجماع اور تواتر کے حجت سے انکار اور اُمت کے گمراہی پر اجتماع کو جائز قرار دیا ہے۔''

مقرر کی جہالت کے آشکار ہو جانے کے بعد کسی مزید بات کی ضرورت تو نہیں رہتی تاہم ایک نکتہ کی وضاحت کیے دیتے ہیں، اور وہ یہ کہ سزا کا مقصد صرف یہی نہیں ہے کہ ماضی اور نقصان کی کسی حد تک تلافی کر دی جائے، بلکہ مستقبل کا انتظام اور آئندہ کے لیے معاشرے کو اس جرم سے بچانا بھی سزا کا ایک مقصد ہونا چاہیے۔ بنابریں سزا کی نوعیت متعین کرنے میں اس پہلو کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ ایک شخص ایک لاکھ کی چوری کرتا ہے جسے وہ ایسے مختلف انداز سے تقسیم کر ڈالتا ہے کہ پتہ ہی نہیں چلتا کہ اس کی ظاہری ذاتی جائداد میں اس کا کتنا حصہ ہے اور خفیہ جائداد میں کتنا حصہ۔ جس طرح آج کل کالے روپے والے عام طور پر کر

---

❶ مراتب الاجماع، ص: ۱۳۵، طبع ۱۳۵۷ھ۔

❷ التبصير في اصول الدين ص: ۱۵۹۔

❸ الفرق بين الفرق، ص: ۳۲۷۔۳۲۸ طبع مصر۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہے ہیں۔ اب اگر مقرر صاحب کی تجویز کے مطابق ایسے چور کی جائداد ضبط کرلی جائے تو اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ اس کی کل جائداد وہی ہے جو ضبط کرلی گئی، اس کے علاوہ اس کے پاس کچھ نہیں ہے، حالانکہ ایسے لوگوں کی جائداد کا صحیح صحیح پتہ لگانا کارے دارد ہے۔ اگر ایک لاکھ کی چوری پر کسی کی دس بیس ہزار کی جائداد جس کا وہ ظاہری طور پر مالک ہے ضبط کرلی جائے تو اس کا اس میں کیا نقصان ہے؟ اور مستقبل میں اس کو اس جرم سے آخر کس طرح باز رکھا جائے گا؟ بلکہ صحیح تر الفاظ میں یہ تو ایک بڑی کامیاب تجارت ہوگی جس کا دروازہ ہم چوروں کے لیے کھول دیں گے، کسی کی ایک لاکھ کی رقم چرا کر دس بیس ہزار کی جائداد ضبط کرالی جائے تو اس سے زیادہ کامیاب تجارت کیا ہوسکتی ہے؟ اس طرح ایک انسان ایک ایک رات میں لاکھوں روپے بطور ''نفع'' کما سکتا ہے، اس کو چوری سے باز رکھنا تو کجا اس کے لیے تو یہ سزا چوری کی ترغیب کا کام دے گی۔

اسی طرح سزا کا ایک مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ سزا اتنی سخت اور مؤثر ہو کہ دوسروں کے لیے بھی عبرت کا پہلو رکھتی ہو۔ کیونکہ معاشرے میں بہت سے لوگ بالقوۃ مجرم ہوتے ہیں، جنھیں بالفعل مجرم بننے سے سخت سزا کا خوف ہی روکے رکھتا ہے۔ اگر مقرر صاحب کی تجویز کردہ ''چور'' کو سزا دی جائے تو ظاہر ہے کہ اس میں تخویف وتعزیر کا تو پہلو ہے نہیں، البتہ ترغیب وتحریص کا پہلو بالکل واضح ہے، جیسا کہ ہم بیان کرچکے ہیں۔ پھر آخر معاشرے کو چوروں کی خطرناک سرگرمیوں سے کس طرح پاک کیا جائے گا؟ اور مجرمانہ ذہن وطبیعت کے حامل لوگوں کو فی الواقع مجرم بننے سے کس طرح روکا جائے گا۔

مقرر کے خیالات پر نقد ختم ہوا، اب سوال نامے کے صرف اس سوال کا جواب دینا باقی رہ گیا ہے کہ ''قرآنی احکامات کے مفہوم اور معانی میں تبدیلی کے امکانات ہیں یا نہیں؟''

ہمارے نقد سے اس سوال کا جواب بھی اگرچہ بالکل واضح ہوچکا ہے (اور وہ یہ کہ اگر یہ امکان ہوتا تو پھر شاید مقرر مذکور کا نقطۂ نظر کسی حد تک درست ہوتا، مقرر کے سارے خیالات اسی محور کے گرد گھومتے ہیں۔ لیکن ان خیالات پر ہیجان واضطراب کا پیدا ہونا اس بات کی صاف غمازی کرتا ہے کہ قرآن کے مفہوم و معانی میں تبدیلی کا امکان اُمت مسلمہ کے نزدیک یکسر ناقابل تسلیم ہے) تاہم اس سلسلے میں قرآنِ کریم ہی کی چند آیات پیش کردینا شاید مفید ہو، بنابریں یہاں صرف چند آیات پیش کی جاتی ہیں، جن سے یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ قرآن کے احکامات یکسر غیر متبدل اور ناآشنائے تغیر ہیں۔

احکامِ قرآنی میں تبدیلی کا کسی کو حق نہیں:

﴿وَإِذَا تُتْلَى عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا ائْتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هَٰذَا أَوْ بَدِّلْهُ قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِي إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَى إِلَيَّ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴾ [یونس: ۱۵]

''اور جب ان کے پاس ہماری واضح آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ لوگ جو ہماری ملاقات کا یقین نہیں رکھتے، کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی اور قرآن لاؤ! یا اس میں تبدیلی کر دو! اے نبی! تم ان سے کہہ دو مجھے اس بات کا کوئی حق نہیں کہ میں اپنی طرف سے اس میں کوئی تبدیلی کر دوں۔ میں تو صرف اس وحی کا پیروکار ہوں جو میری طرف کی جاتی ہے، میں نے اگر اپنے ربّ کی نافرمانی کی تو میں یومِ عظیم کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔''

اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ جب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی قرآن کے احکامات میں تبدیلی کا حق نہیں تو اور وہ کون سی اتھارٹی ہے جس کو یہ حق حاصل ہو؟ علاوہ ازیں قرآن میں تبدیلی کو یہاں صریحاً عصیانِ خداوندی سے تعبیر کر کے ''مجتہدین ومتاولین'' کی کمر توڑ کر رکھ دی گئی ہے، جو اپنی ان جسارتوں پر خوفِ خدا کھانے کے بہ جائے اپنی ترقی پسندی اور تجدد پرستی پر فخر وغرور کرتے ہیں۔

قرآنی احکام میں تبدیلی درست نہیں:

﴿اَفَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِیْ حَکَمًا وَّ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ اِلَیْکُمُ الْکِتٰبَ مُفَصَّلًا وَ الَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْکِتٰبَ یَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ ○ وَتَمَّتْ کَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِهٖ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ○ وَاِنْ تُطِعْ اَکْثَرَ مَنْ فِی الْاَرْضِ یُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ ○﴾ [الانعام: ۱۱۵۔۱۱۶]

''کیا میں اللہ کے سوا کسی اور کو حکم (ثالث) بنالوں؟ درآں حالیکہ اس نے تم پر مفصل کتاب نازل فرمائی، اور جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی (اہلِ کتاب یہود ونصاریٰ) وہ جانتے ہیں کہ یہ کتاب تیرے ربّ کی طرف سے برحق نازل ہوئی ہے، پس اے نبی! تو شک کرنے والوں میں سے نہ ہو اور تیرے ربّ کا کلمہ (حکم) عدل وانصاف کے لحاظ سے مکمل ہو چکا ہے۔ اس کے کلمات (احکامات) کو کوئی تبدیل کرنے والا نہیں اور وہی سننے اور جاننے والا ہے۔ اور اے نبی! اگر تو اہلِ دُنیا کی اکثریت کا کہا ماننے لگ جائے گا تو وہ تجھے اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی وہ تو صرف اپنے گمانوں کی پیروی کرتی اور اٹکل کے تیر چلاتی ہے۔ بے شک تیرا ربّ خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بھٹک گیا ہے اور کون راہِ راست (ہدایت) پر قائم ہے۔''

اس آیت کے سیاق وسباق اور نزول کے پس منظر کی تفصیلات تو اس جگہ غیر ضروری ہیں۔ سردست

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقصود یہ ہے کہ ان آیات سے یہ پہلو بہرحال بالکل واضح ہے کہ قرآن کے اخبار و احکام، صداقت اور عدل و انصاف پر مبنی ہیں اور وہ اپنی مکمل اور مفصل صورت میں نازل کیے گئے ہیں، جن میں تبدیلی کا قطعاً امکان نہیں۔ اگر سیاست بازوں، ''دانشوروں'' اور عوام کی اکثریت کے جذبات و خواہشات کی پیروی اور ان کے احترام میں کسی قسم کی تبدیلی کا ارادہ بھی کیا جائے تو یہ شدید گمراہی ہوگی۔

تبدیلی تکذیب کے مترادف ہے:

﴿فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا سَنَجْزِي الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ۝﴾ [الانعام: ۱۵۷]

''سو آ چکی تمھارے پاس واضح دلیل تمھارے ربّ کی طرف سے اور ہدایت و رحمت، اب اس سے زیادہ ظالم کون ہوسکتا ہے جو اللہ کی آیتوں کو جھٹلائے اور ان سے اعراض و انحراف کرے، ہم بالیقین ایسے لوگوں کو جو ہماری آیتوں سے انحراف کرتے ہیں، ان کے اس اعراض و انحراف کی پاداش میں سخت سزا دیں گے۔''

جس طرح کفار کی طرف سے قرآن کی صریح تکذیب موجب عقوبت خداوندی ہے، اسی طرح اس کی آیات کی ایسی تاویل بھی جو اس کے مفہوم کو بالکل بدل دے، اعراض و انحراف میں داخل ہے، جس پر سزا کی وعید ہے۔ اس کے علاوہ اس مفہوم کی اور بھی بہت سی آیات ہیں۔ پھر مذکورہ آیات کے ذیل میں علماء و مفسرین نے اس پہلو کی جو وضاحت کی ہے، پھر ان پر مستزاد اس سے متعلقہ احادیث ہیں، ان سب کو ذکر کیا جائے تو مضمون مزید طویل ہو جائے گا، جبکہ پہلے ہی وہ سعیٔ اختصار کے باوجود بہت لمبا ہوگیا ہے۔ اس لیے ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں اور دُعا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ پاکستان کو ایسے نادان دوستوں کی نامشکور مساعی سے محفوظ رکھے اور مسلمانوں کو توفیق دے کہ کسی قسم کی لومۃ لائم سے بے نیاز ہو کر قرآن و حدیث میں آمدہ حدود جرائم نافذ کریں تاکہ امن و سلامتی کا دور دورہ ہو اور عوام سکھ اور چین کی سانس لے سکیں۔

وما ذلك على الله بعزيز.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دعا کی اہمیت اور آداب و شرائط

دعا بھی عبادت بلکہ عبادت کی جان ہے، حدیث شریف میں آیا ہے کہ:

(۱)...... ((اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ)) (ابو داؤد، ترمذی)

''دعا ہی عبادت ہے۔''

اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو عبادت ہی کے لیے پیدا کیا ہے:

(۲)..... ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ (الذاریات: ۵٦)

''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔''

لہٰذا جو لوگ عبادت کے منکر ہیں وہ اس وعید میں داخل ہیں:

(۳)..... ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ﴾ (المومن: ٦٠)

''جو لوگ از راہِ تکبر میری عبادت سے کتراتے ہیں، وہ عنقریب جہنم میں ذلیل و خوار ہو کر داخل ہوں گے۔''

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو اللہ سے نہیں مانگتا اللہ اس پر خفا ہوتا ہے، کیونکہ ایسے لوگ یا تو خود کو (نعوذ باللہ) خدا سے مستغنی سمجھتے ہیں اور یا اپنے ایک اہم اخلاقی و انسانی فرض سے غافل ہیں، پہلی صورت کفر دوسری معصیت ہے۔

قبولیت دعاء:

اللہ تعالیٰ نے ہم کو دعا مانگنے کا حکم دیا اور اس کو قبول کرنے کا وعدہ فرمایا:

(۴)..... ﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ (المومن: ٦٠)

''تمہارے پروردگار نے فرمایا ہے کہ تم مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔''

حدیث شریف میں آیا ہے:

(۵)...... ((مَنْ سَرَّهُ اَنْ يَّسْتَجِيْبَ اللّٰهُ لَهُ عِنْدَ الشَّدَائِدِ فَلْيُكْثِرِ الدُّعَاءَ فِي الرَّخَاءِ.)) (ترمذی)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

’’جو شخص چاہتا ہے کہ تکلیف کے وقت اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمائے تو اس کو چاہیے کہ آرام کی حالت میں بھی اکثر دعا مانگتا رہا کرے۔‘‘

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ صرف تکلیف ہی کے وقت نہیں بلکہ راحت و آرام کے زمانہ میں بھی اللہ کو یاد رکھے اور اس سے دعا مانگتا رہے اور قبولیت کا امیدوار رہے۔

شرائط قبولیت [1]:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم کیا دعا مانگیں قبول تو ہوتی نہیں ہے، ایسے لوگوں کو غور کرنا چاہیے کہ انہوں نے قبولت کی شرطوں کو کہاں تک پورا کیا ہے، شرائط حسب ذیل ہیں:

(۱) ایمان باللہ:

(۶)..... ﴿وَمَا دُعَاءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ﴾ (المومن: ۵۰)

’’سب سے پہلی شرط ایمان ہے اور کافروں کے لیے دعا تو بے کار ہے۔‘‘

(۲) خلوص نیت:

(۷)..... ﴿وَّ ادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾ (الاعراف: ۲۹)

’’اور اس کو پکارو، نرے اس کے حکم بردار ہو کر۔‘‘

حدیث میں آیا ہے:

(۸)...... ((اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ .)) (صحیحین)

’’اعمال کا دارو مدار نیتوں پر ہے۔‘‘

(۳) حضورِ قلب:

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو دعا دل لگا کر نہیں مانگی جاتی وہ قبول نہیں ہوتی۔ (مسند احمد و ترمذی)

(۹)...... ((اَلْقُلُوْبُ اَوْعِيَةٌ وَبَعْضُهَا اَوْعٰى مِنْ بَعْضٍ .))

’’دل ظروف ہیں، ان میں سے بعض عالی ظرف ہیں اور بعض کم ظرف۔‘‘

(۱۰)...... ((فَاِذَا سَاَلْتُمُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَا اَيُّهَا النَّاسُ! فَاسْئَلُوْهُ وَاَنْتُمْ مُوْقِنُوْنَ بِالْاِجَابَةِ .))

’’لوگو! جب تم اللہ سے مانگو تو دل میں قبولیت کا یقین رکھ کر مانگو۔‘‘

---

[1] یہ شرائط باعتبار اکثریت کے ہیں، بعض حالتیں اس سے مستثنیٰ ہیں مثلاً: اضطرار مظلومیت وغیرہ، ایسی صورتوں میں فاسق بلکہ کافر کی بھی دعا قبول ہوتی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۱)...... ((فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَجِيبُ بِعَبْدٍ دُعَاءَهُ ظَهْرِ قَلْبٍ غَافِلٍ .))

''کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے بندہ کی دعا قبول نہیں کرتا جس کا خیال دعا کے وقت اور طرف بٹا ہوا ہوتا ہے۔''

(۴) ادائے فرائض وترک محرمات:

(۱۲)..... ﴿أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي﴾ (البقرۃ: ۱۸۶)

''جب کوئی مجھے پکارنے والا پکارتا ہے تو میں اس کی دعا کو قبول کرتا ہوں، تو ان کو بھی چاہیے کہ وہ میرے حکموں کو مانیں۔''

(۱۳)...... ((اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ اِلَى السَّمَاءِ يَقُولُ يَا رَبِّ يَا رَبِّ وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَكْسَبُهُ حَرَامٌ وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ فَاَنّٰى يُسْتَجَابُ لَهُ .)) (مسلم)

''آنحضرت ﷺ نے ایسے شخص کا ذکر کیا کہ جو سفر میں پریشان حال، غبار آلود ہوتا ہے، اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہتا ہے کہ اے میرے رب! اے میرے رب! حالانکہ اس کی غذا حرام کی ہوتی ہے اور اس کی کمائی حرام کی ہوتی ہے اور اس کی پرورش حرام مال سے ہوتی ہے تو اس کی دعا کیسے قبول ہو۔''

(۱۴)...... ((يُسْتَجَابُ لِلْعَبْدِ مَا لَمْ يَدْعُ بِاِثْمٍ اَوْ قَطِيعَةِ رَحِمٍ .)) (مسلم)

''بندہ کی دعا قبول ہوتی ہے بشرطیکہ کسی گناہ یا قطع رحم کی دعا نہ مانگے۔''

۵۔ ایسی دعا نہ مانگنی چاہیے جس سے کوئی گناہ یا رشتہ داروں کے ساتھ کوئی بدسلوکی لازم آتی ہے۔

۶۔ خدا کی رحمت سے مایوس ہو کر دعا مانگنی نہ چھوڑے۔

(۱۵)...... ((يُسْتَجَابُ لِلْعَبْدِ مَا لَمْ يَدْعُ بِاِثْمٍ اَوْ قَطِيعَةِ رَحِمٍ مَا لَمْ يَسْتَعْجِلْ قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا الْاِسْتِعْجَالُ قَالَ يَقُولُ قَدْ دَعَوْتُ وَقَدْ دَعَوْتُ فَلَمْ اَرٰى يُسْتَجَابُ لِي فَلْيَسْتَحْسِرْ عِنْدَ ذَالِكَ وَيَدَعُ الدُّعَاءَ .))

''بندہ کی دعا قبول ہوتی ہے بشرطیکہ کسی گناہ یا قطع رحم کی دعا نہ مانگے اور جلد بازی نہ کرے، لوگوں نے کہا کہ اے رسولِ خدا ﷺ! جلد بازی کیا ہوتی ہے؟ فرمایا: خیال کرے کہ میں نے بارہا دعا مانگی اور قبول نہیں ہوئی تھک کر دعا کا چھوڑ دینا۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آدابِ دعا:

(۱)...... پاک صاف ہونا۔ (سنن اربعہ)

(۲)...... باوضو ہونا۔ (صحاح ستہ)

(۳)...... قبلہ رو ہونا۔ (صحاح ستہ)

(۴)...... دعا سے پہلے نماز پڑھنا۔ (سنن اربعہ)

(۵)...... کندھوں تک دونوں ہاتھ اٹھانا۔ (صحاح ستہ)

(۶)...... دونوں ہاتھ پھیلانے۔ (ترمذی)

(۷)...... ہتھیلیوں کو آسمان کی طرف رکھنا۔ (ابوداؤد و ترمذی)

(۸)...... اوّل و آخر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا۔ (قرآن کریم)

(۹)...... اوّل و آخر درود شریف پڑھنا۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

(۱۰)...... اپنے ساتھ اپنے والدین اور عام مسلمانوں کے لیے بھی دعا مانگنا۔ (قرآن کریم)

(۱۱)...... اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کے ساتھ گڑگڑانا۔ (قرآن کریم)

(۱۲)...... اللہ تعالیٰ کو اس کو اسماء حسنہ کے ساتھ پکارنا اور ان اسماء حسنیٰ سے توسل کرنا۔ (قرآن کریم)

(۱۳)...... چپکے چپکے دعا کرنا۔ (قرآن کریم)

(۱۴)...... دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہونا۔ (قرآن کریم)

(۱۵)...... دل میں خدا کی رحمت کی امید ہونا۔ (قرآن کریم)

(۱۶)...... قبولیت دعا کا دل میں یقین ہونا۔ (مسند احمد ترمذی)

(۱۷)...... اپنے گناہوں کا اعتراف کرنا، ان پر ندامت ظاہر کرنا اور مغفرت کی درخواست کرنا۔ (قرآن کریم)

(۱۸)...... اپنے لیے یا اپنی اولاد یا اپنے مال کے لیے بد دعا نہ کرنا۔ (قرآن کریم)

(۱۹)...... شک اور تردد کے الفاظ نہ کہنا۔ یعنی اس طرح دعا نہ مانگے کہ اے اللہ اگر تو چاہے تو بخش دے۔ اگر تو چاہے تو رحم کر۔ چاہے تو رزق عطا کر۔ کیونکہ یہ تو معلوم ہے اللہ تعالیٰ جو کام کرتا ہے اپنی مرضی سے کرتا ہے، پھر یہ شرط لگانے کی کیا ضرورت ہے۔

(۲۰)...... خدا تعالیٰ سے اپنی سب ضروریات طلب کرنا، خواہ چھوٹی ہوں یا بڑی۔ (ترمذی)

(۲۱)...... خدا کی رحمت کو منحصر نہ کرنا، یعنی یہ نہ کہے اے اللہ صرف مجھ ہی کو بخش دے یا مجھ ہی پر رحم کر۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وغیرہ۔ (بخاری)

(۲۲)...... سجع وتکلف سے بچنا، یعنی سیدھی سادھی زبان میں دعا مانگے۔

(۲۳)...... آسمان کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھنا۔ (مسلم)

(۲۴)...... بار بار مکرر سہ کرر دعا مانگنا۔ (مسلم، ابوداؤد)

(۲۵)...... دعا کے آخر میں آمین کہنا۔ (ابوداؤد)

(۲۶)...... دعا قبول ہو جائے تو یہ کہے: الحمد للّٰہ الذی بعزتہ وجلالہٖ وبنعمتہٖ تتم الصالحات. (ابن ماجہ ومستدرک حاکم)

ادعیہ ماثورہ:

قرآن کریم یا حدیث شریف میں جو دعائیں آئی ہیں ان کو ادعیہ ماثورہ کہتے ہیں، ویسے تو ہر انسان کو اختیار ہے کہ خدا تعالیٰ سے جو چاہے اور جس زبان میں چاہے دعا مانگے، مگر بہتر یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے ادعیہ ماثورہ کا التزام رکھے، کیونکہ ان کے الفاظ اور معنی دونوں خدا تعالیٰ کی شان کے لائق ہیں اور ہمارے لیے دینی ودنیوی فوائد کے جامع۔

(۱۲ اکتوبر ۱۹۷۳ء)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آخری عشرہ رمضان

فضائل و مسائل

رمضان شریف کے تیسرے عشرے (دَھے) میں رسول اللہ ﷺ رات کی عبادت (نفل اور تلاوت وغیرہ) کی طرف پہلے بیس (۲۰) دنوں کی نسبت نہ صرف کہ خود زیادہ توجہ فرماتے بلکہ اپنے گھر کے سب چھوٹوں بڑوں کو بھی اس پر آمادہ فرماتے تھے، تاکہ وہ رات کو قیام کریں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((كان رسول الله ﷺ يَجْتَهِدُ فِى الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مَا لَا يَجْتَهِدُ فِىْ غَيْرِهٖ.)) ❶

''رسول اللہ ﷺ رمضان کے پچھلے عشرہ میں جس قدر (عبادت میں) کوشش و مشقت فرماتے تھے اس قدر دوسرے دونوں عشروں میں نہیں کرتے تھے۔''

نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

((كان رسول الله ﷺ اذا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدَّ مِيْزَرَهٗ وَاَحْىٰ لَيْلَهٗ وَاَيْقَظَ اَهْلَهٗ.)) ❷

''جب رمضان کا پچھلا عشرہ شروع ہوتا تو آپ ﷺ کمر مضبوط باندھتے اور راتوں کو جاگتے اور گھر والوں کو بھی جگاتے۔''

''مجمع الزوائد'' (۳/۱۷۴) میں بروایت حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ الفاظ بھی آخر میں ہیں:

''وكُلَّ صغير و كبير يُطيق الصّلوة.'' ❸

اس مضمون کی حدیث حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔ ❹

آخر الذکر کے لفظ یہ ہیں:

((كان رسولُ الله ﷺ اِذَا بَقِىَ مِنَ الشَّهْرِ عَشْرَةُ اَيَّامٍ لَمْ يَذَرْ اَحَدًا مِّنْ اَهْلِهٖ

❶ رواه مسلم، مشكوٰة. ❷ متفق عليه (مشكوٰة).

❸ رواه الطبرانی فی الاوسط وابو يعلی باختصار منه وفی اسناد الطبرانی عبدالغفار بن القاسم وهو ضعيف واسناد ابی يعلی حسن اهـ.

❹ فتح الباری، ص: ۳۲۵، ج: ۲، وقيام الليل، ص: ۱۰۳.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يُطِيْقُ الْقِيَامَ اِلَّا اَقَامه .))

''رسول اللہ ﷺ رمضان کی آخری دس راتوں میں گھر کے سب چھوٹے بڑوں کو جو قیام کر سکتے ہوں رات کے قیام پر آمادہ فرماتے۔''

اعتکاف:

ایک بڑی خصوصیت اس عشرے کی اعتکاف ہے، یہ لفظ عکوف سے ہے، جس کے لغوی معنی کسی جگہ ٹھہر جانے اور اس سے لازم ہو جانے کے ہیں۔ مگر شریعت اسلامیہ کی اصطلاح میں اس کا معنی یہ ہے کہ ایک خاص مدت کے لیے ایسی مسجد کا کوئی گوشہ جس میں نماز با جماعت کا اہتمام ہو اپنے لیے مخصوص کر کے اس میں اقامت اختیار کر لی جائے، تاکہ خلوت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت یعنی نفلی نماز، تلاوت قرآن مجید، مطالعہ حدیث پاک اور ذکر وفکر کے لیے یکسوئی مل سکے۔ رمضان شریف کے آخری دس رات دن میں یہ مبارک عمل رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے، مدنی زندگی میں ہر سال آنحضرت ﷺ اعتکاف کیا کرتے تھے، ایک سال کسی سفر کے سبب چھوٹ گیا تو دوسرے سال بیس دن اعتکاف فرمالیا، جیسا کہ احادیث میں وارد ہے:

((عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ قال كان رسولُ الله ﷺ يَـعْتَكِفُ فِي رَمَضَانَ عَشْرَةَ اَيَّامٍ .)) (صحيح بخاری)

((وفی حديث ابی بن كعب رضی اللہ عنہ اخرجه النسائی وابو داؤد وصححه ابن حبانَ ان النبی ﷺ كـان يَـعْتَـكِفُ الْاَوَاخِـرَ مـن رمـضـان فَسافَرَ عَامًا فَلَمْ يَعْتَكِفْ فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الْمُقبِلُ اِعْتَكَفَ عِشْرِيْنَ .)) ❶

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف کرتے تھے تا آں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وفات دی۔ آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی بیویوں نے اعتکاف کیا۔ (بخاری مسلم)

ثواب اعتکاف:

اعتکاف کی فضیلت مندرجہ ذیل حدیثوں سے ظاہر ہوتی ہے:

((عـن عـلـی بن حسين عن ابيه رضی اللہ عنہ قـال قال رسول الله ﷺ مَنِ اعْتَكَفَ عَشْرًا فِيْ رَمَضَانَ كَانَ كَحَجَّتَيْنِ وَعُمْرَتَيْنِ .)) ❷

---

❶ فتح الباری، ص: ۳۳۲، ج: ۲، طبع انصاری دہلی۔ ❷ مجمع الزوائد ص: ۷۳، ج: ٤ رواه الطبرانی فی الكبير وفی اسناده عيينة بن عبدالرحمٰن القرشی وهو متروك ١هـ. رواه البيهقی، ترغيب ترهيب.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''حسین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص رمضان کے دس دن کا اعتکاف کرے اس کو دو حج اور دو عمرے کے برابر اجر وثواب ہوگا۔''

ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف کرنے والے کے حق میں فرمایا: کہ ((هُوَ يَعْتَكِفُ الذُّنُوْبَ وَيُجْرٰى لَهٗ مِنَ الْحَسَنَاتِ كَعَامِلِ الْحَسَنَاتِ كُلِّهَا .)) ❶

''اعتکاف کرنے والا اعتکاف میں بیٹھنے کے سبب گناہوں سے بچا رہتا ہے..... اور اس کو تمام نیکیوں اور عبادتوں کا عوض (ثواب) نیکی کرنے والوں کے برابر دیا جائے گا۔''

مثلاً: مریض کی عیادت کرنا، یا نماز جنازہ پڑھنی، یا دوستوں کی ملاقات کرنا، یا حاجت مندوں اور غریبوں کی حاجت روائی اور مدد کہ معتکف ان سب کاموں کو نہیں کر سکتا، لیکن اعتکاف کی برکت سے ان تمام نیک کاموں کا ثواب اس کو ملے گا۔

مسائل اعتکاف:

اعتکافِ مسنون کے لیے مسجد شرط ہے، لیکن ایسی جس میں نماز با جماعت ہوتی ہو۔ ❷

(واضح رہے کہ کسی بھی شخص کی قبر پر اعتکاف اور چلہ کشی بدعت اور ناجائز ہے، اور یہی حکم قبروں سے ''فیض'' حاصل کرنے کا ہے)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز پڑھ کر اعتکاف کی جگہ میں تشریف لے جاتے تھے۔ (مشکوۃ) آپ کے لیے مسجد میں ایک جگہ معین کر لی جاتی اور اس کو بوریا وغیرہ سے گھیر دیا جاتا۔ ایامِ اعتکاف اسی میں بسر کرتے۔ آپ بیسویں شب رمضان کی مسجد میں گذارتے اور نماز فجر ادا فرمانے کے بعد اعتکاف گاہ میں داخل ہوتے۔ ہر اعتکاف کرنے والے کو اسی طرح کرنا چاہیے۔ معتکف کو جائے اعتکاف سے بلاضرورت خاص (پاخانہ، پیشاب، غسل جنابت وغیرہ کے لیے) باہر نہیں نکلنا چاہیے اور نہ فضول کلام کرنا چاہیے اور نہ ہی بلاضرورت بات چیت کرنا درست ہے۔ تلاوتِ قرآن یا نفل نماز اور فکر خدا یا مطالعہ کتابِ دین میں مشغول رہنا چاہیے۔ اعتکاف میں چارپائی اور بستر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ)

لیلۃ القدر:

اسی عشرے میں لیلۃ القدر ہے، جس کی بابت خداوند جل وعلا کا فرمان ہے:

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ

❶ رواہ ابن ماجہ (مشکوۃ) وفی اسنادہ ضعیف.

❷ فتح الباری، ص: ۳۲۶، ج: ۲.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شَهْرٍ ○ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ○ سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ○﴾ (القدر: ۱ ـ ۵)

''ہم نے اس قرآن کو لیلۃ القدر میں نازل کیا، آپ کو کیا معلوم کہ لیلۃ القدر کیسی چیز ہے، لیلۃ القدر ہزار مہینے سے بہتر ہے، اس رات میں فرشتے اور روح القدس (جبرائیل علیہ السلام) اپنے رب کے حکم سے ہر امر خیر کو لے کر اترتے ہیں، سراپا سلام ہے، یہ رات طلوعِ فجر تک رہتی ہے۔''

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((تَحَرَّوْا لیلة القدر فی الوتر من العشر الاواخر من رمضان .)) ❶

''لیلۃ القدر کو طلب کرو اور ڈھونڈو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں (یعنی اکیسویں اور تیئسویں اور پچیسویں اور ستائیسویں اور انتیسویں رات کو تلاش کرو، یعنی جاگو اور اللہ کی عبادت کرو)۔''

انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

((دَخَلَ رَمَضَانُ فقال رسولُ الله ﷺ اِنَّ هٰذَا الشَّهْرَ قَدْ حَضَرَكُمْ وَفِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ مَنْ حُرِمَهَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَيْرَ كُلَّهُ وَلَا يُحْرَمُ خَيْرَهَا اِلَّا مَحْرُوْمٌ .)) ❷

''رمضان شریف کا مہینہ آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ یہ مہینہ تمہارے پاس آ گیا ہے، جس میں ایک رات ایسی (متبرک) ہے کہ اس میں عبادت کرنا ہزار ماہ کی عبادت سے بھی بہتر ہے جو شخص اس رات (کی برکت) سے محروم رہا وہ تمام ہی برکتوں سے محروم رہا اور نہیں محروم رہتا اس کی برکت سے مگر وہی شخص جو پورا بے نصیب ہو۔''

واقعہ بھی یہ ہے کہ جس کو ایسی بابرکت شب اور اتنے بزرگ وقت میں نیکی اور عبادت اور توبہ و استغفار کی توفیق نہ ہوگی اس کو عمر بھر نیکی اور خیر، اطاعت و عبادت اور توبہ و انابت الی اللہ کی توفیق کیسے ملے گی؟

لیلۃ القدر کی فضیلت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک طویل روایت آئی ہے جو اپنی پوری تفصیلات میں تو سنداً سخت مخدوش ہے، تاہم اس کا اس قدر حصہ دوسرے عمومی دلائل کے تحت آ جاتا ہے، جس میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ لیلۃ القدر کو حضرت جبریل علیہ السلام فرشتوں کی جماعت کے ہمراہ زمین پر تشریف لاتے ہیں اور جو لوگ عبادت میں لگے ہوتے ہیں ان کے لیے دعائے خیر کرتے ہیں۔ ''رواه البيهقى فى شعب الايمان (مشكوٰة) قال فى تنقيح الرواة له شواهد وفى كلها مقال لا يصح منها شئى .''

---

❶ بخاری، مسلم، احمد، نسائی، ترمذی۔ ❷ رواه ابن ماجه واسناده حسن.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسے ہی ایک طویل روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حافظ منذری رحمہ اللہ نے بصیغہ تمریض ذکر کی ہے، جس میں بیان ہے کہ اس مبارک رات زمین پر آنے والے فرشتے حضرت جبریل علیہ السلام کے ایماء سے اس رات جاگ کر ہر قسم کی عبادت میں حصہ لینے والوں کو سلام کہتے اور ان کی دعاؤں کے ساتھ آمین کہتے ہیں۔

چار قسم کے مجرموں کی محرومی:

اس روایت میں یہ بھی ہے کہ ان سب عبادت گذاروں کو اللہ تعالیٰ عام معافی سے سرفراز فرماتا ہے، تاہم چار قسم کے لوگ پھر بھی محروم رہتے ہیں: شراب نوشی کے عادی، ماں باپ کے عاق، قطع رحم کرنے والے اور حسد و کینہ کے سبب اپنے مسلمان بھائی سے قطع تعلق رکھنے والے۔ ❶

شبِ قدر میں مروجہ وعظ اور تقریریں:

واضح رہے کہ آخری عشرہ کی راتیں نفل، تلاوت اور ذکر و فکر کے لیے ہیں، ان راتوں میں خصوصاً جس رات حافظ قرآن مجید ختم کرتے ہیں ان میں تقریروں اور وعظوں کا اہتمام نہ صرف کہ زمانہ خیر القرون سے ثابت نہیں، بلکہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ جیسے جلیل القدر بزرگ امام نے اس کو سخت ناپسند کیا ہے۔ چنانچہ المدونہ ص: ۱۹۴، ج: ۱ میں حضرت امام موصوف رحمہ اللہ سے منقول ہے۔ ”الامر فی رمضان الصلوٰۃ ولیس بالقصص بالدعاء . “

چھٹی صدی ہجری کے مالکی امام ابوبکر محمد بن الولید طرطوشی (متوفی ۵۲۰ ھ) لکھتے ہیں:

”لم یرووا فی شئی من ذلك ما احدثه الناس من هذه البدع من نصب المنابر عند ختم القرآن والقصص والدعاء انتهٰی . “❷

یعنی صحاح ستہ وغیرہ کتب حدیث میں کوئی ایسی بات مروی نہیں کہ (رمضان میں) قرآن مجید کے ختم کے موقع پر وعظیں کی جائیں اور اجتماعی طور پر (بلند آوازوں سے لمبی لمبی) دعائیں مانگی جائیں، پھر لکھا ہے:

”ان الامر المعمول فی المدینة انما هو الصلوٰة من غیر قصة ولا دعاء . “

علامہ شیخ ابوشامہ عبدالرحمن بن اسماعیل شافعی رحمہ اللہ الباعث علی انکار البدع والحوادث (ص ۲۵ طبع مصر) میں لکھتے ہیں:

((وقد انکر الامام الطرطوشی علی اهل القیروان اجتماعهم لیلة الختم فی صلاة التراویح فی شهر رمضان و نصب المنابر وبین انه بدعة ومنکر .))

---

❶ الترغیب، ص: ۱۰۱، ج: ۱.

❷ کتاب الحوادث والبدع، ص: ۵۸.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس انتباہ سے غرض اتنی ہے کہ اس سلسلے میں غلو سے اجتناب ضروری ہے، ان راتوں میں ساری توجہ قلب کو روحانی غذا پہنچانے کی ہونی چاہیے، جس کی سب سے بہتر شکل یہ ہے کہ قرآن کریم کی کثرت سے تلاوت کی جائے اور سننے میں بھی قرآن ہی کی طرف توجہ مرکوز رکھنے کی کوشش کی جائے۔ واللہ الموفق!

شبِ قدر کی خاص دعاء:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ مجھ کو اگر شب قدر میسر ہو تو اس میں کیا کہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس میں اس طرح کہو:

((اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ .)) (مشکوۃ)

''یا اللہ تو بڑا معاف کرنے والا ہے، معاف کرنے کو دوست رکھتا ہے، پس تو میرے گناہوں کو معاف فرما۔''

لیلۃ القدر کی تعیین میں اگرچہ اختلاف ہے، لیکن اکثر روایات صحیحہ اور اقوالِ ثابتہ اسی امر پر ہیں کہ لیلۃ القدر اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں ہوتی ہے، پس انہیں راتوں میں جاگنا اور تلاش کرنا چاہیے۔ تاہم زیادہ احتمال اکثر روایات سے ۲۷ تاریخ کو ہے، اس سلسلے میں ایک دلچسپ مرفوع روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مصنف عبدالرزاق میں آئی ہے۔ (ص: ۲۴۶، ج: ۴)

(۱۴ اکتوبر ۱۹۷۴ء)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شبِ قدر!

جن سعادت مندوں کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہے وہ رمضان شریف کے آخری عشرے خصوصاً اس کی طاق راتوں کے فیوض و برکات سے بہرہ اندوز ہو رہے ہیں: "اللّٰھم اجعلنا منھم" ان ہی طاق راتوں میں وہ مبارک شب ہے جو "شبِ قدر" ہے (یعنی جس رات آئندہ سال کے لیے انسانوں کے مقدرات کے فیصلے قرار پاتے ہیں)...... جس ایک رات کی عبادت (بنصِ قرآن کریم) ایسی قرار پاتی ہے جیسے کم و بیش تراسی (۸۳) برس عبادت گذار لی جائے......!

اس رات کے قیام سے گذشتہ سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں:

"من قام ليلة القدر ايمانا و احتسابا غفرله ما تقدم من ذنبه ." ❶

احادیث صحیحہ کی رو سے اس رات کا غالب امکان، طاق راتوں میں ہے، یعنی ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹ رمضان، پھر ان میں بھی احادیث و آثارِ سلف رحمہ اللہ میں ۲۷ ویں کی صراحت آئی ہے۔

❀ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

((انی لا علمها هی الليلة التی اَمَرَنَا رسولُ الله ﷺ بِقِيَامِهَا هی ليلةُ سَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ .)) ❷

"مجھے معلوم ہے کہ شب قدر کون سی رات ہے، وہ ستائیسویں شب ہے، رسول اللہ ﷺ نے اسی رات کے قیام (نفلی نماز) کا ارشاد فرمایا تھا۔"

دوسری روایت میں ہے کہ یہ بات حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے حلفاً فرمائی۔

❀ سنن ابی داؤد میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے:

((عن النبی ﷺ فی ليلة القدر قال لَيْلَةُ الْقَدْر لَيْلَةُ سَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ .))

(کہ شب قدر ستائیسویں رات ہے)

صحیح ابن حبان میں بھی یہ روایت آئی ہے۔ ❸

❶ صحیح بخاری. ❷ صحیح مسلم، ص: ۳۷۱، ج: ۱.

❸ موارد الظمان، ص: ۲۳۱.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسند امام احمد میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ کَانَ مُتَحَرِّیْھَا فَلْیَتَحَرَّھَا لَیْلَةَ سَبْعٍ وَّعِشْرِیْنَ .))

''شب قدر کے متلاشی کو ستائیسویں رمضان میں تلاش کرنا چاہیے۔''

یہ حدیث صحیح ہے۔ ❶

❀ اس مضمون کی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ ❷

❀ مصنف ابن ابی شیبہ (ص:۷۴، ج:۳) میں ہے:

((کان عمر و حذیفة واناس من اصحاب النبی ﷺ لا یشکون انھا لیلة سبع و عشرین .))

''حضرت عمر اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو ستائیسویں رمضان کو لیلۃ القدر ہونے میں شبہ نہ تھا۔''

❀ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((وھو قول احمد و اسحاق)) ❸

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

((وھو قول طائفة من السلف وھو الجادة من مذھب الامام احمد رحمه اللّٰہ وھو روایة عن ابی حنیفه ایضًا .)) ❹

اس تفصیل کی روشنی میں پورے شوق و اہتمام خاص کے ساتھ ستائیسویں رمضان المبارک کو ساری رات، نفل، تلاوتِ قرآن پاک پڑھنے یا سننے، ذکر الٰہی اور فکر آخرت میں گذارنی چاہیے، تاکہ ثواب پورا مل سکے، تاہم رات کا جتنا حصہ بھی عبادت ہو سکے، اتنا حصہ شب قدر کے ثواب کے حصول کی امید ہے۔ ❺

❀ خصوصاً اس رات، عشا اور صبح دونوں نمازوں کے با جماعت ادائیگی کی طرف خاص دھیان دیا جائے، بارگاہ الٰہی سے امید ہے کہ اسی عمل سے کوتاہیاں معاف ہوکر پوری رات کا ثواب حاصل ہو جائے گا۔ چنانچہ مؤطا امام مالک میں حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ کا قول مروی ہے:

---

❶ تعلیق المسند، ص: ۲۶، ج: ۷، طبع المعارف مصر.

❷ فتح الباری، ص: ۳۲۲، ج: ۲، طبع دھلی بحواله طبرانی لطائف المعارف لابن رجب ص: ۲۱۳، بحوالہ مسند امام احمد وغیرہ۔

❸ لطائف، ص: ۲۱۰. ❹ تفسیر ابن کثیر، تفسیر سورة القدر. ❺ فتح الباری، ص: ۳۲٤، ج: ۲.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"من شهد العشاء من ليلة القدر فقد اخذ حظا منها ."

شب قدر کو نماز عشاء کی جماعت میں حاضری دینے والا شبِ قدر کی برکتوں سے بہرہ اندوز ہو سکتا ہے:

((قال ابن عبدالبر قول ابن المسيب لا يكون رأيا ولا يؤخذ الا توفيقًا ومراسيله اصح المراسيل .)) ❶

بلکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس مضمون کی روایات مرفوع بھی وارد ہیں گو سنداً کمزور ہیں۔ ❷

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ نے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ سے ذکر کیا ہے:

((من شهد العشاء والصبح ليلة القدر فقد اخذ بحظه منها انتهٰى .)) ❸

ان آخری روایات اور اقوال سے یوں استفادہ کرنا چاہیے کہ آخری عشرے میں ہر نماز عشاء اور صبح جماعت سے ادا کرنے کی پوری کوشش کی جائے، تاکہ جو بھی رات ''شب قدر'' ہو اس سے محرومی نہ رہنے پائے۔ واللّٰه الموفق والمعين!

آخر میں پھر یہ بات عرض کر دینا مناسب ہوگا کہ طاق راتوں میں اور ختم قرآن کی راتوں میں طویل وعظوں اور تقریروں کا سلف میں کوئی ثبوت نہیں ملتا، ایسا نہ ہو کہ یہ رَواج بدعت کی حدود میں داخل ہو جاتا ہو۔

وما علينا الا البلاغ .

(۱۱/اکتوبر ۱۹۷۴ء)

---

❶ زرقانی شرح موطا ص: ۲۱۵، ج: ۲.

❷ زرقانی حوالہ مذکورہ نیز لطائف المعارف لابن رجب، ص: ۱۹۷.

❸ لطائف.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمازِ عید کی تکبیرات

نمازِ عید کی دونوں رکعتوں میں باقی نمازوں کے علاوہ کچھ تکبیریں زائد کہی جاتی ہیں، انہیں تکبیراتِ زوائد کہتے ہیں۔ ان تکبیروں کی گنتی اور ان کے مقام میں علماء کی مختلف رائیں ہیں جو دس تک پہنچتی ہیں، چونکہ ان میں سے اکثر بے دلیل ہیں، اس لیے یہاں صرف دو مسلک ذکر کیے جاتے ہیں جو زیادہ مشہور ہیں۔

پہلا مسلک بارہ (۱۲) تکبیریں:

اکثر صحابہ مثلاً: (حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، ابو سعید رضی اللہ عنہ، جابر رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ، ابو ایوب رضی اللہ عنہ، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہم اور جمہور تابعین، (فقہائے سبعہ) عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ، زہری رحمہ اللہ، مکحول رحمہ اللہ وغیرہ) کا مسلک ہے کہ کل تکبیریں بارہ (۱۲) ہونی چاہئیں، پہلی رکعت میں سات، دوسری میں پانچ، دونوں میں قرأت سے پہلے، ائمہ میں سے امام مالک رحمہ اللہ، شافعی رحمہ اللہ، احمد بن حنبل رحمہ اللہ، اسحٰق رحمہ اللہ وغیرہ، جماہیر علماء بھی اسی طرف ہیں، اہل حرمین کا عمل بھی زمانہ سلف میں اسی پر تھا، ان بزرگوں کے دلائل یہ روایات ہیں:

۱۔ مؤطا امام مالک رحمہ اللہ اور مؤطا امام محمد رحمہ اللہ میں ہے:

((عن نافع انه قال شهدت الاضحٰى والفطر مع ابى هريرة فكبر فى الركعة الاولٰى سبع تكبيرات قبل القراءة وفى الآخرة خمس تكبيرات قبل القراءة.))

''نافع کہتے ہیں میں نے دونوں عیدیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ پڑھیں، اُنہوں نے پہلی رکعت میں سات اور دوسری میں پانچ تکبیریں کہیں، اور دونوں میں قراءت سے پہلے۔''

یہ اثر حکماً مرفوع ہے، چنانچہ اس پر مولانا عبدالحیٔ حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((هذا لا يكون رايا الا توفيقًا يجب التسليم له.)) ❶

''یہ اجتہادی بات نہیں ہوسکتی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ضرور ہوگا، لہٰذا یہ واجب التسلیم ہے۔''

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قولاً وفعلاً دو حدیثیں مروی ہیں، سنن ابی داؤد میں ہے:

---

❶ التعليق الممجد، ص: ١٤١.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((اَلتَّکْبِیْرُ فِی الفِطرِ سبعٌ فی الأولٰی خَمْسٌ فِی الاٰخِرَة والقراء ة بَعْدَهُمَا کِلْتَیهِمَا ، قال الحافظ فی التلخیص ، ص: ١٤٤ صححه احمد وعلی بن المدینی والبخاری وقال العراقی اسناده صالح .)) (نیل)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: عید الفطر میں بارہ تکبیریں ہیں، قراءت سے پہلے۔ اس حدیث کو امام احمد، امام علی بن مدینی امام بخاری نے صحیح کہا ہے۔"

سنن دارقطنی (ص:۱۸۱) میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی ہی حدیث ہے:

((کَبَّرَ فی العیدین الاضحٰی والفِطرِ اثْنَتَیْ عَشَرة تکبیرة فی الأولٰی سَبعًا وفی الاٰخِرَة خَمْسًا سِوٰی تَکْبِیرَة الاِحرَامِ .)) ❶

"آنحضرت ﷺ نے عیدین میں پہلی رکعت میں علاوہ تکبیر تحریمہ سات اور دوسری رکعت میں علاوہ تکبیر انتقال، پانچ تکبیریں قرأت سے پہلے کیں۔"

((قال الامام احمد وانا اذهب الی هذا .)) ❷

"امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں بھی اسی کا قائل ہوں۔"

۳۔ ترمذی شریف میں حضرت عمرو بن عوف مزنی رضی اللہ عنہ سے بھی ایک روایت مروی ہے، جسے امام ترمذی نے حسن کہا ہے۔ ترمذی اور امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔ ❸

اِن احادیث کے علاوہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، سعد رضی اللہ عنہ، عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ، جابر رضی اللہ عنہ، عمار رضی اللہ عنہ وغیرہم سے بھی روایتیں آتی ہیں، جو گو فرداً فرداً ضعیف ہیں، لیکن تائید کے لیے کافی ہیں۔

علامہ ابن عبدالبر جیسے بالغ نظر کا فیصلہ یہ ہے:

((سبع فی الاولٰی وخمس فی الثانیة هو اولی ما عمل به لانه روی عن النبی ﷺ من طرق حسان من حدیث عبدالله بن عمرو بن عوف ولم یرو عنه من وجهٍ قوي ولا ضعیف خلاف هذا .)) ❹

---

❶ صححه البخاری، بیهقی، ص: ٢٨٦، جلد: ٣.

❷ زاد المعاد، ص: ١٢٢، ج: ١.

❸ الجوهر النقی، ص: ٢٨٦، جلد: ٣.

❹ مغنی ابن قدامه، ص: ٢٣٩، ج: ٢.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''بارہ تکبیروں والی روایت پر عمل بہتر ہے، کیونکہ یہ مرفوعاً حسن سندوں سے مروی ہے، اس کے خلاف کسی قسم کی روایت آئی ہی نہیں۔''

ان دلائل قویہ کی رو سے صحیح اور راجح یہی مسلک ہے، حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے ''وعمل اہل حرمین احق است باتباع'' ❶ کہہ کر اسی کو ترجیح دی ہے۔

ملحوظہ نمبر (۱):

اوپر دار قطنی کی روایت میں آیا ہے کہ پہلی رکعت میں سات تکبیریں تکبیر تحریمہ کے علاوہ ہونی چاہئیں، چونکہ اس کی سند اچھی ہے اس لیے ترجیح اسی کو چاہیے۔

ملحوظہ نمبر (۲):

امام نووی رحمہ اللہ نے شرح مہذب میں لکھا ہے:

((واما الاکمل فان یقرأہ بعد تکبیرۃ الا حرام و دعاء الاستفتاح ثم یکبر- وحکی الرافعی قولا شاذ أن دعاء الاستفتاح یکون بعد ھذہ التکبیرات والصواب الاول وھو المعروف من نصوص الشافعی وبہ قطع الجمھور .)) ❷

یعنی ''بہتر صورت یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد دعائے استفتاح پڑھ کر پھر یہ زوائد تکبیریں کہے اور اس کے بعد قرأت شروع کرے، امام شافعی رحمہ اللہ کے نصوص کا مقتضی یہی ہے اور جمہور فقہائے شافعیہ کا بھی یہی فیصلہ ہے اور یہی صحیح ہے، اگرچہ تکبیر تحریمہ مع زوائد کے بعد دعائے استفتاح کا ایک قول شاذ بھی منقول ہے۔''

امام بیہقی نے بھی سنن میں اس مضمون کا ایک عنوان قائم کیا ہے، لیکن امام نووی نے اس پر کوئی دلیل ذکر نہیں کی اور نہ ہی امام بیہقی اس باب میں کوئی حدیث یا اثر لائے ہیں، البتہ مغنی ابن قدامہ میں قیاس سے اس کی وجہ لکھی ہے۔

((ان الاستفتاح شرع یستفتح بہ الصلوٰۃ فکان فی اولھا کسائر الصلوٰت .)) ❸

مگر یہ بھی قیاساً کہا جا سکتا ہے کہ دعائے استفتاح قراءت سے قبل اس سے متصل ہوتی ہے، اس لیے دوسرا قول درست ہے۔

---

❶ مصفی جلد: ۱، ص: ۱۷۸ وعمل الحرمین ارجح، حجۃ اللہ ص: ۳۱، ج: ۲.

❷ ص: ۱۷، ج: ۵.

❸ ص: ۱٤۰، ج: ۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملحوظہ نمبر (۳):

تکبیرات زوائد کے وقت رفع یدین کسی ایسی مرفوع حدیث سے ثابت نہیں جو قابل حجت ہو، ہاں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے: "مع تحريه للاتباع يرفع يديه مع كل تكبيرة ❶ ولا يعرف له مخالف في الصحابة." ❷ امام بیہقی رحمہ اللہ نے السنن الکبریٰ (۳/۲۹۳) میں اور معرفۃ السنن والآثار والجوہر النقی (صفحہ مذکورہ) میں قیاس اور آثار سے اس کو ثابت کیا ہے۔

دوسرا مسلک مرجوح:

دوسرا مسلک فقہائے حنفیہ کا ہے، یعنی کل نو تکبیریں، پانچ پہلی میں سمیت تکبیر تحریمہ و تکبیر رکوع، قراءت سے پہلے، دوسری میں چار، بعد قراءت سمیت تکبیر رکوع۔ یہ مسلک حضرت عبداللہ بن مسعود وغیرہ بعض صحابہ اور بعض تابعین کے آثار پر مبنی ہے، سنن ابو داود وغیرہ میں چند مرفوع روایتیں بھی ہیں جو سنداً ضعیف ہونے کی بناء پر اس پائے کی نہیں ہیں، جس پائے کے پہلے مسلک کے دلائل ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ نے موطا میں اپنے مسلک کی بنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اثر پر ہی رکھی ہے، مرفوع روایت کوئی ذکر نہیں کی۔

واضح رہے کہ امام محمد رحمہ اللہ نے اپنے مسلک کو افضل ہی قرار دیا ہے، پہلے مسلک یعنی بارہ تکبیروں والے پر عمل کرنے کی اجازت بھی دی ہے، فرماتے ہیں:

((فما اخذت به فهو حسن وافضل ذلك عندنا ما روى عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ.)) ❸

"جس پر بھی عمل کرو ٹھیک ہے، ہمارے نزدیک افضل عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فعل ہے۔"

لیکن ظاہر ہے مجرد اثر سے فضیلت کیسے ثابت ہو سکتی ہے، جبکہ اس کے مقابلے پر صحیح روایات موجود ہیں۔

(۱۸-۲۵ اکتوبر ۱۹۷۴ء)

---

❶ سبل السلام، ص: ۱۷۲، ج: ۱.

❷ مغني.

❸ مؤطا امام محمد، ص: ۱۴۱.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قیامِ رمضان (تراویح) اور اس کے متعلقہ مسائل

قیامِ رمضان:

تلاوتِ قرآن کی بہترین شکل اسے نماز میں پڑھنا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی رمضان کی راتوں میں قیام فرمایا اور اس کی ترغیب بھی دی، اگرچہ اس کو فرض نہیں گردانا:

((یُرِید اللّٰہ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْر .))

''اللہ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے مشقت نہیں چاہتا۔''

اور یہ جو عوام میں تراویح کو روزے کے لیے شرط سمجھا جاتا ہے یہ غلط خیال ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

((اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ کَانَ یُرَغِّبُ النَّاسَ فِی قِیَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَامُرُهُمْ بِعَزِیْمَةٍ .)) ❶

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو رمضان کے قیام کی خوب خوب ترغیب دیا کرتے تھے، اگرچہ اس کو فرض نہیں قرار دیتے تھے۔''

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

((اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰه ﷺ ذَکَرَ شَهْرَ رَمَضَانَ اِفْتَرَضَ اللّٰهُ صِیَامَهٗ وَاِنِّیْ سَنَنْتُ لِلْمُسْلِمِیْنَ قِیَامَهٗ .)) ❷

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان شریف کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: اس کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کیے اور اس کی راتوں کا قیام میری سنت ہے۔''

تراویح کی وجہ تسمیہ:

رمضان میں عشاء کی نماز کے بعد صبح سے پہلے جو نفلی نماز ادا کی جائے اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قیام رمضان سے تعبیر کیا جاتا تھا، وہ با جماعت تو عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں چند دن ہی پڑھی گئی، مگر حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اُس کا با جماعت بھی اہتمام فرما دیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لمبی قراءت ہونے کے

---

❶ سنن نسائی وغیرہ۔ ❷ سنن نسائی مطبوعہ المکتبہ السلفیہ لاہور، ص: ۲۵۰، ج: ۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باعث چار رکعت کے بعد آرام کر لیا جاتا تھا، شاید صحابہ رضی اللہ عنہم ہی کے زمانے میں اِس آرام کا نام ترویحہ رکھ لیا گیا، جس کی جمع تراویح ٹھہری، اِس تعبیر کی اصل آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں ملتی ہے۔ ❶

قیامِ مسنون:

آنحضرت ﷺ تراویح مع وتر گیارہ پڑھا کرتے تھے، جس پر مندرجہ ذیل تین حدیثیں صاف طور پر دلالت کرتی ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک اور جابر رضی اللہ عنہ سے دو۔

حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا:

((عن ابی سلمة رضی اللہ عنہما اِنَّهٗ سَأَلَ عَائِشَة کَیْفَ کَانَتْ صَلٰوۃ رَسُوْلِ اللّٰہ ﷺ فِیْ رَمَضَانَ فَقَالَتْ مَا کَانَ یَزِیْدُ فِیْ رَمَضَانَ وَلَا فِیْ غَیْرِہٖ علی اِحْدٰی عَشْرَۃَ رَکْعَةً .)) ❷

’’صحیحین اور موطا امام محمد میں حضرت ابو سلمہ رحمہ اللہ تابعی سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت ﷺ کے قیام رمضان کے متعلق سوال کیا تو اُنھوں نے کہا: آپ ﷺ کا قیام، رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں ہوتا تھا۔‘‘

یاد رہے یہ روایت امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ محدثین نماز تراویح کے ذیل میں لائے ہیں۔

حدیث جابر رضی اللہ عنہ:

((عَنْ جَابِرٍ قَالَ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہ ﷺ۔ فِیْ رَمَضَانَ لَیْلَةً ثَمَانَ رَکْعَاتٍ وَالْوِتْرَ فَلَمَّا کَانَ مِنَ الْقَابِلَةِ اجْتَمعنَا فِی الْمَسْجِدِ وَرَجَوْنَا اَنْ یَخْرجَ عَلَیْنَا فَلَمْ نَزَلْ فِیْهِ حَتّٰی اَصْبَحْنَا قَالَ اِنِّیْ کَرِهْتُ اَوْ خَشِیْتُ اَنْ یُکْتَبَ عَلَیْکُمُ الْوِتْرَ .)) ❸

’’آنحضرت ﷺ نے ایک دفعہ رات ہم لوگوں کو با جماعت آٹھ رکعت تراویح پڑھائیں، بعدہٗ وتر پڑھے گئے۔ دوسری رات بھی ہم مسجد میں اکٹھے ہو کر آپ ﷺ کا انتظار صبح تک کرتے رہے۔ صبح کو آپ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: میں نے آج با جماعت تراویح پڑھنا اِس لیے مناسب نہیں سمجھا تا کہ تم لوگوں پر رمضان کا قیام کہیں فرض نہ ہو جائے۔‘‘

---

❶ دیکھیے سنن بیہقی، ص: ۴۹۷، ج: ۲۔ فتح الباری، صفحة: ۳۱۵، ج: ۱۲۔ قیام اللیل، ص: ۹۲، ۹۳.

❷ مؤطا امام محمد صفحہ: ۱۴۳.

❸ فتح الباری، ص: ۵۹۷، ج: ۱۔ قیام اللیل، صفحہ: ۹۰۔ للمروزی (زوائد ابن حبان ص: ۲۹۲) میزان الاعتدال للذھبی، ص: ۲۸۰، ج: ۲ وقال سندہٗ وسط، وقال القاری الحنفی صح عنه انه صلی لھم ثمان رکعاتٍ والوتر (مرقاۃ، ص: ۱۷۴، ج: ۲ طبع قدیم مصر.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس روایت کی سند اچھی ہے۔ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ نے اس روایت کو دو جگہ صحیح تسلیم فرمایا ہے۔

حدیث جابر رضی اللہ عنہ:

((جَاءَ اُبی بن کعبٍ فی رمضان فقال یا رَسُوْلَ اللّٰہ کَانَ معی اللیلۃ شیئٌ قَالَ وَمَا ذَاکَ یا اُبَیُّ قَالَ نِسْوَۃ دَارِیْ قُلْنَ اِنَّا لا نَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ فَنُصَلِّیْ خَلْفَكَ بِصَلَاتِكَ فَصَلَّیْتُ بِهِنَّ ثَمَانَ رَکْعَاتٍ وَالْوِتْرَ فَسَکَتَ عَنْهُ وَکَانَ شِبْهُ الرِّضَاء .)) [1]

''حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کیا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم! آج رات ایک بات ہوگئی ہے۔ فرمایا: اُبی وہ کون سی؟ عرض کیا گھر کی عورتوں نے کہا ہم قرآن نہیں پڑھ سکتی ہیں۔ ہم چاہتی ہیں کہ تمہارے پیچھے تراویح پڑھ لیں، تو میں نے اُنہیں آٹھ رکعت تراویح اور وتر پڑھا دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا (یعنی اس بات کو پسند فرمایا) اس حدیث کی سند بھی حسن ہے۔''

ان تینوں روایتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عہد نبوی میں تراویح آٹھ ہی پڑھی گئی ہیں، خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی آٹھ رکعت پڑھیں اور صحابہ رضی اللہ عنہ نے بھی آٹھ ہی ادا کیں۔

گیارہ رکعت کا فاروقی حکم:

((محمد بن یوسف عن السائب بن یزید انَّهٗ قَالَ اَمَرَ عُمَرُ بن الْخطاب ابی بن کعبٍ و تمیمًا الداریّ ان یقوما للناس باحدیٰ عشرۃ رکعۃً .)) [2]

''سائب بن یزید کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور تمیم داری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ گیارہ رکعت معہ وتر لوگوں کو پڑھایا کریں۔''

ائمہ کے مسالک:

عام کتابوں میں یہی شہرت ہے کہ امام مالک، امام شافعی، امام احمد تینوں امام اور اُن کے متبعین بیس رکعت ''مسنون'' کے قائل ہیں، لیکن ذرا مطالعہ کو وسعت دی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ ائمہ اور محققین فقہاء بیس رکعتوں کو استحباب ہی کا درجہ دیتے ہیں، سنت مؤکدہ کا نہیں۔ اس پر قرائن یہ ہیں:

۱۔ قیام اللیل میں ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ سے سوال ہوا:

---

[1] رواہ ابو یعلی و قال الھیثمی سندہ حسن، آثار السنن صفحہ: ۵، جلد: ۲ مصنفہ مولانا نیموی حنفی مرحوم، نیز قیام اللیل، ص: ۹۰ سندہ وسط.

[2] مؤطا امام مالک، قیام اللیل مروزی ص: ۹۱، شرح معانی الآثار، ص: ۱۷۳، ج: ۱.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((کَمْ مِنَ الرَّکْعَةِ یُصَلّٰی فِی قیام رَمَضَان؟ فَقَالَ قَدْ قِیْلَ فِیْهَا الوَانٌ نحوا من اربعین انّمَا هُوَ تَطَوُّعٌ .))

قیام رمضان میں کتنی رکعتیں پڑھی جائیں؟ تو فرمایا: نفلی نماز ہے۔ بہت سے اقوال و اعمال اس سلسلہ میں مروی ہیں۔ ۴۰ تک پڑھ لی گئی ہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

((رَأَیْتُ النَّاسَ یَقُوْمُوْنَ بِمَکَّةَ ثَلَاثٍ وَعِشْرِیْنَ وبالمَدِینة بِتسعٍ وَثَلاثِین وَلَیْس فِیْ شَیءٍ مِنْ ذَلِكَ ضیق . ❶ ولا حد ینتهی الیه لانّهٗ نافلة وان اطالوا القیام و اقلو السجود فَحَسَنٌ وهو احب الیّ .)) ❷

''مکہ میں لوگ تئیس پڑھتے ہیں اور مدینہ میں ۳۹۔ اس میں کوئی خاص پابندی نہیں اور نہ ہی اس کی حد بندی ہوسکتی ہے، کیونکہ نفلی نماز ہی تو ہے۔ ہاں قیام لمبا کر کے رکعتیں کم کر لی جائیں تو مجھے زیادہ پسند ہے۔ (مثلاً طویل قیام کے ساتھ آٹھ رکعات)۔''

۳۔ امام مالک رحمہ اللہ سے اگرچہ ۲۰، ۳۹، ۴۰ کا قول مروی ہے، لیکن انہوں نے ترجیح آٹھ ہی کو دی ہے۔ اس کا مطلب یہی ہوسکتا ہے کہ آٹھ رکعت سنت ہیں باقی مستحب۔

((والذی اٰخذ بـه فی نفسی رمضان الذی جمع عمر علیه الناس احدی عشرة رکعة بالوتر وهی صلوٰة النبی ﷺ .))

ابوبکر ابن العربی المالکی رحمہ اللہ کا فیصلہ:

چھٹی صدی ہجری کے مالکی محدث قاضی ابوبکر ابن العربی کہتے ہیں کہ:

((والصحیح ان یصلّٰی اِحدیٰ عَشَرَةَ رَکْعَةً صلوٰة النبی ﷺ وقیامُهٗ واما غیر ذالك من الاعداد فلا اصل له ولاحد فِیه واذا لم یکن به من الحد فان النبی ﷺ یصلی فوجب ان یقتدی به النبی ﷺ .)) ❸

یعنی ''صحیح گیارہ رکعت ہی ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی نماز، باقی نفلوں کی کوئی حد بندی نہیں ہے، پس ضروری ہے کہ آنحضرت ﷺ کی اقتدا کی جائے۔''

---

❶ فتح الباری، ص: ۳۱۷، ج: ۲.

❷ قیام اللیل صفحه: ۹۲.

❸ عارضة الاحوذی، صفحه: ۱۹، ج: ٤ طبع مصر.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ ابن الہمام رحمہ اللہ اور دوسرے فقہائے حنفیہ:

آٹھ رکعت تراویح والا مسئلہ اپنے اندر اس قدر دلیل کی طاقت رکھتا ہے کہ علامہ ابن الہمام رحمہ اللہ جیسے حنفی فاضل اس کے اعتراف پر مجبور ہو گئے۔ حالانکہ علامہ کی تحریروں کو دیکھنے والے جانتے ہیں کہ علامہ کو حنفی مسلک کے مدلل بنانے میں کس قدر دخل ہے۔ اس مسئلہ پر آپ نے شرح ہدایہ میں بڑی تفصیل سے گفتگو فرمائی ہے اور آخر میں فرمایا ہے:

((فتحصل من هٰذا كله ان قيام رمضان سنة احدى عشرة ركعة بالوتر فَيَكُوْنَ سُنَّةً وَكَوْنُهَا عِشْرِيْنَ سُنَّةُ الْخُلْفَاءِ فَيَكُوْنَ مُسْتَحَبًّا وَظَاهر كلام المَشَائخ ان السنة عشرون وَمُقتضٰى الدليل ما قُلْنَا .)) ❶

''نتیجہ یہ ہے کہ ۱۱ رکعت سنت ہیں اور بیس مستحب ہیں، اگرچہ فقہاء حنفیہ بیس کو سنت ہی قرار دیتے ہیں لیکن دلیل کا تقاضا یہی ہے۔''

مصنف البحر الرائق (ص: ۷۲، ج: ۲) نے اِسی مسلک کو پسند فرمایا ہے۔

تراویح با جماعت:

یہ نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو دو چار دن ہی با جماعت ادا فرمائی ہے۔ ❷ ہاں حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اِس کے لیے باقاعدہ حکم نافذ فرمایا۔ اِس لیے افضل یہی ہے کہ نماز تراویح با جماعت ہی ادا کی جائے۔ مندرجہ ذیل ایک مرفوع حدیث سے بھی اِس پر علماء نے استدلال فرمایا ہے اور امام احمد کا مسلک بھی یہی ہے:

((انَّ النَّبِیَّ ﷺ قال اذا قام مع الامام حتّٰى ينصرف كتب له بقية ليلة قال احمد يقوم مع الناس حتّٰى يوتر معهم ولا ينصرف حتى ينصرف الامام .)) ❸

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر (رمضان کی راتوں میں تراویح کی نماز با جماعت کی) تکمیل امام کے ساتھ...... کی جائے تو پوری رات کے قیام کا ثواب حاصل ہو جائے گا...... اِسی بنا پر امام احمد رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ وتر تک امام تراویح کے ساتھ ادا کرنا مناسب ہے۔''

رکعاتِ تراویح کے اثناء میں ذکر:

رکعتوں کے درمیان پڑھنے کے لیے کوئی خاص ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی نہیں اور جو

---

❶ فتح القدير: ۲/ ۳۳.

❷ صحيح بخاری و قيام الليل للمروزی.

❸ قيام الليل، المروزی، ص: ۱۱.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عام طور پر مشہور ہے اس کا کوئی اصل نہیں۔ ❶ البتہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے ایک ذکر منقول ہے، جسے وہ تراویح کے اثناء میں پڑھا کرتے تھے۔ چونکہ یہ معلوم ہے کہ حضرت امام رحمہ اللہ کے معمولات وفتاوی عام طور پر کسی حدیث واثر پر ہی مبنی ہوتے ہیں، اس لیے اگر تراویح کے درمیانی عرصہ میں وہ ذکر کر لیا جائے تو درست ہے۔

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((قال الفضل رأیت احمد یقعد بین التراویح ویردد هذا الكلام لآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰه وَحْدَهٗ لا شَرِیْكَ لَهٗ اَسْتَغْفِرُ اللّٰه الَّذِیْ لا اِلٰهَ اِلاَّ هُو .)) ❷

یعنی ''امام احمد رحمہ اللہ تراویح کے درمیان بیٹھتے اور یہ کلمات بار بار پڑھا کرتے تھے: لآ اِلٰـهَ اِلاَّ اللّٰه وَحْدَهٗ لا شَرِیْكَ لَهٗ اَسْتَغْفِرُ اللّٰه الَّذِیْ لا اِلٰهَ اِلاَّ هُو۔''

(۴ ستمبر ۱۹۷۵ء)

❶ یعنی سُبحان ذی الجبروت والملکوت ...... الخ.

❷ بدائع الفوائد، ص: ۱۱۰، جلد: ٤.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رمضان المبارک کی طاق راتوں میں شب بیداری اور عبادت کا مسنون طریقہ

جماعت اہلِ حدیث میں بعض غلط رجحان:

رمضان المبارک کے آخری عشرے میں پانچ طاق راتیں آتی ہیں ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹ ویں شب۔ ان پانچ راتوں میں سے کوئی شب، شب قدر بھی ہو سکتی ہے، جس کی عبادت کو ہزار مہینوں (یعنی ۸۳ سال ۴ ماہ) کی عبادت سے بھی افضل فرمایا گیا ہے۔

﴿لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ﴾ (القدر: ۳)

لیکن اس فضیلت والی رات شب قدر کو اللہ تعالیٰ نے مبہم رکھا ہے، یہ تعین نہیں کیا گیا کہ یہ رات رمضان کی اکیسویں شب ہوگی یا تیسویں، پچیسویں یا ستائیسویں یا انتیسویں۔ تاکہ مسلمان اس کی تلاش اور جستجو کے شوق میں پانچوں طاق راتوں میں اللہ کی زیادہ سے زیادہ عبادت کریں، نوافل میں قرآن پڑھیں یا ویسے تلاوت کریں یا استغفار کریں۔ اپنے اللہ سے خصوصی راز و نیاز ہو اور ذکر الٰہی میں مصروف رہیں، جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ کے دورِ خیر القرون میں ان پانچ راتوں میں کثرت سے عبادت و ذکر الٰہی کی طرف توجہ دی جاتی تھی کہ شاید وہ اس شب قدر سے حظ پا سکیں، لیکن ان طاق راتوں میں مجالس وعظ کا اہتمام ''شبینوں'' کے مروجہ طور طریقے یا صلوٰۃ تسبیح کا با جماعت رواج، بالخصوص ختم قرآن کی رات تبلیغی جلسوں کا انعقاد، یا ختم قرآن مجید کے بعد بلند آواز سے ہاتھ اٹھا کر اور بتیاں بجھا کر لمبی چوڑی اجتماعی دعائیں کرنا جیسا کہ بعض جگہ اہل حدیث میں بھی یہ رجحان پیدا ہو رہا ہے، بالکل بے ثبوت ہے۔ خیر القرون میں اس کا ثبوت نہیں پایا گیا، اس کی صراحت متقدمین اہل علم کے کلام میں موجود ہے۔

چنانچہ آٹھویں صدی ہجری کے ایک مشہور مالکی فقیہ محمد بن محمد الفاسی المصری ابن الحاج متوفی ۷۳۷ھ لکھتے ہیں:

"ولم يذكر فيها خطبة عند ختم القراٰن في رمضان ولا غيره واذا لم تذكر فهي بدعة ممن فعلها الخ." [1]

---

[1] المدخل ج: ۳، ص: ۳۰۳ طبع مصر.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ختم قرآن کے موقع پر چاہے رمضان ہو یا غیر رمضان، وعظ وتقریر کا کوئی ثبوت نہیں، اور جب احادیث میں اس کا کوئی ذکر (ثبوت) نہیں تو ایسا کرنا بدعت ہوگا۔''

امام مالک رحمہ اللہ جیسے جلیل القدر امام سے المدونہ میں منقول ہے:"الامر فی رمضان الصلوٰۃ ولیس بالقصص بالدعاء" چھٹی صدی ہجری کے مالکی امام ابوبکر محمد بن الولید طرطوشی (متوفی ۵۲۰ھ) لکھتے ہیں:

"لم یرووا فی شئی من ذٰلك ما احدثه الناس من هذه البدع من نصب المنابر عند ختم القراٰن والقصص والدعاء انتهٰی." ❶

یعنی ''صحاح ستہ وغیرہ کتب حدیث میں کوئی ایسی بات مروی نہیں کہ (رمضان میں) قرآن مجید کے ختم کے موقع پر وعظ کیے جائیں اور اجتماعی طور پر (بلند آوازوں سے لمبی لمبی) دعائیں مانگی جائیں۔''

پھر لکھا ہے:

"ان الامر المعمول به فی المدینة انما هو الصلوٰة من غیر قصص ولا دعاء." (ص: ۹۷)

علامہ شیخ ابوشامہ عبدالرحمٰن بن اسماعیل شافعی رحمہ اللہ الباعث علی انکار البدع والحوادث (ص: ۲۵ طبع مصر) میں لکھتے ہیں:

"وقد انکر الامام الطرطوشی علی اهل القیروان اجتماعهم لیلة الختم فی صلاة التراویح فی شهر رمضان و نصب المنابر وبین انه بدعة ومنكر."

''امام طرطوشی رحمہ اللہ نے اہل قیروان کی اس بات پر سخت نکیر کی کہ وہ رمضان میں ختم قرآن والی رات میں وعظ وتقریر کے لیے جمع ہوتے ہیں اور اسے انہوں نے بدعت قرار دیا۔''

اس انتباہ سے غرض اتنی ہے کہ اس سلسلے میں غلو سے اجتناب ضروری ہے، ان راتوں میں ساری توجہ قلب کو روحانی غذا پہنچانے کی ہونی چاہیے۔ جس کی سب سے بہتر شکل یہ ہے کہ قرآن کریم کی کثرت سے تلاوت کی جائے اور سننے میں بھی قرآن ہی کی طرف توجہ مرکوز رکھنے کی کوشش کی جائے۔ واللہ الموفق!

محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی

(۲۵/ اگست ۱۹۷۸ء)

❶ کتاب الحوادث والبدع ص: ۵۸.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسنون رکعاتِ تراویح

احادیث و آثار اور علمائے محققین کی تصریحات

رمضان المبارک کی راتوں میں قیام جو تراویح کے نام سے موسوم ہے، اس کا عدد مسنون احادیث و آثار اور خود علمائے احناف کے اقوال سے جو معلوم ہوتا ہے وہ حسب ذیل ہے:

صحیح بخاری میں ص ۱۵۴، ج: ۱ باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل فی رمضان وغیرہ ص: ۲۶۹ ج: ۱۔ باب فضل من قام رمضان اور موطا امام محمد رحمہ اللہ (تلمیذ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ) باب قیام شهر رمضان وما فيه من الفضل وغیرہ بہت سی کتب حدیث میں مروی ہے۔

حدیث اوّل:

((عن ابی سلمة بن عبدالرحمٰن انه سَأَلَ عائشةَ كَيْفَ كَانَتْ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰه ﷺ فِيْ رَمَضَانَ فَقَالَتْ مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَزِيْدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِيْ غَيْرِهٖ عَلٰى اِحْدٰى عَشَرَةَ رَكْعَةً .))

''حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں (رات کی نماز یعنی تراویح) کیسے پڑھتے تھے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاہے رمضان کا مہینہ ہو یا غیر رمضان کا، گیارہ رکعتوں' (آٹھ رکعات اور تین وتر) سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔''

اس روایت میں صاف صراحت ہے کہ سائل نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رمضان کے قیامِ لیل، جس کا عرفی نام تراویح ہے، کے متعلق سوال کیا تھا، جس کے جواب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے گیارہ رکعات تراویح کو مسنون بیان فرمایا ہے۔ جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے دو جگہ اس حدیث پر جو عنوان (باب) دیا ہے اس سے واضح ہوتا ہے۔ ایسا ہی مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ نے التعلیق الممجد (ص: ۱۴۱) میں امام محمد رحمہ اللہ کے عنوان قیام رمضان کو تراویح قرار دیا ہے اور یہی مولانا شوق نیموی مرحوم حنفی نے اس حدیث سے سمجھا ہے، ان کی مشہور کتاب آثار السنن (جو حنفی مذہب کی تائید میں لکھی گئی ہے) میں یہ حدیث باب التراویح ثمان رکعات (آٹھ رکعت تراویح کے بیان) کے ذیل میں لائی گئی ہے (ص: ۵۵، ج: ۲) نیز مولانا انور شاہ حنفی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیو بندی مرحوم لکھتے ہیں کہ ’’تہجد اور تراویح دراصل ایک ہی نماز ہے، اگر رات کے آخری حصے میں پڑھی جائے تو تہجد کہلاتی ہے، لیکن وہی نماز اگر (رمضان) میں رات کے پہلے حصہ میں گذاری جائے تو تراویح نام پاتی ہے: ((کانت تلك صلاة واحدة اذا تقدمت سميت باسم التراويح وان تاخرت سميت باسم التهجد الخ)) ❶ لہٰذا یہ حدیث رمضان میں آٹھ رکعت تراویح کے بارے میں نص صریح ہے۔

حدیث دوم:

((عن جابر بن عبدالله قال صَلّٰی بِنَا رسولُ اللّٰهِ ﷺ فی شَهْرِ رَمَضَانَ ثَمَانَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ اَوْتَرَ فَلَمَّا كَانَتِ الْقَابِلَةُ اِجْتَمَعْنَا فِي الْمَسْجِدِ وَرَجَوْنَا اَنْ يَّخْرُجَ فَلَمْ يَخْرُجْ فَلَمْ نَزَلْ فِيهِ حَتّٰى اَصْبَحْنَا ثُمَّ دَخَلْنَا فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِجْتَمَعْنَا الْبَارِحَةَ فِي الْمَسْجِدِ وَرَجَوْنَا اَنْ تُصَلِّيَ بِنَا فَقَالَ اِنِّي خَشِيْتُ اَنْ يُّكْتَبَ عَلَيْكُمْ.)) ❷

’’حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے رمضان المبارک کے مہینے میں تراویح کی نماز آٹھ رکعات پڑھائیں اس کے بعد وتر پڑھے۔ دوسرے روز جب رات ہوئی تو ہم لوگ پھر مسجد میں جمع ہو گئے، ہمیں امید تھی کہ (حسب سابق) آنحضرت ﷺ نکلیں گے اور ہمیں نماز پڑھائیں گے، مگر آپ ﷺ نہ نکلے ہم صبح تک مسجد ہی میں رہے، پھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گئے اور یہ بات بیان کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے یہ خطرہ ہوا کہ کہیں یہ نماز تم لوگوں پر فرض نہ کر دی جائے، (اس لیے میں گھر سے نہیں نکلا)۔‘‘

حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا اور حدیث جابر رضی اللہ عنہ دونوں میں آنحضرت ﷺ کے عمل کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے رمضان میں تراویح کی آٹھ رکعات پڑھیں، اس کے بعد وتر ادا فرمائے، اس لحاظ سے یہ رسول اللہ ﷺ کی فعلی سنت ہوئی۔

حدیث سوم:

ایک حدیث میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا واقعہ مذکور ہے کہ انہوں نے رمضان میں اپنے گھر کی عورتوں کو آٹھ رکعت تراویح پڑھائیں، پھر رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس واقعہ کو بیان کیا، آنحضرت ﷺ

---

❶ فیض الباری ص: ۴۲۰، ج: ۲.

❷ رواه ابن حبان (موارد الظمان فی زوائد ابن حبان ص: ۲۳۰) وابن خزیمة فی صحیحه والطبرانی فی الصغیر ص: ۱۰۸ والامام محمد بن نصر المروزی فی قیام اللیل ص: ۹۰ قال الحافظ الذهبی اسناده وسط میزان الاعتدال طبع جدید، ج: ۳، ص: ۳۱۱) یعنی قریباً من الحسن.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے سن کر خاموشی اختیار فرمائی یعنی اس پر کوئی انکار نہیں فرمایا۔ اس طرح آپ ﷺ کی ''تقریری سنت'' سے بھی آٹھ رکعات تراویح ہی کا اثبات ہوتا ہے، الفاظِ روایت حسب ذیل ہیں:

((عن جابر قال جاء أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهٗ كَانَ مِنِّي اللَّيْلَةَ شَيْئٌ يعني فِيْ رَمَضَانَ قال وما ذاك يا أُبَيّ قال نسوة في داري قلن اِنَّا لا نَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَنُصَلِّي بِصَلَاتِكَ قَالَ فَصَلَّيْتُ بِهِنَّ ثَمَانَ رَكَعَاتٍ وَأَوْتَرْتُ فَسَكَتَ فَكَانَ شِبْهَ الرِّضَاءِ وَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا .)) ❶

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ رات کو میں نے ایک کام کیا ہے (یہ رمضان کا واقعہ ہے) آپ ﷺ نے استفسار کیا: وہ کیا؟ انہوں نے کہا کہ میرے گھر کی عورتوں نے کہا کہ ہم لوگوں کو قرآن یاد نہیں ہے، لہٰذا تراویح کی نماز آپ گھر ہی پر پڑھیے، ہم بھی آپ کے پیچھے پڑھ لیں گی، چنانچہ میں نے انہیں آٹھ رکعتیں اور اس کے بعد وتر کے ساتھ نماز پڑھا دی۔ آنحضرت ﷺ سن کر خاموش ہو گئے، یہ گویا آپ ﷺ کی رضامندی تھی کہ آپ ﷺ نے کچھ نہیں فرمایا۔''

الغرض ان احادیث سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی فعلی اور تقریری سنت آٹھ رکعات تراویح اور تین وتر ہیں، بنا بریں تراویح کا مسنون عدد صرف آٹھ ہی قرار پاتا ہے۔

فاروقی رضی اللہ عنہ حکم:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں جب تراویح کی جماعت کا اہتمام کیا تھا تو انہوں نے گیارہ رکعات ہی پڑھانے کا حکم دیا، چنانچہ موطا امام مالک رحمہ اللہ میں ہے:

((اَمَرَ عُمَرُ بْنُ الْخطاب أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ وَتَمِيْمًا الداريَّ اَنْ يَّقُوْمَا لِلنَّاسِ بِاِحْدٰى عَشَرَةَ رَكْعَةً .)) ❷

''حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب اور تمیم داری دونوں کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعات (تراویح) پڑھایا کریں۔''

---

❶ رواه ابو يعلى والطبراني نحوه في الاوسط قال الهيثمي في مجمع الزوائد ج: ٢، ص: ٧٤۔ اسناده حسن و ذكره ابن نصر المروزي في قيام الليل ص: ٩٠.

❷ باب ماجاء في قيام رمضان.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام سیوطی رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ "المصابیح فی صلوٰۃ التراویح" میں اس کی سند کے متعلق لکھا ہے۔ اسناده فی غایة الصحة۔

امام مالک رحمہ اللہ کا عمل:

حضرت امام مالک رحمہ اللہ سے منقول ہے:

((والذی اٰخذ به فی نفسی فی قیام رمضان الذی جمع عمر علیه الناس احدیٰ عشرة رکعة بالوتر وهی صلوٰة النبی ﷺ.)) ❶

''میں یہی پسند کرتا ہوں کہ آٹھ پڑھوں، اس لیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم اسی کا دیا ہے اور یہی رسول اللہ ﷺ کا عمل تھا۔''

مشہور مالکی بزرگ امام ابوبکر ابن العربی کی بھی یہی تحقیق ہے۔ ❷

علمائے احناف کی تصریحات:

آٹھ رکعات تراویح کے یہی وہ مضبوط اور قوی دلائل ہیں جن کی وجہ سے علمائے احناف کو بھی بالآخر یہ تسلیم کرنا ہی پڑا کہ سنت آٹھ رکعات ہی ہیں۔

چنانچہ امام ابن الہمام فتح القدیر شرح ہدایہ میں فریقین کے دلائل ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

((فتحصل من هذا کله ان قیام رمضان سنة احدی عشرة رکعة بالوتر فعله ﷺ.)) ❸

''حاصل بحث یہ ہے کہ رمضان میں قیام تراویح کا سنت طریقہ وتر سمیت گیارہ رکعات ہے، جو نبی ﷺ کا فعل ہے۔''

خیال رہے امام ابن الہمام نے اس مقام پر بیس والی روایت کی تضعیف بھی کی ہے اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہی گیارہ رکعات تراویح کے اثبات کے لیے بنیاد بنایا ہے۔

۲۔ صاحب بحر الرائق نے بھی ابن الہمام کی اس رائے کو نقل کر کے اس سے اتفاق کرتے ہوئے کہا ہے کہ:

((وقد ثبت ان ذلك كان احدی عشرة رکعة بالوتر كما ثبت فی الصحیحین من حدیث عائشة فاذن یکون المسنون علی مشائخنا ثمانیة

---

❶ کتاب الحوادث والبدع ص: ۵۱، ۵۲۔ لابی بکر الطرطوسی المالکی م: ۵۳۰ھ۔

❷ دیکھیے: عارضة الاحوذی فی شرح ترمذی، ص: ۱۹، ج: ۴.

❸ فتح القدیر ج: ۱، ص: ۳۳۴۔ طبع مصر.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منها والمستحب اثنا عشر .)) ❶

۳۔ امام طحطاوی رحمہ اللہ نے بھی شرح درمختار میں فتح القدیر کی یہی عبارت نقل کر کے ابن نجیم ہی کی سی رائے کا اظہار کیا ہے:

''وہم در طحطاوی بعد نقل کلام فتح القدیر مثل کلام بحر الرائق گفتہ یعنی:

((فاذن يكون المسنون على اصول مشائخنا ثمانية منها والمستحب اثنى عشر .))'' ❷

۴۔ مولانا انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

((التراويح التي صلاها ﷺ في رمضان بهم كانت احدى عشرة .)) ❸

''رسول اللہ ﷺ نے رمضان میں تراویح گیارہ رکعت ہی (مع وتر) پڑھائی تھیں۔''

((ولا مناص من تسليم ان تراويحه عليه السلام كانت ثمانية ركعات .)) ❹

''اور یہ تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ نبی علیہ السلام کی تراویح آٹھ رکعات ہی تھیں۔''

یہ چاروں بزرگ حنفیہ کے فضلائے کبار ہیں، ان کے علاوہ اور بھی کئی نامور علمائے احناف نے اس حقیقت کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے، اختصار کے پیش نظر ہم نے صرف یہاں چار ہی اقوال نقل کیے ہیں، ان سے بہر حال یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے کہ مسنون تراویح آٹھ ہی ہیں۔ رہا معاملہ بیس تراویح کا تو یہ حسب تصریحات علمائے اہل تحقیق آنحضرت ﷺ سے ثابت نہیں۔

۲۰ رکعات والی روایت بالاتفاق ضعیف ہے:

چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی جو حدیث بیان کی جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان میں ۲۰ رکعات پڑھیں، اس کے بارے میں محققین ائمہ کی رائے حسب ذیل ہے:

۱۔ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو صرف ابو شیبہ ابراہیم کوفی نے روایت کیا ہے۔ ''وَهُوَ ضَعِيْفٌ'' وہ (ابو شیبہ) ضعیف ہے۔

۲۔ امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ شارح صحیح بخاری فرماتے ہیں: یہ حدیث ضعیف ہے۔ ❺

❶ البحر الرائق، ج: ۲، ص: ٦٦.

❷ مسك الختام ج: ۱، ص: ۲۸۸.

❸ كشف السّر ص: ۲۷.

❹ العرف الشذى، ص: ۳۲۹.

❺ تلخيص الحبير، صفحه: ۱۱۹.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ امام ابن ہمام رحمہ اللہ شارح ہدایہ فتح القدیر جلد نمبر ۱ صفحہ نمبر ۲۵ پر فرماتے ہیں: ''یہ حدیث سخت ضعیف ہے۔''

۴۔ امام زیلعی حنفی رحمہ اللہ نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ ❶

۵۔ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ شارح صحیح بخاری رقم طراز ہیں: حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کا راوی ابو شیبہ ضعیف ہے۔ شعبہ نے اسے کذاب کہا ہے اور امام احمد، ابن معین، امام بخاری، اور امام نسائی نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ ❷

۶۔ فاضل عدیل مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ (حنفی) فرماتے ہیں: ''حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ ضعیف اور حدیث عائشہ کی مخالف ہے جو نہایت صحیح ہے۔'' ❸

۷۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ (حنفی) مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد ۲، صفحہ: ۱۷۵ میں اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آٹھ رکعت والی حدیث صریح صحیح ہے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ والی بیس (۲۰) رکعت والی حدیث بالاتفاق محدثین کرام سخت ضعیف ہے، بلکہ صحیح حدیث کے مخالف ہو جانے کے سبب نا قابل عمل اور متروک ہے۔''

(۲۰، ۲۷ / جولائی ۱۹۷۹ء)

---

❶ تخريج الهداية، ١/٢٩٣.

❷ عمدة القاری جلد: ٢، ص: ٢٥٩ ـ مطبوعہ مصر.

❸ حاشیہ موطا امام محمد، ص: ١٥٢.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ماہ محرم کی بدعات

اہل سنت والجماعت کے غور کے لیے

محرم کی شرعی حیثیت صرف اتنی ہے کہ اس میں صرف نفلی روزے رکھے جا سکتے ہیں خصوصاً عاشورہ کے دن کا روزہ بڑی فضیلت والا ہے کہ اس سے ایک سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ [1]

لیکن حسب فرمانِ رسول اللہ ﷺ:

((صوموا قبله يوماً او بعده يوماً.)) [2]

''۹ یا ۱۱ محرم کا روزہ ملا کر دو روزے رکھ لینے چاہئیں۔'' اس کے علاوہ اس دن میں کسی چیز کا ثبوت نہیں۔ عام اہل اسلام خصوصاً اہل سنت والجماعت کی آگاہی کے لیے یہ گزارش کرنا ہے کہ اس ماہ میں رواج یافتہ بدعات سے اجتناب نہایت ضروری ہے۔

اس عشرے میں یا خاص عاشورے کے دن خصوصی کھانے پکانا، اپنے گھر میں مصنوعی وسعت کرنا، صدقہ وخیرات اور مساکین کو کھانا کھلانا، دانے جوش دینا، سبیلیں لگوانا، ایسی سبیلوں سے پانی پینا، ماتمی لباس پہننا، سرمہ لگانا، قبروں کی زیارت کے لیے جانا اور ان پر تازی مٹی ڈالنے کا اہتمام کرنا وغیرہ کام بدعت اور ناجائز ہیں۔ جیسا کہ شیخ عبدالحق حنفی دہلوی رحمہ اللہ نے ابن حجر مکی شافعی رحمہ اللہ کی ''الصواعق المحرقہ'' سے اپنی کتاب ''ماثبت بالسنۃ'' میں تسلیماً نقل کیا ہے۔ بالخصوص جو چیز حضرت حسین رضی اللہ عنہ یا کسی دوسرے کے نام کی ہو وہ مااهل لغير الله به میں داخل اور حرام ہے۔ نیز یہ جو رواج ہو گیا ہے کہ اس عشرے میں واقعات بڑی رنگ آمیزی سے بیان کیے جاتے ہیں، ان سے اجتناب بھی بڑا ضروری ہے۔ اس لیے کہ اوّلاً اس طرح یہ امر محرم کی خصوصیت معلوم ہونے لگا ہے جو درحقیقت نہیں ہے۔

ثانیاً: ......اس کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جو ایک جلیل القدر صحابی ہیں کی تنقیص کا ذریعہ بنا لیا گیا ہے۔

ثالثاً: ......ان واقعات میں رونے رلانے والی بہت سی کہانیوں کا ثبوت سخت مشکوک اور مخدوش ہے۔

---

[1] مشکوٰۃ۔

[2] اخرجه الامام احمد فی مسنده: ٤/ ٢١، طبع احمد شاكر و قال اسناده حسن.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کا اکثر حصہ ایک داستان گو ابو مخنف لوط بن یحییٰ متوفی ۱۷۵ھ کی افسانہ طرازی ہے جو ایک کٹر قسم کا دروغ گو شیعہ بتایا جاتا ہے، جیسا کہ اس طرف آٹھویں صدی ہجری کے مستند مؤرخ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی اس کی بعض اشتعال انگیز اور مبالغہ آمیز کہانیاں بیان کر کے اشارہ فرمایا ہے:

((و في بعض ما اوردناه نظر...... اکثر من روایة ابی محنف لوط بن یحییٰ و قد کان شیعیاً و هو ضعیف الحدیث .))

البدایة والنهایة: ۸/۲۰۲، میزان الاعتدال: ۱۹/٤، طبع جدید میں حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

((لا یوثق به ترکه ابو حاتم وغیره و قال الدارقطني ضعیف و قال ابن معین لیس بشيء و قال ابن عدی شیعی محترق صاحب اخبارهم .))

ایسا ہی لسان المیزان میں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ شخص کسی کام کا نہیں، یہ ائمہ جرح و تعدیل کی اس شخص کے بارے میں شہادتیں ہیں۔ جس کی تائید اس کی تالیف ''مقتل الحسین'' سے ہو سکتی ہے جو طبع ہو چکی ہے اس میں ایسی ایسی باتیں ان صاحب نے درج کی ہیں کہ جن کو عقل تسلیم نہیں کر سکتی۔ عجائب و غرائب اور تضادات کا پلندہ ہے۔ بنا بریں بلا تحقیق کوئی قصہ بیان کرنے سے نادانستگی میں کئی غلط باتوں کو شہرت ہو جاتی ہے جو ((کَفٰی بِالْمَرْءِ اِثْمًا اَنْ یُّحَدِّثَ بِکُلِّ مَا سَمِعَ .)) (حدیث) کے ضمن میں آ جاتا ہے۔

اتفاقاً ایسا ہو گیا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت دس محرم ۶۱ھ کو وقوع میں آ گئی لیکن ایسے ہی یکم محرم کو ایرانیوں، یہودیوں اور عیسائیوں کی سازش سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جب کہ صبح کی نماز پڑھانے کے لیے آپ تیار ہو رہے تھے، خنجر سے ناگہانی شہید کر دیا گیا، جس طرح کوئی دینی حیثیت یکم محرم کو حاصل نہیں اسی طرح عاشورے کے دن حضرت حسین کی شہادت سے اس دن کو کوئی امتیاز نہیں ملا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت مظلومانہ اس لیے ہوئی کہ آپ کوفہ والوں کے زور دینے پر کہ آپ کوفہ تشریف لے آئیں تو اہل کوفہ یزید کی بجائے ان سے بیعت خلافت کر لیں گے۔ مکہ معظمہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے باوجودیکہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کو بزور یہ مشورہ دیا تھا کہ آپ ہرگز کوفہ نہ جائیں، نہ اہل کوفہ پر ذرّہ بھر اعتماد فرمائیں۔ [1]

ماتمی جلسوں، جلوسوں اور تعزیوں کی اسلام میں کوئی اصل نہیں، اس قسم کی رسمیں باطنی فرقہ کے ایک بادشاہ معز الدین نے ۳۵۲ھ میں ایجاد کی تھیں۔

---

[1] ملاحظہ ہو تاریخ طبری البدایة والنهایة وغیرہ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سے پہلے ان کا کسی زمانے میں کوئی وجود نہیں ملتا۔ ❶

ایک یہ رسم بھی چل نکلی ہے کہ محرم کو ماتمی مہینہ سمجھ کر اس میں شادیاں بند کر دی جاتی ہیں۔ اہل سنت والجماعت کو چاہیے کہ اس خیال فاسد کو ذہنوں سے کھرچنے کی کوشش کریں اور عملاً اس غلط رسم کو حرفِ غلط کی طرح مٹانے کا عزم کریں، اس طرح کہ محرم میں شادیاں رچائیں اُور دُوسرے لوگوں کو بتادیں کہ محرم ماتمی مہینہ نہیں ہے، پھر اسلام نے ماتم کا ایک سلجھا ہوا انداز مقرر فرمایا ہے لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارے میں ماتم کا جو طرز اختیار کیا جاتا ہے اسلام میں اس کا قطعاً کوئی جواز نہیں۔

ہماری غرض اس تحریر سے یہ ہے کہ بعض لوگوں نے تو خیر تعزیہ وغیرہ کو اپنا مذہبی شعار بنا لیا ہے لیکن اہل سنت والجماعت کو چاہیے کہ حقائق ثابتہ پر غور کریں۔ بدعات سے بچیں۔ اگر کوئی شخص قانونی حدود میں اپنی مذہبی رسوم ادا کرتا ہے، تو اسے کھلے دل سے کرنے دیں۔ خود نہ تعزیہ نکالنے کا ارتکاب کریں، نہ اس قسم کے جلوسوں میں شامل ہوں اور نہ ہی ان کو دیکھ کر دینی دنیوی مشکلات سے دوچار ہونے کے اسباب پیدا کریں۔

(الاعتصام جلد: ۲۴، شمارہ: ۳۱)

❶ ملاحظہ ہو: البداية والنهاية: ۱۱/ ۴۳، نیز مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی مرحوم ومغفور کی اُردو تاریخ اسلام، ص: ۵۶۵، ج: ۲، طبع کراچی میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرک

تعلیقہ:

قرآن مجید کی بعض آیات میں بھی لغوی معنی کے مشتقات مستعمل ہوئے ہیں۔ مثلاً

﴿شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ﴾ (النسآء: ۱۲) ﴿أَنَّهُمْ فِيكُمْ شُرَكَاءُ﴾ (الانعام: ۹۴)

﴿وَأَشْرِكْهُ فِي أَمْرِي﴾ (طٰہٰ: ۳۲) ﴿مُشْرِكُونَ﴾ (الصفت)

رسول اللہ ﷺ کی متعدد احادیث اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار میں بھی لفظ ''شرک'' لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ [1]

علم الفرائض میں وراثت کا ایک مسئلہ بھی ''المشرکہ'' یا ''المشترکہ'' نام سے موسوم ہے [2] لیکن شریعت کی اصطلاح میں شرک اور اشراک باللہ کے ایک مخصوص معنی ہیں اور وہ یہ ہیں کہ کسی بھی سلسلے میں دوسری شے کو اللہ تعالیٰ کے برابر مانا جائے، یعنی اللہ تعالیٰ کی ربوبیت، اس کے ملک، اس کی عبادت، اس کی الوہیت اور اس کی اطاعت میں کسی مخلوق کو اس کا حصہ دار اور شریک ٹھہرالیا جائے۔ اصطلاحی معنی کے اعتبار سے اس مضمون سے متعلق قرآن مجید میں تقریباً ڈیڑھ سو آیات آئی ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ انسان سب سے بڑی جس گمراہی میں مبتلا ہوتا یا معصیت کا ارتکاب کرتا ہے وہ یہی شرک ہے۔ انسان کو اس معصیت سے نکالنے کے لیے انبیاء نے آ کر انہیں بتایا کہ وہ اللہ ہی کی عبادت کریں اور شرک سے بچیں۔ قرآن مجید کے مرکزی مباحث میں ایک اہم موضوع ''شرک'' ہے، جس میں نزولِ قرآن مجید کے وقت دنیا کی سب قومیں مبتلا تھیں اور وہ تمام صفات و اوصاف جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں، وہ اس کی مخلوق میں مانی جارہی تھیں اور یوں مخلوق کو خالق کے برابر درجہ دیا جاتا تھا۔ چنانچہ قرآن مجید میں معبودانِ باطل اور ان مشرکوں کا ایک مکالمہ ذکر فرمایا گیا ہے۔ جب دوزخ میں داخل ہوں گے تو معبودانِ باطل کو خطاب کر کے ان کے پجاری کہیں گے:

﴿تَاللَّهِ إِن كُنَّا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ إِذْ نُسَوِّيكُم بِرَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ (الشعراء: ۹۷۔ ۹۸)

خدا کی قسم ہم تو صریح گمراہی میں تھے جبکہ تمہیں (خدا) رب العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے۔ برابر سمجھنا ان کا یہ ہے کہ جو کام یا جو عبادت (بدنی یا مالی یا قولی) اللہ تعالیٰ ہی کے لیے خاص ہے، وہ دوسرے کے

[1] لسان العرب، بذیل مادہ۔ [2] دیکھیے: ابن الاثیر: نہایہ، محمد طاہر، مجمع بحار الانوار، بذیل مادہ: شرک۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے کی جائے، مثلاً کسی دوسرے کو سجدہ کرنا، رکوع کرنا، غیر اللہ کے نام کی منتیں ماننا، نذرو نیاز دینا، اس کے نام کے روزے رکھنا، یا جو صفات اللہ تعالیٰ کے لیے مختص ہیں جیسے ہر چیز کا علم ہونا، یا ہر جگہ سے سن لینا، ہر مصیبت زدہ کی مدد کرنا، بیمار کو صحت عطا کرنا، اولاد اور رزق دینا، نفع و نقصان پہنچانا، جو چاہے وہ کر گزرنا۔ اس قبیل کے اختیارات الٰہی کا کسی مخلوق میں پائے جانے کا عقیدہ رکھنا مخلوق کو اللہ رب العالمین کے برابر قرار دینا یہ شرک ہے، اگرچہ یہ عقیدہ کسی بت اور مجسمے کے لیے ہو یا سورج، چاند کسی ستارے، کسی عنصر، کسی درخت، کسی نبی، کسی بزرگ، فرشتے، جن یا کسی قبر کے بارے میں ہو۔

اصطلاحی معنی کی رو سے شرک کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) شرک عظیم، جو شرک جلی یا کھلا ہوا شرک ہے اور (۲) شرک صغیر، یہ شرک خفی ہے جو ایسے طریقے سے انسان کے اندر داخل ہوتا ہے کہ پتا تک نہیں چلتا۔ شرک صغیر یہ ہے کہ کسی کام میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے کو بھی ملحوظ خاطر رکھا جائے، تاکہ وہ خوش ہو۔ اس کا دوسرا نام ریا ہے۔ متعدد احادیث میں اس کو شرک سے تعبیر کیا گیا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا﴾

(الکهف: ۱۱۰)

''جو شخص اپنے پروردگار سے ملنے کی امید رکھے، چاہیے کہ عمل نیک کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔''

رہا شرک عظیم تو اس کی ایک صورت اللہ تعالیٰ کی ربوبیت میں شرک ہے، یعنی کسی مخلوق کو پورا یا ادھورا خدا سمجھنا۔ ''پورا خدا'' اس طرح کہ مثلاً مجوس کا عقیدہ تھا کہ خیر، یعنی نیکی اور نور کا خالق تو خدا ہے، جسے وہ ''یزدان'' کہتے تھے اور شر، یعنی برائی، تکالیف و مصائب اور ظلمت کا خالق کوئی اور، یعنی شیطان جس کو وہ "اَهْرَمَنْ" کہتے تھے، یا جس طرح یونان کے فلاسفہ اور ہندوستان کے ہندو تمام کائنات پر پورا تصرف عقل اول، مادہ، عناصر، کواکب وغیرہ کا مانتے تھے۔ وہ ان چیزوں کی پرستش، ان کے مجسمے (وثن، صنم، بت) بنا کر کرتے تھے۔ ان کو خوش کرنے کے لیے ان کے نام کے وظیفے پڑھتے تھے۔ ان کے نام کی منتیں مانتے تھے۔ انہیں دیوتا سمجھ کر ان کی دہائیاں دیتے تھے۔ ان سے حاجتیں طلب کرتے تھے۔ ان سے رزق مانگتے تھے۔ اولاد طلب کرتے تھے۔ ان کو بیماریاں دور کرانے کا ذریعہ قرار دیتے تھے۔ وغیرہ

اس قسم کا شرک حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کی قوموں میں، بلکہ خود عربوں میں بھی بعثت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت موجود تھا۔ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر مبعوث فرمائے تاکہ وہ ان قوموں کو شرک سے نجات دلائیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید میں بسلسلہ قوم نوح علیہ السلام ذکر فرمایا گیا ہے:

﴿وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ۝ وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا ضَلَالًا ۝ مِّمَّا خَطِيئَاتِهِمْ أُغْرِقُوا فَأُدْخِلُوا نَارًا فَلَمْ يَجِدُوا لَهُم مِّن دُونِ اللَّهِ أَنصَارًا﴾ (نوح: ۲۳تا۲۵)

''(قوم نوح کے لوگ آپس میں ایک دوسرے کو کہنے لگے) اپنے معبودوں کی پرستش مت چھوڑنا اور ود اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو بھی ترک نہ کرنا (نوح علیہ السلام نے کہا: اے پروردگار!) انہوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کیا۔ اب تو ان کو گم کردہ راہ بنادے (آخر ان کے) اپنے گناہوں کے سبب سے ان کو غرق کر دیا گیا۔ پھر آگ میں ڈال دیے گئے، جہاں انہوں نے خدا کے سوا کسی کو اپنا مددگار نہ پایا۔''

حضرت نوح علیہ السلام کے بعد جیسے جیسے آبادیاں وسعت پذیر ہوتی گئیں اور نسلِ انسانی کا سلسلہ بڑھتا اور پھیلتا گیا، اسی نسبت سے شرک کی بھی نئی نئی قسمیں ایجاد ہوتی گئیں۔ کہیں اکابر پرستی شروع ہوئی، کہیں شمس و قمر اور کواکب کی پوجا ہونے لگی۔ کہیں شجر و حجر کو معبود قرار دیا جانے لگا اور کہیں بتوں اور بزرگوں کے آثار و قبور کو الٰہ مانا گیا۔ اس کے نتائج بد سے آگاہ کرنے کے لیے پیغمبروں کا سلسلہ شروع ہوا اور ہر پیغمبر اور ہر مرد دانا نے لوگوں کو شرک سے دامن کشاں رہنے کی تاکید کی۔ چنانچہ حضرت لقمان علیہ السلام نے بھی اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے واضح الفاظ میں فرمایا:

﴿يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ (لقمان: ۱۳)

''اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہرانا۔ شرک کا ارتکاب یقیناً بڑا ظلم ہے۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصے کے دوران قرآن مجید نے یہ تفصیل بیان کی ہے کہ ان کی قوم سارے وہ کام اپنے مجسموں اور بتوں کے لیے کرتی جو اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہونے چاہئیں۔ سجدہ کرنا، چڑھاوے چڑھانا، نفع و نقصان کا مالک سمجھنا، ونحو ذلک۔ [1] مثال کے طور پر سورۃ الشعراء کی آیات یہ ہیں:

﴿إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا تَعْبُدُونَ ۝ قَالُوا نَعْبُدُ أَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عَاكِفِينَ ۝ قَالَ هَلْ يَسْمَعُونَكُمْ إِذْ تَدْعُونَ ۝ أَوْ يَنفَعُونَكُمْ أَوْ يَضُرُّونَ ۝ قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا آبَاءَنَا كَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ ۝ قَالَ أَفَرَأَيْتُم مَّا كُنتُمْ تَعْبُدُونَ ۝ أَنتُمْ وَآبَاؤُكُمُ الْأَقْدَمُونَ ۝ فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّي إِلَّا رَبَّ الْعَالَمِينَ ۝ الَّذِي خَلَقَنِي فَهُوَ يَهْدِينِ ۝ وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي

[1] دیکھیے: الانعام: ۷۶-۸۱۔ الانبیاء: ۵۲-۶۶۔ الشعراء: ۷۰-۸۲۔ الصفت: ۸۵-۹۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَيَسْقِيْنِ o وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ o وَالَّذِي يُمِيْتُنِي ثُمَّ يُحْيِيْنِ o وَالَّذِي أَطْمَعُ أَنْ يَغْفِرَ لِي خَطِيْئَتِي يَوْمَ الدِّيْنِ o﴾ (الشعراء: ۷۰-۸۲)

''جب (ابراہیم علیہ السلام نے) اپنے باپ اور اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ تم کس چیز کو پوجتے ہو؟ وہ کہنے لگے کہ ہم بتوں کو پوجتے ہیں اور ان کی پوجا پر قائم ہیں (ابراہیم علیہ السلام نے) کہا کہ جب تم ان کو پکارتے ہو تو کیا وہ تمہاری (آواز) سنتے ہیں یا تمہیں کچھ فائدہ دے سکتے ہیں یا نقصان پہنچا سکتے ہیں؟ انہوں نے کہا (نہیں)، بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے (ابراہیم علیہ السلام نے) کہا: کیا تم نے دیکھا کہ جن کو تم پوجتے رہے ہو، تم بھی اور تمہارے پہلے باپ دادا بھی، وہ میرے دشمن ہیں، مگر خدائے رب العالمین (وہ میرا دوست ہے)، جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور وہی مجھے رستہ دکھاتا ہے اور وہ جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اور جب میں بیمار پڑتا ہوں تو مجھے شفا بخشتا ہے اور وہ جو مجھے مارے گا اور پھر زندہ کرے گا اور وہ جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ قیامت کے دن میرے گناہ بخشے گا۔''

سجدہ (ہر قسم کا) اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے۔

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یوں انتباہ فرمایا:

﴿لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلّٰهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ﴾ (حم السجدہ: ۳۷)

''سورج اور چاند کو (کسی کو) سجدہ نہ کرو، بلکہ اللہ ہی کو سجدہ کرو جس نے ان کو پیدا کیا ہے، اگر تم کو اس کی عبادت منظور ہے۔''

شرک فی الربوبیت کا ارتکاب وہ فلاسفہ بھی کرتے ہیں جو قدیم عالم کے قائل ہیں، کیوں کہ قدامت تو فقط اللہ تعالیٰ ہی کے لیے خاص ہے۔ باقی چیزیں قدیم نہیں ہیں، بلکہ اللہ کی مخلوق ہیں۔ قدامت و ازلیت کا تعلق صرف اللہ کی ذات اقدس سے ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ (الحدید: ۳)

''یعنی وہ سب سے پہلا اور سب سے پچھلا اور سب پر ظاہر اور پوشیدہ ہے اور وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔''

مشرکین کے زمرے میں وہ لوگ بھی آتے ہیں جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ موت و حیات کا سبب فطرت یا دھر و زمانہ کی کارفرمائیاں ہیں۔ قرآن مجید نے ان لوگوں کا عقیدہ یوں نقل کیا ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ﴾ (الجاثیہ: ٢٤)

''کہتے ہیں کہ ہماری زندگی تو صرف دنیا ہی کی ہے، کہ یہیں مرتے اور جیتے ہیں اور ہمیں تو زمانہ مار دیتا ہے۔''

شرک کی ایک قسم یہ ہے کہ بعض امور میں اللہ کے ساتھ غیر اللہ کو بھی شامل کیا جائے۔ اس کے بارے میں قرآن کہتا ہے:

﴿فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا فَتَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ أَيُشْرِكُونَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ﴾ (الاعراف: ۱۹۰، ۱۹۱)

''جب اللہ ان کو صحیح سالم بچہ دیتا ہے تو اس (بچے) میں جو وہ شرک کرتے ہیں، اللہ اس سے بلند و بالا ہے۔ کیا وہ ایسوں کو شریک بناتے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کرتے، بلکہ خود مخلوق ہیں۔''

دوسری قسم ہے شرک فی الالوہیت یا شرک فی العبادۃ اور وہ یہ ہے کہ کوئی شخص یا قوم ہر قسم کی عبادتوں، التجاؤں اور تمناؤں کا مرکز، اللہ کے سوا کسی اور کو قرار دے لے۔ ضرورت کے لیے اسی کے سامنے اظہار تذلل کرے اور اسی کو ہر نوع کی حوائج کا محور گردانے، رکوع و سجود کے لیے اس کو خاص کرے، رفع مصائب اور حل مشکلات کے لیے اسی کی طرف رجوع کرے اور آخری آداب تعظیم اسی کے لیے بجالائے، اسی کے نام کی نذریں نیازیں دے وغیرہ۔ حالانکہ یہ سب کام اللہ کے لیے خاص ہیں۔ اگر کوئی شخص ان جیسے کام دوسروں کے لیے بجالائے تاکہ اس ذریعے سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرے تو یہ شرک ہے۔ جس کی شدید مذمت کی گئی ہے۔ مثلاً ایک جگہ فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ﴾ (الزمر: ۳)

''جن لوگوں نے اس (اللہ) کے سوا دوسروں کو اپنا حمایتی بنایا ہے (وہ کہتے ہیں) ہم تو ان کو بس اس لیے پوجتے ہیں کہ وہ ہم کو خدا کے نزدیک کر دیں۔''

یہاں یہ بات خوب سمجھنے کی ہے کہ مشرکین عرب بھی اللہ کی ربوبیت کو مانتے تھے اور یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ زمین و آسمان اور ساری کائنات کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (لقمان: ۲۵)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو بول اٹھیں گے خدا نے۔ کہہ دو کہ خدا ہی قابل تعریف ہے، لیکن اکثر ان میں سمجھ نہیں رکھتے۔''

نیز فرمایا:

﴿قُلْ لِمَنِ الْأَرْضُ وَمَنْ فِيهَا إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ قُلْ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ﴾ (المؤمنون: ٨٤)

''کہو کہ اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ کہ زمین اور جو کچھ زمین میں ہے یہ سب کس کا ہے؟ جھٹ بول اٹھیں گے کہ خدا کا، کہو پھر سوچتے کیوں نہیں۔''

اس مضمون کی آیات قرآن مجید میں بکثرت آئی ہیں جن میں بڑی تفصیل سے فرمایا ہے کہ مشرکین عرب یہ نہیں کہتے تھے کہ اصنام مینہ برساتے ہیں یا وہ لوگوں کو رزق دیتے اور تدبیر امر کرتے ہیں، مگر اس کے باوجود ان کو مشرک قرار دیا گیا ہے اور یہ اس لیے کہ ان کا قلبی رشتہ تو غیر اللہ سے تھا۔ قرآن مجید نے اس طرزِ عمل پر ان کو ڈانٹا ہے اور بتایا ہے کہ اس طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ''انداد'' (شریک) بنا لیے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْدَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ﴾ (البقرہ: ١٦٥)

''بعض لوگ ایسے ہیں جو غیر خدا کو شریک خدا بناتے ہیں اور ان سے خدا کی سی محبت کرتے ہیں۔''

اور شریک بنانے کی عموماً صورت یہ تھی کہ من دون اللہ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں واسطہ اور وسیلہ بناتے، اس طرح کہ اپنی حاجات وضروریات یا تو ان سے براہ راست طلب کرتے یا اپنی ضرورتوں کے پورا کرنے کے لیے وہ ان کو اپنے ''شفاء'' یعنی اللہ کے نزدیک سفارشی قرار دیتے تھے جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا۔ [1]

قرآن مجید نے فرمایا کہ ''شفعاء'' کے اختیار میں کچھ بھی نہیں، وہ محض بے بس ہیں۔

﴿أَمِ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ شُفَعَاءَ قُلْ أَوَلَوْ كَانُوا لَا يَمْلِكُونَ شَيْئًا وَلَا يَعْقِلُونَ ۝ قُلْ لِلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾

(الزمر: ٤٣۔ ٤٤)

''کیا انہوں نے اللہ کے سوا اور سفارشی بنا لیے ہیں۔ کہو کہ خواہ وہ کسی بھی چیز کا اختیار نہ رکھتے ہوں اور نہ کچھ سمجھتے ہی ہوں۔ کہہ دو کہ سفارش تو سب اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ اسی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے، پھر تم اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔''

ایک جگہ فرمایا کہ قیامت کے دن مشرکوں کی کوئی سفارش نہیں کرے گا۔ دیکھیے (الروم: ١٣)

[1] دیکھیے: سورۂ یونس: ۱۸.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید نے بڑے واضح الفاظ میں شرک سے روکا ہے اور خالص اللہ کی عبادت کا حکم دیا ہے۔

﴿وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا﴾ (النساء: ٣٦)

''اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ۔''

پھر فرمایا کہ شرک کے مرتکب کی مغفرت نہیں ہوتی۔

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا﴾ (النساء: ١١٦)

''اللہ اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا اور (گناہ) جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جس نے اللہ کے ساتھ شریک بنایا وہ رستے سے دور جا پڑا۔ ایک جگہ یہ بھی ارشاد ہے کہ جس نے ارتکاب شرک کیا، اس کے لیے اللہ نے جنت کو حرام ٹھہرا دیا ہے۔''

﴿إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ﴾ (المائدہ: ٧٢)

رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی ایک شرط یہ تھی کہ آپ ﷺ کے حلقہ بیعت میں آنے والے لوگ شرک کا ارتکاب نہیں کریں گے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا﴾ (الممتحنة: ١٢)

''اے پیغمبر جب تمہارے پاس مومن عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کو آئیں کہ اللہ کے ساتھ شرک نہ کریں گی۔''

شرک چونکہ اللہ کے نزدیک (اگر توبہ نہ کی جائے تو) ناقابل عفو معصیت ہے، اس لیے قیامت کو اس کے مرتکب سخت ندامت کا اظہار کریں گے اور کہیں گے:

﴿سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا﴾ (الانعام: ١٤٨)

یہ تو قرآن مجید کا تصور شرک ہے۔ احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے شرک کی وہی تعریف کی ہے جو قرآن مجید نے کی ہے اور مشرک کی اسی انداز سے مذمت کی ہے جس انداز سے قرآن مجید میں کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں محدثین اور فقہاء نے بھی یہی طریق اختیار کیا ہے۔

ماٰخذ:

(۱) لسان العرب، بذیل مادۂ شرک۔ (۲) مفردات القرآن، بذیل مادہ شرک (۳) مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ ۱: ۹۱، ۹۷ تا ۹۸، الریاض ۱۳۸۱ھ۔ (۴) ابن قیم الجوزیہ: مدارج السالکین، ۱: ۳۴۴، ۱۸۹، ۱۹۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۵) رشید رضا: تفسیر المنار، مطبوعہ قاہرہ، ۵:۸۲، ۱۴۷ تا ۱۵۱، ۲۷۷، ۲۷۷، ۴۱۹ تا ۴۲۴ و ۲: ۵۵، ۵۶ تا ۷۲، ۳۵۳۔ (۶) شاہ عبدالقادر دہلوی: حاشیہ موضح القرآن، تفسیر آیۂ کریمہ ﴿وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ﴾ (البقرہ: ۲۲۱) (۷) المقریزی: تجرید التوحید المفید، قاہرہ، ص ۱۴ تا ۲۰۔ (۸) شاہ ولی اللہ: حجۃ اللہ البالغہ، مطبوعہ قاہرہ، ۱:۵۹، باب التوحید، ص ۱۶۱ تا ۱۶۳، باب اقسام الشرک، ۱۹۲ تا ۱۹۴۔ (۹) وہی مصنف: التفہیمات الالٰہیہ، مطبوعہ ڈھابیل، ۲:۱۴۵، ۶۳ تا ۶۴، ۳۰۳ تا ۳۰۵۔ (۱۰) وہی مصنف: البدور البازغۃ، ص ۱۳۳ تا ۱۳۵۔! وہی مصنف الخیر الکثیر (مبحث الخزانۃ العاشرہ) ص ۱۱۸۔ (۱۱) وہی مصنف: البلاغ المبین ص ۳۲ تا ۳۴، ۵۵ تا ۶۵، ۷۷، ۸۱ تا ۸۲۔ (۱۲) شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ: تفسیر عزیزی (فارسی)، دہلی ۱۳۱۴ھ: ۱۲۶ تا ۱۶۷۔

اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۱۱، ص ۶۹۵ تا ۷۰۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احادیثِ صحیحین کی صحت پر اُمت کا اجماع ہے

ائمہ دین اور فقہائے محدثین کی تصریحات

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''بخاری و مسلم میں جو حدیثیں موجود ہیں، ان کے بارے میں یقین ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے فرمودات ہیں اور ان کی بڑی اکثریت اسی قبیل سے ہے جس کا ہم تذکرہ کر رہے ہیں۔ اہلِ علم نے قبول و تصدیق کے ساتھ اُن کا خیر مقدم کیا ہے اور معلوم ہے اُمت کا اجماع غلطی پر نہیں ہو سکتا۔ حدیث اگر جھوٹی ہے اور اُمت اسے قبول و تصدیق کی سند بخش رہی ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ اُمت نے ایک ایسی بات پر اجماع کر لیا ہے جو فی نفسہٖ کذب و دروغ ہے۔ یہ اجماع غلطی پر ہوگا، حالانکہ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا کہ اُمت غلطی پر اتفاق کر لے۔ اگر ہم اجماع کا علم ہونے سے پہلے کسی حدیث کے متعلق جائز سمجھتے ہیں کہ غلط ہوگی یا کذب محض ہوگی تو ہمارا یہ سمجھنا ایسا ہی ہے کہ اجماع کا علم ہونے سے پہلے ہم کسی ایسے حکم کے بارے میں جو ظاہراً یا قیاس باطنی سے ثابت ہے جائز سمجھتے ہیں کہ حقیقت میں وہ حکم ویسا نہ ہو، جیسا ہم سمجھ رہے ہیں۔ لیکن جب اس حکم پر اجماع کا علم ہو جاتا ہے تو ہم یقین کر لیتے ہیں کہ وہ حکم ظاہر ہی میں نہیں حقیقت میں بھی ثابت ہے۔ اسی لیے تمام اسلامی فرقوں کے جمہور اہلِ علم کا اس بارے میں اتفاق ہو چکا ہے کہ خبر واحد پر بھی اگر اُمت، قبول و تصدیق کے ساتھ عمل کرنے لگے تو اُس حدیث کا حکم فرض قرار دیا جائے گا۔'' [1]

اور ''منہاج السنۃ'' میں فرماتے ہیں:

((واهل الحديث يعلمون صدق متون الصحيحين ...... من شركهم فيها علم ما علموه و من لم يشركهم لم يعلم ذالك .)) [2]

''اہلِ حدیث کو یقین ہے کہ صحیحین کے متون صحیح ہیں، نا آشنایانِ فن البتہ اس یقین سے محروم ہیں۔''

دوسرے مقام پر اس دعویٰ کو مدلل فرمایا ہے:

((احاديث البخاري ومسلم رواها غيرهما من العلماء و المحدّثين من لا

---

[1] رسالہ "اصول تفسیر" ص: ۵۳، ۵۹۔ طبع المکتبۃ السلفیۃ، لاہور۔ [2] جلد: ۴، ص: ۱۱۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یحصی عددھم الا اللّٰہ ولم ینفرد واحد منھما بحدیث بل ما من حدیث الا وقد رواہ قبل زمانہ وفی زمانہ وبعد زمانہ طوائف، الٰی قولہ۔ والمقصود ان احادیثھما نقدھا الائمۃ الجھابذۃ قبلھم وبعدھم ورواھا خلائق لا یحصی عددھم الا اللّٰہ فلم ینفرد الا بروایۃ ولا بتصحیح. واللّٰہ سُبحانہ وتعالٰی ھو الحفیظ یحفظ ھذا الدّین کما قال تعالٰی اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ.)) ❶

''صحیح بخاری و صحیح مسلم کی احادیث صرف ان دونوں نے ہی روایت نہیں کی ہیں، بلکہ بے شمار علماء و محدثین ان کے راوی اور ناقل ہیں، ان سے قبل کے لوگ بھی، ان کے اہل زمانہ بھی ان کے بعد میں آنے والے بھی۔

نہ صرف روایت ہی کیا ہے بلکہ ان کو خوب خوب جانچا اچھی طرح پرکھا بھی، پھر یہ ناقدین بھی بڑے بڑے نقادانِ فن تھے۔ حاصل یوں سمجھئے کہ صحیحین کی روایات کے نہ بیان کرنے میں، یہ دونوں امام منفرد ہیں اور نہ ہی صحیح قرار دینے میں منفرد۔ اور ایسا کیسے ہوسکتا ہے کہ مشکوک (ضعیف) حدیثیں رواج پا جاتیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں قیامت تک کے لیے شریعت کو محفوظ رکھنے کا وعدہ فرمایا ہے۔''

❀ حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ سے قبل ساتویں صدی ہجری کے جلیل القدر عالم علامہ ابوعمرو عثمان بن الصلاح (المتوفی ۶۴۳ھ) نے صحیحین کی حدیث کے متعلق یہی ارشاد فرمایا ہے، صحیحین کا ذکر کر کے لکھتے ہیں: ''وھذا القسم جمیعہ مقطوع بصحتہ'' (مقدمہ: ۱۴) (صحیحین کی حدیثیں قطعاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہیں)۔

❀ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''محققین کا مسلک یہی ہے جو ابن الصلاح کا ہے۔'' ❷

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی اسی کو پسند فرمایا ہے۔ ❸

❀ امام شوکانی رحمہ اللہ اپنی کتاب قطر الولی میں فرماتے ہیں:

((اجمع اھل ھذا الشان ان احادیث الصحیحین او احدھما کلھا من

---

❶ الحجر، منهاج السنة: ٤/٥٨، ٥٩.

❷ سندی حاشیہ شرح نخبہ، ص: ٢١.

❸ الباعث الحثیث، ص: ٨.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المعلوم صدقة المتلقى بالقبول المجمعِ على ثبوته وعند هذه الاجماعات تندفع كل شبهة ويزول كل تشكيك .))

''فن حدیث والوں کا اس امر پر اجماع ہے کہ صحیح بخاری صحیح مسلم کی متفقہ حدیثیں یا ان میں سے ایک کی حدیث یقیناً صحیح اور مفید علم ہیں۔ ایسے اتفاق کی موجودگی میں ہر قسم کا شک و شبہ دور ہو جاتا ہے۔'' ❶

اور ارشاد الفحول الی تحقیق الحق فی علم الاصول (۴۷) میں فرماتے ہیں:

((لا نزاع فى ان خبر الواحد اذا وقع الاجماع على العمل بمقتضاه فانه يفيد العلم لان الاجماع عليه قد صيره من المعلوم صدقة ومن هذا القسم احاديث صحيحى البخارى ومسلم فان الامة تلقت ما فيهما بالقبول ومن لم يعمل بالبعض من ذالك فقد اوله والتاويل فرع القبول .))

''اس میں کوئی نزاع ہی نہیں کہ خبر واحد پر عمل کرنے میں اجماع ہو جائے تو وہ یقینی قرار پاتی ہے، کیونکہ اجماعی حکم قطعی ہوتا ہے۔ صحیحین کی حدیثوں کا یہی مرتبہ ہے۔ اس لیے کہ علمائے اُمت نے ان کو قبولیت کا شرف بخشا ہے، اگر کسی نے ان کی حدیث پر عمل نہیں بھی کیا، تو اس کی صحت میں شک کی وجہ سے نہیں بلکہ کسی تاویل کی وجہ سے۔''

- اس قسم کی تصریحات یمن کے ایک اہل حدیث محقق و نقاد علامہ محمد بن ابراہیم وزیر (التوفی ۸۴۰ھ) نے الروض الباسم فی الذب عن سنة ابی القاسم (صفحہ ۷۸ جلد ۱) میں فرمائی ہیں۔
- اور یہی تحقیق حضرت نواب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ یحییٰ بن ابی بکر رحمہ اللہ یمنی سے نقل کی ہے، جو انہوں نے اپنی کتاب الریاض المستطابة فی جملة ممن روی فی الصحیحین من الصحابه میں تحریر فرمائی ہے۔ ❷
- اس مسلک کی قوتِ دلیل نے بعض متکلمین اور مذاہب اربعہ کے محققین کو اس امر پر مجبور کر دیا ہے کہ وہ صحیح کی احادیث کے قطعی ہونے کا اعتراف کریں، جیسا کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے رسالہ ''اُصول تفسیر'' میں وضاحت کی ہے۔ باقی رہے اہل حدیث، تو وہ سب کے سب اس پر متفق ہیں۔ وجميع اهل الحديث على ما ذكره الشيخ ابو عمرو . ❸

---

❶ حاشیہ موائد العوائد، ص: ۲۳۹۔ از حضرت نواب سید محمد صدیق حسن خان رحمہ اللہ۔

❷ دیکھیے: منہج الوصول، ص: ۳۱۔ ۳۲۔ ❸ الصواعق المرسلہ صفحہ: ٤٧٤، جلد: ٤.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❀ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں کتب حدیث کو چند طبقات (درجے) پر تقسیم کرتے ہوئے صحیحین و مؤطا کو اعلیٰ درجے میں داخل کیا ہے اور ان کی احادیث کے ایک حصے کو متواتر و مشہور اور دوسرے حصے کو قطعی صحیح فرمایا ہے:

((وما كان اعلىٰ احد فى الطبقة الاولىٰ فانه يصل الى حد التواتر وما دون ذالك يصل الاستفاضة ثم الى الصحة القطعية .)) ❶

اور صحیحین کے متعلق فرماتے ہیں:

((واما الصحيحان فقد اتفق المحدثون على ان جميع ما فيهما من المتصل المرفوع صحيح بالقطع وانهما متواتران الى مصنفيهما وان كل من يهون امرهما فهو مبتدع متبع غير سبيل المؤمنين .)) ❷

''یعنی صحیحین کی متصل و مرفوع حدیثوں پر محدثین کا اتفاق ہے کہ قطعی صحیح ہیں، ان کے مصنفین تک ان کی سندیں متواتر ہیں۔ جو کوئی ان کی اہمیت کم کرتا ہے، وہ بدعتی اور مسلمانوں کے سوا دوسرے رستے پر گامزن ہے۔''

محققین علماء کے ان ارشادات سے ان لیڈر قسم کے اہل علم اور ان کے معتقدین کی اس تحقیق کی حقیقت کھل جاتی ہے، جس کے بل بوتے پر ''مزاج شناس رسول'' کا منصب اختیار فرماتے ہوئے وہ صحیح بخاری تک کی حدیثوں کو مشکوک (ضعیف) بنا کر رکھ دیتے ہیں اور اسی بنا پر عبداللہ بن ابی کے جنازے والی صحیح بخاری کی روایت کو ایک ضعیف روایت کی وجہ سے رسالہ ''ترجمان القرآن'' میں مسترد کر دیا گیا ہے۔ اور اس طرح صحیحین کی اہمیت کم کرنے کا ارتکاب کرتے ہیں، اور لطف یہ ہے کہ اس کاروائی کا نام ''مسلک اعتدال'' رکھ دیا ہے، جبکہ حسب فرمان شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ اسے ''مسلک ابتداع و اعتزال'' (بدعت اور مومنین سے الگ راہ) کہنا زیادہ مناسب ہے۔

(۴-۱۱ مارچ ۱۹۸۳ء)

---

❶ حجة الله ص: ١٣٣، ج: ١.

❷ ص: ١٣٤، ج: ١.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مُسِنَّہ (دو دانتا) اور جذعہ (بھیڑ، دنبہ) کی تحقیق ❶

''مسنہ'' کے بارے میں مندرجہ ذیل امور قابلِ غور ہیں:

۱۔ ''مسنہ'' کی تحقیق خالص لغوی چیز ہے۔ فقہی اجتہاد کو اس میں دخل نہیں۔ لغت عرب میں جس کو ''مسنہ'' کہتے ہیں، وہی کہی اور سمجھی جائے گی۔ لغت اور غریب الحدیث کی جو کتب ہمارے سامنے ہیں، ان پر نظر کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عربی زبان میں مسنہ اس کو کہتے ہیں، جسے ہمارے عرف میں ''دوندا'' کہتے ہیں یعنی جس کے دو دانت نکل چکے ہیں۔ باقی رہا برسوں کا حساب تو وہ شارحین حدیث وفقہاء نے اپنے اپنے ماحول کے اعتبار سے اندازے سے لگایا ہے، جس طرح صاع، رطل، دراہم، دنانیر، ''مقدارات'' کے معاملے میں ہے، یہی وجہ ہے کہ عمر معین کرنے میں یہ لوگ مختلف ہیں۔ مجمع البحار ❷ میں ہے کہ ''مسنہ'' بکرے کی عمر تیسرے سال میں ہوتی ہے۔ بثنیان فی السنة الثالثة ایسے ہی عون المعبود ❸ میں نہایہ سے نقل کیا ہے۔ نیز صحاح جوہری، محکم سے بحوالہ لسان العرب نقل کیا ہے۔ ❹

ان سب عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ''مسنہ'' بلحاظِ عمر، ان اصحاب کے نزدیک بکرا دو سال کا ہو کر تیسرے میں داخل ہو جانا چاہیے۔ ان کے مقابلے میں دوسرا فریق ہے جس کے نزدیک ''مسنہ'' ایک سال مکمل کا ہو کر دوسرے سال میں داخل ہونے والے کو کہتے ہیں۔

اب فرمایئے۔ معیاری بات کس کی سمجھی جائے؟ خوش قسمتی سے ان ہی لغت کی کتابوں میں اس امر کی تصریح موجود ہے کہ ''مسنہ'' وہ ہے جس کے ''ثنایا'' گر گئے ہوں۔ بس معاملہ صاف ہے اور علامت بھی ایسی کہ اس میں کوئی اشتباہ نہیں رہتا۔

نہایہ فی غریب الحدیث لابن الأثیر میں ہے:

((لیس معنی اسنانها کبیرها کالیصل المسن و لکن معناه طلوع سنها، و هکذا فی مجمع البحار الانوار۔ص:۱۴۸۔ج۲، محمد طاهر الحنفی الثمتنی .))

---

❶ ۱٦ ستمبر ۸۳۔ ❷ مجمع البحار، ص: ۱۴۸، ۲۰۔

❸ (عون المعبود ص ۳/۵۳.

❹ نیز فتح الباری ص ۵/۳۲۸، ونهایه ابن الاثیر: ۱/۱٦۱ ملاحظه هو۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاضی عیاض مالکی المتوفی ۵۴۴ھ مشارق الانوار علی صحاح الآثار (ص ۱۳۲ ج ۱) میں فرماتے ہیں:

((والثنی من الانعام ماسقط اول اسنانه التی ولد بها وهی ثنایاه ونبتت له اخری .))

''ثنی (اور مسنہ) وہ ہے جس کے دودھ والے دو دانت گر کر دوسرے دانت نکل آئیں۔''

مؤطا میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

((انه كان يتقى من الضحايا والبدن التی لم تسن والذی نقص من خلقها انتهى .))

اس کی شرح کرتے ہوئے امام زرقانی لکھتے ہیں لم تبدل اسنانها . ❶

مشارق میں ہے:

((قوله لم تسن ای لم تثن .)) ❷

نہایہ میں ہے:

((ولابن عمر انه لا یضحی باضحية لم یثن ای لم تصر ثنية فاذا اثنت فقد اسنت واوفى الاسنان الاثناء۔انتهىٰ .)) ❸

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ''مسنہ'' سے کم عمر کا جانور قربانی نہیں کرتے تھے اور ''مسنہ'' اور ''ثنی'' ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ یعنی وہ جانور (گائے، اونٹ، بکرا وغیرہ) جس کے دودھ کے دو اگلے دانت گر کر اس کی جگہ دوسرے دانت نکل آئیں، اسی مشارق ص ۲۲۳ ج ۲ میں ہے۔ (المسنة) التی بدلت اسنانها .

الحاصل یہ خالص لغت کا معاملہ ہے، لغت اور اپنے عرف میں اس کے معنے سے اس مسئلہ کو حل کرنا چاہئے۔ ہمارے بعض شارحین اور عام مفتی اصحاب اس کو فقہی طور پر حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، یہ ان کی مسامحت ہے اور منشاء نزاع وغلط فہمی ہے۔ اصل حقیقت یہی ہے کہ نئے دانت نکلنے سے پہلے بکرا، گائے وغیرہ کو مسنہ نہیں کہا جا سکتا اور نہ ہی اس کی قربانی درست ہوگی۔ اس کی تائید ایک اور حدیث سے بھی ہوتی ہے جو کتب صحاح میں ہے کہ ایک شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مخصوص صورت میں جذعہ، عتوہ، عناق (علی اختلاف الروایات و الراجح انه كان جذعة) کی قربانی کی اجازت دے دی تھی اور فرمایا ''تیرے بغیر کسی کو جائز نہیں۔''

❶ ۷۲/۳. ❷ مشارق ۳۲٤/۱. ❸ نهایه: ۸۷/۲.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جذعہ:

"جذعہ" کی تفسیر میں ابن الاثیر ❶ قاضی عیاض ❷ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ❸ اور حافظ سیوطی رحمہ اللہ ❹ الدر المنثور میں فرماتے ہیں کہ ایک سال کا ہو کر دوسرے میں شروع ہو لیکن "مسنہ" نہ ہو۔ دیکھئے اس روایت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مخصوص صورت کے سوا ہر شخص کو ایک سال یا اس سے کچھ زائد عمر کے بکرے کی قربانی کرنے کی ممانعت فرمادی۔ اس تحقیق کی بنا پر ثابت ہوا کہ بکرے، گائے کی قربانی "مسنہ" کے بغیر جائز نہیں۔

جمہور علماء اسی کے قائل ہیں کہ "مسنہ" کی عمومیت میں "ضأن" شامل نہیں ہے۔ یعنی دنبہ، چھترا لیکن حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ اور ائمہ سے امام زہری، داؤد ظاہری اور علامہ ابن حزم رحمہ اللہ "ضأن" کو بھی اس عمومیت میں رکھتے ہیں۔ اور ان کے ہاں عدمِ وجدان اور "عسر" کی صورت میں ہی جذعہ ضأن کی اجازت ہے، ورنہ نہیں۔

مؤخر الذکر جماعت کی دلیل صحیح مسلم، ابوداؤد کی حدیث ہے اور جمہور کی دلیل اور احادیث ہیں جن کو علامہ شوکانی اور شارح ابی داؤد، مولانا شمس الحق، نے نیل الاوطار وعون المعبود میں نقل فرمایا ہے۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے مشارق الانوار ص ۱۷۹ ج ۱ میں اس پر فیصلہ فرماتے ہوئے ایک لطیف وجہ تفریق بھی نقل کی ہے۔

> ((وهو (الجذعة) لا يجزئ من المعز و يجزئ من الضان وفيها جاءت الاحاديث قال الجربي لانه في الضأن ينزو يلقح وليس هو في المعز كذلك فلا يجزىء حتى يصير ثنيا۔ انتهى .)) ❺

> "جذعہ دنبے سے کفایت نہیں کرتا، بھیڑ سے کفایت کرتا ہے۔ اسی کے متعلق احادیث آئی ہیں۔ جربی کہتے ہیں: کیوں کہ بھیڑ کا جذعہ جفتی پر اور حمل پر قادر ہوتا ہے۔ دنبے کا معاملہ ایسا نہیں پس دنبہ دودانتا جب تک نہ ہو کفایت نہیں کرے گا۔"

علامہ ابن عبدالبر مالکی اور علامہ نووی نے ظاہریہ کے مسلک کو بڑی اچھی نگاہوں سے دیکھا ہے۔ (دیکھو زرقانی وشرح مسلم) لیکن اس چیز سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ جس معنے سے تاویل کو وہ خود صحیح مسلم کی روایت پر استعمال فرماتے ہیں، وہی معنے اور تاویل ان روایات میں بھی ہوسکتی ہے جو جمہور کے دلائل ہیں اور اس کے علاوہ یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ وہ روایات فرداً فرداً اس پایہ کی نہیں ہیں جس پایہ کی صحیح مسلم کی روایت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ظاہریہ کا مسلک بھی اپنے اندر کسی قدر قوت رکھتا ہے۔ اسی بناء پر متاخر علمائے حدیث مثلاً

---

❶ [نہایہ ص ۱۷۷] ❷ [مشارق: ص ۱۷۹، ج ۱]
❸ [فتح الباری ص ۲۲٤، ج ۵] ❹ [الدرالمنثور ص ۱۷۷، ج ۱]
❺ مشارق الانوار: ۱/۱۷۹.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا شمس الحق مرحوم، مولانا عبدالرحمن مبارکپوری مرحوم وغیرہ اعیان جمہور ہی کے ہمنوا ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر "ضأن" میں "جذعه" کافی ہے تو اس کی عمر کیا ہو۔ فقہائے حنفیہ تو عام طور پر چھ سات ماہ کو کافی سمجھتے ہیں۔ بشرطیکہ موٹا تازہ ہو لیکن ظاہر ہے کہ معاملہ لغت عرب سے تعلق رکھتا ہے اور لغت کے متعلق عون المعبود میں ہے:

((ما اکمل سنة ودخل فی الثانیة وهوالاشهر عند اهل اللغة .)) ❶

نہایہ ص ۱۷۷ج ا میں ہے:

((فهو(اي الجذعة)من الضأن ماتمت له سنة وقیل اقل منها ومنهم من یخالف بعض هذا فی التقدیرانتهی ملخصاً .))

مشارق الانوار میں ہے:

((واصل الجذعة من الحیوان مالم یثن وقیل ذالك بسنة ومنه الجذع من الضأن :)) ❷

اور اسی امر کو حنفیہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ بلحاظ لغت یہی صحیح ہے۔ یعنی ایک سال کی عمر والے کو جذعہ کہتے ہیں۔ ❸

تعلیق المجد علی موطا میں ہے:

((والجذع عند اهل اللغة ماتمت له السنة وفی اصطلاح الفقهاما تمت له ستة اشهروهوالمرجح عند الحنفیة انتهی .)) ❹

جب لغوی فیصلہ فقہاء کے خلاف ہے تو معلوم نہیں اس کو فقہی کیوں بناتے ہیں۔ بس اصل یہی ہے کہ "جذعہ" ضأن (دنبہ، مینڈھا) ایک سال سے کم قربانی نہیں کرنا چاہیے اور احتیاط بھی اسی میں ہے۔

"مسنہ" وغیرہ کی بحث میں یہ بات یاد رہنی چاہیے کہ ان روایات یا مسالک کا یہ مطلب نہیں کہ "مسنہ" سے زیادہ عمر کا جائز نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ کم از کم مسنہ یا جذعہ ہونا ضروری ہے اور یہ امر ظاہر و باہر ہے کہ اس کی تفصیل کی زیادہ ضرورت ہی نہیں ہے، جب سخت بوڑھی کی ممانعت کردی گئی تو اس کے سوا سب عمر والی قربانی ہو سکتی ہے۔

الاعتصام: ۱۶، ۲۳/ستمبر ۱۹۸۳ء

❶ عون المعبود: ۵۳/۲. ❷ مشارق الانوار: ۱۷۹/۱.

❸ ملاحظه هو بذل المجهود شرح ابی داؤد ص ۷۱، ٤٥.

❹ تعلیق الممجد علی موطا: ص: ١٤.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کربلا کی کہانی حضرت ابو جعفر باقر رحمہ اللہ کی زبانی

پیش لفظ:

ہر سال محرم جب بھی آتا ہے غالباً خاص سیاسی مقاصد کے لیے واقعاتِ کربلا کی رونے رُلانے والی بہت سی ایسی کہانیوں سے جلسوں، تقریروں اور محافل کا رنگ جمایا جاتا ہے، تاریخی طور پر جن کا ثبوت سخت مخدوش اور مشکوک ہے کیونکہ جس راوی کے ذریعے ہماری تاریخ میں یہ رواج پا گئی ہیں، وہ ایک داستان گو ابو مخنف لوط بن یحییٰ (متوفی ۱۵۷ھ) تھا جو ایک کٹر قسم کا دروغ گو غالی شیعہ بتایا جاتا ہے، جیسا کہ رجالِ حدیث اور بعض تاریخ کی کتابوں میں تفصیلاً موجود ہے۔ [1]

اوّلاً تو اس موسم میں اس حادثے کا تذکرہ کوئی مفید نہیں۔

ثانیاً اگر ناگزیر ہو تو اتنا ہی کافی ہے، جتنا حضرت حسین رحمہ اللہ کے پوتے حضرت ابو جعفر محمد باقر رحمہ اللہ (جو حضرت زین العابدین علی بن حسین رحمہ اللہ کے فرزندِ ارجمند اور اثنا عشری شیعہ حضرات کے ایک ''امام معصوم'' ہیں) کی زبانی تہذیب التہذیب (آٹھویں صدی ہجری کے محدث حافظ ابن حجر عسقلانی کی تالیف) میں مذکور ہے۔ اگرچہ حضرت باقر رحمہ اللہ خود اس حادثے کے وقت موجود نہ تھے، مگر ظاہر ہے کہ انھوں نے یہ سب کچھ اپنے والد سے سنا ہوگا، جو اوّل سے آخر تک اس میں موجود رہے اور تمام صورتِ حالات کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔

بڑی خصوصیت اس روایت کی یہ ہے کہ بہت حد تک جذباتی رنگ آمیزی سے پاک اور مؤرخانہ طرز بیان کی حامل ہے، پھر یہ کہ ایسے شخص (جو خود اس کا راوی بھی ہے) کے اس سوال کے جواب میں ہے جو اہل بیت کی پارٹی کا ہے۔ ''آپ مجھ سے واقعہ کربلا کو اس انداز سے بیان فرمائیے گویا میں خود وہاں موجود ہوں۔'' بنا بریں یہ نہیں ہوسکتا کہ حضرت موصوف نے کوئی ضروری بات چھوڑ دی ہو، یا عقیدت کیش راوی نے اس میں کتر بیونت کی ہو۔ غالباً یہی بات ہے کہ ''تہذیب التہذیب'' میں اس روایت کا انتخاب کیا گیا اور واقعہ یہ ہے کہ اس سے اس حادثہ فاجعہ کے خدوخال نمایاں طور پر واضح ہو جاتے ہیں، جیسا کہ ہماری ان گزارشات سے اس پر روشنی پڑ سکے گی، جو ان شاء اللہ آخر میں بیان ہوں گی۔ آخر میں ایک مضمون افادیت

[1] میزان الاعتدال: ۱۹/٤، طبع جدید لسان المیزان. نیز دیکھیے: الاصابہ ۱۷/۲، والبدایة والنهاية: ۲۰۲/۸.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے پیش نظر محرم میں بدعات مروّجہ بھی شامل کر دیا گیا ہے، جو قابل مطالعہ ہے۔

یہ رسالہ بھی دار الدعوۃ السّلفیہ لاہور کے تبلیغی سلسلے کی ایک کڑی ہے، اُمید ہے اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی جائے گی تاکہ عوام محرم میں مشہور عوام مغالطوں سے واقف ہو سکیں اور بدعات و رسوم جاہلیت سے اجتناب کریں۔ واللہ الموفق۔

ناظم دار الدعوۃ السّلفیہ۔ شیش محل روڈ۔ لاہور

ذوالقعدہ: ۱۴۰۳ھ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایت حضرت ابو جعفر باقر رحمہ اللہ

آغاز:

روایت کے راوی عمار دُھنی نے کہا کہ میں نے محمد بن علی بن الحسین سے عرض کیا کہ آپ مجھ سے واقعہ قتل حسین رضی اللہ عنہ ایسے انداز سے بیان فرمائیں کہ گویا میں خود وہاں موجود تھا اور یہ سامنے ہو رہا ہے اس پر حضرت محمد باقر رحمہ اللہ نے فرمایا:

''امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے وقت ولید بن عتبہ بن ابی سفیان (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا بھتیجا اور یزید کا چچیرا بھائی) مدینہ منورہ کا گورنر تھا۔ ولید نے حسب دستور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا تاکہ ان سے نئے امیر ''یزید'' کے لیے بیعت لیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ سرِ دست آپ سوچنے کی مہلت دیں اور اس بارے میں نرمی اختیار کریں۔ ولید نے ان کو مہلت دے دی۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ مہلت پا کر مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔

دریں اثناء جب کوفہ والوں کو اس کا پتہ چلا کہ حضرت تو مکہ شریف پہنچ گئے ہیں تو انھوں نے اپنے قاصد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں روانہ کیے اور ان سے درخواست کی کہ آپ کوفہ تشریف لے آئیں ہم اب آپ ہی کے ہو گئے ہیں۔ ہم لوگ یزید کی بیعت سے منحرف ہیں۔ ہم نے گورنر کوفہ کے پیچھے جمعہ پڑھنا بھی چھوڑ دیا ہے۔ اس وقت نعمان بن بشیر انصاری یزید کی طرف سے کوفہ کے گورنر تھے۔ جب اہل کوفہ کی طرف سے اس قسم کی درخواستیں آئیں تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے چچیرے بھائی مسلم بن عقیل کو کوفہ بھیجنے کا پروگرام بنایا تاکہ وہ کوفہ جائیں اور وہاں جا کر صورتِ حال کا اچھی طرح جائزہ لیں، اگر اہل کوفہ کے بیانات صحیح ہوں تو خود بھی کوفہ پہنچ جائیں گے۔

حضرت مسلم کی کوفہ کو روانگی:

قرار داد کے مطابق حضرت مسلم رحمہ اللہ مکہ شریف سے پہلے مدینہ منورہ پہنچے وہاں سے راستہ کی راہ نمائی کے لیے دو آدمی ساتھ لیے اور کوفے کی طرف روانہ ہو گئے، جس راستے سے وہ لے گئے اس میں ایک ایسا لق و دق میدان آ گیا جس میں پانی نہ ملنے کے سبب پیاس سے دو چار ہو گئے۔ چنانچہ اسی جگہ ایک راہنما انتقال کر گیا، اس صورتِ حال کے پیش آنے پر حضرت مسلم رحمہ اللہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ایک خط لکھ کر کوفہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانے سے معذرت چاہی لیکن حضرت ممدوح نے معذرت قبول کرنے سے انکار کر دیا اور لکھا کہ آپ ضرور کوفہ جائیں۔ بنابریں حضرت مسلم رحمہ اللہ کوفہ کی طرف چل دیے۔ وہاں پہنچ کر ایک شخص عوسجہ نامی کے گھر قیام فرمایا۔ جب اہل کوفہ میں حضرت مسلم کی تشریف آوری کا چرچا ہوا تو وہ خفیہ طور پر ان کے ہاں پہنچے اور ان کے ہاتھ پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لیے بیعت کرنے لگے، چنانچہ بارہ ہزار اشخاص نے بیعت کر لی۔ دریں اثناء یزید کے ایک محبّ خاص عبید اللہ بن مسلم بن شعبہ حضرمی کو اس کا پتہ چلا تو اس نے ساری کارروائی کی اطلاع جناب نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ گورنر کوفہ کو دے دی اور ساتھ ہی کہا یا تو آپ واقعۃً کمزور ہیں یا کوفہ والوں نے آپ کو کمزور سمجھ رکھا ہے، دیکھتے نہیں کہ شہر کی صورتِ حال مخدوش ہو رہی ہے؟ اس پر حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ میری ایسی کمزوری جو بر بنائے اطاعتِ الٰہی ہو وہ مجھے اس قوت و طاقت سے زیادہ پسند ہے جو اس کی معصیت میں ہو، مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ جس اَمر پر اللہ تعالیٰ نے پردہ ڈالے رکھا ہے، خواہ مخواہ اس پردے کو فاش کروں اس پر عبید اللہ مذکور نے یہ سارا ماجرا یزید کو لکھ کر بھیج دیا۔ یزید نے اپنے ایک آزاد کردہ غلام سرحون نامی سے اس بارے میں مشورہ لیا۔ اس نے کہا: اگر آپ کے والد زندہ ہوتے اور آپ کو کوئی مشورہ دیتے تو اُسے قبول کرتے، یزید نے کہا ضرور! سرحون نے کہا تو پھر مشورہ یہ ہے کہ آپ کوفہ کی گورنری عبید اللہ بن زیاد کے سپرد کر دیں۔ ادھر صورتِ حال ایسی تھی کہ ان دنوں یزید عبید اللہ مذکور پر ناراض تھا اور بصرہ کی گورنری سے بھی اس کو معزول کرنا چاہتا تھا، مگر سرحون کے مشورے پر اس نے اظہارِ پسندیدگی کرتے ہوئے بصرہ کے ساتھ کوفے کی گورنری پر بھی عبید اللہ بن زیاد کو نامزد کر دیا اور لکھ دیا کہ کوفہ پہنچ کر مسلم بن عقیل کو تلاش کرو، اگر مل جائے تو اس کو قتل کر دو۔

ابنِ زیاد کوفے میں اور افشائے راز

اس حکم کی بنا پر عبید اللہ بصرہ کے چند سرکردہ لوگوں کے ہمراہ اس حالت میں کوفہ پہنچا کہ اس نے ڈھاٹا باندھ رکھا تھا تا کہ اسے کوئی پہچان نہ سکے، وہ اہل کوفہ کی جس مجلس سے گزرتا ان پر سلام کہتا اور وہ حضرت حسین سمجھ کر ((وَعَلَيْكَ السَّلَام يا ابن رَسُوْلِ اللّٰهِ)) اے رسول اللہ کے بیٹے آپ پر بھی سلام، سے جواب دیتے، اسی طرح سلام کہتا اور جواب لیتا ہوا وہ قصرِ امارت میں پہنچ گیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے اپنے ایک غلام کو تین ہزار درہم دیے اور کہا تم جا کر اس شخص کا پتہ لگاؤ جو کوفے والوں سے بیعت لیتا ہے لیکن دیکھو تم خود کو ''حمص'' کا باشندہ ظاہر کرنا اور یہ کہنا کہ میں بیعت کرنے کے لیے آیا ہوں اور یہ رقم بھی پیش کرنا چاہتا ہوں تا کہ اپنے مشن کی تکمیل میں اس کو صرف کریں۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور بہ لطائف الحیل اس شخص

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک اس کی رسائی ہوگئی جو بیعت لینے کا اہتمام کرتا تھا اور اس نے اپنے آنے کی اور امدادی رقم پیش کرنے کی سب بات کہہ ڈالی۔ اُس نے کہا مجھے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ تمھیں ہدایت کا راستہ نصیب ہوا لیکن یہ محسوس کر کے دکھ بھی ہو رہا ہے کہ ہماری اسکیم ابھی پختہ نہیں ہوئی، تاہم وہ اس غلام کو حضرت مسلم بن عقیل کے ہاں لے گیا۔ حضرت مسلم نے اس سے بیعت بھی لے لی اور رقم بھی اس سے قبول کر لی۔ اب وہ یہاں سے نکلا اور عبیداللہ بن زیاد کے پاس سیدھا پہنچا اور سب کچھ اس کو بتلا دیا۔ ادھر حضرت مسلم رحمہ اللہ عبیداللہ کی کوفہ میں آمد کے بعد عوسجہ کا گھر چھوڑ کر ہانی بن عروہ مرادی کے مکان پر فروکش ہوئے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لکھ بھیجا کہ بارہ ہزار کی تعداد میں ہماری لوگوں نے بیعت کر لی ہے آپ کوفہ تشریف لے آئیں۔

(اور یہاں یہ ہوا کہ) جب عبیداللہ کو پتہ چل گیا کہ مسلم ہانی کے مکان پر ہیں، تو اُس نے کوفے کے سرکردہ لوگوں سے کہا کہ کیا بات ہے ہانی میرے پاس نہیں آئے؟ اس پر حاضرین سے ایک شخص محمد بن اشعث چند ہمراہیوں کے ساتھ ہانی کے ہاں گئے تو وہ اپنے دروازے پر موجود تھے۔ اشعث نے کہا کہ گورنر صاحب آپ کو یاد فرماتے ہیں اور آپ کے اب تک نہ حاضر ہونے کو بہت محسوس کرتے ہیں۔ لہٰذا آپ کو چلنا چاہیے۔ چنانچہ ان کے زور دینے پر ہانی ان کے ساتھ ہو لیے اور وہ عبیداللہ کے پاس پہنچے اور اتفاق سے اس وقت قاضی شریح بھی ابن زیاد کے پاس موجود تھے۔ ان سے مخاطب ہو کر اس نے کہا دیکھو اس ہانی کی چال کھوٹ کی مظہر ہے، پھر اتنے میں وہ اس کے پاس آ گیا تو کہا ہانی! مسلم بن عقیل رحمہ اللہ کہاں ہیں؟ اس نے کہا مجھے علم نہیں، اس پر عبیداللہ نے تین ہزار روپے والے غلام کو اس کے سامنے کر دیا، ہانی بالکل لاجواب ہو گئے۔ البتہ اتنا کہا میں نے انہیں اپنے گھر بلایا نہیں وہ خود بخود میرے گھر آ کر ٹھہر گئے ہیں۔ ابن زیاد نے کہا اچھا ان کو حاضر کرو۔ اس پر پس وپیش کیا تو ابن زیاد نے اپنے قریب منگوا کر اس کے زور سے چھڑی ماری جس سے ان کی بھنویں پھٹ گئیں، اس پر ہانی نے اس کے ایک محافظ سپاہی سے تلوار چھین کر عبیداللہ پر وار کرنا چاہا لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ اس پر ابن زیاد نے یہ کہہ کر کہ اب تمہارا خون حلال ہے۔ قصرِ امارت کے ایک حصے میں اس کو قید میں ڈال دیا۔

اس واقعے کی اطلاع ہانی کے قبیلے مذحج کو ہوئی تو اُنھوں نے قصرِ امارت پر یلغار بول دی۔ عبیداللہ نے شور سنا اور پوچھا تو کہا گیا ہانی کا قبیلہ ان کو چھڑانے کے لیے چڑھ آیا ہے۔ اُس نے قاضی شریح کے ذریعے ان کو کہلایا کہ ہانی کو مسلم بن عقیل کا پتہ کرنے اور بعض باتوں کی تحقیق کے لیے روک لیا گیا ہے۔ خطرے کی کوئی بات نہیں، لیکن ساتھ ہی قاضی شریح پر بھی ایک غلام کو لگا دیا، یہ معلوم کرنے کے لیے کہ وہ لوگوں سے کیا کہتے ہیں؟ قاضی شریح لوگوں کی طرف جاتے ہوئے ہانی کے پاس سے گزرے، تو اس نے قاضی صاحب سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہا کہ میرے بارے میں اللہ سے ڈرنا، ابن زیاد میرے قتل کے درپے ہے۔ تاہم قاضی شریح نے ہجوم کو ابن زیاد والی بات کہہ کر مطمئن کر دیا اور لوگ بھی یہ سمجھ کر مطمئن ہو گئے کہ ہانی کو کوئی خطرہ نہیں۔

حضرت مسلم رحمہ اللہ کو جب ہنگامے کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے اپنے ذرائع ابلاغ سے کوفہ میں اعلان کرا دیا، جس کے نتیجہ میں چالیس ہزار لوگ ان کے پاس جمع ہو گئے، جس کو انھوں نے باقاعدہ ایک فوجی دستہ کی شکل دے دی، جس کا مقدمۃ الجیش میمنہ اور میسرہ وغیرہ سبھی کچھ تھا۔ خود حضرت مسلم رحمہ اللہ اس کے قلب میں ہو گئے۔ اس طرح چالیس ہزار کا یہ لشکر جرار قصرِ امارت کی طرف روانہ ہو گیا۔ عبید اللہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے اعیانِ کوفہ کو اپنے قصر میں بلایا۔ جب یہ لشکر قصرِ امارت تک پہنچ گیا تو سردارانِ کوفہ نے اپنے اپنے قبیلے کو دیواروں کے اُوپر سے گفتگو کر کے سمجھانا شروع کیا، اب تو مسلم کی فوج کے آدمی کھسکنے شروع ہوئے اور ہوتے ہوتے شام تک صرف پانچ سو رہ گئے۔ حتی کہ رات کے اندھیرے تک وہ بھی چل دیے۔

جب حضرت مسلم رحمہ اللہ نے دیکھا کہ وہ تنہا رہ گئے ہیں تو وہ بھی وہاں سے چل پڑے۔ راستہ میں ایک مکان کے دروازہ پر پہنچے تو ایک خاتون اَندر سے آپ کی طرف نکلی تو آپ نے اس کو پانی پلانے کے لیے کہا، تو اُس نے پانی تو پلا دیا لیکن اندر واپس چلی گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر باہر آئی تو آپ کو دروازے پر دیکھ کر اُس نے کہا اے اللہ کے بندے! آپ کا اس طرح بیٹھنا مشکوک ہے، یہاں سے چلے جائیں۔ آپ نے کہا: میں مسلم بن عقیل ہوں کیا تم مجھے پناہ دو گی؟ اُس نے کہا ہاں آ جایئے۔ آپ اندر چلے گئے لیکن کرنا خدا کا یہ ہوا کہ اس عورت کا لڑکا محمد بن اشعث کا آزاد کردہ غلام تھا۔ جب اس کو پتہ چلا کہ یہ مسلم بن عقیل ہیں تو اس نے محمد بن اشعث مذکور کو اطلاع دے دی، جس نے فوراً عبید اللہ تک خبر پہنچائی، جس نے اس کے ہمراہ پولیس روانہ کر دی اور ان کو مسلم کی گرفتاری کا حکم دے دیا۔ پولیس نے جا کر مکان کا محاصرہ کر لیا، جب کہ مسلم کو خبر تک نہ ہو سکی تھی اب خود کو انھوں نے محصور پایا تو تلوار سونت کر نکل آئے اور پولیس سے مقابلہ کی ٹھان لی۔ لیکن ابن اشعث نے ان کو روک کر کہا کہ میں ذمہ دار ہوں آپ محفوظ رہیں گے۔ پس وہ حضرت مسلم کو ابن زیاد کے پاس پکڑ کر لے گئے۔ چنانچہ ابن زیاد کے حکم سے قصرِ امارت کی چھت پر لے جا کر مسلم رحمہ اللہ کو قتل کر دیا گیا۔ (اِنَّا لِلّٰہِ) اور ان کی لاش بازار میں لوگوں کے سامنے پھینک دی گئی۔ نیز اس کے حکم سے ہانی کو کوڑے کرکٹ کی جگہ تک گھسیٹے ہوئے لے جا کر سولی دے دی گئی! ادھر تو کوفہ میں یہ تک ہو گیا تھا۔ اور

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی روانگیٔ کوفہ

اُدھر حضرت مسلم چونکہ خط لکھ چکے تھے کہ بارہ ہزار اہل کوفہ نے بیعت کر لی ہے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ جلد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

از جلد تشریف لے آئیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ مکہ شریف سے کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ تا آنکہ آپ
سے صرف تین میل کے فاصلے پر تھے کہ حر بن یزید تمیمی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قافلے کو ملا۔ اُس نے
تشریف لے جا رہے ہو۔ آپ نے فرمایا: کوفہ، اُس نے کہا وہاں تو کسی خیر کی توقع نہیں، آپ کو یہاں
واپس ہو جانا چاہیے۔ پھر کوفیوں کی بے وفائی اور حضرت مسلم کی قتل کی پوری رُوداد آپ کو سنائی۔

سارا قصہ سن کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے تو واپسی کا ارادہ کر لیا لیکن مسلم کے بھائیوں نے یہ کہہ
جانے سے انکار کر دیا کہ ہم مسلم رحمہ اللہ کا بدلہ لیں گے۔ یا خود بھی مارے جائیں گے۔ اس پر حضرت حسـ
نے فرمایا تمہارے بغیر میں جی کر کیا کروں گا۔ اب وہ سب کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے، جب آپ کو ا
کی فوج کا ہراول دستہ نظر آیا تو آپ نے ''کربلا'' کا رُخ کر لیا اور وہاں جا کر ایسی جگہ پڑاؤ ڈالا جہ
ہی طرف سے جنگ کی جا سکتی تھی۔ چنانچہ خیمے نصب کر لیے۔ اس وقت آپ کے ساتھ پینتالیس سو
کے قریب پیدل تھے۔

دریں اثنا عبید اللہ نے عمر بن سعد کو جو کوفے کا گورنر تھا بلایا اور اس سے کہا اس شخص حسین
معاملے میں میری مدد کریں! اس نے کہا مجھے تو معاف ہی رکھیے ابن زیاد نہ مانا۔ اس پر عمر بن سعد
پھر ایک شب سوچنے کی مہلت تو دے دیجیے، اس نے کہا ٹھیک ہے، سوچ لو۔ ابن سعد نے ر
سوچنے کے بعد صبح آمادگی کی اطلاع دے دی۔

اب عمر بن سعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے اس کے سامنے یہ
کہ دیکھو تین باتوں میں سے ایک بات منظور کر لو۔ یا تو مجھے کسی اسلامی سرحد پر چلے جانے دو یا مجھے مو
میں براہِ راست یزید کے پاس پہنچ جاؤں اور یا پھر یہ کہ جہاں سے آیا ہوں وہیں واپس چلا جاؤں۔

ابن سعد نے یہ تجویز خود منظور کر کے ابن زیاد کو بھیج دی۔ اس نے لکھا ہمیں یہ منظور نہیں۔ بس
بات ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ (یزید کے لیے) میری بیعت کریں۔ ابن سعد نے یہی بات حضرت حسین رضی
پہنچا دی، انھوں نے فرمایا ایسا نہیں ہو سکتا۔ اس پر آپس میں لڑائی چھڑ گئی اور حضرت کے سـ
(مظلومانہ) شہید ہو گئے۔ جن میں دس سے کچھ اُوپر نوجوان ان کے گھر کے تھے۔ اسی اثناء میں ایک
حضرت کے چھوٹے بچے پر لگا جو گود میں تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ اس سے خون پونچھ رہے تھے اور فرما رہے تھے
اللہ ہمارے اور ایسے لوگوں کے بارے میں فیصلہ فرما، جنھوں نے پہلے یہ لکھ کر ہمیں یہاں بلایا کہ ہم
مدد کریں گے پھر اب وہی ہمیں قتل کر رہے ہیں۔''

اس کے بعد خود تلوار ہاتھ میں لی۔ مردانہ وار مقابلہ کیا اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے! رضی اللہ ع

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شخص جس کے ہاتھ سے حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، قبیلہ مذحج کا آدمی تھا۔ اگر چہ اس بارے میں دوسرے اقوال بھی متعلقہ تاریخوں میں مذکور ہیں۔

مذحج ہانی کا وہی قبیلہ تھا جس نے قصرِ امارت پر چڑھائی کر دی۔ یہ شخص حضرت کا سر تن سے جدا کر کے ابن زیاد کے پاس لے گیا۔ اس نے اس شخص کو آپ کا سر مبارک دے کر یزید کے پاس بھیج دیا۔ جہاں جا کر یزید کے سامنے رکھ دیا گیا۔ ادھر ابن سعد بھی حضرت رضی اللہ عنہ کے اہل خانہ کو لے کر ابن زیاد کے پاس پہنچ گیا اور ان کا صرف ایک لڑکا بچا رہ گیا تھا۔ اور وہ بچہ علی بن الحسین زین العابدین تھے اور روایت کے راوی ابو جعفر الباقر کے والد تھے۔ یہ عورتوں کے ساتھ اور بیمار تھے۔ ابن زیاد نے حکم دیا اس بچے کو بھی قتل کر دیا جائے۔ اس پر ان کی پھوپھی زینب بنت علی رضی اللہ عنہا اس کے اوپر گر پڑیں۔ اور فرمایا کہ جب تک میں قتل نہ ہو جاؤں گی اس بچے کو قتل نہ ہونے دوں گی۔ اس صورتحال کے نتیجے میں ابن زیاد نے اپنا یہ حکم واپس لے لیا اور بعدہ اسیرانِ جنگ کو یزید کے پاس بھیج دیا۔

جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بچے کھچے یہ افرادِ خانہ یزید کے دربار میں پہنچے، تو چند درباریوں نے حسبِ دستور یزید کو تہنیت فتح پیش کی۔ ان میں سے ایک شخص نے یہاں تک جسارت کر ڈالی کہ ایک لڑکی کی طرف اشارہ کر کے کہا امیر المؤمنین! یہ مجھے دے دیجیے۔ یہ سن کر حضرت زینب بنت علی رضی اللہ عنہا نے کہا بخدا! یہ نہیں ہو سکتا۔ بجز اس صورت کے کہ یزید دینِ الٰہی سے نکل جائے پھر اُس شخص نے دوبارہ کہا تو یزید نے اُسے ڈانٹ دیا اس کے بعد یزید نے ان سب کو محل سرا میں بھیج دیا۔ پھر ان کو تیار کرا کے مدینہ روانہ کروا دیا۔ جب یہ لوگ مدینے پہنچے تو خاندانِ عبدالمطلب کی ایک عورت سر پیٹتی اور روتی ان سے ملنے آئی اور اس کی زبان پر یہ اشعار تھے۔

مـا ذا تـقـولـون ان قـال النّبیّ لکم
مـا ذا فـعـلتـم و انتم آخـر الامـم
بـعـتـرتـی و بـاهـلـی بـعـد مفتقدی
مـنـهـم اُسـارىٰ و قتلٰی ضرجوا بدم
مـا كـان هٰـذا جزائی اذ نصحت لكم
ان تـخـلـفـونی بشر فی ذوی رحمی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملاحظات

جناب ابو جعفر باقر کا بیان یہاں ختم ہو گیا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ الاصابہ (۲/ ۱۷) حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں اس روایت کے بعد لکھتے ہیں:

((و قد صنّف جماعة من القدماء فى مقتل الحسين تصانيف فيها الغث والسمين والصحيح والسقيم و فى هذه القصة التى سقتها غنًى .))

''چند تاریخ نویسوں نے مقتل حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں مستقل کتابیں لکھیں ہیں۔ جن میں رطب ویابس، غلط صحیح سب کچھ بھر دیا گیا ہے۔ لیکن جس قدر یہ قصہ میں نے ذکر کیا ہے یہی کافی ہے۔''

گورنر مدینہ منورہ ولید بن عتبہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو یزید کی حکومت کو تسلیم کرنے کو کہا تاہم معمول کے مطابق حاکمانہ دباؤ ڈالنے کی کوشش نہیں کی۔ ورنہ وہ حضرت کو سوچنے کی مہلت نہ دیتے معلوم ہوا کہ ان کا ذہن صاف تھا۔

قابل غور اوّلاً یہ بات ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سوچنے کی مہلت لے کر مکہ معظّمہ کیوں تشریف لے گئے؟ پھر اس کا اظہار انھوں نے ولید سے کیوں نہ فرمایا؟

ثانیاً: حضرت حسین رضی اللہ عنہ اگر واقعی دینی اعتبار سے یزید کے خلاف تھے تو کوفہ کے قریب پہنچ کر مسلم کی شہادت کی خبر ملنے پر کیوں واپس ہونے پر آمادہ ہو گئے؟ کیا جس فرض سے عہدہ برآ ہونے کے لیے آپ مکہ معظّمہ سے نکلے تھے مسلم کے حادثہ قتل کی اطلاع سے وہ ساقط ہو گیا تھا؟

ثالثاً: یہ سوال پیدا ہوتا ہے ان شرائط مصالحت کے متعلق جو عمر بن سعد رضی اللہ عنہ کے سامنے آپ نے رکھیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ نہ صرف یہ کہ آپ ہر قسم کے ارادوں سے دست بردار ہو گئے تھے بلکہ یزید کی حکومت تک تسلیم کر لینے پر آمادگی ظاہر کر دی۔

رابعاً: اگر آپ کے نزدیک یزید مسلمان نہیں تھا یا آپ اس کو لعنتی اور فاسق و فاجر گردانتے تھے یا اس کو حکومت کا اہل نہیں سمجھتے تھے، تو اس کے پاس جا کر اس کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کے لیے کیوں تیار ہو گئے تھے یزید کے ہاں جانے کے مطالبے سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت اس کو نہ اپنا دشمن جانتے تھے نہ ظالم و سفاک، بلکہ آپ کو اس سے حسن سلوک کی توقع تھی، اسی لیے جب کوئی اور چارہ کار نہ رہا تو اسی کے پاس پہنچ جانے کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خواہش فرمائی، جیسا کہ اصابہ اور تہذیب ابن عساکر میں ہے۔

ابن زیاد کی فوج سب کوفہ کی تھی اور وہی اس ساری کارروائی کے ذمہ دار ہیں۔ ان ظالموں نے عمر بن سعد کی مساعیٔ مفاہمت کو ناکام بنا دیا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ایک بات نہ سنی، جس کے نتیجہ میں یہ المناک حادثہ پیش آیا۔

اصل معاملہ اسی قدر ہے باقی سب زیبِ داستان ہے۔ اللہ تعالیٰ صحیح سمجھنے کی توفیق عنایت فرمائے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام اور قبروں کے عرس مسلمان عوام کے غور وفکر کے لیے

پیش لفظ:

عملی زندگی میں شریعت کا اتباع ہر مسلمان کا فرضِ اوّلین ہے مگر تعجب ہے کہ بعض لوگ آنحضرت فداہ ابی و امی ﷺ سے ادّعائے محبت کے باوجود آپ ﷺ کے اُسوۂ حسنہ اور خیر القرون کے طرزِ عمل کو مشعل راہ نہیں بناتے، بلکہ خیر القرون کے بعد ایجاد شدہ بدعات کو...... جسے شریعت میں بدترین کام (شَرَّ الامور) کہا گیا ہے...... اپنانے میں سرگرمی دکھاتے ہیں! یہ ''بڑی گیارھویں''، یہ ''میلاد النبی'' کے گھوڑوں اور اونٹوں پر بڑے بڑے جلوس! وغیرہ وغیرہ...... کیا چودھویں صدی سے پہلے بھی کبھی بحیثیت مسئلہ ان کا وجود تھا؟ کیا کتاب وسنت اور کتب فقہ حنفیہ وغیرہ میں ان عُرسوں کے نام کا کوئی مسئلہ موجود ہے؟ جنھیں شریعت کے یہ نادان دوست، بزرگوں کے ''مزارات'' پر ہر سال رچاتے ہیں۔

خدارا ذرا سوچیے! کہ جب تک ایک مسئلہ کا نام ونشان بھی شریعت میں موجود نہیں تو پھر اس پر عمل درآمد کے لیے کیا وجہ جواز ہے؟

عوام کی خیر خواہی کے لیے زیرنظر کتابچے میں قرآن وحدیث اور بزرگانِ دین کے اقوال کی روشنی میں انھی عرسوں کی بابت وضاحت کی گئی ہے، جو لوگ تعصب سے الگ ہو کر پیش کردہ دلائل کا مطالعہ فرمائیں گے تو امید ہے کہ عرسوں کی شرعی حیثیت ان پر واضح ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو نبی ﷺ کی سنت اور مسلک صحابہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین [1]

ناظم

المکتبۃ السلفیۃ۔ لاہور محرم: ۱۴۰۵ھ

[1] یہ مضمون اولین مرتبہ ماہنامہ رحیق میں نومبر دسمبر ۱۹۵۶ء کو شائع ہوا۔ بعد میں ۱۹۸۵ء میں کتابچہ کی صورت بھی شائع ہو چکا ہے۔ (مرتب)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عربی لغت کی رُو سے ع، ر، س کا مادہ شادی اور اس کے متعلقات میں عام طور پر مستعمل ہے۔ مگر مروّجہ تصوف میں ''عرس'' اس میلے کو کہتے ہیں جو حقیقی اور فرضی قبروں پر سال بہ سال رچایا جاتا ہے۔

شرک اور مشرکین کی تاریخ شاہد ہے کہ امم سابقہ کی گمراہی کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب مُردوں کی تعظیم میں غلو اور قبروں کا ناجائز اعزاز بھی تھا۔

قبروں کو مزار بنانے کے مفاسد:

مُردوں کی مناسب حرمت اور قبروں کی مناسب عزت بے شک چاہیے اور ضرور چاہیے لیکن اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ قبروں پر عمارات تعمیر کر کے اُن کو ''مزار'' بنالیا جائے اور نہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مقرر کردہ حرمین شریفین کی عزت کرنا مسلمانوں کا فرض ہے اور دُور دراز کی مسافت طے کر کے بیت اللہ کی طرف جانا مذہبی فریضہ اور مسجد نبوی کی طرف مسنون ہے۔ وہی درجہ ان قبروں کو دے دیا جائے اور نہ اس کے لیے کوئی وجہ جواز ہے کہ مُردوں کو اپنی حاجتوں کے برلانے والے سمجھ کر ان کو خداوندِ حیّ قیوم کی طرح پکارا جائے۔

بت پرستی، قبر پرستی کی بنیاد:

افسوس ہے! ان ''مزاروں'' پر علاوہ فسق و فجور کے یہ کچھ بھی ہوتا ہے کہ مساجد اللہ کی سی تعظیم اِن کی بجالائی جاتی ہے۔ سالانہ عرس (میلے) اُن پر منائے جاتے ہیں۔ قبروں کو قبلہ بنا کر نمازیں پڑھی جاتی ہیں۔ ''مزاروں'' کے طواف اور اُن کو سجدے کیے جاتے ہیں۔ حالانکہ یہ بھی بت پرستی ہے اور اِس کو بھی شرک کہتے ہیں۔ یہی وہ دَل دَل ہے جس سے اسلام نکالنے آیا اور یہی اوثان پرستی کی جڑ بھی ہے۔ حافظ ابن القیم رحمہ اللہ کہتے ہیں:

((ابتداء عبادة الاصنام كانت هى تعظيم الاموات باتخاذ صورهم والتمسح بها والصلوٰة عندها.)) ❶

''بت پرستی کی ابتداء مردوں کی (حد سے بڑھی ہوئی) تعظیم ہی تھی کہ وہ لوگ اُن کی تصویر بناتے، اُن کی قبروں پر (حصولِ برکت کے لیے) ہاتھ پھیرتے اور ان کی طرف منہ کر کے (یا) ان کے پاس نمازیں پڑھتے۔''

قبر پرستی، یہود و نصاریٰ کا شیوا:

اور یہ بھی معلوم ہے کہ یہود و نصاریٰ دعویٰ توحید کے باوجود اسی بلائے عظیم میں مبتلا ہو کر شرک کے عمیق

❶ اغاثة اللهفان: ١/١٩٧، طبع ثانی.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گڑھے میں گر گئے اور حق تعالیٰ کے غضب کے مورد بنے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی وفات سے پانچ دن قبل فرمایا تھا:

((اِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ اَنْبِيَآئِهِمْ وَ صَالِحِيهِمْ مَسَاجِدَ اَلا فَلا تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ اِنِّيْ اَنْهَاكُمْ عَنْ ذَلِكَ .)) ❶

''تم سے پہلے لوگوں (یہود و نصاریٰ) نے انبیاء و بزرگانِ دین کی قبروں پر مسجدیں تعمیر کیں (یا ان کو سجدہ گاہ بنایا) دیکھو! میں اس سے تم کو منع کرتا ہوں۔''

عرس اور میلے قبر پرستی کی جڑ ہیں:

تعظیم کی ایک صورت یہ ہے جس سے اس حدیث میں منع فرمادیا گیا ہے۔ دوسری قسم کی تعظیم وہ ہے جو سالانہ عرس اور عید کی صورت میں بطور عبادت بجالاتے تھے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((اما اتخاذ قبورهم اعياداً فهو مما حرمه الله و رسوله و اعتياد قصد هذه القبور فی وقت معين والاجتماع العام عندها فی وقت معين هو اتخاذها عيداً .)) ملخصاً . ❷

''قبروں کو عید بنانا یہی ہے کہ اہتمامِ خاص سے ان کی طرف سفر کیا جائے۔ (عبادت یا غیر عبادت کے لیے)۔''

وہاں خصوصی اجتماعات کیے جائیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے اسے حرام فرمایا ہے:

((والعيد اذا جعل اسماً للمكان فهو المكان الذی يقصد الاجتماع فيه و اتيانه للعبادة عنده او لغير العبادة كما ان المسجد الحرام والمنی ومزدلفة و عرفة جعلها الله عيداً مثابة للناس يجتمعون فيها و ينتابونها للدعاء والذكر والنسك و كان للمشركين امكنة ينتابونها الإجتماع عندها فلما جاء الاسلام محا الله ذلك كله و هذا النوع من الامكنة يدخل فيه قبور الانبيآء والصالحين .)) ❸

''یہ شرف صرف کعبۃ اللہ، مزدلفہ، منیٰ، عرفہ کو ہی حاصل ہے کہ انھیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ''عید'' قرار دیا گیا ہے کہ ان دنوں میں دعا ذکر اور قربانی کی جائے۔''

---

❶ صحیح مسلم: ۲۰۱/۱. ❷ اقتضاء الصراط، ص: ۱۸۱.

❸ اقتضاء الصراط، ص: ۱۵۶.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی قسم کے شرکیہ مقامات مشرکین عرب نے بھی بنا رکھے تھے جنھیں اسلام نے ملیا میٹ کر دیا۔ بڑے سے بڑے نیک لوگوں کی قبریں بھی اسی حکم میں ہیں کہ ان کو ''عید'' نہ بنایا جائے یعنی ان پر عرس نہ منائے جائیں۔

ہندوؤں کی تقلید:

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ ''البلاغ المبین'' میں لکھتے ہیں:

(عادتِ آتش پرستاں وہم عادت بت پرستانِ ہند کہ روزے از روز ہائے معین در ہر سال عید مے کنند و مجمع عام مے نمائند۔ پیر پرستاں نیز عید غدیر خم و عرس ہائے قبورِ بزرگان مقرر کردہ اند کہ ہم چو تعیش آنہا در آں ایام دادِ عیش وطرب ولہو ولعب مے دہند و ارواحِ خبیثہ شیاطین را خورسند ساختہ۔) ❶

''یعنی آتش پرستوں اور ہندوؤں کی یہ عادت ہے کہ ایک دن مقرر کر کے (کسی تھان وغیرہ پر) جمع ہو کر عید مناتے ہیں۔ پیر پرست فرقہ نے بھی ان کے قدم بقدم کئی عیدیں بنا رکھی ہیں۔ اور آئے دن کسی نہ کسی (فرضی یا واقعی) ''بزرگوں کے مزاروں'' پر عرس رچائے جاتے ہیں اور ان ہی کی طرح عیش و عشرت کر کے شیطان کو خوش اور بزرگانِ دین کو ناراض کر لیتے ہیں۔''

ایک دوسرے مقام پر شاہ صاحب لکھتے ہیں:

((و من اعظم البدع ما اخترعوا فی امر القبور فاتخذوھا عیداً.)) ❷

''یعنی بڑی بدعتوں میں سے یہ بھی ہے کہ قبروں کے متعلق بہت سی باتیں از خود گھڑ لی ہیں اور قبروں کو میلے کی حیثیت دے دی ہے۔''

امت کو انتباہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت میں اس بیماری کے آجانے کا ڈر تھا اس لیے کہ انبیاء و صلحاء کی محبت میں غلو سے شرک پیدا ہوتا ہے چنانچہ آپ نے اعلان فرمایا:

((﴿یَا أَیُّهَا النَّاسُ....﴾ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلُهُ وَ اللّٰهِ مَا أُحِبُّ أَنْ تَرْفَعُوْنِیْ فَوْقَ مَا رَفَعَنِی اللّٰهُ.)) ❸

''لوگو! میں عبداللہ کا بیٹا محمد ہوں اور ہوں اللہ کا رسول ہی۔ واللہ مجھے ہرگز یہ پسند نہیں کہ مجھے اس درجہ سے بڑھاؤ جس پر مجھ کو اللہ نے سرفراز فرمایا ہے۔ یعنی نبوت و رسالت۔''

اور اپنی قبر کے متعلق بھی امت کو متنبہ فرمایا:

---

❶ البلاغ المبین، ص: ۳۱. ❷ تفہیمات الٰہیۃ: ۲/ ۶۴.

❸ مسند احمد عن انس والبدایۃ والنہایۃ: ۶/ ۴۴.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِيْدًا .)) ❶

''یعنی میری قبر کو 'عید' مت بنائیو۔''

علامہ مناوی رحمہ اللہ اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:

((معناه النهي عن الاجتماع لزيارته اجتماعهم للعيد .)) ❷

''یعنی اس کا معنی یہ ہے کہ ''زیارت کے لیے مت اجتماع کرو جیسے ''عید'' پر اجتماع کرتے ہو۔''

غور کیجیے! کہ آج کل عرسوں پر جو اکٹھ ہوتا ہے، کیا یہ عید جیسا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر نہیں ہوتا! اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں:

((هذا اشارة الى سد مدخل التحريف كما فعل اليهود والنصارٰى لقبور انبيآء هم و جعلوها عيداً و موسما بمنزلة الحج .)) ❸

''یعنی اس فرمان سے تحریف (تبدیل دین) کے دروازے کو بند کرنا مطلوب ہے کہ یہ امت بھی یہود و نصاریٰ کی طرح اپنے بزرگوں کی قبروں کو حج کی طرح موسم اور عید ہی نہ بنا ڈالیں۔''

آنحضرت کی دعا اور اس کی قبولیت:

پھر بارگاہِ ایزدی میں دعا فرمائی:

((اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا يُّعْبَدُ .)) ❹

''یا اللہ! میری قبر کو ''وثن'' بننے سے بچائیو (کہ اس کی پرستش کی جائے)''

کیوں! اس لیے کہ:

((اِشْتَدَّ غَضَبُ اللهِ عَلٰى قَوْمٍ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَآءِ هِمْ مَسَاجِدَ .)) ❺

''اس قوم (یہود و نصاریٰ) پر اللہ کا غضب نازل ہوا، جنھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا ڈالا۔''

اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی اور آپ کی قبر کو تکوینی طور پر چھپا لیا ورنہ آپ کی قبر پرستش کی وجہ سے معاذ اللہ ''وثن'' (بت) بن جاتی۔ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

❶ اخرجه ابو داؤد بسند حسن عن ابى هريرة رضی اللہ عنہ.

❷ عون المعبود : ۱۷۱/۲.

❸ حجة الله : ۷۷/۲، منيريه مصر.

❹ اخرجه الامام مالك فى المؤطا والامام احمد فى المسند : ۸۷/۱۳، طبع ثانى مصر.

❺ حواله مذكور.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((و قول النبی ﷺ اللھم لا تجعل الخ دلیل علی ان القبور قد تجعل اوثانا و ھو ﷺ خاف من ذلك فدعا اللہ ان لا یفعله بقبرہ و استجاب اللہ دعائه رغم انف المشرکین الضالین الذین یشبھون قبر غیرہ بقبرہ .)) ❶

''رسول اللہ ﷺ کے فرمان ((اَللّٰھُمَّ لا تَجْعَلْ......)) (الحدیث) سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کو خدشہ تھا کہ قبروں کو ''وثن'' بھی بنایا جا سکتا ہے لہٰذا دعا فرمائی کہ میری قبر سے یا اللہ! ایسا سلوک نہ ہو چنانچہ اللہ پاک نے اس دعا کو شرفِ قبولیت بخش کر پجاری قسم کے گمراہ لوگوں کو ناکام کر دیا کہ مبادا آپ کی قبر مبارک کو دوسروں سے مشابہ بنا دیں۔''

فتح المجید شرح کتاب التوحید میں ہے:

((فاجاب رب العالمین دعائه و احاطه بثلاثة الجدران حتی غدت ارجاءہ بدعائه فی عزة و حمایة و صیان و دل الحدیث علی ان قبر النبی ﷺ لو عید لکان وثناً لکن حماہ اللہ تعالیٰ بما بینه و بین الناس .)) ❷

''یعنی اللہ رب العالمین نے یہ دعا قبول فرمائی بایں صورت کہ قبر مبارک (حجرہ میں ہونے کی وجہ سے) دیواروں میں گھر گئی اور یوں اس کے کنارے زائرین کی شرکیہ حرکتوں سے محفوظ و مصئون ہو گئے، اس حدیث سے اس بات پر دلالت ہے کہ قبر نبوی کی عبادت اگر کی جاتی تو وہ ''وثن'' ہی ٹھہرتی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت و صیانت فرمائی کہ زائرین اور اس کے درمیان دیوار کا پردہ کر دیا۔''

ایک مقام پر امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((و ھم دفنوہ صلی اللہ علیه وسلم فی حجرة عائشة رضی اللہ عنھا خلاف ما اعتادوہ من الدفن فی الصّحراء لئلا یصلی احد عند قبرہ و یتخذہ مسجدا فیتخذ قبرہ وثناً .)) ❸

''یعنی آپ کو چار دیواری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں دفن ہی اس لیے کیا گیا کہ آپ کی قبر ''وثن'' نہ بننے پائے۔''

❶ کتاب الرد علی الاخنائی علی ھامش الرد علی البکری، ص: ۲٤۲.

❷ ص: ۲٤، طبع مصر: ٦.

❸ العقود الدریه، ص: ۳۳۸.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"صحابہ رضی اللہ عنہم نے معمول کے مطابق کھلی جگہ میں آپ کو دفن نہیں کیا بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ (کمرہ) میں دفن کیا تا کہ قبر نبوی کے پاس کوئی نماز نہ پڑھے اور نہ اس کو سجدہ گاہ بنائے کہ مبادہ وہ "وثن" بن جائے۔"

خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ لَمْ يَقُمْ مِنْهُ لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَاءِ هِمْ مَسَاجِدَ قَالَتْ لَوْ لَا ذَاكَ لَاُبْرِزَ قَبْرُهٗ غَيْرَ اَنَّهٗ خَشِيَ اَنْ يُّتَّخَذَ مَسْجِدًا .)) ❶

"یعنی مرض الموت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہودیوں عیسائیوں پر اللہ کی لعنت کہ انھوں نے انبیاء وصلحاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا ڈالا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اگر یہ ڈر نہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کھلی جگہ بنائی جاتی، جیسا کہ عام دستور ہے۔"

((دل الحديث على ان الوثن هو ما يباشره العابد من القبور والتوابيت التي عليها .)) ❷

اور بقول حافظ ابن القیم رحمہ اللہ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ قبروں کے ساتھ پرستش کی قسم کے معاملات کیے جائیں تو وہ بھی "وثن" ہو جاتی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا سے معلوم ہوا کہ قبروں کے پجاری جو معاملے قبروں سے کرتے ہیں (چومنا چاٹنا، ان سے حاجتیں مانگنا، چڑھاوے چڑھانا وغیرہ) اس سے ایسی قبروں کی حیثیت "وثن" جیسی بن جاتی ہے۔

قبروں کی زیارت کے لیے سفر نا جائز ہے:

یہ خوب سمجھ لینا چاہیے کہ شریعت مطہرہ کی رو سے قبر ہونے کی حیثیت سے سب ہی مسلمانوں کی قبریں ایک جیسی ہیں۔ اصحابِ قبور کے درجے اللہ تعالیٰ کے ہاں بے شک بہ لحاظ مراتب علیا متفاوت ہیں۔ مگر دنیوی اعتبار سے سب مساوی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھی قبر کی طرف تقرّبی سفر سے منع فرمایا تا کہ کوئی بھی قبر امتیازی صورت نہ اختیار کرنے پائے۔ خواہ وہ قبر جناب خواجہ معین الدین رحمہ اللہ کی ہو یا حضرت سید جیلانی رحمہ اللہ کی، علی ہجویری رحمہ اللہ کی ہو یا شیخ فرید رحمہ اللہ کی۔ غرض کسی بھی بزرگ کی کیوں نہ ہو مندرجہ ذیل صحیح اور مشہور حدیث کی رُو سے اس کی طرف جانا ممنوع ہے۔

❶ صحيح مسلم: ١/ ٢٠١.
❷ فتح المجيد، ص: ٢٤٧، شرح حديث اللهم لا تجعل ...... الحديث.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ .)) ❶

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مسجدوں (بیت اللہ، بیت المقدس، مسجد نبوی) کے سوا کسی بھی جگہ کی طرف سفر (برائے تقرب الٰہی) نہ کیا جائے۔

حجۃ الاسلام شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

((کان اھل الجاھلیة یقصدون مواضع معظمة بزعمھم یزورونھا و یتبرکون بھا و فیه من التحریف الفساد و ما لا یخفی فسد النبی صلی اللہ علیه وسلم الفساد لئلا یلتحق غیر الشعائر بالشعائر و لئلا یصیر ذریعة لعبادة غیر اللہ والحق عندی ان القبر و محل عبادة ولی من اولیاء اللہ والطور کل ذلك سواء فی النھی .)) ❷

''زمانہ جاہلیت میں لوگ متبرک مقامات کی ''زیارت'' کے لیے جاتے تھے، اس میں چونکہ عبادت غیر اللہ کا دروازہ کھلتا ہے، اس لیے بگاڑ کی اس جڑ کو بند کر دیا گیا۔ اور میرے نزدیک کسی ولی کی قبر اور اس کی عبادت کی جگہ چلہ کشی وغیرہ اس حدیث میں داخل ہیں (یعنی ان کی طرف قصد کر کے تقربی سفر جائز نہیں)۔''

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

((کل من ذھب الی بلدة اجمیر او قبر سالار مسعود او ما ضاھاھا لاجل حاجة بطلبھا فانه اثم اثماً اکبر من القتل والزنا لیس مثله الامثل من کان یعبد المصنوعات او مثل من کان یدعوا اللات والعزیٰ .)) ❸

''جو شخص اجمیر یا سالار مسعود اور ان جیسی کسی بھی قبر (یا مزار) پر اپنی حاجتیں طلب کرنے کے لیے جائے تو وہ بڑے گناہ کا مرتکب ہے ایسا گناہ جو قتل اور زنا سے بھی بڑا گناہ ہے اور گھڑے ہوئے بتوں اور لات و عزیٰ کے پجاریوں کی طرح ہے۔''

مولانا انور شاہ مرحوم جامع ترمذی پر اپنے املائی حواشی میں فرماتے ہیں:

((السفر لزیارة قبور الاولیاء کما ھو معمول اھل العصر لابد من النقل علیه من صاحب الشریعة .)) ❹

❶ صحیحین.
❷ حجة اللہ: ۱۹۲/۱.
❸ تفھیمات الھیه: ۴۵/۲.
❹ العرف الشذی، ص: ۱۶۳.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اولیاء کی قبروں کے لیے سفر کرنے کا جو معمول بن گیا ہے، صاحب شریعت (ﷺ) سے یہ منقول ہونا چاہیے۔'' (جو نہیں ہے)

(یعنی عرس وغیرہ کے لیے) قبروں (علی ہجویری رحمہ اللہ وغیرہ) کا سفر کرنے پر کوئی دلیل نہیں ہے جیسا کہ ہمارے زمانے میں اس کا رواج ہے۔''

حیرت ہے کہ آنحضرت ﷺ جس قسم کے شرک کے مٹانے کے لیے تشریف لائے، وہی نمایاں طور پر مدعیانِ محبتِ محمدی اور نام لیوایانِ اسلام میں ظہور پذیر ہے بلکہ اصل اسلام اور حقیقتِ ایمان اسی ''تعظیم اموات'' اور ''اعزازِ قبور'' کو سمجھا جا رہا ہے۔ ((فلیبك علیه من كان باكیا فانا لله و انا الیه راجعون .))

حنفیہ اور صوفیائے کرام رحمہم اللہ کے فتاویٰ:

تعجب یہ ہے کہ ان افعال شنیعہ کا ارتکاب کرنے والے تمام حضرات صوفیہ صافیہ کا نام لیتے اور حنفی کتب کی تقلید کا دم بھرتے ہیں۔ حالانکہ صوفیہ رحمہ اللہ کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ تصوف کا چشمہ صافی ان بدعات سے آلودہ نہ ہو اور اصحاب علم و تحقیق حنفیہ کرام واشگاف طور پر مشرکانہ رسوم و عادات کی تردید کرتے رہے ہیں۔

قاضی ثناء اللہ حنفی رحمہ اللہ کے ارشادات:

چنانچہ مشہور حنفی و صوفی عالم مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں:

((لا یجوز لاحد ان یقول فی امر افتی علماء الشرع علی حرمته و كراهته ان مشائخ الصوفیة سنوا كذلك نحن نتبع سنتهم والصحیح ان الصوفیة الكرام ما فعلوا قط علی خلاف مقتضی الشرع و انما الفساد من جهال اتباعهم ...... (ثم قال) لا یجوز ما یفعل الجهال لقبور الاولیاء والشهداء من السجود والطواف حولها و اتخاذ السرج والمساجد علیها و من الاجتماع بعد الحول كالاعیاد و یسمونه عرساً .)) [1]

''یعنی جس امر کے حرام و ناجائز ہونے پر (کتاب و سنت اور) علمائے امت متفق ہوں، اس کے جواز پر فعل مشائخ اور کارروائی صوفیہ سے استدلال درست نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ صوفیہ کرام (امکان بھر) شریعت کی مخالفت نہیں کرتے (اور مخالفت کرنے والا صوفی کہاں رہا) یہ سب خرابی ان کے جاہل مریدوں کی پیدا کی ہوئی ہے۔ اور یہ جو جاہل (پیر و مرشد اور مفاد پرست گدی نشین) قبروں پر چراغاں کرتے اور سجدہ طواف بجا لاتے اور وہاں مسجدیں بنواتے

[1] ص: ٦٥، جلد: ٢، تفسیر آیة كریمه قل یا اهل الكتاب تعالوا...... الخ.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور سال بہ سال ان کی قبروں پر عرس کراتے ہیں یہ قطعاً ناجائز ہے۔"

اور اپنی قابل قدر کتاب "ارشاد الطالبین" میں فرماتے ہیں:

"قبور اولیاء بلند کردن وگنبد برآں ساختن وعرس و امثال آں و چراغاں کردن و ہمہ بدعت است۔ بعضے ازاں حرام وبعض مکروہ۔"

"یعنی قبروں کو بلند کرنا، ان پر گنبد بنانا پھر ان پر چراغاں اور عرسوں کا اہتمام سب باتیں بدعت اور حرام ہیں۔"

مرزا مظہر جان جاناں:

قاضی صاحب کے پیر میرزا مظہر جان جاناں کی مریدوں کو وصیت تھی کہ "برسوم متعارفہ از عرس و چراغاں مقید مباش (مقامات مظہری مسمّٰی مقاماتِ مظہریہ، ص: ۱۰۷) میں یہ فقرہ بھی زائد ہے کہ درارتکاب آں شناعت بسیار است (کہ اس میں بڑی قباحتیں ہیں)۔

(قبروں پر) عرسوں اور چراغاں وغیرہ کے رواج رسموں میں مبتلا نہ ہوں۔" [1]

شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ:

شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ ایک فتوىٰ میں فرماتے ہیں:

"جمع شدن برقبور کہ مرداں یک روز معین نمودہ ولباسہائے فاخرہ ونفیس پوشیدہ مثل روز عید شاداں شدہ برقبرہا جمع مے شوند رقص ومزامیر ودیگر بدعاتِ ممنوعہ مثل سجود برائے قبور وطواف کردن قبور مے نمایند حرام وممنوع ست بلکہ بعضے بحد کفر مے رسند وہمیں است محمل ایں دو حدیث ((لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا وَاللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا یُعْبَدُ، ......ملخصاً.)) [2]

یعنی قبروں پہ سالانہ اکٹھ کرنا اور اس میں عید کی طرح لباس فاخرہ پہن کر جانا، اس میں ناچ ڈھول ڈھمکے، ان پر سجدے اور طواف سب حرام ہیں۔ بلکہ ان کے ارتکاب میں کفر تک کا خدشہ ہے۔"

مولانا شاہ محمد اسحاق:

مولانا شاہ اسحاق رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"مقرر کردن روز عرس جائز نیست۔" [3]

---

[1] الصواعق الالٰھیہ فی الرد علی اللھابیہ، ص: ۲۳۸.

[2] فتاویٰ عزیزی: ۱/ ۴۰. [3] اربعین مسائل: ۲۸.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''یعنی عرس کرنے جائز نہیں۔'' شاہ محمد اسحاق رحمہ اللہ نے مائۃ مسائل میں اس پر بڑی نفیس اور مدلل بحث فرمائی ہے۔ ❶

آخری گزارش:

اللہ کے بندوں نے یہ تک غور کرنے کی بھی زحمت گوارا نہیں فرمائی کہ ہنود کا اپنے ایام سے تعلق کا جو انداز ہے اس میں اور مسلم قوم کا اپنے بزرگوں کے مزاروں کے ساتھ جو رویہ ہے اور دن منانے کی جو رسم ہے اس میں فرق کیا ہے۔ اگر وہ دیوالی، بیساکھی وغیرہ ایام مناتے ہیں تو یہ شب معراج و مولودِ مروجہ میں شاغل ہیں۔ اگر وہ گنگا جمنا وغیرہ جاتے ہیں تو یہ اجمیر، پاکپتن، قبر حضرت علی ہجویری رحمہ اللہ کی زیارت کرآتے ہیں اگر وہ اپنے عیدوں کے دن لہو ولعب میں مشغول ہوتے ہیں تو یہ بھی سرود، قوالی، ڈھول، باجے، عریانی و بے حیائی میں مصروف نظر آتے ہیں۔ اور نہیں سوچتے کہ آنحضرت ﷺ نے تمام زمانی عیدوں کو مٹا کر صرف عیدین عید الفطر، عید الاضحیٰ باقی رہنے دیں۔ اور مکانی عیدوں کو مٹا کر ان کی بجائے حج کعبہ، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کو مقرر کر دیا۔

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾

(النور: ٦٣)

www.KitaboSunnat.com

المكتبة الرحمانية
۹۹۔۔ جے ماڈل ٹاؤن۔ لاہور
نمبر ....

❶ ص: ۱۵-۱۸.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یادداشت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

المكتبة السلفية
علوم سلف کی اشاعت میں مستعد